



مسلمانوں! اگر تم میں ہی کچھ جھگڑ رہا باقی  
 جماعت عتی تو وہ ہم سے کئی گنا زیادہ ہے  
 نہ بتہ ہی نہ جراتہ ہی نہ چستی ہی نہ چالاک  
 خدا جانے وہ کیسی سلطنتہ تھی کیا تھی کیونکر تھی  
 یہ ٹوٹی پھوٹی گنتی کی ریاستہائے سلامی  
 مگر اس سطوة کبریٰ کی چندیں یاد گاریں ہیں  
 عروس دہر زال زشت منتظر ہو گئی ایسی  
 وہ بوٹا سا قد رغا کہ عالم جس پہ مفتوں تھا  
 تغیر آگیا نقش و نگار حسن میں یکسر  
 ملا دی خاک میں پیری نے سب دلق جولانی کی  
 کہاں کی قوم کیسی حیر خواہی کس کی ہمدی  
 کچھ ایسی جنبیتہ ان دنوں میں آکے پھیلی ہے  
 بٹھار کھا ہی آزادی نے وہ سکے کہ لوگوں میں  
 وہی طرزوں میں ہی طرز پندیں جو رہ جاتے  
 یہ معیار لیاقتہ ہی خدا شہائے ہم سب کو  
 کہ دارالعلم دہلی میں فضیلتہ اس کو کہتے ہیں  
 مسلمان ہیں مگر صرف از برائے نام کہنے کو  
 وگرنہ دین داری بس حقیقتہ اس کی اتنی ہے

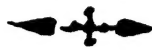
تو بول اٹھیں کہ ہی سلام کے مننے میں کیا باقی  
 اب ملک گیری ہی نہ وہ حربے غزایا باقی  
 نہ تو ان کا کھانے کی نہ زور دست و پا باقی  
 کہ تاریخی کتابوں میں ہی جس کا تذکرہ باقی  
 جنہیں روے زمین پر دیکھتے ہو جا سجا باقی  
 مسافر جا چکا لیکن ہی اس کا نقش پا باقی  
 کہ جس میں دل ربائی کی نہیں کوئی ادبا باقی  
 حمیدہ ہوتے ہوتے ہو گئے پشت دوتا باقی  
 نہ وہ رنگ خاقانم نہ چشم سہ سا باقی  
 نہ رنگت میں ضیا باقی نہ چہرے میں صفا باقی  
 کہ لوگوں میں نہیں ہو اب تو پاس اقربا باقی  
 نہیں گویا کہیں کوئی کسی کا آشنا باقی  
 نہ قانون ادب نافذ نہ آئیں جیسا باقی  
 بروے شیوہ رع ماکر خد ماصفا باقی  
 کہیں ہی بھی اگر علم و ہنر تھوڑا ذرا باقی  
 کہ میری طرح کے چند آؤں ہیں حرف آشنا باقی  
 کہ جیسے ذات کا ہی امتیاز و تفرقہ باقی  
 کہ ہم جیسے گنہ گاروں کا ہی پردہ دکھایا باقی





اور اس کو دیکھ لے گا جو کوئی جیتا رہا باقی  
ابھی سب سے بڑی بھاری ہے تدبیر دعا باقی  
خدا سے عرض کر یا قاضی الحاجات یا باقی  
بجز تیرے کرم کے اب نہیں کچھ آس رہا باقی  
وقار و عترة اسلام تا روز جزا باقی  
کوئی حد بھی ہو اس باقی کی آخر تک باقی  
ابھی ہر شے میں کئے کو وصل دعا باقی

بچے رونے کی سر پر ماتھ رکھ کر قوم بدقسمتہ  
نہ ہوں کارگر گر لاکھ تدبیریں تو کیا پروا  
نصو میں پکڑ کر اپنے نانا جان کا دامن  
تباہی چھا رہی ہو تیرے پیغمبر کی اُمت پر  
مسلمانوں کی ہمت قرن اول کی عطا فرما  
ذرا ٹھہرے طبیعت کس بلا کی تیسری آمد ہو  
یہ جو کچھ سن چکے ہو اب تاک تمہیں بطلب تھی



اگر اس ساتویں نوبت میں بھی ایجوکیشنل کانفرنس کے مفہوم اور اس کی غرض و غایت کے بیان کرنے کی  
ضرورت تھی تو میں خیال کرتا ہوں اس ضرورت کو جلسہ تمہیدی جواب سے چند مہینے پہلے دہلی کے میونسپل  
ہال میں منعقد ہوا پورے طور پر رفع کر چکا ہو۔ اس کانفرنس نے پچھلے سات برسوں کی کوشش میں  
مسلمانوں کی تعلیم پر جیسا کچھ اثر کیا ہو سید احمد خاں سے بہتر کوئی دوسرا اس کا اندازہ نہیں کر سکتا میں  
اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں کہ کانفرنس کا کوئی سالانہ اجلاس ابھی تک ناغہ نہیں ہونے پایا۔ اس سے اتنا  
تو معلوم ہوتا ہے کہ لوگ کانفرنس کی قدر کرنے لگے ہیں۔ گو قدر کرنے والے تنو بلکہ ہزار بلکہ لاکھ میں ایک  
دو ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم کو ابتداً الی ضعف کی وجہ سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔ گریٹ تھنگز ہسپتال گینگنز  
دبڑے سے بڑے کام بھی چھوٹی چھوٹی باتوں سے شروع ہو کر رہتے ہیں، خدا جس کی بے انتہا قدر کے  
بے شمار شواہد موجود ہیں، اگر چاہے اور برکت بھی دے تو کیا عجب نہیں کہ کانفرنس جو آج سید احمد خاں کا  
خیالی ڈھکوسلا دکھائی دیتا ہے، اسی کی بدولت مسلمانوں کی لٹی کھٹی مرجھائی ہوئی کھیتی از سر نو تازہ و  
شاداب ہو کر املہا نے لگے ع۔ شاید کہ ہمیں ریضہ برادر پروبال سے کاش وہ دن ہماری ننگی  
میں ہو۔ اجلاس کی جگہ کا ہر سال بدلتے رہنا بھی یقیناً مفید ہے۔ اور اگر دلی والوں میں سے کسی نے جرأت  
نہ کی تو ان شاء اللہ قیامت کے دن سید احمد خاں کے مقابلے میں دلی کی طرف سے میں جج ہوں گا  
کہ انھوں نے مسلمانوں کا بچ علی گڑھ میں رکھ کر دلی کے گھر پر جو چھری پھیری تھی سو پھیری تھی۔ مرے پر  
ستودرنے لے کر برس کانفرنس کے یہاں لانے میں دیر کر کے دلی کا یہ دوسرا حق تلف کیا۔

یہ سارے کھیل میں دنیا میں دولت کے متول کے  
 ہماری قوم کو ہلاک کرنے اس طرح گمراہی  
 کسی کے کام آتیں یا کسی کو نفع پہنچائیں  
 تو کیوں اکثر مسلمانوں کی حالت یوں رہی ہوتی  
 مسلمانوں کو ایسا تنگ پکڑا ہی زمانے نے  
 اسی کو ہم بڑی دولت بڑی حشمہ سمجھتے ہیں  
 لیے جاتے ہیں ہم سب کو گھسیٹے قعر کجہ میں  
 پڑھاتے ہیں سبق تحصیل چل زہد کا جیالیں  
 لڑے مرنے ہیں اونے بات پر انجام جو کچھ ہو  
 زمین و آسمان کو اپنا دشمن کر لیا لڑ کر  
 غرض دنیا و دین کے سب فضائل مستنزع ہو کر  
 وہ بیمار قریب مرگ ہی سلام و اولیلا  
 مسیحا کو ن سید پکارے سب میں کتا ہوں  
 بھلا ہی یا برا یہ جانے اور ہر خدا جانے  
 عقائد میں کسی کے دخل دینے کی ضرورت کیا  
 یہی اک نفر و لکھل ہے کہ جس کو دیکھ کر جانا  
 بڑا اک اسد خیر قوم کی اصلاح حالت میں  
 خدا نے تجھ کو پہنچایا ہی اُن اعلیٰ مراتب پر  
 طریق مختصر پر گرتے القاب یکجا ہوں  
 مگر معلوم ہے تجھ کو مسترت کچھ نہیں اس کی  
 محال عقل ہے تجھ کو ہوا اس دنیا سے فانی میں  
 نہ ہو بے دل اور اپنی سی کیے جا صرف ہمت سے  
 اگر انسلام کی تجھ کو توقع ہو تو باور رکھ

قطعہ

قطعہ

مرا بہت ہی وہ جس کے نہیں پتے ٹکا باقی  
 کہ فی صد ایک کچھ خوش ہو تو محتاج ملکہ باقی  
 جو ہوتے آج کو ایسے نفوس اولیا باقی  
 کہ گھر میں سر پہ بی بی کے نہیں ثابت رد باقی  
 نہ مر رہنے کی گنجائش نہ جینے کی جگہ باقی  
 کہ مسجد میں ابھی ہی بوریا لٹوٹا پھٹا باقی  
 اب ایسے رہ گئے ہیں مولوی اور پیشوا باقی  
 ہزاروں سے نہیں ہی ایک میں یسرو غلبا باقی  
 مزاجوں میں نہیں بروشت کا مطلق تہ باقی  
 ہر ایک کے ساتھ ہی کوئی نہ کوئی خرخشہ باقی  
 رہا ہوا کہ تعصب نامناسب ناروا باقی  
 مسیحا کو نہیں ہی جس کی اُپید شفا باقی  
 صدوسی سال اس کو اُور رکھیو اے خدا باقی  
 مگر ہی کوئی اس کی شان کا اس کے سوا باقی  
 قیامت کو بھی رہنے دو گے کوئی فیصلہ باقی  
 ہماری ناؤ کا بارے جواب تک نا خدا باقی  
 دقیقہ ایک بھی تو نے نہیں کھا اٹھا باقی  
 فزوں ترجن سے اب کوئی نہیں ہی مرتبہ باقی  
 نو مشکل ہے کہ ابجد میں ہے حرف ہجاء باقی  
 کہ تو ہی درد مند قوم اور تیرا گلہ باقی  
 سوائے قوم کوئی آرزو یا التجا باقی  
 کہ سب کے سر پہ اب تو ہی ہی لک بڑھا بڑا باقی  
 خدا کے پاس ہی تیری جزا تیرا صلہ باقی

میں جس بات کو دیکھتا ہوں وہ یہی کہ دلی کو دوسرے بلاد ہند پر ایک دینی فضیلت ہے۔ یہ امام ہی اور دوسرے شہر مقتدی۔ یہ مجھ ہی اور دوسرے شہر مقلد۔ یہ اصل ہی اور دوسرے شہر نقل۔ یہ اسلام کا تہ ہے اور دوسرے شہر فروغ۔ میں اس کو ہرگز مبالغہ نہیں سمجھتا کہ اسلام کے اعتبار سے جو نبی تھے مہینے کو عرب سے ہی وہی نسبت دلی کو ہندوستان سے ہی۔ ہندوستان میں اسلام کے پھیلنے کے کئی پیرائے خیال میں آتے ہیں۔ کچھ تو وہ ہوں گے جنہوں نے اس ملک کو فتح کیا اور یہیں رہ پڑے۔ افسوس اُن اور اُن کی نسلیں پر۔ اور کچھ ایسے بھی ضرور ہوں گے بلکہ عجب نہیں ایسے اکثر ہوں۔ جنہوں نے طوعاً یا کرہاً مذہب اسلام اختیار کیا۔ لیکن چاہے پہلے کے مسلمان رہے ہوں یا بعد کو مسلمان ہوئے ہوں ہندو کے خلاف طے کی وجہ سے اُن دنوں کا اسلام خالص اسلام ہونا نہیں سکتا تھا اور افسوس یہ کہ اب تک بھی خالص نہیں اور شاید ہوگا بھی نہیں۔ اقتاد تو بگڑی ہوئی پڑی تھی اور اسلام کے پھیلنے کی کوئی توقع نہ تھی۔ مگر سچا خدا اپنے سچے پیغمبر کی زبان سے واللہ متم نذر اور ولیمکن لہم دینہما الذی ارتضیٰ لہم کی مادی کر چکا تھا اور اُس کی ڈگری جاری ہونی ضرور تھی اَن اللہ لا یخلف المیعاد بارے کفرستان ہند میں یعنی ہماری اس دلی میں وہ خاندان ذی شان پیدا ہوا ع ایں خانہ تمام آفتاب است + جو شاہ ولی اللہ قدس اند سرہ العزیز سے شروع ہو کر مولوی شاہ اسحاق صاحب پر ختم ہو گیا اَن اللہ وانا الیہ راجعون ان لوگوں نے اور بعض ان کے معاصرین نے بھی قرآن اور حدیث کے ترجمے کیے۔ تفسیریں اور شرحیں لکھیں۔ مبنیات کی کتابیں تصنیف کیں۔ درس دیئے۔ وعظ کئے۔ یعنی زمانے کی ضرورتوں پر نظر کر کے وہ دیا دیے کام کیے جو اپنے وقت میں صحابہ اوتابین اور تبع تابعین نے کیے تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین غرض دلی کی دینی غلطی دینی فضیلت دینی برتری دینی شرافت اُن بزرگوں کی قائم کی ہوئی ہے۔ خدا اُن کو جزائے خیر دے۔ یہ چھو را یا تعلق یا الشمس یا کسی غوری یا شاہ جہان کی عمارتیں نہ ہوں جو یوں یا فیوماً بلکہ ساعۃ فاعتر بلکہ آنا فاما فرسودہ و مند رس ہوتی چلی جا رہی ہیں اور ایک دن معدوم ہو کر رہیں گی کان لہ قرض بالاس بلکہ بیوہ باقیات صحاحات ہیں جن کا قیام ذات خدا کے ساتھ وابستہ ہی واقعی وجہ دین ذوالجلال واکرام

۱۱۷۱ھ اللہ اپنے نذر ہایہ کو پورا کر کے رسد گا ۱۱۷۲ھ اور جو دین خدا نے اپنی مرضی سے مسلمانوں کو بتایا ہو اُس کو ضرور مستحکم کرے گا ۱۱۷۳ھ

۱۱۷۴ھ اللہ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا ۱۱۷۵ھ ہم اللہ کے بس ہیں جس (جو چاہے سو کرے) اللہ ہم کو اُس کے پاس لوٹ کر جانا ہے ۱۱۷۶ھ

۱۱۷۷ھ کو یا کل ان کا کہیں نشان بھی نہ تھا ۱۱۷۸ھ اور پروردگار کی ذات ہمیشہ ہمیشہ کو بانی رہی جو فرجہ والا ہندنگی والا ہی ۱۱۷۹ھ

کانفرنس کے لیے شہروں کے انتخاب میں جن باتوں پر نظر کی جاتی ہے۔ میں جانتا ہوں ان باتوں کی خبر پُشتی میں دلی کسی شہر سے پیشی نہیں۔ بلکہ میں کہنا چاہتا ہوں۔ ہیٹا نہیں اس کی غلطی ان گنو گریز ہونے وقتوں میں بھی ایسی اعلیٰ صبح کی ہے کہ ہندوستان کا کوئی شہر اس کو لگا نہیں کھاتا

دل دلی ہیں گرچہ دونوں خراب پہ کچھ لطف اس اُجڑے گھر میں بھی ہیں

ہر چند لکھنؤ نے زبان اردو میں بہتیری خراش و تراش کی مگر جو فرق آمد و آمد میں ہے جو تفاوت بے ساختہ پن اور تکلف میں ہے وہی دلی اور لکھنؤ کی اردو میں ہے ع و لا التکل فی العینین کا لکھل + دلی کے بعد ہندوستان کی تاریخ ایسی اندھی ہے جیسے بے شکل کے اوقلیدس۔ اگر ہمارے شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکار اللہ نے اس عمر میں کہ خود ان کی وہ شکل و صورت نہیں ہے کوئی بے شکل کی اوقلیدس ایجاد کی ہو تو خبر نہیں۔ مگر میں نے جس زمانے میں شوق و رغبت سے نہیں بلکہ سکا لرشپ کے لالچ سے اوقلیدس پر بھی تھی میرا تو یہی حال تھا کہ ایک آنکھ شکل پر ہی تو دوسری عبارت پر۔ اگر قدامت اور واقعات عظیمہ کی یاد کا قدر و قیمت کی چیز ہے تو دلی کا ایک ایک روڑا چکیگو کی نمائش گاہ میں بھیجنے کے قابل ہے۔ جو صاحب دلی کی سیر کی غرض سے تشریف لاتے ہیں اور ایسے بیک کر شتمہ دو کا رہت ہوں گے دو چار ہی دن کی سرگشت میں دیکھ لیں گے۔ کہ چھ چھ سات سات کوس کے پیکر میں کتنی ایسی عمارتیں ہیں جو انجینئرنگ سکول اور بناوٹ کی عمدگی کے اعتبار سے روئے زمین کی تو میں کہتا نہیں مگر ہندوستان میں اپنا جواب نہیں کھتیں۔ مجھ کو ہندوستان کے اکثر نامی شہر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جس قریب سے شاہ جہاں آباد بسا بلکہ بسا گیا ہے کسی دوسرے شہر کو نصیب نہیں۔ الغرض گزشتہ سے قطع نظر کر کے حالت موجودہ کے لحاظ سے بھی دلی کے مفاخر کی فہرست دوسرے شہروں کی فہرستوں سے بالشت دو بالشت نکلتی ہی ہوئی ہے گی۔ اور یہی مفاخر ہیں جو کشاں کشاں کانفرنس کو یہاں بدیر لائے۔ مگر لائے

لئے اُس بت کو اتجا کر کے کفسہ توڑا خدا خدا کر کے

لیکن میری نظر ان مفاخر پر نہیں ہے۔ یہ مفاخر بعض معدوم ہو کر ان کا افسانہ باقی رہ گیا ہے۔ بعض علی شرف الزماں ہیں۔ اور جو علی شرف الزماں نہیں بھی ہیں ان کو بھی کانفرنس کے مقاصد سے کچھ ایسا تعلق نہیں +

۱۵ حالہ مجموعی ۱۵ سرمد لگانے سے آنکھ قدرتی سہ گیں نگہ جیسی خوب صورتہ نہیں ہوتی ۱۶ ۱۷ سہاری سلیقہ ۱۸

۱۹ زائل ہونے کے قریب ۲۰

زمانے سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ ہماری حالت اس قدر بدلی ہوئی ہے کہ ہم قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے مقابلے میں گویا بالکل دوسری قسم کی مخلوق ہیں۔ اُن وقتوں کے مسلمان بجائے خود بادشاہ تھے عالمِ وقت رعایا تو رعایا پاس پڑوس کے بادشاہ ان کے نام سے پھرتے تھے سُنْتُقِی فی قُلُوبِ الذِّیْنَ کَفَرُوا وَالرَّعِیْبِ یَاہِمُہِمْ نَصَارَے کے محکوم۔ نَصَارَے کی رعیت۔ ہر بات میں نَصَارَے کے دستِ نگر۔ نَصَارَے کے محتاج اُن کو یَا اَیُّہَا الذِّیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَہُودَ وَالنَّصَارََے اَوْلِیَاءَ بِمَعْضُ وُہُنْ یَتَوَلَّوْا مِنْکُمْ فَاَنْزِلْہُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظَّالِمِیْنَ اور لَا یَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَفْعَلْ ذٰلَکَ فَلَیْسَ مِنْ اللّٰہِ فِی شَیْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْہُمْ نَقٰۃًۢ بِرَعْلِ کَرْنَا آسان تھا۔ اُن کو یہود اور نَصَارَے اور دوسرے مذہب والوں کی پروا ہی کیا تھی۔ کہ ان کے ساتھ دوستی کو تے اور سازگاری رکھتے۔ مگر ہمارا کیا حال ہے۔ یہود تو کسی گنتی میں نہیں ٹھہرتے علیہم الذلۃ والمسکنة وَاُوْیَاۡءُ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ نَصَارَے کے ساتھ دوستی کرنا سازگاری رکھنا غرۃ اور حکومت اور دولت کو تو رکھو بالائے طاق شرطِ زندگی ہے۔ رہے ہندو اُن میں اور ہم میں سبکدوش برس سے ایسا میل جول چلا آتا ہے کہ اب ہم اور وہ بٹوارہ کرنا بھی چاہیں اور فریقین کے احمق چاہتے بھی ہیں تو ہونہیں سکتا نہ تھوک بٹ نہ کھین بٹ۔ دوسرا بڑا فرق ہم میں اور آغا ز اسلام کے مسلمانوں میں یہ ہے کہ کہ وہ پیغمبرِ صاحب کے ہم عصر تھے۔ اُن میں سے اکثروں نے پیغمبرِ صاحب کو دیکھا اور اُن کے ساتھ رہے اور نہیں دیکھا اور نہیں ساتھ رہے تو دیکھنے والوں کو دیکھا اور ساتھ رہنے والوں کے ساتھ رہے۔ غرض د اسلام کی حقیقت سے پورے پورے واقف تھے۔ جب کبھی کوئی نئی بات پیش آتی اور قرآن و حدیث میں سند نہ ملتی تو وہ خود اپنے اجتہاد سے ایک رائے قائم کر لیتے اور اُسی قنیت کا نتیجہ تھا کہ اُن سے غلطی بھی کم ہوتی تھی۔ جس کو ایسا ملکہ ہو اصطلاحِ شرع میں اُس کو محدث کہتے ہیں۔ اور میں اس لفظ کا ترجمہ کیا کرتا ہوں مزاج شناس خدا۔ جیسے مثلاً عمر رضی اللہ عنہ کہ اُسارائے بدر اور ضربِ حجاب اور حرمتِ خمر اور دوسرے مواقع میں جس طرف کو اُن کا ذہن منتقل ہوا آخر کار اُسی کے مطابق وحی بھی نازل ہوئی۔ نتیجہ کرنے

۱۷۰  
 سہم تھا اورادبہ کافرؤں کے دل میں بٹھانیں گے ، ۱۸۵ اسے ایمان والو ہیرو دار نصرا سے کو یار مت بنا دو ایک دوسرے کے پاس  
 اور تم میں سے جو کوئی ان سے یاری کرے گا تو معافی پل گنا جائے گا بے شک اللہ قوم ظالم کو ہایت نہیں کرتا ، ۱۹۰ مسلمانوں کو چاہیے  
 کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو یار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو اللہ کو اُس کے پیچھے رسوا کر دیں غریب کہ کافرؤں سے اپنا بچاؤ کر لے ، ۲۰۰ ذلت اور  
 معافی ان کو لازم کر دی گئی اور خدا کے غضب میں آئے ، ۲۱۰ جنگ بدر میں جو کافر بکڑ اتے تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا دن لیکر چھوڑ دیا اور عمر بن الخطابؓ کی

افسوس تو ہم کو مسلمان بادشاہوں کے مرنے کا بھی بہتیرا ہی کچھ ہی اور نہ کیوں ہو۔ وہ ایک نیچرل بات ہی  
اضطراری۔ اس کا چھپانا نفاق بُزولانہ ہی۔ اور ہم سے اس کی توقع رکھنا طلب محال۔ بے شک ان شخصوں کو  
میں سے اکثر قابلِ شہم و نفرت بھی تھیں۔ مگر ہم ان کی اصلاح کی آرزو کرتے نہ ان کے زوال کی۔ ان کی درستی  
چاہتے نہ ان کی تباہی۔ لیکن ہماری قوم کو ان بادشاہوں کے مرنے سے اتنا بلکہ اس کا عشرِ عشر بھی نقصان  
تھیں پہونچا۔ جتنا ان بزرگانِ دین کے ناپید ہوجانے سے۔ اگر مسلمان بادشاہ مر گئے اور ان کے مرنے سے آخر  
اسلامی سلطنت جاتی رہی تو خدا نے برٹش گورنمنٹ میں ہم کو اس کا نعم البدل عطا فرمایا ہو کہ اس عملِ اری میں ہم  
اس اور آزادی بشرطیکہ ہم اس سے مستفیض ہونا چاہیں اس قدر کہ ہم کو اپنی سلطنت میں بھی کبھی نصیب نہیں  
ہوئی۔ ہم کو اگر ہندوستان سے اسلامی سلطنت جاتے رہنے کا خیال آتا ہو اور اکثر آتا ہو تو صرف اس وجہ سے  
کہ ہم کو برٹش گورنمنٹ کی برکات سے متمتع ہونے کا سلیقہ نہیں۔ ورنہ ہم تو اسلامی سلطنت کو جیسی اکثر ہو گزری  
ہیں یا جیسی ضعیف و نامستظم جا بجا اب بھی ہیں کبھی بھول کر بھی یاد نہ کرتے۔ دوسرے کم تر یہ لیکن علمائے  
دین کے اٹھ جانے سے جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو پہونچا اور پہونچ رہا ہو اس کی تلافی کی کوئی صورت  
تظر نہیں آتی۔ وھکذا یدھب الزمان ویفنی العلم فیہ ویدرہن الاثر۔ مدقول تک میں یہ خیال کرتا رہا  
کہ جب قرآن میں خدا فرماتا ہو لا تُطرب ولا یابس الا فی کتابِ مبین اور اللہم اکملت لک دینک و  
اتممت علیک نعمتی تو اب ہم کو دین کے لیے کسی خلیفہ یا امام یا مجتہد کی آج کل کے محاورے کے مطابق  
رفارم کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور میرے اس خیال کی تائید ہوتی تھی واقعہ قرطاس سے۔ اور وہ واقعہ یہ تھا کہ ان  
حضرت صلعم نے جان کنی کی حالت میں فرمایا ایتونی بقسطاس الکتب لکم کتابا لن تفضلوا بعدی و کاغذ کے  
تو میں وصیت لکھ دوں تاکہ میرے بعد تم گم راہی میں نہ پڑو، عمر رضی اللہ عنہ نے مصلحت وقت سمجھ کر لوگوں کو رکھا  
کہ عین انزبانی روح کے وقت پیغمبر صاحب کو وصیت کی تکلیف دینی نا مناسب ہو حسبنا کتاب اللہ لیکن  
جو ان تغیرات کو دیکھا جو انگریزی عمل داری کی وجہ سے واقع ہو رہی ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کا  
حسبنا کتاب اللہ اسی وقت کے لیے کافی تھا کیونکہ پیغمبر صاحب کی وفات کے سوائے مسلمانوں کی حالت  
میں کوئی انقلاب بتن واقع نہیں ہوا تھا کہ ان کو کسی جدید یا مزید ہدایت کی ضرورت ہوتی۔ لیکن ہم پیغمبر صاحب  
سے اسی طرح زمانہ گزرتا اور علم فنا ہوتا اور اس کے نشان ناپید ہوتے چلے جاتے ہیں ۱۷؎ تہ نہ نیک سب کچھ قرآن میں کھلا ہوا موجود  
ہے ۱۸؎ آج ہم نے تہذیب دین کو کامل اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ۱۹؎ ہم کو اللہ کی کتاب بس کرتی ہے ۲۰؎

کہا کہ جزئی سے جزئی مسئلہ بھی نہیں جس کو ہم قرآن اور حدیث سے استنباط نہ کر سکیں۔ اور ہم کو کسی کے اجتہاد کی حاجت نہیں۔ مقلد نے ایک فرضی استنفا لکھ کر غیر مقلد کے حوالے کیا کہ اگر کل جواب قرآن و حدیث سے دیا جائے۔ زید نے خالد سے مثلاً سو درہم کے بدلے کوئی چیز قبول لی۔ اب ہائع و مشتری کیفیت ثمن میں مختلف ہیں۔ ایک کتاب ہے سمرقندی دوسرا بخاری تو اس صورتہ میں کیا کرنا ہوگا۔ بینوا توجروا توجروا کیا پیارا لفظ ہے۔ کیونکہ اس میں اس کی صراحت نہیں کہ اگر جواب دنیا میں ملے گا یا عقبی میں۔ غیر مقلد نے حدیث اذا اختلف البیعان فالقول قول البائع پیش کی۔ اس پر طرفین سے رسالہ بازی شروع ہوئی۔ اور مذہبی اختلافات کا قاعدہ ہی کہ ایک دفعہ چڑھ جائیں پھر ان کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے اس اختلاف کو میرے سامنے نقل کیا۔ اور نقل کیا بھی تو اس تمہید سے کہ جن دو طالب العلول سے یہ مقام شروع ہوئی ہے۔ تم کو حکم گردانتے ہیں۔ یہ سن کر مجھ کو بے اختیار ہنسی آئی۔ اور ہنسی کے ساتھ غصہ بھی ہنسی تو اس وجہ سے آئی کہ مجھ میں مولویوں کی سی کوئی بھی بات نہیں تو مولوی کی پھبتی بے تکلی ہوئی۔ اور غصہ اس سبب سے کہ میں نے اپنے جی میں کہا بھلا یہ تو لکھنے پڑھنے کی بات ہے۔ میں چاہوں تو آئیں بائیں شائیں کچھ ہانک بھی دے سکتا ہوں۔ لیکن اگر کل کو کسی نے میری نسبت از خود خیال کر لیا کہ یہ بڑا کلاؤنت ہے اور مجھ سے فرمائش کی کہ یہ صبح کا وقت ہے بھلا ایک بھیروں تو گا کر سناؤ تو میں کیا کر لوں گا۔ میں نے اس شخص کو جو میرے روبرو یہ قصہ لایا تھا مناسب وقت کچھ کہہ کر ٹال دیا۔ یوں تو میں بھی غیر مقلدوں کے سے عقائد رکھتا ہوں۔ مگر اس مسئلہ خاص میں مقلدوں کے ساتھ ہوں بلکہ ان سے بھی دو چار قدم آگے بڑھا ہوا۔ کیونکہ میرے نزدیک نہ صرف قرآن و حدیث بلکہ قرآن و حدیث اور اجتہاد ائمہ بھی اس زمانے کی دنیاوی ضرورتوں کو ناکافی ہیں۔ ناکافی کا لفظ جو میں نے استعمال کیا شاید اچھا نہ ہو مگر میری مراد یہ ہے کہ معاملات ہزار ہا چیزیں ایسی پیش آتی ہیں جن کے لیے اجتہاد جدید کی ضرورت ہے۔ جن وقت دہا ہم سمرقندی و بخاری کا مسئلہ میں نے سنا۔ تھوڑی دیر بعد انگریزی اخبار میں اتفاق سے خلاف ورزی کاپی رائٹ کا ایک مقدمہ نظر پڑا۔ فوراً خیال میں آیا کہ دہا ہم سمرقندی و بخاری کی جگہ یہ صورتہ ہوئی تو غیر مقلد کو قہمت سننا پڑتا۔ ایسی ہی باتوں نے میرے خیالات کو بدلا ہے اور اب میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو مجدد یا مجتہد کی سخت ضرورت ہے۔ اور بدولت ایسے شخص کے ہمارا کام چل نہیں سکتا۔ اور میں جو دلی کے متقدمین علما کو یاد کرتا ہوں نو دہ بھی ایسی



سے اس طرح کی مثالیں دوسرے صحابہ کی بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ جب آیہ **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُفْلَةً فِي حَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَّيْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** یا نازل ہوئی تو ان حضرت نے ایک کاتب کو بلا کر لکھوانا چاہا **خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ** تک بتایا تھا کہ اس کے مونہ سے بے ساختہ **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** نکل گیا اور وہ جزو آیت تھا۔ یہ بھی ایک طرح کی تحدیث ہے۔ صحابہ کے مدح بھی نبی معلومات کے عتبہ سے متفاوت تھے۔ مگر وہ تفاوت ان کے آپس ہی میں تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ نہ ہماری یاد نہ ان کی بھول۔ نہ ہمارا اجتہاد نہ ان کی تقلید۔ نہ ہمارا یقین نہ ان کا شک۔ کیونکہ وہ دیکھنے والے تھے اور ہم سننے والے ہیں ع شنیہ کے بودمانند دیدہ۔ ہمارا ایمان یا اسلام جو کچھ سمجھیں اسی قدر ہی کہ ہم نے اس کو خطام دینوی کی طرح باپ داؤوں سے میراث میں پایا ہی۔ بہتیروں نے قتل عام کس پیرس کی طرح اس کی پروا نہ کی۔ بعض نے پروا کی تو دیکھا کہ بزرگوں کے پینے کے کپڑے کچھ ان ہی کے بدن پر ٹھیک تھے۔ انھوں نے بے مصرف سمجھ کر ڈال رکھے۔ اور کچھ ایسے سعادت مند بھی تھے۔ جنہوں نے لکھونپ بھری رفو کیا۔ کاٹا چھانٹا پیوند لگایا اور تبرگاپن پھرے۔ ان باتوں کے علاوہ میں دیکھتا ہوں۔ زندگی کوئی حالت اور کوئی شان نہیں جس میں ناسنے کے انقلاب کی وجہ سے ان فوزمین اور غیر متوقع معاشا بجز و پیش نہ آتے ہوں۔ اور ان کی نظائر زمان سلف میں کہیں منتظر نہیں آتیں۔ مال اور فوجداری اور دیوانی کے کل آئین اور تمام ضوابط اور یگیں و سنو بدل گئے الا ماشاء اللہ۔ ریل اور سٹیم اور تار برقی اور ہزار اقسام کی کلیمیں اور پوسٹ کارڈ اور ویلیو پیل اور مینی آرڈر اور سٹامپ اور بیمہ اور کرنسی اور پرامیسری نوٹ اور ساز و سامان ہمیشہ کے قریب قریب کل چیزیں نئی نکل کھڑی ہوتیں۔ جن کا اگلے وقتوں میں کوئی نام بھی نہیں ملتا تھا۔ سائنس نے کہی ہی حضرت ہمارے زمانے کے شیطان ہیں تمام مذاہب میں ایک غدر مچا رکھا ہے۔ یہ اب حال کا مذکور ہے کہ دو طالب العلم مقلد غیبیہ مقلد جھگڑ پڑے۔ مقلد نے کہا اگر ائمہ کا اجتہاد نہ ہوتا تو دنیا کے کام بند ہو گئے ہوتے کیونکہ بہت سی باتیں ہیں جن کے احکام قرآن اور حدیث میں نہیں نکلتے۔ غیر مقلد نے ملے ہم نے آدمی کو مٹی کے آسن سے پیدا کیا۔ پھر اس کو لطف بزرگ محفوظ جگہ میں رکھا۔ پھر لطف کا بھالو توڑا بنایا۔ پھر لطف کے بندھن بنی پھر لطف کی ڈھان۔ پھر نہ یوں پر گوشت مڑھا پھر اس کو دوسری مخلوق بنا کر کیا بابرکت ہے اللہ سب پیدا کرنے والوں سے بڑھ کر ۱۲



یورپ کے لوگ جب اُن ہی دلوں اسلام نہ لائے۔ جب اسلام ماننے کی چیز تھا تو اب ایسی حالت میں کہ ہم موروثی مسلمانوں کو اس میں رہنا دشوار ہو رہا ہے کون اسلام قبول کیے لیتا ہے اور لاکھوں کروڑوں میں دو چار دس میں اس خیال کے ہوئے بھی تو اس سے اشاعت نہیں ہوئی جاتی +

بھلا جن کے تشبہ سے اور تشبہ بھی فی العقائد نہیں کہ وہ نہ کبھی تھا نہ اب ہی نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ تشبہ فی اللباس تشبہ فی الاکل تشبہ فی الركوب تشبہ فی الشی تشبہ فی القیام تشبہ فی القعود تشبہ فی اتی شی سے ہم کافر ہوں۔ اُن کا متن تشبہ بقوم فہو منہم کے ہوتے مسلمان ہونا ہند کے مسلمان کیوں تسلیم کرنے لگے تھے اور کریں تو سید احمد خاں خوشی کے دھول بجائیں کہ یہ جیتے اور مسلمان ہارے۔ اُن لوگوں نے یقین ہے عقائد کے سوا اپنی حالت ظاہری بالکل نہیں بدلی ہوگی یا بہت کم بدلی ہوگی۔ امید نہیں کہ مسلمان میسٹ گٹ کر پردے میں بیٹھی ہوں یا آئینہ بیٹھیں۔ امید نہیں کہ ان لوگوں نے طرز عمل تبدیل کیا ہو یا آئینہ کریں۔ امید نہیں کہ یہ نو مسلم تھے اصول معاشرت عمل میں لائے ہوں یا آئینہ عمل میں لائیں۔ میں تو اپنی ذات سے ان کے حالات کی تفتیش کے درپے رہتا نہیں مگر یہ آواز بھی کسی طرف سے میرے کان میں پڑی کہ دن کے دس بجے بھی ایک نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور مارٹونیم پر قرآن گایا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ بھی ہوتا ہم اس میں شک نہیں کہ ہند کے مسلمانوں کا سا اسلام بلکہ میں تو کوہنگام طور کا اسلام یورپ اور امریکا میں کوئی قبول کر نہیں سکتا اور رشتہ سے قبول کر بھی لے تو اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ کہ خدا اُن کو ہجرت کی توفیق دے۔ اور حضرت سلطان روم کی عمل داری میں جالبیں اور اُن کے ہم حالت عرب کے ابتدائی مسلمانوں نے آخر یہی کیا تھا۔ اور جب اُن لوگوں نے اسلام اختیار کیا ہے تو ہم جیسے مشرک و مسلمان نہ سہی ان پر اپورا مسلمان بننا تو ضروری ہے یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافراً ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکفر عدو مبین اور یورپ میں گھر بیٹھے تو پورا مسلمان بننا معلوم فلولا فہر من کل فرقة منهم طائفة لیستفقوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون بے شک جہاں تک ہو سکے ہم لوگوں کو بھی اُن کی مدد کرنی چاہیے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں ہمارے ہم وطن اُن سے کہیں زیادہ محتاج مدد ہیں۔ کیا یہ اُتلاف حق نہیں ہوگا کہ ہم لورپول اور امریکا کے نو مسلموں کو جان نہ پہچان خالہ بڑی سلام خدے بھیجیں

۱۷ مئی ۱۲ ۱۳۵۷ سہ ماہی ۱۲ ۱۳۵۷ رفاہ ۱۲ ۱۳۵۷ برفاٹ ۱۲ ۱۳۵۷ ششت ۱۲ ۱۳۵۷ کوئی سی چیزیں مشابہ ۱۲ ۱۳۵۷ اگر نئی لجا ۱۲ ۱۳۵۷

ایمان والو اسلام میں چورے چورے آجاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے جو ۱۲ ۱۳۵۷ کہیں نہیں ان کے ہر کردہ میں

کچھ لوگ مجھ سے کہتے تھے کہ دین کو سمجھیں اور اپنی قوم پاس دلیس جاگمان کو ڈرائیں مشابہ ۱۲ ۱۳۵۷

کہ مجھ کو ان لوگوں میں اس بات کا پتہ ملتا ہی۔ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب نے جو کتاب حجۃ اللہ البالغہ لکھی۔ اُن کو اس کتاب کے لکھنے پر ضروری خیال باعث ہوا ہوگا کہ اب خدا سے تعالیٰ دین العاجز والکتاب کی قبول کرنے والی طبیعتیں پیدا نہیں کرتا۔ لوگ ہر ایک بات کو میزانِ عقل میں تو لٹا چاہتے ہیں۔ یا جیسا مشہور ہے کہ مولوی شاہ عبدالعزیز نے دلی کی شاہی تختہ ہوں کہ اُن میں اور تواتق لکھنؤ میں اور سرکار انگریزی کے پرائمری نوٹوں میں کچھ بھی فرق نہیں (جائز ٹھہرا دیا تھا کچھ شک نہیں کہ انھوں نے دیکھا عموم پلو اور سب کے ان آدمیوں کو ربا قرار دے کر اتنے سارے مسلمانوں کو مصداقِ فاذننا جہرب من اللہ ورسولہ بنانا اور خدا اور اس کے بندوں میں وارڈ کلیر کرنا آسان ہی یا ربا کے بیچ کو ذرا ڈھیلا کرنا۔ چنانچہ انھوں نے البلیتین کو اختیار کیا جو اُن کا کام تھا۔

تو براے وصل کردن آمدی نے براے فصل کردن آمدی

وہ اگلے علما زندہ ہوتے یا اُن کے جانشین اُن کے سے دل و دماغ رکھتے ہوتے تو اسلام میں جس کو اپنی مسئلہ سہلۃ سمحۃ ہونے پر ناز تھا اور ناز واجب تھا ایسی سختی ہرگز داخل نہ ہونے پاتی کہ واقع میں اس کا سنبھالنا نہ ہکتے ہوئے انگارے کو ہاتھ میں لیے رہنا ہو رہا ہے۔ میں بھی اخبار میں لو پول کے نو مسلموں کے حالات اور امریکہ میں اشاعتِ اسلام کی تجویزیں پڑھا کرتا ہوں مگر بے دلی اور ستکراہ کے ساتھ۔ لو پول اور امریکہ کے نام سے مسلمانوں کے دلوں میں جوش پیدا ہوتا ہے اور جوش کی بات بھی ہے۔ مجھ کو جو بے دلی ہے وہ اس سے کہ ہم ممالک دور و دراز میں تو اسلام کے پھیلانے کی تدبیریں کرنی چاہتے ہیں اور گھر کی خبر نہیں کہ یہاں چھپکتے ناک کاٹی جاتی اور لوگوں کو مرتد اور کافر بنانے کے لیے جیلے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ ایک طرف پیغمبرِ صاحب فرماتے ہیں انا اباحی بکوالا ہم یعنی قیامت کے دن میں فخر کروں گا کہ میری اُمت میں اس کثرۃ سے لوگ ہیں کہ دوسرے کسی نبی کی اُمت میں نہیں اور ساری عمر آپ نے اور سلفِ صالح نے اسی کوشش میں صرف کر دی کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کا گروہ بڑھے۔ یدخلون فی دین اللہ افواجاً اور ہمارے ان وقوف کے علما ہیں کہ لوگ پکار پکار کر کلمہ بھر رہے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں مسلمانوں کا سا ظاہر رکھتے ہیں۔ مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور مولوی ہیں کہ ذرا سی خفیف اور مختلف فیہ بات کا الزام لگا کر زبردستی اُن کو دھکے دیئے چلے جاتے ہیں

۱۲؎ بوڑھی عورت اور مکتب کے لڑکوں کا دین ۱۲؎ طیارہ ہوا خدا اور رسول کے ساتھ لڑنے کو ۱۲؎ جاگ اٹھتا دینا ۱۲؎ مذہب

آسان ہیں ۱۲؎ اللہ کے درہم ہیں جو حق جو حق چلے آ رہے ہیں ۱۲؎

لو محل مذاہب شکی ہو رہے ہیں۔ ازاں جملہ اسلام بھی۔ تعلیم تو ناحق نکو بن رہی ہے۔ میں کہتا ہوں اسلام شکی ہو رہا ہے تقاضائے وقت اور انگریزی عملداری سے۔ یہ کسی کہنے اور نا احسان خدا کی کا کام ہے کہ برٹش گورنمنٹ پر مذہبی پارٹیٹیلٹی یا مذہبی انٹرفیرنس کا لازم دے۔ لیکن نیوٹرلٹی ہی کو کوئی مذہب شکی ہو چکا ہے تو یہ مذہب کا قصور ہے نہ برٹش گورنمنٹ کا۔ مثلاً گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ اپنی تمام رعایا کو کسی قوم کسی مذہب کے ہوں صداقت کے ایک درجے میں سمجھے۔ امان ہی اصول پر تمام معاملات تصفیہ پا رہے ہیں لیکن فرض کرو ایک مذہب ایسا ہے جو دوسرے مذہب دلوں کو صرف اُن کے مذہبی معتقدات کی وجہ سے عموماً جھوٹا سمجھتا ہے تو ایسا مذہب گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی سے کیونکر رکنا مل ہو سکتا ہے۔ یا مثلاً گورنمنٹ لو اُس کی اکثر رعایا مسلمان نہیں ہو وہ بے محابا سود لیتی اور دیتی اور دلوں کی ہے۔ سرکاری محاصل میں اکبری لو بہت سی دوسری قومیں شامل ہیں جو از روئے شرع اسلام ناجائز نہیں ہیں۔ سرکار رجم اور قطعید کی جگہ جرمانے کرتی اور ان کی بجائی رمتوں سے ملازم تنخواہ پالتے۔ پس یک قلم تو کسی پیشہ لوگوں کی آمدنی شرعاً ناجائز مانا جائے جیسی ہو خود تو کرمی پیشہ اس کا فیصلہ کریں۔ میں تو مدہ ہوتی لو سوچو ہے پورے کر کے تو کرمی سے تاب ہو گیا ہوں۔ رہی تجارت تو کل اقسام تجارت میں صرف وہ تجارت قابل قدر ہے جو یورپ کے ساتھ ہو اور گومین اور پورے اصریحابی یعنی تمام ہندوستان کے تمام مسلمان سود اگر یک زبان ہو کر انکار کریں تو بھی نہ ماننا۔ یورپ کی تجارت سود سے پاک۔ عین خیال ست و محال ست وجوہ۔ زمینداروں اور کاشتکاروں کی حالت پر نظر کرو تو نقصن اضطن فی مخصمہ کے مصداق ہیں۔ کیوں ہیں۔ یہ محل اس بحث کا نہیں۔ مگر معلوم ہے کہ ہیں اور ان کو مردار بھی حلال ہے۔ اب ان کے سوائے معاش کا کوئی اور ذریعہ تم میں سے کوئی تباہے جو شائبہ حرمہ سے بری ہو۔ پس مسلمانوں کا حال کیا ہے۔ حرام و حلال کا تفرقہ نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے۔ ہاے ملک کیا حدیث یاد آتی ہے۔ یہ ام الخبائث شراب اسلام میں ایک دم سے حرام نہیں ہوئی۔ مگر اس کی مذمت کی آئیں نازل ہوتی رہتی تھیں۔ صحابہ میں جو لوگ محدث تھے تاڑ گئے کہ انجام کیا ہونا ہے چنانچہ عمرؓ بار بار کہتے تھے اللہم ینق لنا فی الخمر یانا شافیا۔ لیکن جن کے ذہن اتنے رسا نہ تھے اس نکتے کو نہ سمجھے اور کہیں کچھ سمجھتے۔ خدا

۱۔ لکھنؤ ۲۰۰۰ ۲۔ طرف داری ۱۲ ۳۔ مدخلہ ۱۲ ۴۔ ناطق داری ۱۲ ۵۔ متفق ہمازگار ۱۲ ۶۔ سنگ اکبر ۱۲ ۷۔ خاۃ کاٹنا ۲۰۰۰ ۸۔ لاجو جوک سے بے قرار ہو اور گناہ کی طرف اس کے دل کا میلان نہ ہو تو امد معاف کر دے والا ہر مان ہے ۱۲ ۹۔ لے

خدا شراب کے بارے میں ہم کو کوئی صاف حکم ۱۲ ۱۰۔ گندی باتوں کی جڑ ۱۲



ذائقہ بہ ہے۔ الفاظ و عبارت کی تو میں کہتا نہیں انھوں نے عملاً توراہ کو منسوخ کر دیا تھا جو تحریف کا بدترین  
ترتیب یہ ہے۔ رہے نصاب ان کے یہاں بھی کتاب میں کچھ ہے اور کرتے کچھ ہیں۔ یہود و نصاریٰ کا وہی  
شیوہ مسلمانوں نے اختیار کیا ہے اور زمانہ اس حدیث کی پیشین گوئی کی تصدیق کرتا ہے۔ یوں احکام  
شرع کی بجائے اسی میں کوتاہی کس سے نہیں ہوتی قطعاً

بندہ جہاں بہ کہ زقصیر خویش عذر بدرگاہ خدا آورد

ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجای آورد

نازیں قضا ہوتی ہتی ہیں۔ مجھ جیسے کم ہتے بندہ شکم روزوں سے جان چڑاتے ہیں۔ اس خیال سے کہ تمام عمر میں  
ایک حج فرض ہے۔ جاڑوں میں حج ہونے لگے قارئین کی طرف سے طہیان ہو تب دیکھا جائے گا۔ ابھی تک  
تھوڑے ہی جاتے ہیں۔ غالب ہے کہ دنیا ہی سے ہجرت کریں تو کریں حج تو سہوتا سہوتا معلوم ہوتا نہیں۔ اہم  
شرعی میں سب زیادہ مبغوض ہے زکوٰۃ۔ سوا دل تو مسلمان بہت ہی کم صاحب نصاب ہیں اور جو ہیں معلوم ہی  
کہ زکوٰۃ نہیں دیتے الا ماشاء اللہ اور دیتے بھی ہیں تو پوری نہیں اور زکوٰۃ کے طور پر نہیں۔ پس کیا فرق کیا  
جاسکتا ہے ہم مسلمانوں میں اور یہود و نصاریٰ میں۔ انھوں نے کتاب اللہ کو صرف تلامذہ کے لیے رکھا تھا  
نہ عمل کے لیے ہم بھی قرآن کی تلامذہ کرتے ہیں۔ عمل دل خیر صلاح۔ قرآن میں ایک آیت ہے اَلَّذِينَ  
اٰمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِدِكْرِ اللّٰهِ وَمَا تَزِلُّ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ اَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْمَدْفَنُ قُلُوْبُهُمْ  
صَنُفًا فَاسِقُونَ اور اس آیت کے متعلق ایک اثر بھی ہے۔ صحابی صاحب اثر کہتے ہیں کہ ابھی ہم کو مسلمان ہو چوکے  
چار برس بھی نہیں ہو گئے کہ خدا کے نزدیک ہم قابل ملامت تھہرے۔ جب صحابہ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا تو انہ  
ہم چودھویں صدی کے مسلمانوں پر عین الحق بالملامۃ وادی بہا و احی ہما اگرچہ مسلمان کیا دیا اور کیا دین  
دونوں کے شمار سے تنزل کے اسفل السافلین درجے میں پہنچ گئے ہیں۔ مگر ان کا تنزل تنا قابل فسوس  
نہیں جتنا ان کا تنزل سے بے خبر ہونا۔ ان کو تنزل کا شعور ہو تو شعور کے ساتھ تبتہ بھی ضرور ہو اور تبتہ  
ہو تو لاجرم اچنے کی نہیں تو سنبھلنے کی تدبیر کریں پر کریں۔ کہتے ہیں جو قوم اور قوم کی وسعت پر نظر کرتے ہیں  
پھر کہتے ہیں جو قوم کی تباہی دیکھ کر متاؤزی ہوں۔ پھر کہتے ہیں جو متاؤزی ہوں اور کچھ کرنا چاہیں۔ اگرچہ ان

سے کیا مسلمانوں کے لیے اسی وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر خدا اور ان سے احکام کے لیے جو ان پر نازل ہوتے ہیں ان کے دل اجزی کریں اور ان کو

جیسے نہ ہوں کو پچھ دیگی کتابا بدورہ گنا آئے اور ان کے دل سخت پڑ گئے امان میں اکثر فتویٰ ہیں کہ ہم ملے کے زیادہ مستحق اور قابل درسمناہ ہیں ۱۲

فرماتا تھا یسوع اللہ عن الخمر والمیسر قل فیہما انتم کبیر ومنافع للناس وانتمہما اکبر من فہمہما تو اکثر و دل خیال  
کیا ہو گا کہ ادا مان یا افراط مذموم نہ ہو۔ اور خدا کا مطلب یہ تھا کہ پہلے شراب اور جوئے سے لوگوں کو نفرت پیدا  
ہوئے تو حکم حرمت نازل کروں تاکہ لوگ بطوع خاطر تعمیل کریں۔ چنانچہ آخر کار نص صریح نازل ہوئی یا ایہا الذین  
امنوا انما الخمر والمیسر والانساک والاخرام مرجس من عمل الشیطان فاجتنبوا لعلکم تفلحون۔ انما یریل الشیطان  
ان یوقم بینکم العداۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فہل انتم منذون؟ \* ہل انتم  
مذنبون؟ سن کر بپکار اٹھے انتہینا انتہینا ایک وہ تھے کہ ایک بار ہل انتم منذون سن کر انتہینا انتہینا پکار اٹھے  
اور خدا رحم کرے ایک ہم ہیں کہ تیرا سو برس سے شہر شہر قصبہ قصبہ گانا گانویں ہل انتم منذون کی آواز پڑی  
گوںج رہی ہو اور بیکے انتہینا کے جواب دیا جاتا ہے سمعنا وعصینا (ہم نے سنا مگر ہم مانتے نہیں)۔ خیر  
نص حرمت خمر سن کر بہتروں نے گولیں لڑھا دیں مٹھے توڑ ڈالے مشکوں کے دانے کھول دیئے اور بعض  
کو لالچ آیا کہ شراب جیسی قیمتی چیز مفت کیوں ضائع ہو سکے بنا نا چاہا۔ آنحضرتؐ تک خبر ہو چکی۔ سن کر  
بہت ناخوش ہوئے اور سختی کے ساتھ حکم دیا کہ جس کے پاس شراب ہو تلف کر دے جو تم کرنا چاہتے ہو ایسی ہی  
حرکت یہود بے بہبود نے بھی کی تھی حرمت علیہم الشحم فاجلوها فباعوها واستصحبوا بها لیکن ہم مسلمانوں  
کا حال کیا ہے۔ کتاب اللہ کو بالاسے طاق رکھ دیا ہے اور کاش بالاسے طاق رکھتے۔ نہیں۔ بئذ وہ وراء  
ظہیٰ ہم۔ ہم اپنے اعمال کو قرآن سے ملا کر دیکھیں اور دیکھیں بھی تو انصاف کے ساتھ تو پائیں گے کہ ہم میں نہ وہ  
انگلے مسلمانوں کی سی ہمدردی ہو اور نہ وہ اسلامی اخوت ہے نہ وہ اسلامی غیرت ہے نہ وہ اسلامی خودداری ہو نہ وہ دل  
میں نہ وہ دلوں کی نیکی ہے نہ وہ دماغ ہیں نہ وہ خیالات ہیں۔ بذل اموال کا کیا ذکر ہے وہ لوگ خدا کی راہ میں  
بذل نفوس بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ وہاں جان بازیاں تھیں۔ یہاں نرمی بازی اور بازی بھی نہیں بازیچہ اور  
بازیچہ بھی بازیچہ طفل۔ ایک حدیث ایسی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے تم پچھلی امتوں کی تمام ادائیں پوری  
کر کے رہو گے شدید اشہد و ذرا عاذ بذراع پچھلی امتوں سے مراد میں یہی یہود و نصاریٰ۔ سو یہود کا حال

۱۱۔ لوگ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو تم یہ جواب دو کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے فائدے سے بھی میں اور تم  
سے ان کا گناہ بہت بڑھ کر ہے ۱۲۔ شراب کو لایم کر لینا ۱۳۔ ایمان والوں شراب اور جوہر پرستش کے تھان اور پائے سے نہ دہیات میں کار  
شیطان۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے سے تم میں عداوت اور دشمنی ڈال دے اور تم کو باوجود خدا اور ناز سے روکے تو اب بھی تم باز آؤ گے یہ  
۱۴۔ ہم باز آئے ہمارا توبہ ہے ۱۵۔ ان پر چربیاں حسد ام کی گئیں تو ان کو پھک پھکا اور چراغ جلا دیا ۱۶۔ پس پشت ڈال دیا ۱۷۔ اہل باطن

کہ وہ ہر روز نہیں تو ہر ہفتے اور ہر ہفتے نہیں تو ہر مہینے اور ہر مہینے نہیں تو ہر تیسرے مہینے بس اس زیادہ نہیں اجلاس کیا کرے۔ تب کچھ اثر ہو تو ہو وہ بھی شاید اور کہیں مدتوں میں جا کر۔ اس پر سچ کا صرف یہ کام ہو کہ مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی اصلاح کرے۔ تو اصلاح کس قسم کی۔ سب سے پہلے مسلمانوں کو مذہبی ٹالرشین سکھائے۔ ٹالرشین اسلام کی ایجر ہے۔ اسی سے اسلام شروع ہوا۔ جب ٹالرشین حد گزر گیا اور بھجوری اپنے تحفظ کے لئے لوگوں سے لڑنا پڑا۔ رفتہ رفتہ ٹالرشین میں کمی آئی گئی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو وہ سبق ایسا بھولا ایسا بھولا کہ اب ہر چند یاد دلایا جاتا ہے۔ نہیں آتا یہ یاد دہر کے ساتھ ٹالرشین سے پیش آئیں گے جب کہ آپس ہی میں سازگاری اور صلح کا رسی قائم نہیں رکھ سکتے اور اس کے بدن شان کو فلاح ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ مذہبی خیالات کے متعلق دوسری بات جس کی میں اصلاح دیتا ہوں یہ ہے کہ دائرہ مذہب اب بھی بہت وسیع ہو گیا ہے اور یوٹا فوٹا وسیع ہوتا چلا جاتا ہے اگر اس کو سکینٹر کو تو خیر اتنا تو کر کہ یہ زیادہ پھیلنے نہ پائے۔ دائرہ مذہب کے سکڑنے اور پھیلنے سے میری مراد یہ ہے کہ مسلمان ہر ایک بات کو مذہب میں نہ لے لگھیں اور حق الامکان آزادی راے کو قائم رکھیں۔ آزادی راے کے قائم رکھنے کو نہ میں اپنی طرف سے کہتا ہوں بلکہ خدا جس نے دین اسلام کو پسند کیا اور فرمایا رضیت لکم الاسلام دینا اور ان الله اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا و انتم مسلمون اسی کی مرضی ہے کہ ہم آزادی راے کو ضائع نہ ہونے دیں یا ایہا الذین آمنوا لا تسألوا عن اشیاء ان تبدلکم تشکروا ان تسألوا عنہا حین یبذل القرآن تبدلکم عفا الله عنہا والله غفور حلیم قد سالھا قوم من قبلکم ثم اصبحوا بها کافرین یہ آزادی راے نہیں ہے تو کیا ہے۔ پھر بنی اسرائیل کا وہ قصہ جو سورہ بقرہ میں ہے کہ خدا نے فرج بقرہ کا حکم دیا۔ میں اس وقت ہوتا تو صلاح دیتا مگر موسیٰ کی نہ سنی جو ان کو لاٹھی کے زور سے مٹاتے تھے تو میری کیا سنتے۔ بہر کیف میں تو صلاح دیتا کہ ہندوؤں کو تو خبر نہ ہو چکے سے کالی گوری موٹی دہلی بچھیا بوڑھی سستی منگی جیسی بے ایک گائے کہیں سے پکڑ کر حلال کر دو۔ وہ لگے موسیٰ سے جنتیں کرنے ادعٰ لنا ربک یبیین لنا ما ہی۔ ادعٰ لنا ربک یبیین لنا مالو نہا جوں جوں چھانتے گئے کراہتا ہوا گیا۔ یعنی قیدیں بڑھتی

۱۷ بدعت۔ درگز ۱۷ ہم تمہارے دین اسلام سے رضامند ہیں ۱۷ اللہ نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا ہے تو تم اسلام ہی کے دین میں مزا ۱۷ ایمان والو بہت باتیں نہیں پوچھا کرتے اگر تم کو نبائی جائیں تو بری لگیں اور جب کہ قرآن نازل ہوتا ہے پوچھو گے تو بتا بھی ۱۷ اللہ تمہاری یہ خطا معاف کی اور اسد معاف کر نیو لا بردا ہے۔ تم سے پہلے بھی لوگوں نے باتیں پوچھیں۔ پھر لگے نافرمانی کرنے ۱۷ ہماری طرف سے خدا



سہلات کا جواب ہوتے ہوتے آخر کار صفر ہوگا۔ یا صفر سے تجاوز ہو کر کوئی مقدار منفی۔ لیکن طبعیب اگر ہو بھی کیا کرے گا جب بیمار اپنے تئیں بیماری نہ سمجھتا اور الٹا علاج سے گریز رکھتا ہو۔ جہاں کچھ نہ ہو اور ہونے کی توقع بھی نہ ہو وہاں یہ جو کچھ ہو رہا ہے بس غنیمت ہو۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جو لوگ مسلمانوں کے زخموں کو ہونے کا دعوائے کرتے ہیں اور بعض اُن میں کے میں بھی اُس چیز سے جس کی زخام کی سخت ضرورت ہے اور اُسی کے زخام پر مسلمانوں کی تمام تر بہبود و علاج موقوف و منحصر ہے اس کی طرف کسی قدر بے توجہی کی جاتی ہے۔ یا جتنا اہتمام اُس کے بارے میں ہونا چاہیے نہیں ہوتا۔ وہ کیا چیز ہے۔ مسلمانوں کے مذہبی خیالات۔ وہ خیالات ہماری اسی دلی میں پیدا ہوتے اور اسی دلی میں نشوونما پاتے اور اسی دلی میں نور پھٹنے اور ان کی درستی بھی ہوگی۔ تو اسی دلی میں ہوگی اور اسی دلی سے ہوگی۔ شیعہ سنی کی تو میں کہتا نہیں کہ یہ تفرقہ خاندان نبوت کے ساتھ پیدا ہوا۔ لیکن وہابی بدعتی مقلد غیر مقلد ذوالین وغیرہ وغیرہ کہاں سے نکلے۔ اسی دلی سے۔ اور کون جانتا ہے کہ ابھی یہاں سے کیسے کیسے اختلافات پیدا ہوں گے اور مسلمانوں میں کیسے کیسے فتنے برپا کریں گے۔ سید احمد خاں اور اُن کے اعوان و انصار بخوبی سمجھتے ہیں کہ جب تک دلی کی صلاح نہ ہوگی نہ ان کا علی گڑھ کالج کچھ کرے گا نہ کانفرنس نہ انٹینیٹیوٹ نہ لکچر نہ تفسیر نہ آرٹیکل نہ اخبار نہ رسالے۔ جس طرح تھرامٹر سے سوئی گرمی کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ جس طرح سنی مارکٹ سے اسن کا۔ جس طرح نبض سے مرض کا۔ جس طرح میڈیٹر و لاجیکل آئزرولیشن سے برسات کا۔ میں دلی کے مسلمانوں سے عام مسلمانوں کی حالت کا اندازہ کرتا رہتا ہوں سید احمد خاں نے تعلیم سے اپنا منہ نہ دکھانے سے باہر جو کچھ کیا ہو اُس کو یہی بہتر سمجھتے ہیں۔ دلی کا لینے سید احمد خاں کے وطن کا تو حال یہ ہو کہ ابھی دو یا تین مہینے کا مذکور ہے یہیں کے میونسپل مال میں اسی کانفرنس کا تہیہ دی جلسہ ہو رہا تھا اور باہر باہر مولویوں نے ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ اور محض کٹر سواد قوم فو منہم کی منادی ہو رہی تھی۔ کانفرنس تو تعینات کی گئی تھی کی طرح ایک دن دو دن حدتین دن اپنا کھیل کر کے رخصت ہوگا اور پھر جو اس کی دلی دھکی جائے گی دیکھئے کہاں کہاں پہل اڑ کر جائیں۔ اے جناب سر ذعبا تو دجبا پر مغرور نہ ہو گے اگر آپ کو کچھ کرنا ہے اور بے شک کرنا ہے تو دلی میں کانفرنس کی ایک پریمنٹ بریج قائم کیجئے

۱۔ یہ لفظ ضالین کے معنی پر پڑنے کی طرف اشارہ ہے ۱۲۵۷ھ سو کا بھاؤ ۱۲۵۷ھ سے جو ٹوٹے ہیں اُن کا حارج کتاب ۱۲۵۷ھ جو اپنی شکت سے کسی قوم کے گردہ کو زیادہ کرے تو وہ اُن ہی میں گنا جائے گا ۱۲۵۷ھ بدیر ملو تو مجھ سے زیادہ ہو ۱۲۵۷ھ



کہ دیکھنا میرے مرے پیچھے کہیں میری قبر کو نہ پوجنے لگنا۔

غرض جس نے پیغمبر صاحب کی لائف پڑھی ہے وہ ضرور میری اس باب سے اتفاق کرے گا کہ صفا کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی محبت اور عقیدہ تھی کہ ان تمام افعال اور اقوال اور حرکات و سکنات اور نشست و برخاست اور عادات اور اطوار اور اوضاع سب کو دین ہی سمجھتے اور دین ہی سمجھ کر ان کی تقلید اور تقلید اور پے روی اور نقل کرتے تھے۔ لیکن اگر پیغمبر صاحب کے تمام افعال اور اقوال اور حرکات و سکنات اور نشست و برخاست اور عادات اور اوضاع اور اطوار دین ہوں تو لازم آئے بشریت سے پیغمبر صاحب کی تجرید۔ حالانکہ آپ پکارے فرماتے تھے اور چونکہ خدا کلموات تھا دوسری بات فرمانہیں سکتے تھے قل انما انا بشر مثلكم وحي الی یہ تو قرآن ہوا۔ اور حدیث میں ہے لی مع الله وقت لا یسخر فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل اور اسی حدیث کے مضمون کو سعدی نے اقتباس کیا ہے اور کہتے ہیں۔ گاہے بھضہ و زنب پر داخے دو قے بالماکہ مقرب و رنساخے یہی سعدی حضرت یعقوب کے بارے میں کہتے ہیں قطع

یکے پرسید زل گم کردہ فرزند کہ اے روشن گسر پر خردمند

زمصرش بوسے پیرا ہنشدیدی چہ اور چاہ کنعانش ندیدی

بگفت احوال ابرقی جہان ست دے پیدا و دیگر دم نہان ست

گئے براطام اعلیٰ نشینیم گئے برشت پائے خود نہینیم

غرض حقیقتہ نبوت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر برزخ ہے بین البشرات والملكوتیہ نوحہ کام وہ بشری حیثیت سے کرے باجوبات وہ بشری حیثیت سے کہے وہ خلاف دین تو نہیں ہونے کی۔ مگر جزو دین بھی نہیں۔ مثلاً یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ کر کے مدینے تشریف لائے دیکھا کہ یہ لوگ کھجوروں کے نرموٹاؤں و رختوں کا گاجھا ملا تے ہیں۔ آپ نے بتقاضاے بشریت خیال کیا کہ یہ لوگ شرک و بت پرستی اور بے دینی کی وجہ سے مبتلائے اوبام تو ہیں ہی کہیں رختوں میں نرموٹاؤں کی تفریق اور گاجھے کا ملنا ایسی قبیل سے نہ ہو آپ نے گاہا ہلانے کی ممانعت کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ درخت بارور نہ ہوئے لوگوں نے عرض حال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ اعلم بالمرء نیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ گاجھا ملانا دنیاوی بات تھی اور اس کے بارے میں آپ کا ارشاد وجہ التعمیل نہ تھا۔ اس میں پیغمبر صاحب کی کچھ بھی کسر شان نہیں۔ وہ لوگوں کو خدا سے دانہ کا

۱۷ جمادی الثانی سے کہو کہیں بھی تم نہ جیسا بشر ہوں مجھ وہی آتی ہے ۱۷ دنیا کی باتیں تم مجھ سے بہتر جانتے ہو ۱۷ عہد جاہلی۔ علی مد کی بنا

گئیں۔ آخر کار گائے توفیح کی گرٹری ہٹ چکیوں سے فڈ بھجھا دیا کا دوا فیعلن میں ایسی بہت سی باتیں بتا سکتا ہوں جو صرف ریجنز میں کی وجہ سے داخل مذہب ہو گئی ہیں۔ اور اگر میری اسے غلطی پہنچے تو خدا معاف کرے اور مجھ کو سیدھا رستہ دکھائے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ علو ابتدا سے اسلام میں بہت ہو گیا ہو کہ ان لوگوں کے مذہبی ولولے اور جوش و خروش بہت بڑھے ہوئے تھے۔ ان کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی محبت اور عقیدہ تھی کہ ان کے تمام افعال اور اقوال اور حرکات اور سکناات اور نشست و برخاست اور عادات اور اطوار اور اوضاع سب کو دین ہی سمجھتے اور دین ہی سمجھ کر ان کی تعمیل اور تقلید اور پے در پے نقل کرتے تھے۔ اور اگر صحابہ کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی محبت اور عقیدہ نہ ہوتی تو کیونکر ممکن تھا کہ اس قدر جلد درخت اسلام بویا بھی جاتا جڑ بھی پکڑ لیتا اور پھل بھی لے آتا یعنی اسلامی سلطنت بھی قائم ہو جاتی اور سلطنت بھی قائم ہو جاتی تو ایسی زبردست کہ اس نے تمام ربع مسکون کو اپنی ٹھٹی میں لے لیا اور انھیں جمیعاً قبضہ میں اس محل پر چند مثالیں بیان کروں گا۔ جن سے متعین صحابہ کی محبت اور عقیدہ کا کچھ اندازہ کر سکیں۔ قریش کو تو پیغمبر صاحب کے ساتھ شروع ہی سے جانی دشمنی تھی اور انھوں نے پیغمبر صاحب کے ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں کی۔ خوب یاد نہیں کہ صلح حدیبیہ کا مذکور ہے یا فتح مکہ کا۔ اور جو بات میں بیان کرنے والا ہوں وہ ابوسفیان کا مقولہ ہے یا کسی اور شخص کا جو قریش کی طرف سے ایچی بن کر آیا تھا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ہر واقعہ تاریخی کہ قریش اپنے اعوان و انصار سمیت لڑنے کے لیے طیار تھے یہ شخص قریش کی طرف سے لشکر اسلام میں آیا اور اس نے واپس جا کر قریش کو سبھایا کہ احمق کس لڑنے کا ارادہ کر رہے ہو میں فارس اور روم دونوں سلطنتوں کے حال سے واقف ہوں۔ محمد کے ساتھیوں کی سی جان نشاری میں نے کسی بادشاہ کی فوج میں نہیں دیکھی جہاں محمد کا پسینہ گرے ان میں کا ایک ایک تنفس اپنا غلغلہ گرانے کو فوز عظیم سمجھتا ہے۔ صحابہ کی عقیدہ کی یہ کیفیت تھی کہ پیغمبر صاحب کے وضو کے پانی کی آب حیات سے قطرات عرق کی جواہرات سے زیادہ قدر کرتے تھے۔ خون حجامہ تراش ناخن۔ بال کپڑے یعنی ہر چیز جس کو پیغمبر صاحب کے ساتھ کسی طرح کی نسبت یا ملابہ تھی ان کو جان سے بڑھ کر عزیز تھی۔ ان لوگوں کی اس درجے کی ارادہ دیکھ کر پیغمبر صاحب کو ہمیشہ خوف رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ میری تعظیم میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنے لگیں۔ اور یہی خیال سے کئی مواقع اپنے ارشاد فرمایا

کوئی دوا یا تدبیر بتا دی۔ میں اس کو ایک دنیاوی بات کہتا ہوں اور میں کیا کہتا ہوں پوچھو حکیم عبد المجید صاحب سے کہ یہ قانون شیخ پر علاج کرتے ہیں یا طب نبوی پر۔ تو کیوں طب نبوی دنیاوی بات ہو اور اس پر عمل کرنا غیر ضروری اور دوسری باتیں اس سے کہیں اخف و اہون دنیاوی نہ ہوں۔ اگر صرف کتب حدیث میں ہونا دینی ہونے کی شناخت ہو تو طب نبوی اور دوسری بہت سی باتیں یکساں ہیں۔ اسی طرح مثلاً یہ چہ مشہور ہے کہ سر کے سارے بال رکھنے سنتہ ہیں۔ بے شک معلوم ہی کہ پیغمبر صاحب کے سارے سر بال تھے مگر اس کو لغوی سنتہ کہنا تو ٹھیک ہے مگر دینی سنتہ کہنے سے لازم آجائے گا اس کا اتباع۔ اور پھر ایک بال ہوں تو مضائقہ نہیں۔ اس طرح کی سینکڑوں باتیں نکلیں گی۔ جتنی باتیں دینی قیود و تنبی سختی۔ جتنی سختی و تنازع۔ اگرچہ شروع شروع کے مسلمان عموماً ماہر چھپائے چھوٹی بات میں پیغمبر صاحب کی پے روی اور نقل کرنی چاہتے تھے اور میں ان کے اس خیال کو ایک طور پر بڑی غزوة اور استحسان کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ پھر بھی اس بارے میں ان کے مداح کو متفاوت پاتا ہوں۔ میں اکثر تعجب کیا کرتا ہوں عمر رضہ اور ان کے بیٹے عبداللہ پر۔ باپ کی وہ شدت کہ درخت بیعتہ رضوان کو جس کا مذکور قرآن میں ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین ان یأیضوا تحت الشجرة اکثر و اجمعین کا۔ بیٹے کی یہ حیاط کہ پیغمبر صاحب کی کوئی ادارہ نہ جائے۔ میں جانتا ہوں اگر اس کا پہل مل سکتا کہ پیغمبر صاحب ایک سکند میں کتنے سانس لیتے تھے یا کتے بار آنکھ جھپکاتے تھے تو ابن عمرؓ اس کو بھی دین سمجھ کر کرتے اور التزام کے ساتھ کرتے۔ وہ ایسی ذری ذری سی باتوں کا خیال رکھتے تھے کہ اگر اُس راہ سے سفر کرنے کا اتفاق ہوا جدھر سے پیغمبر صاحب کا گزر ہوا تھا تو او بد کرویں اُترتے جہاں پیغمبر صاحب اُترے۔ وہیں سوتے جہاں حضرت م سوتے۔ اور اُسی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے جن جگہ حضورؐ نے نماز پڑھی مثلاً راستے کے داہنے ہاتھ ٹیکے کے پاس نشیب میں۔ ابن عمرؓ کے معاصر ان کی ان باتوں کو جس تعظیماً دیکھتے تھے وہ ایک اس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ تخصیب یعنی مقام محصب میں ٹھہرنے کو ابن عمرؓ نے پیغمبرؐ سمجھتے تھے اس واسطے کہ واقع میں پیغمبر صاحب کے سے لوٹے وقت وہاں ٹھہرے تھے لیکن ابن عباسؓ کہتے ہیں لیس التحصیب لبشی انما هو منزل نزل برسول اللہ ﷺ علیہ السلام اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی مقولہ ہے انما نزل رسول اللہ ﷺ لا نہ کان اسمہ کحجر و حجر ابن باپ بیٹوں میں میرا تو کیا مومنہ پر کہ ایک تخطیہ

رسول اللہ ﷺ سے خوش ہو گیا جب وہ ایک درخت کے نیچے ٹھہرے تھے۔ رسول اللہ ﷺ محصب میں ٹھہرنا کچھ چیز نہیں۔ وہ ایک آئینے کی جگہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ رضی اللہ عنہ وسلم وہاں اُتر پڑے۔ رسول اللہ ﷺ محصب میں جو اعراس حضرت عمرؓ کے کھسکے سے ہوا نہ ہوئی اس آئینے



حق ہے۔ مہمان کا حق ہے۔ اور ایک خدا کا بھی حق ہے تو ہر ایک حق دار کو اس کا حق پہنچاؤ۔ آنحضرتؐ نے سنا اور مہمان کی تصویب فرمائی۔ اور خود آنحضرتؐ کا تو حال یہ تھا کہ نماز پڑھا رہے ہیں پیچھے سے کسی عورت کے بچے کے رونے کی آواز آئی اور آپؐ نے جلدی جلدی نماز تمام کی۔ ان باتوں سے اور ایسی بہت سی باتوں سے ثابت ہونے میں تشدد کرنا شارع اسلام کو ناپسند تھا۔ مگر لوگوں نے جوش میں اگر از خود اپنے شوق سے کیا۔ اگلوں کا کرنا پچھلوں کے لیے پسند ہوتا گیا۔ خیر ایک سنت پیغمبرؐ بھی اس پرستزا دہوتی سنت صحابہ جن کو اصطلاح میں اثر کہتے ہیں وہ ہم جبراً ہر سناد کی سنت شاگردوں کے اور ہر پیر کی سنت مریدوں کے لیے۔ عرض ہر کہ آمد براں مزید کرد۔ کسی کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ اس کو سمجھتا اور اسلام کو تشددات سے پاک کرتا۔ شدہ شدہ اب مسلمانوں کو دین نے ایسا اپنے شکنجے میں کسا ہے کہ بیچاروں سے کچھ کرتے نہیں بن پڑتا۔ کافر نس بڑا ہی ثواب لے اگر مسلمانوں کو ان تشددات سے جو نہ داخل دین ہیں اور نہ شارع کی رائے تھی کہ داخل دین ہوں بچالے۔ بھلا اور کچھ نہ ہو سہ دست اتنا تو ہو کہ دین اور زیادہ پاؤں نہ پھیلا پائے۔ اگر مسلمانوں کا دین درست ہو جائے تو ان کا اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ لیکن مذہبی خیالات کے درست ہوئے بغیر تو سید احمد خاں دوسرا جنم بھی لیں مسلمان دنیاوی ترقی نہیں کر سکتے۔

مذہب ہے کیا چیز۔ انسان کی نیچر کو گھڑی سمجھو تو مذہب اس کا ریگولیٹر ہے۔ اس گھڑی کی سپرنگ کچھ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ بے ریگولیٹر کی روک کے ہمیشہ تیز چلنا چاہتی ہے اِنَّ النَّفْسَ مَادًّا بِالْاَسْوَءِ الْاُمَادِ دبی۔ یہ ہے ماخذ تشدد و تشدد کا جس سے کوئی مذہب خالی نہیں اور خالی ہونا چاہیے بھی نہیں۔ لوگ ریگولیٹر سے کام لینے میں غلطی کرتے ہیں۔ بجائے اسکے کہ ریگولیٹر کے ذریعے سے سپرنگ کی رفتار کو دھیمہ کریں۔ چاہتے ہیں کہ سپرنگ کے زور کو معدوم کر کے گھڑی کو بے کار بنا دیں۔ اسلام کی بڑی عمدگی یہی ہے کہ اس نے اس عام غلطی کی اصلاح کرنی چاہی۔ بے شک اصلاح ہوئی اور بہت کچھ ہوئی یَضْمَعْنَهُمْ اِضْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ اِلَیْهِ کانت علیہم۔ لیکن وہ تشدد جو شروع دنیا سے مذہب کے ساتھ پیدا ہوا

لے ایک ہرزہ ہے جو کمانی کے کھنڈے اور سگنے کو تیز راست کرتا ہے ۱۱؎ کمانی ۱۲؎ انسان کا نفس ہی کی قدر بائیں بہت کیا کرتا ہے مگر یہ خدا اپنی ہر رکھے ۱۱؎

۱۲؎ لوگوں کو سننے کے بوجھ بٹھکرتا اور ان پر جو قیدیں ہیں ان کو توڑتا ۱۲؎

اور دوسرے کی تصویب کر دیں۔ لیکن یوں جس کا جی چاہے جتنا چاہے اپنے اوپر تشدد کرے۔ گفتگو اس میں  
 کہ وہ تشدد و فحش دین بھی ہے یا نہیں۔ رہبانیت کیا چیز تھی وہ بھی ایک طرح کا تشدد تھا ابتداء کو ہا مکتبنا  
 علیہم السلام ابتداء رضوان اللہ آنحضرتؐ نے ایک بوڑھی عورت کو دیکھا سواری کو تل اور آپ پا پا وہ حج کے لیے  
 گھسٹی ہوئی چلی جا رہی ہے فرمایا نیک بخت کیوں لا حاصل رحمت اٹھاتی ہے۔ سواریوں نہیں ہو لیتی۔  
 ایک اور صاحب تھے انھوں نے ناک چھدوا کر ایک ڈوری پر دلی تھی اور جس طرح مداری ریچھ کو لے جلتا ہے  
 اُن کو کئی آدمی اس خاص اول سے حج کرانے لیے جا رہا تھا پیغمبر صاحبؐ نے دیکھ کر یہ سوانگ موقوف کر دیا  
 خود پیغمبر صاحبؐ کی صاحب زادی زینبؓ نے مسجد نبویؐ کی چھت میں ڈوری لٹکائی۔ رات کو ذکر الہی کرتیں  
 اور بال ڈوری سے باندھے رہتیں کہ نیند آئے تو جھپکے سے آنکھ کھل جائے۔ پیغمبر صاحبؐ دیکھ کر ناخوش  
 ہوئے اور ڈوری کھلوادی۔ ایک صحابی کھیتی کرتے تھے۔ شام کو تھکے ماندے گھر آتے سویرے سے  
 جماعہ کے ساتھ نماز عشا پڑھ کر سو رہتے۔ معاذ بن جبلؓ تھے امام الہیؐ ن خدا جانے اُن کبھی میں کیا آئی  
 کہ نماز عشا میں سورہ بقرہ شروع کر دی۔ کاشتکار بیچارہ بہت سٹ پٹا یا۔ آنحضرتؐ کو اس کی خبر لگی تو  
 آپ معاذ پر بہت ناخوش ہوئے اور تین بار فرمایا اَقْتَانِ اَنْتَ یَا مَعَاذُہُ ایک شخص نے تلاوۃ قرآن کے بار  
 میں پوچھا آپ نے فرمایا مہینے میں ایک۔ اُس نے عرض کیا میں زیادہ پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا دو۔ اُس نے  
 عرض کیا میں زیادہ پڑھ سکتا ہوں فرمایا تین۔ اُس نے پھر عرض کیا میں زیادہ پڑھ سکتا ہوں فرمایا مہینے میں  
 ایک اس سے زیادہ نہیں۔ یہ رمضان کی تراویح جو عمر رب ہمارے پیچھے لگا گئے ہیں صحابہ نے آنحضرتؐ کی  
 نندگی میں بہتیرے ہی زور مارے۔ آنحضرتؐ اس کو طرح ہی دیتے رہے۔ صوم الدہر کی مانعہ آپ  
 صاحبوں نے سنی ہی ہوگی۔ بڑے متشدد کو بھی آپ نے صوم داؤد یعنی ایک دن بیچ کی شکل اجازت دی  
 پیغمبر صاحبؐ نے صحابہ میں مواخاۃ کرا دی تھی۔ ان میں سے ایک صحابی اپنے برادرِ خواندہ کے یہاں مہمان گئے  
 صاحب خانہ کی بی بی کو دیکھا کہ شوہر اور عورتوں کی سی ان میں کوئی بات نہیں۔ پوچھا تو ان بی بی نے کہا تمہارا  
 بھائی کو تو عبادت الہی سے فرصت نہیں۔ نہاؤ سنگار کس کے لیے۔ رات کو دونوں بھائی ایک مکان میں  
 سوئے۔ صاحب خانہ جب جب نماز کے لیے اُٹھنے کا قصد کرتے۔ مہمان کہتے ابھی نہیں۔ آخر جب تہجد کا وقت  
 آیا۔ دونوں نے نماز پڑھی اور مہمان نے صاحب خانہ سے کہا کہ تم پر تمہارے نفس کا حق ہے۔ تمہاری بی بی کا  
 لے انہوں نے رہبانیت کو آپ ایجاد کیا ہم نے اُن پر فرض نہیں کیا مگر انہوں نے اس کو ایجاد کیا اس کو خوش کرنے کے لیے اسے سادہ کیا تو لوگوں کو مہینے

انشاء اللہ ایک نہ ایک دن تمام مزارحتوں کو ایسا ہمارے جائے گا کہ کس پہ بھی تو نہیں لگے گا جھینگو دیکھا ہی؟ دیکھا تو ہوگا مگر شاید خیال نہ کیا ہو اس کی دو بڑی بڑی مچھیں سی ہوتی ہیں۔ ان کو انگریزی میں فیلرز کہتے ہیں۔ یہ فیلرز جھینگہ کو وہ کام دیتی ہیں جو ہمیں اندھوں کو ماتھ۔ ایسے ہی دو فیلرز خدائے اہل یورپ کو بھی دیتے ہیں بھلا اس پہلی کو بوجھو تو کہ ان کے دو فیلرز کیا ہیں طبعیت پر زور دو۔ مارے تو میں بتاؤں۔ اہل یورپ کے فیلرز میں مشنریز اور مرچنٹس یہی دو گروہ پہلے دوستانہ یا ورستانی بستم میرسد غیر ملکوں میں جاتے اور وہاں کے حالات کی مثال کرتے اور آخر کار یورپ کے جھینگہ کو جاننے کے لیے لا بھاتے۔ بس اتنی ہی بات سے سمجھ لو کہ مشنری گاسٹل کی منادی سنانے آتے ہیں۔ یا کانکرنگ کی۔ اور سوداگر مال بیچنے جاتے یا ملک خریدنے۔

اب تک میں نے جو کچھ بیان کیا۔ اس سے لوگ ایسا سمجھتے ہونگے کہ میں دنیات کی تعلیم کا مخالف ہوں گزنی الفیہ ایسا سمجھا گیا ہو تو میرے بیان کا قصور ہے۔ میرا مطلب صرف اس قدر ہے کہ دنیا اور دین میں حقیقی علیحدگی شائع ہو رکھنی منظور ہے باقی رہے اتنی بات ملحوظ رکھ کر دنیات میں جو چاہو پڑھو اور جتنا چاہو پڑھو۔ بلکہ میں تو دنیات کی تعلیم کو ضرورت سے کم بہت کم سمجھتا ہوں مثلاً بلاد اسلام کا جغرافیہ اور مسلمانوں کی تاریخ۔ میں ان دونوں کو ضروریات دین میں سے خیال کرتا ہوں۔ اور ہمارے ہاں دونوں سلسلہ درس سے خارج نتیجہ یہ ہے کہ حدیث پڑھنے بیٹھو جگہ جگہ معامات کے پہاڑوں کے نام لے میں بے اختیار جی چاہتا ہے کہ ان کی نو کیلٹی معلوم ہو نہ کسی نے کبھی نقشہ بنایا اور نہ دیکھنے میں آیا۔ بہت تفتیش کی تو اتنا پتہ لگا وہ بھی کسی کسی کا بلدغی الشام جبل علی مسافرت عشر لیل من مکہ اشم ما بروکان بنو فلان یفلون بہ۔ رہی تاریخ باوجودیکہ مسلمان ضبط تاریخ میں کسی قوم سے پیٹے نہیں ہے اور چونکہ ان کا زمانہ متاخر ہے ان کی تاریخ بھی سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے لیکن ازبکہ عموماً تاریخ داخل درس نہیں پڑھے لکھے اپنے مولوی تک اسلام کی تاریخ سے گویا کہ ناواقف محض ہیں اور عوام تو اپنے پیٹیر کے حالات سے بھی اچھی طرح آگاہ نہیں حدیث بھی ایک قسم کی تاریخ ہے مگر مسلسل اور جامع نہیں اور وہ تاریخ کی حیثیت سے مدون بھی نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کو لگد لگنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان کو ان کے بزرگوں کے حالات سے آشنا کیا جائے۔ اور یہ سمجھیں کہ ان کے بڑے کیا تھے اور انھوں نے کیسے

۱۰ ہادی ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

دلوں سے کم تو ہوا مگر شانیں۔ حامل دین اسلام دو گروہ ہیں۔ علما اور مشائخ۔ میں بیان میں اب تک علما کی طرف متوجہ تھا۔ حال اُن کہ تشدید و تشدد کا الزام علما پر ایک چھٹلک تو شاخ پر ایک من نہیں بلکہ ایک ٹن۔ اگر تشدد نہیں تو طریقہ کوئی چیز نہیں۔ دیکھوان کے مجاہدات ریاضات ترک حیوانات ابعینات اور کیا اور کیا۔ یہ لوگ اس کو کہتے ہیں نفس کشی اور میں کہتا ہوں خود کشی۔ یہ سب تدبیریں ہیں الباطل فطرۃ اور نقض قانون قدرت کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کبھی کوئی مذہب اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوا کامیابی سے مراد ہے اُس مذہب والوں کا اطمینان کہ ہم اس امتحان میں پاس ہو جو مرتا ہے تشکیک مندرجہ بانی ہم سلف۔ اور جب تک جیتا ہے اپنے قصور کا معترف اور سجاۃ سے مایوس۔ بات یہ ہے کہ مذہب کا کوہ گراں دیکھ کر لوگوں نے جو اچھوڑ دیا ہے۔ جس قدر بوجھ اٹھا سکتے اور خدا کو اُس قدر اُن سے اٹھانا منظور ہے لا یكلف الله نفسا الا وسعها اُس کو بھی کندھا نہیں دیتے۔ جانتے ہیں کہ قسانی کے گھراول جانا آخر جانا کیوں لا حاصل رحمۃ اٹھائی۔ مذہب کی یہ حالت بڑی مارتل اور ڈس اپوائنٹنگ ہے اور میں اس کو ہٹو پفل اوچیرنگ بنانا چاہتا ہوں اور یہی اصل مطلب ہے جس کو کانفرنس پرموسٹ فورسلی پرش کرتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ بات کا پہلو بدلوں ایک دخل مقدمہ کے دفع کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ باوجودیکہ تشدد علی درجے کا تشدد صلب عیسائیت میں دخل چواس پر بھی عیسائی دنیاوی ترقی کے معراج الکمال پر پہنچ گئے ہیں اور مسلمان ہر خندان کے اصل مذہب میں تشدد نہیں سختی نہیں اور جو تشدد اور سختی دیکھتے ہو وہ خارج سے اس میں گھس پڑی ہے اس پر بھی ان کی دنیاوی حالت اتر موتی چلی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ عیسائی صرف نام کے عیسائی ہیں۔ ان میں جو تعلیم یافتہ صاحب الرائے ہیں اکثر دہریے یا ان کے چھوٹے بھائی بچہری ہیں اور جو مذہب کا ادب کرتے ہیں انھوں نے ایک ایسٹریکٹ ریلجن بنا لیا ہے اور اس کو دنیاوی باتوں میں انٹرفیر نہیں کرنے دیتے۔ نہ لو تھر پیدا ہو نہ مذہبی غلامی سے ان کو آزاد کرے اور نہ دنیاوی ترقی کے رستے میں یہ لوگ ایک قدم سرکیں۔ ہمارے یہاں بھی خدا نے لو تھر تو پیدا کر دیا ہے قوم کو بھی اس کی را پر عمل کرنے کی توفیق خدا دے تو بس سب کام سیدہ ہیں۔ پانی نے جگہ کر لی ہے اور قطرہ قطرہ جمع ہو رہا ہے

۱۱۲ اقراہی مجرم ۱۱۲ اسد کسی کو تکلیف نہیں دینا مگر بقدر اس کی طاقت کے ۱۱۳ خوفناک ۱۱۴ مایوسانہ ۱۱۵ اسید دلائے والا ۱۱۶

خوش کن ۱۱۷ نہایت زور سے ۱۱۸ بیٹے کانفرنس کو زبردستی اس کی طرف متوجہ کرتا ہوں ۱۱۹ خلاصہ مذہب ۱۲۰ مداعتہ ۱۲۱

انگریزوں میں برانامی رفتار ہو گزرا ہے ۱۲



نہم ہے۔ اب ہم اسی ایک بات کو دیکھتے ہیں کہ آیا دین میں اس کی بھی کچھ پہل ہی یا نہیں قرآن سے اتنا  
 نہ تو چلتا ہے وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اس سے علما کے  
 وہ باشکوہ کہونے کی ضرورت تو ثابت۔ اب یہی توکل پیشگی تو اگر مولوی اپنی آمدنی سے دھوکہ نہیں بلکہ  
 صدقات کی قسم میں سے ہے گو اس کو زبردستی ہدیہ قرار دیا جائے ہر عاقل منہ میں اور وہ ضرور رضا مند  
 بن چکا ہوگا۔ بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ لینے والے جانیں اور دینے والے مگر مولویوں کی توکل پیشگی  
 یہ جو ایک بڑی قباحتہ پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے انداد کے لئے جہاں تک مجھ سے ہو سکے ضرور اصرار  
 یوں گا۔ وہ قباحتہ یہ ہے کہ مولوی لوگ دینیات کی تعلیم دیر گشتی جیسی کرتے ہیں سو کرتے ہیں سلک ان کے  
 ایمان کے اپنے نمونوں کی ہے جو وہ اپنے تلامذہ اور معتقدین اور پہلک کو دکھاتے ہیں۔ مولوی بھی  
 میں تاہم ان کے نمونے لوگوں کو سکھاتے ہیں کہ دین داری یا کمال دین داری کے لیے زہد و توکل  
 شرط ہے۔ اور یوں مسلمانوں کو دنیا کی طرف سے نفرت اور بے دلی بھیلی چلی جا رہی ہے۔ اور دنیا کا  
 ال یہ کہ طلب صحیح پر بھی اس کا حصول شوار تو نفرت اور بے دلی کے ساتھ اس کو محال ہونا چاہیے  
 روہ محال ہے بھی۔ آخر مولویوں کی معاش لوگوں کی امداد پر ہے تو کیوں اس امداد کو قاعدے کے پیرائے  
 لا کر مولویوں کو دوسرے مدرسوں کی طرح تنخواہ دار ملازم نہ بنایا جائے۔ مولوی بھی عارضات سے  
 بچ جائیں گے اور زہد و توکل ہی باقی نہ رہے گا کہ لوگ اس کی تقلید کریں۔

ب دو پیغمبروں کو دیکھتا ہوں۔ ایک نئے راہبانہ زندگی کی گو وہ زندگی بہت ہی مختصر تھی۔ نہ یہاں کیا  
 ٹھہرنا یا۔ نہ کوئی پیشہ لے کر بیٹھے نہ دنیا سے کسی طرح کا تعلق رکھا۔ اور اپنی قوم و امت کو تعلیم بھی کی تو  
 یسی ہی کہ کل کے لئے ذخیرہ مت کر دو دشمن سے دشمن کے ساتھ بھی صمیم قلب ایسی محبت رکھو جیسی  
 اپنے اکلوتے فرزند سے۔ اگر تمہارے ایک کلمے پر کوئی طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کے آگے کر دو کہ  
 ملا بابا اور مار۔ ان کی تلقین کا لب لباب تھا۔ جگ۔ سنیاں۔ زہد۔ ترک دنیا۔ فقر و رویشی۔ ان کی  
 نہ کو دیکھتا ہوں سلطنت کرتے ہوئے۔ اور سلطنت بھی ایسی ہو کہ اگر کوئی نظر بھر کر دیکھے تو اس کی  
 نخبین نکال لیں۔ اور کتنوں کی نکال لی ہیں اور اب نکال لینے کو طیار ہیں۔ دولت مندی کا یہ حال ہے کہ  
 ٹی سونلے اور سوناٹھی۔ دوسرے پیغمبر صاحب کو دیکھتا ہوں تو ان کے اصول ہی دوسرے ہیں  
 تم میں ایک گروہ ایسا بھی بننا چاہیے جو بعد کی طرف جانیں نہ کی کہ کو کہیں جی سے نہ کریں۔ صاف مگر صاف منی مگر

کیسے کار نمایاں کیے تھے۔ پھر کہاں تک ان کو غیر ذمہ آئے گی اور کب تک عرقِ حیات پر شہسوار کرے گی۔ مگر یہ اس نہیں ہونے کا کہ مولوی مولوی مفتاحِ کتابیں جو اٹھانی نہ اٹھیں بنا کر مسلمانوں کے سر ماریں۔ کسی کو ان کے خریدنے کا مقدر ہو اور اس کو انکار دنیا سے فرصت بھی ملی اور تاریخِ دانی کا مذاق بھی ہوا تو اس نے ایسی کبھی مشغلے کے طور پر کسی نظر سے دیکھ لیں۔ نہیں۔ تاریخ اور جغرافیہ کو کورس میں لینا ہو گا۔ دنیاویات کا ہو یا علومِ دنیاوی کا۔ انگریزی تعلیم میں تاریخ بڑی اہم چیز سمجھی گئی ہے اور بلاشبہ وہ بڑی اہم چیز ہے بھی۔ لیکن سکولری تعلیم میں جو تاریخیں ہیں وہ ان ہی کے مطلب اور ان ہی کے ڈھب کی ہیں۔ ہم کو اپنی وقتی ضرورتوں کے مطابق کتابیں بنوانی ہوں گی۔ مثیل موجود ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ کانفرنس کے فیصلے اگر کچھ ہوں اس سے کسی بہتر مصرف میں انوسٹ کیے جاسکتے ہیں۔ ہاں یہاں تک پہنچی ہے۔ اس بنا پر کہ میں کانفرنس کو مسلمانوں کے مذہبی خیالات کے اصلاح کی صلاح دیتا ہوں۔ اگرچہ اسلام میں بہت سی باتیں جن کو دین سے کچھ علاوہ نہیں داخلین ہو گئی ہیں۔ مگر تاہم ہندوستان کے دوسرے ادیان کے مقابلے میں بہت کچھ آزادیِ اسلام میں باقی ہے۔ اور اگر اصلی آزادی جو اسلام میں ہے حاصل نہ کی جاسکے اور بلا اس کا حاصل کرنا ہے بھی مشکل تو جقدر باقی رہی ہے اسی کی احتیاط کی جائے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ اتنی ہی آزادی کی بنیاد پر مسلمان بہت کچھ ترقی کر سکتے ہیں۔ اور یہی آزادی جس کے لیے میں اتنی دیر سے غل مجاہد ہوں اس آپس کی پھوٹ کو بھی روکے گی۔ یا کم سے کم اس کو کم کرے گی جس کی وجہ سے اسلام ضعیف ہوتا چلا جا رہا ہے۔ میں نے تو اس خیال کو ایسا پکا یا ہوا کہ چھوٹے چھوٹے اختلافات کی تو میں تلافی کیوں کیے بغیر نہیں سمجھتا۔ اور ان البیوت لبیت العنکبوت۔ وہ سنی شیعہ کا بڑا اختلاف جس نے شروع سے مسلمانوں کو دو بڑی پارٹیوں میں تقسیم کر رکھا ہے اس دین کے اعتبار سے میں اس کو بھی فضول و لاعینی خیال کرتا ہوں۔ اور اگر مسلمان میری آج کی باتوں کو سہ بخلے اگرچہ بدامانی کی وجہ سے جو ان کے سر پر سوار ہی ستے ہوئے نظر نہیں آتے۔ لیکن اگر سہ بخلے تو ایک دن بشرطِ زندگی سنی شیعہ کے خلاف پر ایک خاص لکچر دوں گا۔ اور شاید اس کانفرنس میں۔ اب مجھ کو تعلیمِ دنیاویات کے متعلق کانفرنس کو ایک صوف ایک صلاح اور دینی ہے۔ وہ یہ کہ مولوی لوگ تعلیمِ دنیاویات کے گویا تھیکہ دار ہیں۔ لیکن جو مولوی تعلیمِ دنیاویات کے تھیکہ دار ہیں وہ تو کل پیشہ بھی ضرور ہیں۔ یہاں تک کہ جو مولوی تو کل پیشہ نہیں وہ عالمِ دین نہیں سمجھا جاتا۔ یعنی عالمِ دین ہونے کے لیے تو کل پیشگی

لے گھوڑ میں سے بھاگ کر کڑی کا گھر ۱۲

فَطَرَتِ اللّٰهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلِيمًا لَا يَتَذَكَّرُ لَهَا شَيْءٌ مِّنْ عِندِ رَبِّهَا  
 اس کی بناوٹ جس کے مطابق لوگوں کو بنایا اس کی غفلت  
 لَخَوَّلَهُ اللّٰهُ ذَٰلِكَ الدِّينَ الْقَيِّمُ وَلَٰكِن أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ  
 کو کون بدے یہ ہے عینک دین لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں

# فطرہ اللہ



جانب مولانا مولوی حافظ محمد زید احمد خاں صاحب  
 کالکچر جو انہوں نے انجمن حمایت اسلام لاہور  
 کے اٹھویں سالانہ جلسے میں توحید کی نسبت دیا

سنتہ ہجری المقدس

بفرمایش محمد زید حسین تاجر کتب دہلی بازار دیر پکلاں

مطبع ہی واقعہ دہلی میں رونق طبع پتی

وہ دنیا کو دنیا کی جگہ سمجھتے اور جس قدر کی وہ لائق ہے اس کی قدر کرتے اور فرماتے ہیں دنیا ما خلقت  
 هذا باطلا اور کلکوا واشربوا ولا تسرفوا اور من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبات من الرزق  
 قل هي للذين امنوا في الحياه الدنيا خالصه يوم القيمة اور ذين للناس حب الشهوات من النساء والبنين  
 والقناطير المقنطرة من الذهب والفضة والخيال المستومه والا نعام والحشر ذلك متاع الحياه الدنيا  
 والله عند حسن المآب اور والخيال والبنال والخيال لتركبوها وزينوا اور وحده الله الذين امنوا منكم  
 وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم غرض ان کی تعلیم و ہدایت کا خلاصہ  
 یہ تھا کہ دنیا دار خدا پرست بنو۔ ایسے ہی وہ آپ تھے اور اپنی اُمّت کو بھی وہ ایسا ہی بنانا چاہتے تھے  
 اور جیسا بنانا چاہتے تھے بنا گئے تھے۔ اب اُن کی اُمّت ہے خستہ حال خراب تباہ بے فکس۔ محتاج  
 اور شہر سی قوموں کی حکم میں مغلوب۔ بے وقت۔ ذلیل۔ خوار۔ بیٹھے مسلمانوں نے عیسائیوں کی  
 شان اختیار کر لی ہے اور عیسائیوں نے مسلمانوں کی

حسن بصرہ بلال انصاری صاحب ازہم زخاک مکہ ابو جہل اس چہ بولوا عجیبت  
 اس کے بڑھ کر بولوا عجیبت یہ ہے کہ پیر احمد مسلمان ہو کر اسے میرنیشن آف ہرنائینس می نظام۔ اور لارڈ  
 لینڈ من گورنر ہو کر دایسر ہے۔ اُن کی نیشن آف نظام نہیں تو کم سے کم مولوی لینڈ من ہونا چاہیے  
 اور بجکو دایسر ہے نہیں تو کم سے کم لارڈ نذیر احمد۔ لارڈ نذیر احمد کے نام سے تم کو بڑی مہنی آئی اور بیشک  
 مہنی کی بات بھی ہے۔ مگر چارے ہی بھائی بندوں نے سلطنتیں کی ہیں۔ ملک گیریاں کی ہیں ملک  
 داریاں کی ہیں اگ تھے ابتدا سے عشق میں ہم۔ اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہ۔

۱۷۵۰ء سے پروردگار نے اس دنیا کو نکالتا تو نہیں بنایا ۱۷۵۰ء کا ڈاڑھ اور فضولی نہ کرو ۱۷۵۰ء اسد کی بنائی ہوئی زرتہ کی چیزیں  
 جو اُس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیں۔ اور پاک معذی ان کا حرام کہنے والا کون سا ان لوگوں سے کہہ دے کہ جو لوگ دنیا میں ایمان لا  
 میں قیامت کے دن یہ چیزیں خاص کر ان ہی کو ملیں گی ۱۷۵۰ء لوگوں کو فریقہ کو لیا گیا جو خورشید کا عورتوں سے اور بیٹوں سے اور سونے  
 چاندی کے ڈھیروں اور پے ہوئے گھوڑوں سے اور ہمارے پایوں سے اور کھیتی سے یہ جیتے جی کے فائدے ہیں اور اچھا انجام خدا کے  
 پاس ہے ۱۷۵۰ء اور گھوڑے اور خیر اللہ سے تاکہ ان پر سواری کرو اور زرتہ کی چیزیں ۱۷۵۰ء جو رنگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور  
 نیک کام کرنے میں اُن سے اسد کا وعدہ ہو کہ ان کو ملک مالک بنائے گا جیسے ان لوگوں کو بنایا جو ان سے پہلے ہو گئے ہیں ۱۷۵۰ء اور نظام کا حکم

پھر ختم ہوا

# نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

اب سے غالباً پینتیس برس پہلے کا مذکور ہے کہ ایٹ انڈین یوے کا وہ حصہ جو الہ آباد اور پٹنہ کے درمیان واقع ہے کھولا گیا۔ میں اُن دنوں مدارس الہ آباد کا ڈپٹی انسپکٹر تھا۔ اور جھکو دورے کی ضرورت سے اکثر ریل پر سفر کرنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ چونکہ ریل نئی چیز تھی۔ ہنگام میں بھی بہت سے نقص تھے اور لوگ ریل کے غنبطاوقات اور اس کی قوتِ رفتار سے بھی اچھی طرح آگاہ نہ تھے۔ ایکسپریٹس (حادثات) اکثر واقع ہوتے تھے اُسوقت کی دو باتیں ابھی تک مجھے یاد ہیں۔ ایک ہنسی کی اور ایک افسوس کی \*

ہنسی کی بات تو یہ ہے کہ اتفاق سے خبر نہیں کہاں کے۔ مگر وضع سے معلوم ہوتا تھا لکھنؤ کی طرف کے دو صاحب ایک سٹیشن پر گھنٹوں پہلے سے ریل کے منتظر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں گھنٹی ہوئی اور ریل کے کسی ملازم نے آواز دی کہ کچھم کے جانیو الٹوٹکٹ لینے چلو۔ ان دونوں نے بھی ٹکٹ لینے اور پھر فرغت سے اپنی جگہ جا کر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ریل آمو جو دہوئی۔ اور لوگ گاڑیوں پر سوار ہونے کے لیے دوڑے یہ دونوں بھی ٹکے گزری کی چال سے چلے۔ اول تو جس تکلف سے انہوں نے سباب اٹھایا ہے قابلِ دید تھا۔ دونوں ماتہ اور بستر۔ سباب کی گٹھڑی۔ پاندان۔ حقہ اور اسکے اجڑے ٹلانہ نیچہ وچلم۔ ٹیخوں کی پھیلی۔ ایک کف دست کے برابر ٹوپی جو سر پر اوڑھے تھے یا انھی کے محاورے میں کہیں نہ کہوں سر پر دیئے تھے۔ وہ اور شاید ناشتہ بھی۔ اتنی چیزیں سنبھالنے کو۔ اب مجھے یاد نہیں کہ انھوں نے ان چیزوں کو کیونکر سنبھالا۔ مگر گٹھڑی کو تو میں دیکھتا تھا لالگ سے جگہ میں پڑے تھے اور کمر بل کھا جاتی تھی \*

اللہ اللہ کیا اختلاف اوضاع ہے ایک تو وہ ٹوپی تھی کہ میں نے اس کو کف دست کے برابر بتایا اور

یہ وہ کچر ہے جسکی بنا پر لاہور کے مشہور مقدمات لائیبیل و  
توہین مذہب وغیرہ اتر ہوئے اور جس طور پر مقدمات کو رکھا  
خاتمہ ہوا وہ محرم علی حشری اور ڈیڑا اخبار رفیق ہندو معافی نامہ ذیل  
نظاہر ہوگا :

## معافی نامہ

میں محرم علی حشری نہایت عاجزانہ طور پر سچے دل سے مولوی نذیر احمد صاحب کے  
معافی کا بھتی ہوں۔ مجھے نہایت ہی رنج ہے کہ میں نے اپنی تحریرات میں انکی نسبت متعذرت  
الفاظ اور بلا موقع اور ناملائم اور بیجا فقرے اور گالیاں لکھیں۔ جن کی وجہ سے انکو رنج  
اور تکلیف ہوئی۔ ان سب کی تلافی کا جو کچھ مجھ سے ممکن ہے میں سچے دل سے اور نہایت لگن  
سے بذریعہ اس تحریر کے کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ کسی قسم کی بیجا تحریر ان کی  
نسبت شائع نہ کروں گا۔ اور نیز صفحہ اول رفیق ہند میں اس تحریر کو چھاپنے کے علاوہ  
اخبارات پنجاب میں جن کی تفصیل ۱۹۔ اپریل ۱۹۳۲ء کے رفیق ہند میں ہے اور جنہوں نے  
مولوی صاحب کے برخلاف لکھا ہے ایک ایک بار معافی کو مستتر ہونے کے لئے بھیج دوں گا  
نیز یہ اقرار ہے کہ میری طرف سے جس قدر استغاثے مولوی صاحب پر دائر ہوئے ہیں ان سب  
میں باز دعویٰ داخل کر دوں گا۔ میں نہایت افسوس ان بیجا دلائل اور لاطائل الفاظ کی  
نسبت کرتا ہوں جو میں نے اپنی تحریرات میں استعمال کئے۔ مولوی صاحب نے مقدمہ کا ختم  
معاف کر دیا ہے + راقم محرم علی حشری ۱۹ جون ۱۹۳۲ء مقام لاہور

دستخط انگریزی

رام نامہ مجسٹریٹ درجہ اول لاہور

ظفر اللہ  
گلشن

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
---	---	---	---	---	---	---	---	---	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----

خاک تکلف اور ظاہر داری کا۔ وہ قبلہ تھا دکھا دے گا۔ تپاک کا۔ وہ قبلہ تھا  
نے کا۔ وہ نام کو قبلہ تھا اور حقیقت میں قطب انجا بنجید۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ریل  
س کرتے رہ گئے۔

یہ ہے کہ ایک مقام پر ریل کی سڑک دوڑ تک اونچا ٹیلا کاٹ کر نکلی تھی دونوں  
بیچ میں سڑک۔ میں نے کہا تھا نہ کہ یہ ان دنوں کا مذکور ہے کہ ریل نئی نئی  
کا ایک گلے کا گلہ کیونکر سڑک میں اتر آیا۔ ڈرائیور نے دیکھ کر دوسرے ڈرائیور  
پانی اڑایا۔ غل مچایا۔ بیل کیا سمجھیں۔ یہاں تک کہ ریل ان دونوں دیواروں کے  
نے عجیب تماشا کیا۔ ایک تو بیچ سڑک میں گردن جھکا کان کھڑے کر بھینکا رہا  
یار ہوا۔ اُس نے ریل کو شاید بھینس سمجھا ہوگا۔ اور دوسرا دم دبا کر نہیں بلکہ اٹھا کر  
حیران و مبہوت ہو کر اوھر اوھر دیکھنے لگے کہ کدھر جائیں کدھر نہ جائیں۔ چٹی  
لڑنا چاہتا تھا اور اُس کا جو ریل کے آگے آگے بھاگتا تھا مگر ریل کی تیزی کو کیا پاتا  
تھے مگر کچھ کرتے نہ تھے غرض سب ہی کا توقیمہ کر دیا۔ وہ مار ریل سین (منظر خوفناک)  
رہو لے گا بھی نہیں۔

س سے سوچنے اور سمجھنے والے کے لئے بہت بڑی نصیحت نکلتی ہے۔ ریل کو سمجھو کہ  
کا گلہ ہم لوگ ہیں۔ اگر ہم زمانہ کی قوت رفتار سے وقف نہوں تو اور اُس کا مقابلہ  
نہ ساتھ نہ چل سکیں تو اور کچھ نہ کریں تو زمانے کی ریل ہم میں سے کسی کو پتہ نہ کرے  
پکی ہے کہ خدا کی واسکے پاٹوں میں ڈالے ہی نہیں۔ پاٹوں میں آیا اور چلے آتا  
بھدیتی ہے۔ یہ وہ درانتی ہے کہ گیہوں یا سرسوں یا اسی جو کچھ اسکے سُنہ پر چڑھ  
اب یہ تمہارا کام ہے کہ زمانہ کی رفتار کو پہچانو۔ اُسکی قوت کو سمجھو۔ اور پھر یہ دیکھو کہ  
اُس کی گز کی چال چلکر ریل پر سوار ہو لو گے یا زمانے کی ریل کا مقابلہ کرو گے  
باؤ گے۔ یا لنگھو پر پٹی باندھ کر کانوں میں روٹڑ (چرائی روٹی) ٹھونک کر زمانے  
روہو ہو گے۔ گم سم کھڑے دیکھا کرو گے اور ریل اوپر لو پڑ چلی جائے گی۔ ریل کے  
نا۔ وہ آئی یہ آئی۔ بھاگو بھاگو بچو۔ انا اللہ نذیر العریان فالخفا فالخفا۔



ایک مہارے صافے ہیں کہ باقی سارا لباس ایک طرف اور ایک سرسبز ایک طرف۔ پھر مختلف بندش کی گئی ہیں اپنے ہاتھ کی باندھی ہوئی۔ دستار بندوں سے بندھوائی ہوئی۔ ایک منی ایچر آؤدی پرانڈا آؤیچٹ آنی سماسٹ سکیل یعنی ننھا مٹا ہرام مصر کا نمونہ پارسیوں کی پگڑی اگر کہیں نظر پڑی ہو۔ اور ایک منصب داری پگڑی ہمارے حیدر آباد کی ہے۔ ہلکی۔ سبک۔ پگڑی کی پگڑی اور ٹوپی کی ٹوپی۔ عملے میں پھیٹے ہیں۔ ہمارے ماں کے نیچروں کی وضع مختص لال پھند نیدار ترک کی ٹوپی ہے۔ نیچری تو یہاں بھی بہت ہونگے۔ مگر لال ٹوپیاں کم دکھائی دیتی ہیں۔ اور خدا جانے کتنی قسم کی ٹوپیاں ہیں۔ جتنے سرونی پوششیں اور دی لاسٹ ووٹ دی لیٹ (سب سے آخر مگر رہے میں کم نہیں) ایک بنگالہ ہے کہ اسکو ٹوپی یا پگڑی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ غرض ہمارا ہندوستان بھی عجیب مختلف الشوؤں خطہ ہے۔ ہر ایک کی وضع نرالی ہر ایک کی طرح جداگانہ۔ اور جتنا اختلاف ظاہر ہے اس سے کہیں زیادہ مذہب کا معتقدات کا۔ تم کو تعجب ہوتا ہو گا کہ وہ بقدر کف دست ٹوپی سر پر کیسے سنبھلتی ہوگی۔ اگر اوڑھنے کا ارادہ ہو تو تدبیر میں بتا دوں۔ وہ ٹوپی آئینوں سے بالوں میں اٹکا لیجاتی ہے لیکن اب پرانی باتیں چھوٹی چلی جاتی ہیں الایہ ایک عجیب سیر دیکھنے میں آتی ہو کہ جو صوبے بعد کو انگریزی عملداری میں آئے وہ جلد جلد انگریزی اثر سے متاثر ہوتے گئے۔

خیر تو وہ ریل کے دو مسافر اپنا سارا بھٹیڑائیے ہوئے سوار ہونے کی غرض سے چلے پلیٹ فارم پر جانے کو اکیلے اکیلے ایک گلیارے میں سے گزرنا ہوتا تھا۔ گلیارے کے سرے پر دونوں ٹھٹھکے اب یہ اُس سے کہتا ہے کہ اسے قبلہ آپ اور وہ اُس سے اصرار کرتا ہے اسے قبلہ آپ۔

یہ قبلہ بیت المقدس تو نہ تھا کہ حکم آیا قَوْلٌ وَجَّهَتْ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَجَيْتُ مَا كُنْتُمْ قَوْلًا وَجُوْهُكُمْ شَطْرَهُ (اے پیغمبر اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کو پھیر لو اور تم لوگ کہیں بھی ہو اگر وہ مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیر لیا کرو) اور حکم کے ساتھ سب کے سب کعبہ شریف کو مڑ گئے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تحویل قبلہ کے بعد پہلی نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر گھر جا رہے تھے را میں ایک مقام پر بیت المقدس کی طرف کئے نماز جماعت ہو رہی تھی۔ انھوں نے نمازیوں سے کہا تم کہہ کر نماز پڑھ رہے ہو قبلہ تو بدل گیا اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ابھی کعبہ کی طرف نماز پڑھ رہے چلا آتا ہوں وہ لوگ رکوع میں تھے سنتے ہی کعبہ کو پھر گئے۔

غرض ہمارے ان لکھنوی دوستوں کا قبلہ قبلہ بیت المقدس تو نہ تھا کہ ایک حکم میں اسکی



اور پھر بھی جیسی قدر ہونی چاہیے نہیں ہوگی کیونکہ تمہارے یہاں برس دن رمضان آئے گا اور انجن میں بارہ مہینے امیر خانی رمضان ہوتا ہے \*

امیر خانی رمضان کا قصہ یہ ہے کہ امیر خاں پنڈارا ایک لوٹیر آدمی تھا اور اُس نے اپنی قسم کے سپاہی جمع کر لیے تھے۔ ان لوگوں کو کبھی تنخواہ نہیں دی جاتی تھی۔ اتفاق سے نقالوں کا ایک طائفہ اس کے لشکر میں پہنچا اور لوگوں کو اپنا تماشا دکھانا چاہا۔ لوگوں نے عذر کیا کہ ہمارے دل لگے گھاس کی شکل میں ہی رہتی ہیں۔ تم کو انعام و اکرام کہاں سے دینگے۔ سرگروہ طائفہ نے کہا کہ ہمارا تماشا کرو تو اسی نقل کرینگے کہ شاید تمہاری خواتین بھی تقسیم ہو جائیں۔ چنانچہ ایک شخص بہت بزرگ صورت جیسے ہماری انجن کے نقیب الا دیوانہ نجم الدین خاں موجود ہوئے طائفہ میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت آپ کون بزرگ ہیں انھوں نے جواب دیا کہ رمضان شریف۔ اتفاق سے وہ مہینہ شاید بیچ الاول کا تھا تو دوسرے نے حیران ہو کر پوچھا کہ رمضان شریف کے اس مہینے میں آنے کا کونسا موقع ہے انھوں نے جواب دیا کہ تم کو معلوم نہیں میری تعیناتی امیر خاں کے لشکر میں ہے۔ صرف ایک مہینے کی رخصت ملتی ہے اسی میں سارے جہان میں پھرتا ہوں اور پھر اپنے ٹھکانے آگتا ہوں سنا ہو کہ یہ حکایت امیر خاں کے کان تک پہنچی اور اُسے تنخواہ کے تقسیم کیے جانے کا حکم دیا۔ \*

کیا ہمہ وقت کوئی آدمی تمہارے آگے جھولی پھیلائے کھڑا رہے۔ یا ہر ماہ ہزاری رسالہ میں تمہارے پاس عرضیاں بھیجی جایا کریں۔ یا ہر سالہ جلسے میں تم کو یاد دلایا جائے کہ ایک انجن ہے اور اُسے قوم کی امید پر رفاہ قومی کے بہت سے کام اٹھار رکھے ہیں۔ اُسے ہول پر اونس کے قیموں کو اپنی حفاظت میں لیا ہو اور قیوم آدمی کے بچے میں لاوارث بے کس اُنکو تمہاری طرح دو وقت بھوک لگتی ہے۔ جاڑوں میں سردی اُنکو رہنے کو مکان۔ ستر عورت کے لیے کپڑا اور کار ہے غرض ہر آدمی کی سی ضرورتیں رکھتے ہیں اور سوا خدا کی ذات کے کوئی اُن کی ضرورتوں پر نظر کرنے والا نہیں۔ یا نیچے تم۔ اگر خدا تمہارے دل میں رحم ڈالے اور قیوم کا ترس کھا دیا انجن بیوہ عورتوں کی پرہیزگاری کرتی ہے یا انجن نے اسکل جاری کیا اور اب وہ اُسکو کالج کرنے پر مجبور ہوتی۔ اور ان سب باتوں کو چاہیے خرچ۔ انجن کیسا بنانی نہیں جانتی۔ اُسکو دست غیب کا عمل نہیں آتا۔ اُسے کہیں سے دبا کر اخزانہ نہیں پالیا۔ انجن کے ممبر چور نہیں۔ ڈاکو نہیں کہ کسی مال جا کر اسے یہ انجن کے بڑے سرگرم ممبروں۔ لکچر کے وقت جلسے میں لوگوں کو یہی بات ترتیب بخارہے تھے \*

یہ عربی سمجھے۔ حدیث شریف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اہل مکہ میں منادی کر لائی کہ مجھ کو تم لوگوں سے کچھ ضروری بات کہنی ہے۔ فلاں وقت فلاں مقام پر جمع ہو جاؤ تو جو کچھ مجھ کو کہنا ہے تم کو اُس سے آگاہ کر دوں۔ لوگ جمع ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ بھلا اگر میں تم سے کہوں کہ دشمن کی فوج تمکو لوٹنے مارنے کے ارادے سے اس پہاڑ کی آرمیں آکر چھپی پڑی ہے تو تم میری بات کا یقین کرو گے یا نہ کرو گے۔ سب بولے کہ ضرور یقین کریں گے۔ کیونکہ تم اپنی قوم کے بدخواہ نہیں۔ بھوٹ بولنا تمہارا شیوہ نہیں۔ آپ آہستہ فرمایا کہ تمہاری خرابیاں حد سے گزر گئی ہیں اور زور دل عذاب کا وقت آگیا۔ اور میں نے مارے جلدی کے کپڑے بھی نہیں پہنے اور جیسا بیٹھا تھا تمکو ڈرانے کے لیے بھاگا ہوا آیا ہوں \*۔

یہی مضمون قرآن میں بھی ہے مگر دوسرے الفاظ میں فانی نذایں لکھ دین یدی عذاب شدید بڑے لوگوں کی بڑی باتیں سُن کر میں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقولہ سے متشکل کیا تو صرف اتنی بات پر کہ میرا نام نذیر ہے اور چاہے یوں سمجھو کہ مجھی کو سو بھی۔ یا کسی دوسرے کے سُبھانے سے سو بھی۔ مگر میں تمہارے اس بھرے مجمع میں ہتھار کرتا ہوں ولا ابالی کہ دوسرے کے سُبھانے سے نہیں بلکہ اُسکی دیکھا دیکھی سو بھی۔ کہ مسلمان دُنیاوی تعزز۔ دُنیاوی متول کے عتبہ سے تباہ اور برباد ہو چکے جاتے ہیں۔ اصل میں غل مچانے والا۔ سوتول کو جگانے والا اور ہے اور میں تو اُس کی ٹان میں ٹان ملنے والا ہوں۔ وہ بھی اُس کی سی دلسوزی نہیں۔ اُس کی سی اینگڑا نئی (بیقراری) نہیں۔ میں تو سمجھا تھا کہ مسلمانوں کی بدقسمتی کا گہر کچھ اترتا چلا ہے۔ اور جب سر سید احمد نے اہل پنجاب کو زندہ دل کا خطاب یا تو میں نے ایسا خیال کیا کہ ایسا دور اندیش۔ ایسا ہجرت کا رجسے مسلمانوں ہی کی دنیاوی صلاح کو اپنا اڑھنا بچھو نا بنا رکھا ہے اور شبانہ روز اسی دُھن میں غلٹاں چچاں ہو ایک خطہ کے مسلمانوں کی نسبت ایسی عمدہ رائے ظاہر کرے تو یہاں کے مسلمان ضرور ایسے ہی ہونگے۔ لیکن سوائے اس ایک انجمن حمایت الاسلام کے پنجاب کے مسلمانوں نے اور کوئی فلاح قومی کا کام کیا ہو تو بول اٹھو۔ کیا اتنے بڑے پنجاب کو پنجاب کے اتنے سارے مسلمانوں کو بس اس ایک انجمن کی اور ایسی انجمن کی حاجت تھی جبکی گزران محض توکل پر ہے **شر**

زیادہ ہو گا توکل سے بھی کہیں روزہ کہ ہمیں آئی تو روزی ہے اور نہیں روزہ

یا تو کیوں نہ ہو گا مگر ایک مہینے سے بھی کم میں رمضان شریف تشریف لانے والے ہیں۔ اگرچہ گزشتہ سالوں کی سی سختی اب کے رمضان میں نہیں ہوگی۔ مگر آخر روزہ روزہ ہے۔ اُسوقت انجمن کی حالت کی تمکو قدر ہوگی

تغزو دنیا دی کے۔ بہت بڑا شرف دیا ہے باعتبار خیر خواہی قومی کے اور حدیث شریف میں آیا ہے من لہم یرحم صغیرنا ولہم یرحم قریبنا فلیس مٹا د جو چھوٹے پر مہربانی نہ رکھے اور بڑے کا ادب نہ کرے وہ ہم میں کا نہیں) حدیث میں صغیر و کبیر دونوں لفظ مطلق واقع ہوئے ہیں۔ صغیر سے نہ صرف بتایا چھوٹا بھائی مراد ہے اور کبیر سے نہ صرف باپ یا رشتہ کا کوئی بزرگ اور نہ ہمیں مذہب و عقائد کی قید ہے بلکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ وغیرہ یعنی چلی آئے اور وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کے سرگردہ کو آتا ہوا دیکھ کر اصحاب سے جو حاضر خدمت تھے فرمایا۔ قوموا الی سید کہہ اپنے سردار کو استقبال کر کے لو غرض من لہم یرحم صغیرنا الخ ایسا گولڈن رول (قاعدہ زرین) ہے کہ اگر مسلمان اسپر اور اپور اعل کریں تو ان کی ساری سے بہتر شایستہ و منہب اور متفق و یکدل دنیا میں کوئی سوساٹی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر مسلمان اپنے پیغمبر کی بات نہ مانیں اور لوگوں کو زبان و قلم سے ایذا تیں دیں اور اپنے بڑوں کا ادب ملحوظ نہ رکھیں در یوں مسلمانوں میں رنجشیں اور عداوتیں پھیلیں اور وہ سنار کی سی کھٹ کھٹ کرتا ہی رہے اور یہ ایک لومار کی سی جڑوں اور یہ سارا نزلہ آخر کار اسلام پر گرے تو ہمیں اسلام اور بانی اسلام کا کیا قصور ہے +

مسلمان رسول کی کیا مانیں گے جب وہ خدا کی نہیں مانتے۔ میں اس کی تائید میں قرآن کی چند آیتیں پڑھا ہوں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ هُوَ عَسَىٰ أَن يَكُونَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا يَسْتَأْذِنُ سَخِرَ عَسَىٰ أَن يَكُنْ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِاللِّقَابِ بَشَرًا لَّاسِمُ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ - وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَخَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَّ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ

اے ایمان والو کوئی گردہ دوسرے گردہ کی ہنسی نہ اڑائے عجب نہیں جن کی ہنسی اڑائی جاتی ہے وہ ہنسی اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اڑائیں عجب نہیں جن کی ہنسی اڑائی جاتی ہے وہ ہنسی اڑانے والیوں سے بہتر ہوں اور اپنوں کو چھیڑو مت اور نہ بڑے لقبوں سے یاد کرو ایمان لائے پیچھے نافرمانی بڑی بدنامی کی بات ہے اور جو تو بہ نہیں کرے گا تو وہی لوگ ظالم ٹھہریں گے۔ اے ایمان والو اکثر بدگمانیوں سے بچتے۔ ہو کیونکہ بہت سی بدگمانیاں و خل گناہ ہیں اور لوگوں کے حالات کی ٹوہ میں مت لگے رہو اور ایک دوسرے کی غیبت مت کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا۔ کہ اپنے مردہ بھائی کے گوشت کو کھائے اس سے تو تم کو ضرور گھن آتی

مار لائیں۔ اُسکا سر پایہ وہی جو تم ہاتھ اٹھا کر دید و تم میں کون انجمن کی سی بے آس بے سہارے زندگی پسند کر چکا۔ کون ایسی زندگی کرتا ہے۔ کون ایسی زندگی کر سکتا ہے۔ تنکو شروع میں سمجھنا چاہیے تھا کہ یہ انجمن کہاں تک پاؤں پھیلائے گی۔ اور پہلک کی نظر میں۔ غیر قوموں کی نظر میں۔ خدا و رسول کی نظر میں اُس کے جاری ہونے سے تم کہاں تک سد دار ٹھہرو گے۔ اگر یہ انجمن سسک سسک کر جی جیسی کہ اب تک جی اور اب جی رہی ہے تو سمجھ لو کہ میرے منہ میں خاک یہ ایک دن مرے گی اور ضرور مرے گی۔ لیکن خدا نخواستہ مری تو کیلی نہیں مرے گی مسلمانوں کی عزت کو ساتھ لیکر مرے گی مسلمانوں کی غیرت کو ساتھ لیکر مرے گی مسلمانوں کی حیثیت کو ساتھ لیکر مرے گی۔ میں انجمن کے اتنے ثبات کو بھی اپنے زمانے کا اسلامی معجزہ سمجھتا ہوں +

مسجد پر جنہوں نے ہندوستان میں اس طرح کی نباشی (کفن گھسولی) کو رواج دیا جیسی چاہو بدگمانیاں کر لو۔ میں سید احمد کا بھٹ نہیں سوہ اگر پہرہوں تو اُن کا مرید نہیں۔ استاد ہوں تو اُن کا شاگرد نہیں مرثیہ خواں ہوں تو اُن کا بسوریا نہیں۔ امیر ہوں اور مجھ کو معلوم ہے کہ نہیں ہیں۔ لیکن اگر امیر ہوں تو اُن کا دست نگر نہ کبھی تھا نہ اب ہوں اور نہ انشاء اللہ مدت اہم رہوں گا۔ مگر ہے کیا۔ آدمی ہوں۔ دوست دشمن میں تمیز کرنے کی قومی حالت اور قومی ضرورتوں کی شناخت کی عقل رکھتا ہوں۔ تمہارے اس لاہور میں اور لاہور کیا چیز ہے علیگڑھ میں اور علیگڑھ کے شہر میں بھی نہیں۔ نیچر گڑھ میں یعنی محمدن کالج میں خود سید اور اُن کے حواریین کے روبرو میں نے سہبات کے کہنے میں مطلقاً باک نہیں کیا۔ اور کیوں کرتا کہ میں اُن کے سب نہیں بعض معتقدات کو غلط سمجھتا ہوں۔ لیکن جیسا مجھ کو اُن کی غلطیوں کا یقین ہے اس بات کا بھی یقین ہے کہ وہ شخص منافق نہیں۔ بزم مل نہیں۔ نکار نہیں اور قومی خیر خواہی سے ایسا سرشار ہے کہ اُس کا بس چلے تو اپنی تو پہلے ہی اتار رکھی ہے۔ دوسروں کی پچڑی بھی اتار کر مسلمانوں کے حوالے کر دے وہ جو کہتے ہیں حُبُّكَ الشَّيْءُ يُحِبُّهُ وَيُحِبُّهُ رَأْدِي كَوَالِكِ چيز کی محبت اندھا بہرہ کر دیتی ہے (سید احمد خاں کو مسلمانوں کی دنیاوی اصلاح کی دُھن میں آگاہ چھا کچھ نہیں سوچتا۔ افراط تو ہر ایک چیز میں مذموم ہے۔ پس میرے نزدیک سید احمد خاں میں عیب تو یہ ہے۔ میری رائے سید احمد کی نسبت اگر صحیح ہے تو میں کسی سے اسکی تائید نہیں چاہتا۔ اور اگر غلط ہے تو اصلاح کے لئے اس کو کسی کے روبرو پیش نہیں کرتا۔ میں نے سید احمد خاں کے ساتھ کسی امر میں مخالفت کی ہو تو سب سے زیادہ مجھے کو ہکا بھوسا ہے۔ اگر مجھ سے اُس میں کسی طرح کی بے تہذیبی سرزد ہوئی ہو۔ اُن کو خدا نے شرف دیا ہے باقبار عمر کے۔ شرف دیا ہے باقبار نسب کے۔ شرف دیا ہے باقبار

کے ساتھ مجھ کو سمیٹ لیا۔ میرے ساتھ اس بچاری انجمن کو سان لوہہ

مجھ کو تو نیچری کہلانا عار تھا مگر نیچریت کے ابا دھننے نہیں ہے جن کی وجہ سے میں نیچریت کو عار سمجھا کرتا تھا اب نیچریت یہ ہے کہ سید احمد خاں کو علی گڑھ کا بانی کہو۔ نیچری علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کا اوڈٹر کہو۔ نیچری سرکہو۔ نیچری ڈاکٹر کہو نیچری آدمی کہو نیچری۔ تو ایسی نیچریت کا قبول کرنا اس سے زیادہ موجب عار نہیں ہونا چاہیے جیسے دو اور دو کا چار کہنا۔ میرا نیچریت کو تسلیم کرنا اسی قبیل سے ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان کان سر فضا حب ال محمدیہ فلیشہد الثقلان انی راضی و اگر آل محمد کے ساتھ دوستی رکھنا رفض ہے تو دو نو جان اسپر گواہ ہیں کہ میں راضی ہوں) \*

میں جو اپنے نفس کا احتساب کرتا ہوں تو میرا صرف ایک ہی خیال ایسا ہے۔ جسکو کوئی معاند نیچریوں سے ملتا ہو کہہ سکتا ہے۔ یہ میری رائے ضرور ہے کہ تاویل کر نیسے کسی حکم کی ایسی سمجھتی نہیں ہوتی جیسے اصرار اور اعلان اور تعلیم کے ساتھ اسکی تعمیل نہ کر نیسے۔ بات کو صبر و سکون کے ساتھ سنو ہی نہیں تو اسکا کیا علاج ہے۔ مگر سنو گے اور زمانہ ہماری دعا تو یہ ہے کہ تم ہی کو سنائے ورنہ تمہاری پہلی نسل نہیں تو دوسری اور دوسری نہیں تو قسم کھانے کی بات ہو کہ تیسری ضرور سننے لگی کیا چھوٹی چھوٹی باتوں کی فکر میں بیٹھو مگر نرنی ایجوکیشن کو روکو۔ اگر تم سے روکی جائے اور اب تو یہ ایسی جڑ بکڑ گئی ہے کہ بعض انگریز بھی جن کی تہ بلالائی ہوئی ہے مصرع اے صبا میں ہمہ آور دہشتہ اسکو روکنا چاہتے ہیں اور نہیں رکھتی۔ جن لوگوں نے ایجوکیشن کی قدر و قیمت کو جانا پہچانا وہ ایسے اسکے گرویدہ ہیں کہ اگر گورنمنٹ اعلیٰ درجہ کی تعلیم دست کش ہونا چاہے تو مائے جہنم کے یہاں سے ولایت تک گورنمنٹ کی دھجیاں بکھیر دیں لیکن اگر گورنمنٹ اعلیٰ درجہ کی تعلیم سے دست کش ہو بھی جائے تو وہ لوگ چاہے بھوکے مرے ننگے پھوس بھیک مانگیں مگر ایجوکیشن کا بال بیک نہ ہونے دیں۔ بنگالی تو بنگالی ہمارے نار تھ دیسٹرن براؤنسر دمالک خرمی شمالی میں گورنمنٹ نے وہ کالج بند کر دیئے لوگوں نے چندہ کر کے دونوں کو بدستور قائم رکھا تو جو لوگ اسلام کو معرض خطر میں سمجھتے ہیں انکو چاہیے کہ ایجوکیشن کو روکیں اگر اُن سے روکی جائے اور یہ نہ رکھی اور نہیں رُکے گی۔ تو جن باتوں کا سُنانا ناگوار ہے وہ اور اُن سے بڑھ بڑھ کر تم آپ کہو گے یہ اپنے آنکھوں دیکھے واقعات ہیں کہ جن باتوں کی اب کوئی مطلق پروا نہیں کرتا۔ اب سے چالیس برس پہلے ایک ایک بات کفر و زندقہ سمجھی جاتی تھی میں اسے باپ کا بیٹا ہوں کہ دہلی کالج کے پرنسپل نے ہر چند چاہا کہ میں انگریزی پڑھوں والد مرحوم نے جو ایک غریب آدمی

ہوگی۔ اور ڈروالند سے بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے)

اور خیر سید احمد خاں سے یہاں بحث بھی کیا ہے۔ وہ اس انجن کے سکرٹری نہیں ممبر نہیں۔  
پیٹرن نہیں۔ بلکہ من جب یہ چاہتے ہوں تو تعجب نہیں کہ انجن کے فنڈز جو کچھ ہوں لیجا کر علیگڑہ کالج میں ٹیوشن  
فوں کہ نہ ہزار ادھو سے اور نہ ایک پورا۔ مگر جن کی طبیعتیں نیشنل واقع ہوئی ہیں وہ ہر ایک کی گاڑی میں  
کسی کی بھی ہو بے روڑہ اٹکائے نہیں ہے۔

دو دشوندار بد مانغے رسند      باد دشوندار بچراغے رسند

ان کی مثال خچر کی سی ہے کہ گدھوں کو لادنے لگے تو کہا میں گھوڑا ہوں گھوڑوں پر زین کسے کی نوبت آئی  
تو لگایا سینچوں پہنچوں کرنے ان انکرا لا صوت لصوت الحمیر (سب بڑی آواز گدھے کی ہے)  
اسے ظالم کہیں تولد اور لدیگا نہیں تو یہ قومی بوجھ کیونکر اٹھیکا۔ یہ لوگ کیسا ہی نیک کام ہو ہمیشہ بُرے  
سو ٹوڑا غراض) پر ڈھال لیجاتے ہیں۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد      میلش اندر طعنہ پا کاں برد

اگر طبیعتی ہوئی پھبتی نہیں سو جھتی تو مذہب کا حیلہ نکال کھڑا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر تعدیہ امراض میں اختلاف کر رہے  
ہیں لیکن جہیں اختلاف ہی وہ تعدیہ امراض جسمانی ہے۔ روحی امراض کے متعدی ہونے میں کچھ جھبی بہ  
نہیں۔ ایک گندہ دل سارے کیونٹی کے دلوں کے بگاڑ دینے کو کافی ہے۔ جیسے ایک دیوا سلائی ایک شہر  
کے جلاوینے کو بس کرتی ہے۔ اگر میٹر ٹیل ڈرائی (چیزیں خشک) اور ہوا موافق ہو فکونوا علیحدہ (خبردار) شعر

اے بسا ابلیس آدم روئے بہت      پس بہر دستے نباید داد دست

میں اپنے زعم میں بہت ہی آزادانہ زندگی بسر کرتا ہوں۔ نہ کسی کالج کا بانی ہوں نہ کسی انجن کا سکرٹری  
نہ کسی اخبار کا ایڈیٹر۔ لوگوں کی مدح و ذم سے متغنی۔ تحسین و تحیق سے بے نیاز۔ میں نے ساری عمر کچھ نہیں  
دیتے۔ خدمت سے علمدہ ہو کر خانہ نشین ہوا۔ نہیں محسوم لوگوں نے کیونکر سمجھ لیا کہ میں ہوا کونج پچانتا  
ہوں جو کچھ آپ سمجھتا ہوں دوسروں کو سمجھا سکتا ہوں۔ بشرطیکہ سمجھنا چاہیں اور سمجھ کے پیچھے لاٹھی پٹے  
نہ پھر رہے ہوں۔ دس دفعہ بلایا ایک دفعہ آکھڑا ہوا اور آکھڑا ہوا تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ دل میں ہو کچھ اور کھل کچھ

راست می گویم ویزواں نہ پسند دجز بہت      حرف نادر است سردوں روش اہرن است

مجھ سے ختلاف ہو تو مجھے جو جی چاہے کہو اور جو جی چاہے سمجھو۔ مگر ازبر لے خدا یہ نہ کرنا کہ جیسے سید احمد خاں

مذہب کھڑا کیا۔ مذہب نے ہمو کرتی دی مذہب نے ہماری حالت درست کی مفلس تھے مذہب کی بدولت  
امیر ہو گئے۔ خاک ذلت پر پڑے تھے۔ مذہب کی بدولت اوج عزت پر شکن ہوئے۔ محکوم تھے مذہب کی  
بدولت حاکم بنے۔ رعیت تھے مذہب کی بدولت بادشاہ بنے۔ شاہنشاہ بنے۔ غرض کچھ نہ تھے مذہب کی  
بدولت سب کچھ ہو گئے۔ کیا یہ کچھ کم افسوس کی بات ہے کہ اب ہی ہم ہیں اصل ابتدائی حالت سے  
بھی کمتر فروتر۔ حالت میں اتنا انقلاب ایسا رو بہ دل۔ اس قدر خلافت۔ یہ کیوں؟ یہ وہی مذہب کا  
مستیس یعنی مذہبی غلط فہمی۔ مذہب کو بڑی طرح سے عملیں لانا۔ یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔ ہر شخص اپنی  
جگہ اسکا فیصلہ کر لے۔ کہ ہم مسلمان ہندوستان میں انگریزوں کی عملداری میں اسلام کو دنیاوی غرت دنیاوی  
تمول کے ساتھ جمع کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں کر سکتے۔ تو کچھ بحث نہیں۔ تکرار نہیں۔ لڑائی نہیں جھگڑا  
نہیں۔ چلو اپنا اپنا بوریا بدھنا باندھ باندھ کر ان ظالموں کی عملداری سے نکل بھاگیں۔ لیکن کتنے آدمی  
ہیں جو ایسا ارادہ کریں یا چاہنے والوں کے ساتھ چل کھڑے ہوں۔ جس سے کہو گے وہی کانوں پر ہاتھ دھڑکا  
کہ نا بابا ہم ایسا امن۔ ایسی آسائش۔ ایسی آزادی کہاں پائیں گے۔ رہنا مذہب وہ ہمارے دل کے ساتھ ہی  
جہاں ہم وہیں مذہب شہر

میں نہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں میں ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہوں میں  
یہاں ہمو کا ہے کی روک ٹوک ہی۔ نماز پڑھنی چاہیں روزہ رکھنا چاہیں کوئی مانع نہیں۔ زکوٰۃ دینی چاہیں۔ یعنی  
انجمن حمایت اسلام کی مدد کرنی چاہیں۔ کوئی مائدہ پکڑنے والا نہیں۔ حج کو جانا چاہیں کوئی مزاحم نہیں۔ ہاں روک  
سجود ٹوک سبھو تو صرف اتنی کہ دو مذہب والوں کے حقوق میں ہوت انداز نہوں لیکن کچھ ایسے بھی نکلیں گے جن  
حق میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سات سو برس پہلے کہہ مرے ہیں شہر  
ترک دنیا بھروم آموزند غریشین سیم وغلہ اندوزند

اور شاعر عربی کہتا ہے شہر  
عجبت من شیخی ومن زہدہ و ذکا النار و اھوالھا  
یکوہ ان یشرب من فضة و یسرق الفضل ان نالھا  
دہمہ کو اپنے پیر صاحب اور انکی پرستیز گاری پر تعجب آتا ہے اور وہ جو دوزخ اور اسکی ہولناک باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں  
اسے بھی تعجب آتا ہے چاندی کو باسن سے تو پانی پینا مکروہ سمجھتے ہیں اور اگر دوسرے ہو تو چاندی چر کر ڈب میں کھ لیتے ہیں



مگر اپنے وقت کے بڑے دیندار صاف کہہ دیا کہ مجھے اسلام جانا منظور۔ اس کا بھیک مانگنا قبول مگر انگریزی پڑھنا گوارا نہیں۔ میں ایسے مولوی کا شاگرد ہوں جنہوں نے لاٹ صاحب باسکراہ برج تمام ستر اور بیجویری ٹاٹھ ملا کر اُس ٹاٹھ کو مٹی سے رگڑ رگڑ کر دھو ڈالا تھا۔ انگریزی صابون سے نہیں جنہوں نے پانی پینے کا شکا جو جاعت میں کھا رہا تھا تڑوا ڈالا تھا سو اسلئے کہ اُس میں سے ایک شامت زدہ انگریزی خواں مسلمان پانی پی گیا تھا تم کیا دینداری برتو گے۔ دینداریاں یہ تھیں جو ہننے دیکھیں میں اور اب انکے دیکھنے کو انھیں ترستی ہیں۔ اور ایک دینداری یہ ہے جو ہم اور تم سب دیکھ رہے ہیں۔ ان نین کا یہی سیکہ۔ وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ۔ اور ایک دینداری اب پچاس برس بعد ہوگی اگر امام مہدی نہ آگئے۔ تم ایک مسجد کو لینے پھرتے ہو۔ کچھ خبر بھی ہے زمانہ کتنے سرسید پیدا کر چکا اور کرتا چلا جا رہا ہے۔ جن میں کے سرسید میں۔ ان کا تو یہ مقولہ ہے شعر

اذا مات مناسیتہ قلم سیتہ  
قُل لِّمَا قَالِ الْكَرَامُ فَعُولُ

جب ہم میں سے ایک سردار مر جاتا ہے تو اُس کی جگہ دوسرا سردار کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ بھی بزرگوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے اور انھیں کے سے کام،

قرآن مجید میں یہ دو نصارے پر جہاں اور تہارض ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ جو کچھ تمہاری کتاب میں لکھا ہے اس پر تو عمل کرو فاتوا بالتورۃ فاتلوھا ان کنتم صِدِّقِینَ ولبعکم اهل الانجیل بما انزل اللہ فیہ رتوریت لے آؤ اگر تم سچے ہو تو اُسے پڑھ کر دیکھو اور جن پر انجیل اُتری ہے انکو چاہیے کہ جو کچھ اللہ نے انجیل میں اتارا ہے اُسکے مطابق تو عمل دیں، یا ان وقتوں کی باتیں رہنے دو۔ احکام عشرہ ہیں یہ احکام کہ کل کے لیے ذخیرہ کر دو۔ یا تمہارے واسطے کتے پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا اُسکے سامنے کر دو۔ ہم نہیں کہتے کہ خدا نے یہ ناممکن تعمیل احکام بھیجے تھے شاید اُس زمانہ میں ایسے مشکل ایسے بے نفس لوگ رہے ہونگے۔ مگر اب ہمارے وقتوں میں کوئی ایک یہودی کوئی ایک نصرانی یا کوئی ایک آدمی ان حکموں کی تعمیل کرتا یا کر سکتا ہے تو خود انہی کا لا (قانون) اُن کو کٹھم کر رہا ہے (مجرم قرار دے رہا ہے) اب تم اپنی جگہ آپ احتساب کر لینا کہ مسلمان کسی ایسے الزام کے مورد ہیں یا نہیں۔ کیونکہ معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔

زورت اپریش میرد باما + با خداوند غیب دال نہ رود

کوئی نہیں کہتا اور کسی کو کہنا چاہیے بھی نہیں کہ مذہب قطع نظر کرو۔ مذہب قطع نظر کرنے کی چیز نہیں ہی آدمی کی اور خصوصاً ہم مسلمانوں کی دنیاوی اور دینی فلاح موقوف ہی مذہب پر۔ ہم اُس گروہ کے لوگ ہیں جنکو

اسلام کی جڑیٹی (عمیت) کہ قیامت تک ب کوئی پیغمبر نہیں آئیگا ماکان محمد ابا احد من رجا لکم  
ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور ما ارسلناک الا کافۃ للناسین (محمد تم میں سے کسی مرد کے  
باپ نہیں ہیں بلکہ خدا کے رسول ہیں جن پر نبوت ختم ہوگئی اور بننے تکمیل دنیا کے سارے لوگوں کی طرف پیغمبر  
بنائے بھیجا ہے غرض کیا بلحاظ زمان اور کیا باعتبار مکان اسلام کی جڑیٹی پٹی پکار رہی ہے کہ اسکو کیا  
ہونا چاہیئے اور لوگوں نے اسکو کیا بنا رکھا ہے۔ مگر وہ اپنی اصلیت پر آئے گا ضرور آئے گا۔ اور یہی ایک کشتی  
اسکو اسکی اصلیت پر لائے گی۔ لیکن یہ جزیئر کے کام میں۔ ایک کشتی اور مذہب یعنی مذہب متعارف میں کس  
انحراف ہو سکتا ہے چاہئیں۔ اُسوقت تک پیشین گوئی کے جرم میں جس جس کی قسمت میں گالیاں کھانی لکھی  
ہیں گالیاں کھالے اور جس جس کی تقریریں لعنتیں بدی ہیں لعنتیں سن لے پھر جو ہونا ہے وہ ہوگا۔

نوشتہ بامذہب سید بر سفید نویسنده رانیت فردا امید

ایسا پریکٹیکل (ممکن لتعمیل) ایسا سہل (سلیس) ایسا ریزنبل (معقول) مذہب جیسا کہ حقیقت میں سلام  
ہے۔ کوئی شخص جبکہ خدا نے کام سنس (معمولی عقل) دیا ہے اسکو بجٹ (نامنظوم) نہیں کر سکتا۔ وہ صرف  
تیکے کے کچھل پہاڑ ہے۔ ذرا اذ براے خدا اس نکتہ کو تو سمجھو کہ فطرۃ انسانی اس طرح واقع ہوئی ہے کہ جو پیدا ہوتا  
ہو وہ مسلمان ہی پیدا ہوتا ہے اسکی ہی معنی ہیں کہ تمام نبی آدم علیہ السلام کی رو سے مسلمان ہیں۔ یہ وہی بات ہے  
کہ کسی نے پوچھا ناک کہ مہر موتی ہے ایک نے سانسے سے ناک پر انگلی رکھ کر بتا دیا کہ یہ ناک ہے دوسرے  
نے گدی کے پیچھے سے ہاتھ لجا کر بتا دیا کہ یہ ناک ہے۔ ناک تو جہاں ہے وہیں ہے صرف بتانے کے طریقے  
مختلف ہیں قرآن سے تو اسکی سند سن ہی چکے ہو وہی فطرۃ اللہ التي فطر الناس علیہا۔ اب لو  
حدیث۔ ایک بار اس حجت اور شفقت کے جوش میں جو پیغمبروں کا خاصہ ہے ہمارے پیغمبر صاحب نے  
اپنے خادم بلالؓ کو حکم دیا کہ اے بلالؓ جا دینے کی گلی کوچے میں میری طرف سے پکا چھ من قل لا الہ  
الا اللہ دخل الجنة (جو ایک خدا کا قائل ہو وہ جنتی ہے) بلالؓ چلے۔ راہ میں ملے عمرؓ پوچھا بلالؓ کہ  
انھوں نے بیان کیا تو عمرؓ انکو آنحضرتؐ کی خدمت میں لونا لائے اور عرض کیا اے جناب کہیں ایسا نہو  
یہ حکم عام سن کر لوگ نیک کاموں کے کرنے سے باز رہیں۔ وہ حکم ایک مصلحت سے اُسوقت مشہور ہوا مگر لکھا  
ہوا موجود ہے اور پڑھے لکھے اس سے وقف نہیں۔ مگر اسلام کو اسکی اصل پریش کیا گیا ہوتا تو لوگوں  
نے ہاتھوں ہاتھ اسلام کو لیا ہوتا۔ مگر دنیا کی بد نصیبی سے وہ پیش کیا گیا غارتگری اور خلیفہ یزدی کے

## حافظ شیراز فرماتے ہیں شعر

فقیر مدد سے دوسری صورت بود و فتوے دلو کہ مے حرام ولے بہ ز مال اوقاف است

یہ ہیں جو مسلمانوں کو ابھرنے نہیں دیتے۔ عام مسلمانوں میں اتنی لیاقت نہیں کہ انجام کار کو سوچیں۔ بچا کر بہکائے پھسلائے میں آجاتے ہیں۔ اور یوں مسلمانوں کی مٹی خراب ہو ہی ہے۔ لیکن یہ رفتار قدم و جلا و پیوخر آخری (ایک پاؤں آگے رکھیں اور ایک پیچھے) اس بعد مسافت پر نظر کرتے کچھ بھی نہیں جو ہموط کرنی ہے۔ کب تک اس تذبذب میں رہو گے بات کو یکسو کر چلو۔ یا تو کچھ مت کرو کہ اوپر والوں کو صبر جائے اور کرتے ہو تو جی کھو لکر کرو۔ یا مرنے لڑنے منظور ہیں اور سی میں کچھ مزہ ملتا ہے تو ویسی کہو۔ میں تو اس مرتبہ تم سے دو ٹوک بات کرنے آیا ہوں۔ میری نسبت اگر مذہبی بدگمانی ہے اور میرے عقائد بُرے ہیں تو مجھ کو ان کا وبال بھگتے دو۔ میں تم میں کسی سے شفاعت کا خواہشگار نہیں

شعر  
حقاکہ باعقوبت و فرخ برابر است رفتن بہ پاسے مویئے ہمایہ در بہشت

یہ میری کبھی خواہش نہیں ہوئی اور انشاء اللہ ہوگی بھی نہیں کہ لوگوں کو مذہبی عقائد میں اپنا ہنجیال بناؤں اور پہل بجا نہ کا بھی لیسٹر سمجھا جاؤں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مجھ سے میرے اور لوگوں سے اُنکے فعال معقدات کا حساب لیا جائے گا ولا تترد و انزلة و زداخری (ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جائیگا) لیکن کہلو تہیں تو کہتا ہوں۔ پوچھتے ہیں تو بتاتا ہوں۔ سوال کرتے ہو تو جواب دیتا ہوں کہ میرے نزدیک اسلام لازماً انسانیت پر فطرۃ اللہ التي فطر الناس علیہا لا تبدل الخلق اللہ ذلت الدین القیم و لكن اکثر الناس لا یعلمون و اسکی بناوٹ جسکے مطابق لوگوں کو بنایا اس کی خلقت کو کون بدلے یہی ہے ٹھیکین لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں (کھانے سے پینے سے۔ پینے سے کسی وضع میں سے کسی زبان کے سیکھنے سے کسی علم کے پڑھنے سے۔ آج ہوا سے۔ دنیاوی حکومتوں کے رد و بدل سے اس میں فرق نہیں آسکتا مگر انسان ایک خدا کا قائل نہیں تو وہ اوج انسانیت سے ساقط ہو کر حقیض حیوانیت پر آگرا ہے۔ اور اگر ایک خدا کا قائل ہے۔ اور بندہ بشر ہے کوئی امر نامشروع بھی اُس سے سرزد ہو جاتا ہے تو وہ ڈسپن (قواعد) کو توڑتا ہے اور اسکی پاداش میں شاید اسکی دلیل بول جائے یا اسکا ایک (وجہ) توڑ دیا جائے یا اسکا ریشن (مرتب) گھٹا دیا جائے یا اسکا بھتہ موقوف یا اور کوئی سزا دیجائے مگر فرج سے اُسکا نام نہیں کئے گا اسکو گولی نہیں مار دی جائے گی اسکو پھانسی نہیں لگیگی۔ ویٹس آل (بس چکا)

اصلاح کا ایسا شغل ہے کہ اگر وہ اس ڈیوٹی کو چھٹی کرے تو اسکو دوسروں کے حالات کی تجسس کی فرصت ہی نہیں مل سکتی۔ میری باتوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہوگا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرتا ہوں لیکن اگر عمل کرتا ہوتا تو تم سب پر عمل مقناطیسی کر دیا ہوتا۔ اثر جو نہیں ہوتا اسی سے نہیں ہوتا کہ کما سب کچھ جاتا ہے اور کیا کچھ بھی نہیں جاتا۔ **میت**

ہر یکے ناصح برے دیگران : ناصح خود یا فتم کم درجہاں

کہنے کو تو چھوٹے چھوٹے دو جلوں میں سارے اسلام کا خلاصہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (خدا ایک محمد برحق) لیکن منہ سے ایک اور برحق کہنے کی سہ نہیں کر داریے۔ گفتار سے۔ رفتار سے ثابت کرو کہ تم نے خدا کو ایک اور محمد کو برحق سمجھا۔ ایک توحید ہی کی ایسی ٹیڑھی کھیر ہے کہ ہمیں کی ہتھیں استیجان میں فیل ہو گئیں۔ باوجودیکہ عقلی شہادت موجود ہے اور جو عقل ہکھکتا رہتا ہے کہ خدا ہے۔ وہی یہ بھی بتاتی ہے کہ وہ ایک ہے۔ مگر آدمی کچھ ایسا ڈھل نل یقین مخلوق ہے کہ وقت پر بہک ہی جاتا جو سلام سے پہلے خدا ہی کی اتاری ہوئی شریعتیں تھیں۔ ان شریعتوں میں اوامر تھے۔ نواہی تھے آداب تھے مواعظ تھے۔ حکم تھے۔ سب ہی کچھ تھا۔ یہی باتیں تھوڑی رو بدلتے اسلام میں بھی ہیں۔ پھر کیا ضرورت داعی ہوئی کہ ایک نیا مذہب جاری کیا جائے کہ وہ جو رو کو ختم سے۔ باپ کو بیٹے سے۔ دوست کو دوست سے مالک کو جائیداد سے۔ گھر سے۔ وطن سے۔ آدمی کو آدمی سے جد کر دے۔ اور ایک جدید قانون ہو اور وہ کہے۔ فریق فی الجنة و فریق فی السعیر ایک گروہ جنت میں ایک گروہ دوزخ میں، ماں وہ ضرورت تھی اسی توحید کی خامی۔ اسی توحید کا ترزلزل۔ پس بڑی بات سب سے بڑی بات۔ متم بالشان بات جو اسلام میں ہے وہ توحید ہے۔ پاک۔ صاف خالص۔ بے آمیزش +

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اسکا اس قدر ہتھام تھا کہ ساری عمر اسی کی خیر بندیلوں میں لگے رہے۔ اپنی تعظیم تک جائز نہیں رکھتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو لوگ بالغہ کو نے لگیں۔ اور میرے ساتھ وہ معاملہ کریں جو یہود نے حضرت عزیر اور نصارے نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوۃ والسلام کے ساتھ کیا۔ بدر کی لڑائی فتح ہوئی تو نصار کی لڑکیاں بیت الرسالت میں اگر شادیانے کا نے لگیں۔ آٹھ موش پڑے سنتے رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے کہا ہم میں رسول ہیں جو غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ جنت آٹھ بیٹھے۔ اور فرما با کہ نہیں نہیں وہی اپنا پہلا گیت گائی جا۔ اپنی قبر کے بارے میں تو آپ نے

پیر سے میں پیش کیا گیا عذاب اور مصیبت کے پیر سے میں اور پیش کر نیوالے کون۔ دنیا کے بادشاہ۔ جاہ و شہرت کے فریفتہ ملک گیری کے حریص پس لوگ اسلام کی ڈروانی صورت سے لگے بھاگنے۔ اور فوس ہے کہ اب بھی مسلمانوں کی طرف سے اہمالت اور تالیف قلوب کی مطلق کوشش نہیں کی جاتی۔ وہ پشت با پشت کے موروثی مسلمانوں کو اسلام سے نکال دینے کی فکر میں لگے ہیں۔ مسلمانوں کو کافر کہہ بیٹھنا مرتد بنا دینا یہ تو اُن کی ایک معمولی بات ہے۔ جن طبیبوں کے پاس مرجوعہ زیادہ ہوتا ہے وہ موسمی امراض کے کسی ایک نسخہ کی بہت سی نقلیں کر رکھتے ہیں۔ نہ نبض دیکھیں نہ حال پوچھیں مریض آیا اور اُنھوں نے مسند کے تلے سے نسخہ نکال حوالے کیا۔ اُدھر ایک عطار لگا ہوا ہے وہ حکیم صاحب کے دستور سے واقف ہے اُس نے پہلے ہی سے پڑیاں باندھ رکھی ہیں اتنا دیکھ لیا کہ نسخہ حکیم صاحب کا ہے۔ دواؤں کے نام اور اوزان پڑھے اُسکی بلا لونڈے سے کہا فلاں خانے میں جو پڑا رکھا ہے انکو لا کر دیدے۔ لایئے حضرت ساڑھے چار پیسے۔ قریب قریب یہی حال ہے ابن مانے کے کفر کے فتوؤں کا۔ لیکن اے آریو۔ اے برہمچو۔ اے ہندو بھاتیو۔ اے عیسائیو۔ اے اسلام کے سوا کسی اور مذہب کے ماننے والوں اے مذہب کی تلاش رکھنے والو۔ ان لوگوں کی بات پر مت جاؤ۔ اگر تم آدمی ہو اور ضرور آدمی ہو اگر تم عقل بھی رکھتے ہو اور ضرور رکھتے ہو تو تم خدا کو مانتے ہو گے اور اُسکو ایک بھی جانتے ہو گے۔ اب تم سارے دنیا کو چھان بارو دیکھو تو اتنی ہی بات پر کوئی بھی تم پر پاتھ دھرتا کوئی بھی تمکو نجات ابدی دلا دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ ماں ایک شخص ہے محمد عربی اسلام کا پیغمبر منکسر متواضع سید عا سادہ۔ بے نصنع۔ بے تکلف۔ بے طمع وہ طہینان کرتا ہے کہ چلو میں تم کو بخشا دیتا ہوں۔ بے شک لوگوں نے اس کی برائیاں تم سے کی ہوں گی اور اب بھی کرتے ہو گے لیکن اگر کوئی تم سے کہدے کہ کو اتھارے کان لیگیا۔ تو کیا سننے کے ساتھ کوتے کے پیچھے دوڑے دوڑے پھرو گے کیوں نہیں پاس کے پاس ٹٹول لیتے کہ سر میں کان بھی ہیں یا نہیں۔ اس کی بات کو تو جانچو کہ کتنا کیسے پتے کی ہے۔ ابدی نجات اور ایسی سستی۔ اور اگر نجات کی قدر ہی نہیں اور دُبدے میں مرنا منظور ہے تو پڑو چوٹھے میں ہم تو اپنا اُلا ہنا اتار چکے۔

مذہب کا گڈیوس دینے چھا استعمال ایہ ہے کہ ہم اپنے نفوس کی صلاح کریں یہ کو آپ اپنا حج بننے کا کوئی استحقاق نہیں لا تزکو النفس کمہو اعلو بمن اتقی۔ (اپنے مُنہ آپ نیکو کا رست بنو خدا ہی کو خبر ہے کہ اُسکے نزدیک کون نیکو کا رُھیرتا ہے) میں خیال کرتا ہوں کہ انسان کو اپنے نفس کی

میرا اور تھا اس بکے پروردگار ہے اور جب تک میں اُن کے ساتھ موجود رہا میں اُن کے حالات دیکھتا رہا جب تو نے مجھ کو اپنے پاس بلا لیا تو تو اُن کانگراں حال تھا۔ اور تو بھی چیزوں کو دیکھتا رہتا ہے اگر تو اُن کو سزا دینی چاہے تو یہ تیرے بندے میں تیرے علم سے باہر نہیں اور اگر معاف کرے تو تو خستہ پا رکھتا ہو اور مصلحت شناس ہو۔ اس پر اللہ جل شانہ فرمائے گا۔ آج کا دن وہ دن ہے کہ سچوں کو اُن کا سچ کام آئے گا ان کے لیے باغ ہیں۔ جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے خوش یہ ہے بڑی کامیابی۔

انبیا کے بھی مدارج ہیں چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَهُ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (یہ ہمارے رسول ہیں۔ ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر مدارج کے اعتبار سے بزرگی دی اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے معجزے دیئے اور روح القدس سے مدد دی۔)

جب تک قرآن یا حدیث میں صراحت نہ ہو ہم کسی پیغمبر کے درجے کی تعیین نہیں کر سکتے اس آیت میں جو میں نے ابھی پڑھی عیسیٰ علیہ السلام کا بالتخصیص ذکر ہوا اور ایک جگہ فرماتے ہیں شَيْخُكُمْ مِنَ الَّذِينَ مَعَكُمْ وَمَا وَالَّذِي أُوتِيَ الْكِتَابَ وَمَا وَالَّذِي أُولِيَ الْكِتَابَ وَمَا وَالَّذِي أُولِيَ الْكِتَابَ وَمَا وَالَّذِي أُولِيَ الْكِتَابَ (یہ دین کی ایسی اہم نکالی جس کی وصیت نوح کو کی تھی اور اسی کی وحی ہم نے تمہاری طرف بھیجی اور اسی کی وصیت ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی) اور ایک جگہ فرماتے ہیں وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا الْبَنَاتِ وَالْكَتُبَ فَهُمْ مَهْتَدُونَ فَسَقَوْا ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ (اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو رسول بنا کر بھیجا اور انکی نسل میں نبوت اور کتاب کو رکھا تو اُن میں سے بعضے راہ یاب ہیں اور اکثر ان میں کے بدکار ہیں۔ پھر انہیں کے قدم قدم ہم نے اپنے دوسرے رسولوں کو چلایا اور انہیں کے قدم قدم عیسیٰ کو چلایا اور ہم نے انکو انجیل بھی دی۔) ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بھی بڑے درجہ کے پیغمبر ہیں اور صاحب کتاب ہونے میں تو کچھ شک ہی نہیں۔ ایک بات اُن میں خاص ہے کہ دوسرے انبیا کو معجزے دیئے گئے تھے اور حضرت عیسیٰ کو بھی دیئے گئے تھے مگر وہ خود بھی ایک معجزہ تھے۔ کیونکہ بے باپ کے پیدا ہونے تھے۔ ہر کیف وہ ایسے کچھ تھے کہ لاکھوں کڑوروں آدمیوں نے غلطی کی بیجا کیا۔ برا کیا۔ مگر اُن کو خدا مانا۔ اچھا خدا

بار بار فرمایا کہ دیکھنا میرے بعد میری قبر کو نہ پوجنے لگنا تصویر کے کھینچنے تصویر کے کھنکھنے کے باب میں جیسے  
 جیسے عیب ہیں وہ سب سبیر میں تھیں سد باب بت پرستی کی بہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھکر انسان اور کیا کر سکتا ہے  
 کہ پانچوں وقت نمازیں ہر مسلمان کے منہ سے کہلوایا جاتا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ  
 اس نبی موحّد علیہ افضل الصلوٰۃ و کمال التحیات کی ہمت کو دیکھو۔ مجھ کو دوسرے ملکوں کی توجہ نہیں مگر  
 غالب ہو کر یہی حال ہو گا جو یہاں تک ہے کہ بزرگان دین کی تعظیم کو حد عبادت تک پہنچا دیا ہے۔ جب تک منہ سے  
 کہیں معلوم نہیں ہوتا کس سے حاجت طلب کر رہے ہیں اور کس کی شفاعت چاہتے ہیں اور اگر خیر القریٰ و ذوقی  
 ثَمَّ الَّذِیْنَ یُلَیْسُ لَہُمْ ثَمَّ الَّذِیْنَ یُلَیْسُ لَہُمْ دَہْرٌ لَّوْگ میرے زمانہ کے پھر جو انکے بعد پھر جو انکے بعد کے سلسلے کی مایات  
 کیجائے اور رعایت ہونی چاہیے کیونکہ وہ فرمودہ رسول ہر توان بزرگوں کی نوبت بھی نہ آئے۔ لیکن  
 مسلمانان درگور مسلمانان در کتاب۔ معبود سے چند مسلمان ہیں جو توحید کا پاس کرتے ہیں سوائے وہابی و بابی  
 کہہ کر اس فکر میں لگے ہیں کہ انکو باغی سرکار ٹھہر کر بن پڑے تو جلا وطن کر دیجے۔ سورہ مائدہ کا اخیر کرم  
 میرے اس مطلب بہت ہی چپان فرماتے ہیں۔ وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ  
 اِتَّخِذُوْنِیْ وَ اٰمِیّ الْہٰیۡنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یُکُوْنُ لِیْ اِنْ اَقُوْلُ مَا لَیْسَ لِیْ بِحِیۡطٌ  
 اِنْ کُنْتَ قُلْتَہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ تَعْلَمَ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ لَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ  
 مَا قُلْتُ لَہُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتُۤیْ بِہٖ اِنْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّکُمْ وَ کُنْتُ عَلَیْکُمْ شَہِیۡدًا اَمَّا دُمْتُ فِیْہُمْ  
 فَلَمَّا تَوَقَّیْتُۤیْ کُنْتُ اَنْتَ الذِّقِّیۡبَ عَلَیْہُمْ وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیۡدٌ اِنْ تُعَذِّبْہُمْ فَلَہُمْ عِبَادُکَ وَ  
 اِنْ تَغْفِرْ لَہُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیۡزُ الْحَکِیۡمُ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰلِحِیۡنَ صِدْقُہُمْ لَہُمْ جَنَّۃٌ  
 جَزَّیٰ مِنْ حَتَمٰہَا اَلَا تَرَ خٰلِدِیۡنَ فِیْہَا اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْہُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیۡمُ  
 داو جب السد پوچھ گیا کہ اے مریم کے بیٹے کیسے کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ مجھ کو اور میری  
 ماں کو معبود قرار دو تو حضرت عیسیٰ بارگاہ رب العزت میں عرض کر گئے کہ اے خداوند تو عمار شرک سے بری ہے۔ بھلا یہ  
 کہیں مجھ سے ہو سکتا تھا کہ جو بات مجھ کو سنہ اور نہیں منہ سے نکالوں۔ اگر میں نے کہی ہوگی تو اسے خدا ضرور  
 تجھ کو اُس کا علم ہو اہو گا کیونکہ تو میرے دل کی بات جانتا ہے اور مجھ کو تیرے اسرار قدرت کی کچھ خبر نہیں  
 میرے دل کی بات کیا تجھ کو غیب کی ساری باتیں معلوم ہیں۔ مجھ کو جو تو نے ارشاد فرمایا تھا وہی  
 جوں کاتوں میں نے ان لوگوں کو کہہ سنایا تھا اسکے سوا ایک حرف نہیں کہ اللہ کی پرستش کرو جو



ہیں۔ پھر تمکو ہار طیف لوٹ کر آنا ہے اُسوقت ہم تمکو بتا دینگے کہ تم نے کیسے عمل کیے، منہ بھر بھر کر فرعون پر لعنت کرنے کو تو سب ہی ہو جاتے ہیں اور مجھے ایک دن خیال آیا کہ فرعون کی طرح اَلْیَسْرِ لِيْ مَلَاَئِكُ مَصْرَہٗ هٰذِہِ اَلَا تَنْدَارُ جَحْیَیْ مِنْ مَّخْیَیْ دِکَیَا میں ملک مصر کا مالک نہیں ہوں اور یہ نہریں میرے محلوں کے تلے پڑی بہ رہی ہیں) ہو اور پھر آدمی اَنَّا رَبُّکُمْ اَلَا عَلٰی نہ کہے تو جانیں۔ وہ شیخی جو مادہ فرعونیت ہے ہمارے اُس کے ناموں اور خطابوں میں پڑی جھلک رہی ہے۔ تو غرض یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی شان سے نہایت بعید تھا کہ دعوائے خدائی کریں اور اپنی پرستش کرانا چاہیں ماکان لبشر ان یوئتیہ اللہ الکتب الحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کو نواعبا دالی من دون اللہ ولكن کونوا ربانین بما کنتم تعلمون الکتب وبما کنتم تدرسون ولا یامرکم ان تتخذوا المثلثۃ والنسبیین اربا با یا امارکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون یہ کسی بشر کا کام نہیں کہ خدا اسکو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور پھر وہ لوگوں سے لگے کہنے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بنو بلکہ وہ تو یہ کہیگا کہ خدا پرست بنو کیونکہ تم کتاب اللہ پڑھتے پڑھاتے رہے ہو اور تمکو ایسا حکم نہیں ہے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا بناؤ۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم تو اسلام لے آئے اور وہ تمکو کفر کا حکم دے) لیکن حضرت عیسیٰ کے معتقدین نے ان کی پرستش کی اور ان کو اور انکی اُمہ کو خدائی کے درجہ میں لیا۔ لیکن یہ ایسا ان کو سہری ہنسیں (خلاف قیاس) خیال ہے کہ واقع میں سخت تعجب ہوتا ہے۔ لوگوں نے کیوں اسکو ایک لمحہ کے لیے بھی دلیلیں آنے دیا۔ مگر پھر کچھ بھی تعجب نہیں ہوتا کیونکہ حضرت عیسیٰ تو پھر بھی بڑے رتبے کے پیغمبر تھے۔ بے باپ کے پیدا ہونے تھے معجزے کی طاقت سے مردوں کو جلاتے۔ اندھوں کو بینا۔ کوڑھیوں کو چنگا کرتے تھے ان کی نسبت ایسا شبہ کر لیا گیا ہو کہ یہی خدا ہیں یا یہ بھی خدا ہیں تو انسان کے ضعف سے کچھ بھی بعید نہیں۔ لیکن ہم مسلمانوں کا کیا حال ہے کہ ہم میل ایک جم غفیر قریب قریب بطرح کی مدارات ہر ایک شخص کے ساتھ کرتا ہے۔ جبکہ بزرگ سبھ لے تو ہم کس منہ سے اعتراض کر سکتے ہیں یہود پر نصائے پر مشرکین پر یہ

باقی رہی تاویل کہ ہم ان کی تنظیم کرتے ہیں نہ پرستش ہم ان سے شفاعت چاہتے ہیں نہ حاجت سویہ تاویل تو نبی نہیں بلکہ مشرکین سے لی گئی ہے اور خدا کی جناب سے نامنظور ہو چکی ہے وہ بھی یہ کہتے تھے هُوَ لَا یُشْفَعُ اَوْ نَاعِندَ اللّٰہِ یہ ہیں ہمارے سفارشی اسد کی سکر میں (مَا تَعْبُدُوْهُمْ اِلَّا لیتقربوا الی السوء ذلک) ہم تو ان کی پرستش اسی لیے کرتے ہیں کہ اسد کی سرکار میں ہماری رسائی کی تقریب کر دیں کیا انصاف

مانا تو کیا کید وہ کیا جو خدا کے ساتھ کرتے ہیں اُن سے دعائیں مانگیں۔ اُن سے حاجتیں طلب کیں اُن کو خدا کی طرح متصرف با اختیار سمجھا۔ اُن کی وہ تعظیم کی جو خدا کی کی جاتی ہے۔ اس کا نام ہے شرک اور یہی وہ بلا ہے جس کی خدا کو چڑ ہے۔ وہ فرماتا ہے إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (شرک بڑی ہی ظلم کی بات ہے) اور فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (اس کے ماں سے اُس کی تو مغفرت نہیں جو شرک کرتا ہے لیکن شرک سے کم جو گناہ ہوں وہ جس کو چاہے معاف کرے) اور واقع میں شرک تو کھلی کھلی بغاوت ہے۔ جب ایک شخص خدا کو خدا ہی نہیں مانتا۔ پھر اُس سے عید مغفرت کیسی۔ جو تیرا خدا ہوا اُس کے پاس جا اور اُسی سے مغفرت مانگ۔ خیر تو لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو اور اُن کی والدہ کو شرک خدا کی گردانا۔ آدمی سے سب حق ہو سکتے ہیں۔ مگر نہیں ہو سکتا تو یہ کہ وہ اپنے تئیں خدا سمجھے اور فرعون کا انار بکمال اعلیٰ سنا ہو تو وہ اُسکی یہودہ شیخی تھی۔ اور خوشحالی اور حکومت کے غرہ میں اگر حضرت موسیٰ کی ضد سے اُس نے نالائق بات منہ سے بکڑی۔ مجرب بے کسی کا وقت آیا۔ تو اُس کی ساری قلعی کھل گئی۔ حتیٰ اذ ادركه العرق قال امنت ان لا اله الا الذي امنت به بنو اسرائيل وانا من المسلمين (جب لگاؤ بنے تو بول اٹھا کہ میں ایمان لایا اس بات پر کہ ہر خدا پر نبی اسرائیل ایمان لائے ہیں اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مان نکلا) اور فرعون پر کیا موقوف ہو گیا آدمیوں کا یہی حال ہے کہ مصیبت کے وقت اُن کو خدا یاد آتا ہے اور خوشحالی میں خدا کی کچھ پروا نہیں کرتے چنانچہ انسان کی اس عادت کو خدا تعالیٰ نے اس طرح پر بیان فرمایا ہر حتیٰ اذ اكنتم في الفلك وجرين بهم بسبح طيبة وفرحوا بما آجاءهم تباريح عاصف وجاءهم اللوج من كل مكان وظنوا انهم احيط بهم دعوا الله فخلصناهم له الدين لئن ابغيتنا من هذه لنكونن من الشكرين فلما ابغاهم اذا هم يبعثون في الارض بغيا لحتى يا ايها الناس انما ابغيتكم على انفسكم منلئ الحيوة الدنيا ثم الينا مرجعكم فنبتلکم بما كنتم تعملون (یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور باد موافق اُسکو لے چلتی ہے اور مرضی کے موافق ہوا پکار کر خوش ہوتے ہیں تو ہوا کا جھونکا ناؤ کو الگ کرتا ہے اور ہر طرف سے موجیں آنے لگتی ہیں اور لوگوں کو خیال ہوتا ہے کہ اب تو ہم گھر گئے تو بڑے خلوص کے ساتھ خدا کو پکارنے لگتے ہیں کہ اگر ہم کو اس بلا سے نجات دے تو ہم تیرے شکر گزار بندے ہو کر رہیں گے۔ جب اُنکو خدا نجات دیتا ہے تو نالائق خشکی میں جا کر بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ لوگو یہ بغاوت تمہارے ہی حق میں مضر ہے دنیا کے جیتے جی کے فائدے

ما یكون لی ان اقول مالیس لی بحق پر بس کرتے کیونکہ اتنا کہنے سے وہ اپنی صفائی کر چکے تھے۔ مگر نیلا تو قریب کے بھوکے ہوتے ہیں ان کو خدا سے بات کرنے کا موقع ملے تو ایک منٹ کی جگہ ایک گھنٹہ لگا دیں جو وقت حضرت موسیٰ کو خلعت پیغمبری عطا ہو رہا تھا تو خدا تعالیٰ نے پوچھا وَمَا لَکَ اَبَیْتَکَ یَا مُوسٰی (موسیٰ تیرے ماتہ میں کیا ہے؟ عرض کیا ہی عصائی۔) ہی کا لفظ بھی زیادہ ہی تھا مگر عصا سے ہی عصا کہنے میں کچھ دیر لگتی تھی۔ پھر موسیٰ تو ہی عصا پر بھی کب بس کرنے والے تھے عرض کرتی ہیں اور کرتے ہی چلے جاتے ہیں اتو کا علیہا و اھش بہا علی غنمی لی فیہا ما رب اُخری دیں پھر ٹیک لگاتا ہوں اور درختوں کے پتے جھاڑ کر بکریوں کو کھلاتا ہوں۔ اور اس سے میرے اوپر بھی مطلب نکلتی یہی حال حضرت عیسیٰ کا ہوا۔ بلکہ انکو تو اپنی صفائی بھی کرنی تھی جہاں تک زبان نے یاری ہی کہتے ہی چلے گئے۔ کہ میں نے ایسی نالایق بات منہ سے نکالی ہوگی تو تجھ کو ضرور خبر ہوئی ہوگی۔ کیونکہ تو تو میرے دل تک کا حال جانتا ہے۔ اور میں تیرے دل کی بات کیا جانوں۔ کہ تو مجھے تبلیغ رسالت کے سوا اور کیا چاہتا تھا۔ اور تجھ سے تو غیب کی بھی کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ ابھی حضرت عیسیٰ کیا چپ کر سکتے ہیں اُن کو اپنی برارت کا جو شل رہا ہے اور کہنے چلے جاتے ہیں کہ مجھ کو تو جو حکم ملا تھا میں نے بے کم و کاست وہی کا وہی اُنکو سنا دیا تھا کہ اللہ کی پرستش کرو جو میرا تمہارا سبک پروردگار ہے۔ اور جب تک اُنکا سیر ساتھ رہا۔ اُن کی خبر رکھتا رہا کہ کہیں تو حید سے بھٹک نہ جاتیں۔ پھر جب تو نے مجھ کو اپنے پاس بلا لیا تو خدا تو آپ اُن کا نگراں حال تھا۔ تجھ کو خبر ہوگی کہ اُنھوں نے میرے بعد کیا کیا۔ ماتے ماتے نبوت کی شان نہیں جاتی۔ اُمت کی وجہ سے مفت جواب ہی میں پڑے گئے۔ اپنا قصور نہیں لگاتا وہیں مگر امت کے حال پر جو شفقت تھی اس میں کمی نہیں آتی۔ وہ لوگ خدا کے ساتھ شرک کریں انکو جواب ہی میں کچھ نہیں اور یہ ان کی سفارش کریں کہ اسے خدا اگر تو انکو سزا دینی چاہے تو تیرے بندے ہیں تیرے حکم سے باہر نہیں۔ جو چاہے سزا اور اگر تو ان سے درگزر فرمائے تو کوئی تیرا ماتہ پچھنے والا نہیں کہ تو کیوں انکو معاف کیے دیتا ہے۔

اسی طرح میں ایک دن سورہ یوسف پڑھ رہا تھا۔ جب اُس مقام پر پہنچا جہاں حضرت یوسف قید ہو چکے ہیں اور اُن کے ساتھ کے دو قیدیوں نے خواب دیکھے ہیں اور اُن سے تعبیر پوچھی ہے تو اپنے فرمایا لَا یَاتِیْکُمَا طَعَامٌ تَرْزُقَانِہُ اِلَّا نَبَا تَکْمَا بِنَاوِیْلَہُ قَبْلَ اَنْ یَّاتِیْکُمَا ذَلْکُمَا مِمَّا عَلَّمْنِیْ فِیْ تَرْکٰتِ صَلَۃٍ قَوْمٍ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَہُمْ بِالْآخِرَۃِ ہُمْ کَافِرُوْنَ وَاتَّبَعْتَ مَلَآئِیْہِ اِبْرَہِیْمَ وَاسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ

ہے کہ وہ خدا کی نظر میں ایسی ہی شفاعت اور ایسی ہی تقریب کے ہوتے مشرک ٹھہریں اور ہم موحّد کے موقّد  
توحید نہ ہوتی بی بی تمیز کا وضو ہوا کہ وہ کیسی طرح ٹوٹتا ہی نہیں۔ پس ہنسنے بنی اسرائیل کی طرح خدا کے ساتھ  
ایک دعائی خصوصیت پیدا کر رکھی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے نحن ابناؤ اللہ واحباؤہ (ہم اللہ کے فرزند ہیں  
اور اس کے دوست) لن تمسنا النار الا ایا ما معدودة (سوائے چند روز کے ہم کو آتش دوزخ چھوئیگی  
بھی تو نہیں) اُنسے پوچھا جاتا ہے اتخذتم عند اللہ عهداً فلن يخلف اللہ عهدکم ام تقولون  
علی اللہ ما لا تعلمون (کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لیا ہے کہ خدا اپنے عہد کے خلاف نہیں  
کر سکتا یا بے ہانے بوجھے خدا پر ہتان بندی کرتے ہو) اگر ہمے پوچھا جائے تو کیا جواب ؟ \*

لوٹو اصل مطلب کی طرف دو باتیں متیقن تھیں ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی اور اپنی والدہ کی  
پرستش نہیں کرائی چاہی دوسری یہ کہ خدا کو بھی علم تھا کہ انھوں نے نہیں کرائی چاہی۔ با اینہم چونکہ خدا کو شکر  
سے حد و درجہ کی ناراضی ہے۔ خدا نے نہ تو حضرت عیسیٰ کے تقریب کا پاس کیا اور نہ انکی برارت پر نظر فرمائی۔ اور  
ہمارے محاورے کے مطابق اُنسے نہ صرف کیفیت دریافت کی بلکہ جواب طلب کیا ؎ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ  
دکھانا تو نے لوگوں سے کہا کہ تم کو خدا میری ماں کو خدا (بھو) حضرت عیسیٰ کو اپنی برارت معلوم تھی اور یہ بھی جانتے  
تھے کہ خدا کو بھی میری برارت معلوم ہے۔ چاہیے تھا کہ ہیکڑی اور بے باکی سے جواب دی کرتے مگر یہی شہر  
بہ ہمدید گر برکشید تیغ حکم ؎ بمانند کرد بیان صُستم و بکم

سوال سن کر حقراٹھے اور جواب ہی کا وہ پیرایہ اختیار کیا کہ اقراری مجرم بھی نہیں کرتا بلیت  
گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ تو در طریق ادب کوش و گونا گاہ من ست

چھوٹے ہی تو یہ عرض کیا سُبْحٰنَكَ اے پروردگار تیری شان اس سے کہ کوئی تیرا شریک خدائی ہو اَوْفِ  
واعطی ہے۔ اے عیسیٰ تیر خدا کی رحمت اپنی صفائی ظاہر کرتے ہیں مگر کس غیبی سے تعلیم شرک کا الزام تھا پہلے ہی  
شرک کی جڑ کاٹ دی اس کے بعد عرض کیا مَا يَكُونُ لِيْ اَنْ اَقُولَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ قَوْلٌ بَلْ اَمْرٌ اِذَا اَمَرْتُ فَاَتٰ بِهٖ اَمْرٌ  
کسی سزاوارہ تھی میں تیر لطف سے رسول بن کر گیا تھا اگر خدائی کا دعویٰ کرتا تو اپنے تئیں آپ ہی جھٹلاتا اور  
بھکو وہ خدائی چھتی ہی کب تھی۔ دو سکر لوگوں میں اور مجھ میں سات کے سوا اختیار ہی کیا تھا کہ میں خدا  
بننا چاہتا۔ ساری حاجتیں اور ضرورتیں جو دوسروں کو پیش آتی ہیں مجھ کو بھی پیش آتی تھیں۔ بے اختیار ہی  
درمانگی جینی دوسرے میں دوسری مجھ میں۔ حضرت عیسیٰ چاہتے تو صرف سُبْحٰنَكَ کہہ کر چپ کر جاتے۔ یا خیر

تصدیق کی کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ تمہاری امت آپ بہکی۔ تنے کسی کو نہیں بہکایا۔ تم ہمارے بندے تھے اور بندگی کی شان سے رہی۔ ادرا ب بھی ہمارے مقبول بندہ ہو۔ یہ بلغ جن میں نہریں دوڑتی تھیں تم ہی جیسو کے لیے ہیں یہ نہیں کہ دیکھا بھالا اور رخصت۔ بلکہ تم ہی ان باغوں کے مالک ہو اطمینان کے ساتھ ان میں رہو سوہو ع  
پشتم ماروشن و دل ماشاد

اس کوع کے پڑھنے سے ذہن میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ سے باز پرس کی گئی تو ایسا نہو کہیں ان بزرگوں سے بھی خدا پوچھ بیٹھے کہ کیا تنے لوگوں سے کہا تھا کہ ہماری قبریں شاندار بناؤ۔ اُنہی قہر قہر غلاف اڑھاؤ۔ پنکھے چڑھاؤ۔ روشنی کرو۔ میلے جاؤ۔ دھولک بجھاؤ۔ ناچ کراؤ اور ہماری اسی تعظیم کرو کہ ہمیں اور عبادت میں تمیز کرنی مشکل ہو۔ شفاعت کے لیے ہمارے آگے گڑاؤ۔ اور حاجت کے لیے خدا کے آگے نہیں۔ یہ بزرگ تو حضرت عیسیٰ کی طرح عذر و معذرت کر کے چھوٹ ہی جاتیں گے مگر دیکھیے امت پر کیا بنتی ہے \*

یہ ہے وہ سلام جو لوگ منوانا اور یورپ اور امریکہ میں لیجانا چاہتے ہیں۔ بھلا کوئی شخص جسے سر میں مانغ اور دماغ میں عقل اور عقل میں سلامت ہے ایسے سلام کو مان سکتا یا ایسے سلام میں وہ سکتا ہے اور پھر اس زلمے میں۔ وہی تمہارے قادیانی صاحب کی شل ہوئی۔ مجھ کو تو ان بزرگ کی خدمت میں نیاز نہیں۔ مگر میں انکا دہلی تشریف لانا سنا اور یہ بھی سنا۔ خدا جلنے غلط یا صحیح کہ اپنے تئیں مسیح موعود کہتے ہیں۔ میں نے تو سن کر یہ کہا تھا کہ آج کو سچ مچ کے مسیح اتر آئیں تو یہ ایسا ٹھہرا اور بڑا وقت ہے کہ انکو بھی اپنا منوانا مشکل ہو۔ ان بچوں کو کون پوچھے گا۔ آخر وہی ہوا کہ اب تو انکا غل دبا سا گیا۔ لیکن میں مسلمانوں کو آگاہ کیے دیتا ہوں کہ یہ نہجرت کا غل سانی سے دبنے والا نہیں۔ اس واسطے کہ یہ شورش کسی ایک شخص خاص کی پیدا کی ہوئی نہیں۔ اسے کاش یہ شورش پیدا احمد خاں کی ذات خاص سے پیدا ہوتی ہوتی کہ ایک دن انہی کے ساتھ مٹی میں دب جاتی ہے اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ نہیں نہیں۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہے زمانہ کی۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہے انگریزی عملداری کی۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہے انگلش ایجوکیشن کی۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہے لوگوں کے مخصوص خطرہ کی۔ سید احمد خاں کو اگر اس سے تعلق ہے تو سید محمد کہ ان کو خدا نے گڈ کی سی آنکھ دی کہ جو بلا آنے والی تھی اور آگئی انہوں نے اُنکو چلنے سے دیکھ لیا۔ بھلے سے ہو تو دیکھ کر چپ کر رہے ہیں ع خدا جو بیٹھے بٹھائے اُسے خراب کرے۔ لگے غل مچانے۔ یہ شورش تو تب بے کہ خدا انگریزی عملداری کو غارت کرے اور وہی لکھے قتل کی سی گھس گھس پھر ہونے لگے۔ نہ ریل ہو۔ نہ تار ہو۔ نہ ڈاک ہو نہ منی آرڈر ہو نہ دلیوری ہو۔

ماکان لنا ان نشرك بالله من شئ ذلک من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون  
یا صاحبی السبعین ارباب متفرقون خیر امل الله الواحد القهار ما تعبدون من دونه الا اسماء  
سمیتموها انتم واباؤکم ما انزل الله بهما من سلطان ان الحكم الا لله امر ان لا تعبدوا الا  
ایاہ ذلك الدین للقیم ولكن اكثر الناس لا یعلمون یا صاحبی السبعین اما احدکم ارجو ان حضرت یوسفؑ بیگناہ  
قید ہو گئے تھے اول توقید ہی بے حرمتی کی چیز ہے اور پھر ایک بھوٹی تمّت پر۔ ضرور متعجل ہونگے کہ کتب وقت  
آئے کہ میں عذاب سے بھوٹوں۔ بارے خدا کا کرنا۔ اذا اراد الله شیئاً ہیناً اسبابہ (جب اللہ کسی چیز کا ارادہ  
کرتا ہے تو اُسکے سبب مہیا کر دیتا ہے) کیوں بادشاہی رکابدار اور ٹیلر (ساتی) یوسفؑ کے ساتھ قیدی  
جائیں اور کیوں انکو خواب دکھائی دیں۔ اور کیوں یوسفؑ سے تعبیر پوچھنے کی ضرورت واقع ہو اور یوں یہ  
واقعہ قید خانہ سے یوسفؑ کے خلاص پائیکا سبب ہو جائے۔ انھوں نے خواب بیان کیے تو یوسفؑ نے  
کہا گھبراؤ نہیں کھانے کے وقت سے پہلے پہلے میں ملکہو تعبیر بتا دوں گا۔ خدا نے مجھ کو اسکا سلیقہ دیا ہے کیونکہ  
میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو خدا کو نہیں مانتے۔ اور آخرت کے منکر ہیں میں اپنے آبائی دین یعنی ابراہیم  
اور اسحق اور یعقوبؑ کے دین پر ہوں ہم لوگ کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں سمجھتے۔ اور یہ اللہ کا احسان ہے  
ہم پر اور لوگوں پر۔ لیکن کبھی لوگوں کو دستور ہے کہ احسان نہیں مانتے اے یار ان مجھ سے بھلا سمجھو تو سہی کہ کئی  
خدا کا ہونا بہتر یا ایک زبردست خدا کا جو سب پر حکمرانی کرے۔ خدا کے سوا تم جنکو پوجتے ہو بس ان کا نام ہی  
نام ہے۔ خدا کے پاس سے تو اُس کی کوئی سند آتی نہیں اور خدا کے سوا دوسرے کو حکم دینے کا اختیار نہیں  
اُسے تو یہی فرمایا ہے کہ میری ہی پرستش کرو۔ سچا دین یہی ہے مگر بتیروں کو معلوم نہیں۔ اے یار ان مجھ سے  
تم میں ایک) آگے چلکر خوابوں کی تعبیر کا بیان ہے۔ تو مجھ کو یہ خیال آیا کہ حضرت یوسفؑ سے پوچھی تو گئی خواب  
کی تعبیر وہ دوسرا دکھڑا لے بیٹھے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ دکھڑا رسالت کا دکھڑا تھا جو ہمہ وقت حضرت  
یوسفؑ علیہ السلام کے نصب العین تھا۔ ان کی تمام دنیاوی ضرورتوں پر مقدم لن اجد من دونه ملحد الا بلایا  
من الله ورسالاتہ (مجھے اس کے سوا کہیں پناہ ہی نہیں کہ خدا کا پیغام پہنچا دوں اور حق رسالت و اکروں) میں  
لائن سے اِدھر اُدھر جوتا ہوں اور اس کی وجہ ہے میری کم شقی۔ بے مہارتی ۛ

جب حضرت عیسیٰؑ اپنا اظہار دے چکے تو اللہ جل شانہ حکم کا حکم کرنے پر حکم صادر فرمایا کہ آج وہ دن  
ہے جو چرچ بولتا ہے سچ اُسکے کام آئے اور وہ سچ سے فائدہ اُٹھائے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی

علاوہ اسکے ہر قسم کی کتابیں دو فارسی عربی دکان محمد نذیر حسین تاج کو کتاب علی بازار دریا کے  
 مل سکتی ہیں اور ہندوستان کے مشہور مصنف مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب  
 کی کتابیں ہماری دکان سے ملتی ہیں

نام کتاب	نام کتاب	نام کتاب	نام کتاب
سیرۃ الفاروق یعنی سوانح عمری	تذکرہ غوثیہ یعنی سوانح عمری	دفعہ بہ ایک دفعہ کا ناول	الجزیرہ - نقطہ جزیرہ کی تفصیل
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	ملفوظات لانا غوث علی صاحب	مربع ہلی جنوں یعنی ہلی جنوں	کرکس زبان کا لفظ ہے اور جزیرہ
کے وقت اخیر زمانہ خلافت کا	تواریخ عجیبہ موسومہ سوانح احمد علی	کی نظم میں بطور ڈراما کے	یہ کتاب ہے بجا کر کیا ہے
ذکر ہے قیمت فی جلد	مصنفہ حضرت سید محمد صاحب	حسن ہے پر معنی فریگیوں کا	سلطان لاؤ کار فی مناقب
شرف المناقب یعنی سوانح عمری	معین الارواح یعنی سوانح عمری	کچا چٹھا	غوث الابرار
بوعلی شاہ قلندر بابائی جی	خواجہ معین الدین حسن بخاری	حسن بخیا بہت ہی عمدہ ناول	رسالہ جادو
روضۃ الاقطاب روایت سوانح	چشتی اجیری علیہ الرحمۃ	درگیش نندنی عمدہ ناول ہے	احوال مشائخ
عمری حضرت خواجہ قطب الدین	کتاب ناول وغیرہ	شہید فانیہ بنظیر ناول ہے	حکایت اصحابین
بختیار کاکی	ملک العزیز درجہ اولیہ ناول	ناول مسعودیہ ہی قابل ہے	اعجاز غوثیہ
آئینہ سکندری یعنی سوانح عمری	ہے حسین شہنشاہ شوکت اسلام	پیرنا باغ یہ عمدہ ناول ہے	کمالات عزیز
سکندر عظیم شاہ مقدونیہ	دینی خوش اسلام کے بے نظیر ناول	قصہ حساب یکم - عمدہ قصہ	مونس لڑاکا کرین فارسی
سوانح عمری عمرو عیار عمدہ کتاب ہے	نظر آتے ہیں -	ناصر - ہمیں اچھی نصیحتیں	مصباح المجالس
سوانح عمری ملا دو پیازہ	منصور و موہنا یہ ناول ہے	اور عمدہ عمدہ مفید باتیں	فضیلت کتا گیا معلم الطلیعہ
حیات نورجہاں یعنی سوانح	جبیں سلطان محمود غزنوی کے	بچوں کے لئے دلچسپ ہیں -	سنگر سہیلی
عمری نورجہاں بیگم	جوغل اسلامی و ہندو راجہ جی	شہنوی صبح عید	شہنوی گہت گل یہ شہنوی جلد
تذکرہ تیموریہ یعنی سوانح عمری	بہادری کی سچی تصویریں	لکچر اسلام	الطبع ہے
امیر تیمور شاہ صاحبقران	نظر آتی ہیں -	لکچر مسلمانوں کی نماز پر	سیرالادبیا مصنفہ حضرت اخیر
تذکرہ الحسنین یعنی سوانح عمری	بزم خیال حصہ اول قابل ہے	تماز اور اسکی حقیقت حسین	خلیفہ حضرت نظام الدین
حضرت امام حسین	دکشن حصہ اول عمدہ ناول ہے	نماز کی خوبیاں اور افضل	زری زریعت و دیوبی
سوانح عمری شیخ ابو الفضل	ایضاً حصہ دوم	عبادت ہونا عمدہ پیرایہ	افضل العوامہ لغزات حضرت
سوانح عمری راجہ بیربل	دلربا یہ بہت عمدہ ناول	میں نہایت کیا ہے -	نظام الدین لکچر حضرت
تذکرہ یعنی سوانح عمری اپنا	ناول جہانگیری یہ بھی قابل ہے	باقیات الصالحات	رسالہ لکچر اور لکچر



پارسل ہو نہ دیو اسلامی ہو نہ چاقو ہو۔ نہ سوئی ہو نہ انگریزی کپڑے ہوں۔ نہ امن ہو۔ نہ آسائش ہو نہ زندگی ہو۔ نہ حقوق کی حفاظت ہو۔ نہ فریاد کی شنوائی ہو۔ نہ بندوبست ہو۔ نہ انتظام ہو۔ اگر یہ منظور ہو تو میں قرآن کے لفظوں میں کہتا ہوں تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم و نساائنا و نساائکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتمل فجعلاً لعنة الله (اؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم بھی اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم بھی گھر کی بیویں کو بلائیں اور تم بھی گھر کی بیویں کو بلاؤ۔ اور ہم بھی ہوں اور تم بھی ہو پھر خدا کے آگے گر گرائیں اور جھوٹوں پر لعنت کریں) نصارت بخبران میں سے چند لوگ آنحضرت صلی علیہ وسلم کی خدمت میں مباحثہ مذہبی کے لیے آئے اور جناب رسول خدا صلی علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ایک لکھتہ تول سے اپنے عقائد کے قائل نہیں ہیں اس پر آپ نے ان سے مباہلہ یعنی قما قسی کیا اور آنحضرت نے اپنے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب اور دونوں صاحبزادوں حضرت حسن و حسین کو لیا اور فرمایا اللہم هؤلاء اہل بیتی (اے پروردگار یہ ہیں میرے گھر والے) لیکن نصائے نکل بھاگے اور قسم کھانے لگے کہ سنو ہوتے۔

وہاں میں نے یہ ہے علی اللکاذبین ہم کو کتنا چاہیے علی اہل یوں دبا یا علی الکلیلین تو میں بھی تمہارے ساتھ قما قسی کرنے پر رضی ہوں۔ کوئی ایک تو تم میں سے آئین کہو۔ مگر یہ سمجھے رہنا کہ دن رات میں کوئی نہ کوئی گھڑی قبولیت کی بھی ہوتی ہی ایسا نہ کہ آئین کہنے کے ساتھ لاہور میں سکھ اگر اپنا عمل دخل کر لیں۔ اور حمایت اسلام کے ممبر جو ہوں کے بلوں میں گھستے پھر میں بغرض یہ ہجرت کی شورش تو تب دے کہ انگریزی عہداری اٹھ جائے۔ یا تب بے کہ مسلمانوں کو کچھ کرنا نہ پڑے اور انکی دنیاوی حالت آپ سے آپ درست ہو جا۔ مگر یہ تو شیخ جلی کے سے منصوبے ہیں نہ انگریزی عہداری کے اٹھنے کی کوئی صورت ہو اور نہ اٹھے گی۔ اور مسلمانوں کو اپنی دنیاوی حالت کے مزاج کو اصلاح پر لانے کے لیے آج کے آج اور کل کے کل چاروں اچار انگریزی تعلیم کا سہل لینا پڑے گا۔ علیگندہ کالج کا سہل لیں تو اور حمایت اسلام کا سہل لیں تو۔ وہ جلاب یا کسٹریل کا جلاب ہی۔ اور یہ تمہارا ویسی المتاس۔ اب جبکہ جو بچے بہتر ہے کہ یہ المتاس کا جلاب تیار ہے۔ انکھیں میچکری بھی جاؤ۔ شاہاش۔ شاہاش۔ وہ پی لیا۔ وہ پی لیا۔ اب ذرا طبیعت کو میری باتوں میں مشغول کرو کہ جلاب اچھی طرح آتے جا لیکن جن کی دوکان سے جلاب بندھ کر آیا ہے یعنی بحسن حمایت اسلام کے سکرٹری فشی شیلین صاحب سروسٹ جلاب کے دام بھی لگ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسیں لکچروں کی اصلی شیر خشت اور نظموں کی ترجمین قیمتی ہوا میں ہیں تو بھائی مانگیں سو دو ہزار روپیہ تو ماتمہ کامل ہو۔ تم اچھے ہو جاؤ گے تو بہتر کہا لو گے۔

جناب لنا ویا فضل و لنا مولوی حافظ محمد زید احمد خان صاحب

متعلق  
اجلاس ہشتم محمدن ایجوکیشنل کانفرنس  
منعقدہ  
۲۴ دسمبر ۱۹۶۹ء بمقام علی گڑھ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

کہہ چکے پر آیا ماہ دسمبر  
بندھا ہے نندل ترقی کا چکر  
کہہ ہے یہ بھی اک رسم دنیا مقرر  
سب نفل جاتے ہیں لوگ کھا کھا کے ٹھوکر  
ہلالوں کو بستے ہوئے بدر انور  
ہر روز طبیعت و خست تناور  
کہہ اسلام کو ہو کالی مکہ  
اگر ہو تو جانو ہوئے موسم بچہ  
تو جانو لگا بنے اُٹا سمندر  
زمان و زمین بید کی طرح تھر تھر  
دم غمہ ذکر الہ اکبر

پھر آخر ہوا سال خورشید خاور  
لگا رہا ہے آہستہ آہستہ بڑھنے  
مسلمانوں پصادق آئے تو جانیں  
اچھل آئے ڈوبے ہوئے کتنے بڑے  
ہم ان اپنی آنکھوں سے دیکھ آئیے ہیں  
ہوئے ہیں بہت دائرے بے حقیقت  
لیکن بظاہر توقع نہیں ہے  
اگر ہو تو سمجھو کہ جی اٹھے مردے  
تو سمجھو ہوا خرق عادت محقق  
گئے دن کہ اسلام سے کا پتہ تھے  
بت و برہن کی زبان پر تھا جاری

تصنیفات فاضل اجل جناب مولانا مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی ترسیم مشعر مع حاشیہ  
 کاغذ کی عمدگی چھاپہ کی صفائی نے خریداروں کے دلوں کو از سر نو شوق دلایا ہے جسکے  
 نام مع قیمت درج ذیل میں محصول ذمہ خریدار ہے

بیت	نام کتاب
۸	مرآة العروس کاغذ ولایتی صفحہ ۲۴۰ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) مستورات کی خانہ داری کے بیان میں
۷	بنات النعش ترسیم شدہ کاغذ ولایتی مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون).....
۴	ایضاً کاغذ رسی فی جلد.....
۷	توبۃ النصوح مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) تعلیم خدا پرستی میں فی جلد.....
۱۰	محضات یعنی فسانہ مبتلا کاغذ ولایتی صفحہ ۲۴ مطبوعہ مطبع انصاری (مضمون) تعلیم و ازدواج کے نقصان میں.....
۱۲	ابن الوقت مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) انگریزی وضع اولاد نہ ہونے کے نقصان میں فی جلد.....
۱۰	موعظہ حسنہ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) تعلیم مفید نصیحت فرجام نامہ و پیام فی جلد.....
۴	مختب احکامات مطبوعہ افتخار دہلی (مضمون) حکایات و عجیب مع حال مطلب فی جلد.....
۱۲	چند پند مطبوعہ افتخار دہلی (مضمون) مبتدی چوک پر سننے کی اردو کتاب جمیل انکے لیے مفید مضامین جمع کیے گئے ہیں.....
۲	صرف صغیر بیہ قواعد فارسی فی جلد.....
۱	انصاب خسرو یہ کتاب انصاب میں ہے فی جلد.....
۱	اتمام حجتہ یہ رسالہ نظم صلاح قوم کے بارے میں ہے فی جلد.....
۱۰	مبادی احکمتہ زبان اردو مطبوعہ افتخار دہلی (مضمون) علم منطق میں بہت عمدہ کتاب ہے جسکے صلے میں مصنف کو کارگلشہ و نعام حجتہ ایامی یہ مولوی صاحب مدوح کا جدید تصنیف کیا ہوا ناول ہے فرضی قصہ ہے اس میں یہ عورتوں کے کالج نہ کر سکی دینی و دنیوی خرابیاں دکھائی گئی ہیں فی جلد.....
۲	رسم خط (مضمون) قواعد الملو و انشاء مبتدی بچوں کے لیے نہایت فائدہ پہنچا نیوالی اور بہت بکا ارد کتاب ہے فی جلد.....
۱۰	لکچر و کان مجموعہ یہ مولوی صاحب موصوف کے کل لکچر و کان مجموعہ ہے جو انہوں نے وقتاً فوقتاً قومی مجلسوں، مجلسوں و مجلسوں میں لاہور دہلی اور علیگڑہ و غیرہ شہروں میں کیے ہیں جسکا ایک حصہ بطور مجموعہ لاہور میں چھپا تھا مگر انہیں پسپا لکچر تھے اور بڑی عزیز و محبت سے جن کے کل لکچر و کان مجموعہ و ترسیم مولوی صاحب مدوح یہ لکچر و کان مجموعہ کے خوشخط اور عمدہ لایتی کاغذ و سر عام پوری کاپی مطبع انصاری میں چھپو ایامی انگریزی عبارت کے مضے بطور فٹ نوٹ لکھتے ہیں قیمت کاغذ ولایتی ۴۰ ایضاً کاغذ رسی فی جلد.....
۲	لکچر و سمبر شدہ جو مقام دہلی محمدان ایجوکیشنل کانسفرنس کے انھوں نے اجلاس پر دیا گیا تھا.....
۸	مافینک فی الصرف عربی اردو زبان میں یہ کتاب مبتدیوں کے لیے نہایت بکا آمد ہے (ترجمہ) کاغذ ولایتی
۵	ایضاً کاغذ رسی فی جلد.....

المستہر محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دیر بکلاں

درختوں پھل اور پھلوں پر پرندے  
 ہوئے ہیں گر چھپے سنتے سنتے  
 ہر اک قطعہ پھلوں کے تختے کے تختے  
 تعالیٰ الدفواروں کی سر بلندی  
 فواکہ اگر کھائیے رزق طیب  
 مئے ہوں گرا و صاف جنت کے تنے  
 نظر لگ گئی پھولتے پھلتے اُس کو  
 اب انکی یہ نوبت ہوئی ہے دیرینا  
 نہ سبز نہ سایہ نہ اک قطرہ پانی  
 جہاں نعمہ خواں جھنڈتھے طائر و نکلے  
 اُسی وہ کیا ہو گئیں سب بہاریں  
 جہاں وہ گئیں یہ تما بھی جائے  
 خزان ہو تو جائے شکایت نہیں ہے  
 مگر یہ تباہی اور اتنی تباہی  
 نہ وہی ماتم داد اس الم کا  
 مگر صرف رونائے رانڈوں کا شیوہ  
 یہ مردوں میں لڑوائے اور بے کیسی  
 بقیہ ہمیت کمر چست باندھو  
 خدا کے لئے کوئی صورت نکالو  
 مسلمان فاقوں سے مرنے نہ پائیں  
 اگر تم میں ہے مروت اور مروت  
 جو تم کو حیثیت دے اچھو گئی ہے  
 سہارا لگاؤ علی قدر طاقت

زمین پر دھڑے دیتی ہیں ٹہلیاں سر  
 شب و روز صبح و سہا گوش گل کر  
 ہر اک عوض پانی کی چادر کی چادر  
 کہ قطرے بنے انجم چرخ چنبر  
 شکوئے اگر سو گئے شک و غم  
 اسیکا نمونہ تھاروئے زمیں پر  
 حوادث کی پیہم چلی باد صبر  
 کف دست میدان ہے جیسے کٹر  
 نہ لطف تفریح نہ تفریح منظر  
 پڑ ہے میں وہاں منتشر شک پر  
 مزین ہیں جن کے بیانوں سے دفتر  
 کہ ہم بھی انھیں دیکھتے اک نظر بھر  
 کہ ہر باغ کے واسطے ہے مقدر  
 اور ایسی تباہی ہے اک امر آخر  
 اگر رویے تا قیامت برابر  
 کہ انکو مناجات حالی ہے ازبر  
 کہ میٹھو منقص اور اٹھو مکدر  
 ذرا دل کو مضبوط رکھو براور  
 بتاؤ کوئی ایسی تدبیر مل کر  
 کہ اب ان کی حالت ہے بدتر نکھر  
 اگر کچھ ہے پاس خدا و پیہم بر  
 اگر تم پہ چلتا ہے غیثت کا منتر  
 اسی طرح اٹھتے ہیں لوگوں کے پھر

جدھر رخ کیا سلطنت زیر فرمان  
یہ حاکم ہر اک شخص ان کی حریت  
زمانے میں اُس وقت جتنے ہنر تھے  
یہ ممتاز تھے حق بجانب کہ کوئی  
طبیعت میں ہر ایک کے نگہ ساری  
خدا نے عجب دل دے تھے کہ جنہیں  
اگر صبح کو اڑنے بھائی بھائی  
کبھی رونق افسانے بزم سرقہ  
لڑائی میں ایک ایک سن سچ بھاری  
لگیں دشمنوں کے تئیں ہو کے چھڑے  
بھگایا ہے اعدا کو یوں غازیوں نے  
خدا اور رسول خدا ان کے حامی  
ہلا ڈالی بنیاد ایوان کبرے  
پراس سے کہ داد کو تھمہ ہوا تھا  
ٹبروں نے پیٹے ہوں شال درو شالے  
رہے ہو گئے اگلے حزانوں کے مالک  
ہمیں مر گئے جبکہ فاقوں کے مارے  
خدائی بدل جائے والد بالمد  
مگر کیا کیا جائے آخر تو دل ہے  
چکھتا ہے دیکھے سے درد مصیبت  
خصوصاً وہ دل جبکو سینے میں اپنے  
لکھایا تھا اک باغ مانا نے ان کے  
بکثرت ریاحین و گلہائے رنگیں

۱۹

جدھر آنکھ اٹھائی ملک مسخر  
یہ آقا تمام آدمی ان کے نوکر  
یہی سب میں فائق ہی سب میں برتر  
نہ نہ مقابل نہ ثانی نہ ہمسر  
مزاجوں میں سب کے شرافت کا جوہر  
کسی کی طرف سے نہ تھا کس نہ مضمر  
تو چہ شام تک ہو گئے شیر و شکر  
کبھی مرد میدان و سالار شک  
شہیدان بدو شجاعان خیمبر  
اگر پھینک دیں لے کے ٹٹھی میں کنکر  
اڑا کر ہوا جیسے لے جائے پھڑ  
کوئی اسکے اُن سے کس طرح برسر  
رگزدی پکڑ کر دن ملک قیصر  
بھلا بھوکے پوتوں کو سیری ہو کیونکر  
دیس نہیں اُن کی نسلوں کو دھوتر  
ہمیں ایک پیسا ہے کبریت احرار  
بزرگوں کے کٹکت کے ٹپکے فرغ  
اگر ہم سنو جائیں اتنے بگرہ کر  
سر پہ التاثر نہ لو با نہ پتھر  
اذیت سے ہوتا ہے بے چین و مضطر  
لئے بیٹھے ہیں یہ بزرگ سمندر  
کئی سو برس تک رہا تازہ و تر  
با فراطمشت و سرو و صوبر

لے لے کر اپنے سر پہ تازہ خان کی طرح اشارہ کیا۔

ہر کے راہر کار سائنسدان میل آن اندر دلش انداختند اب ہم سر راہی کی سرحد پہنچ گئے ہیں ۵

الکیم سرسوتے بتر پریم فروغ تجلی بسود پریم

## بسم الرحمن الرحیم

وَقَدْ فَانَا لَوْ تَدْرُكُنَّ فَيَدْرُكُنَّ هُنَّ ۚ يَكْرَاهِي قُرْآنُ مجید کی ایک آیت کا جو سکون میں واقع ہے وَقَدْ فَانَا  
 مادہ ہے وَقَدْ اور اسی سے ہے مَوَادَّةٌ وِ دَا دِ شلشتہ جس کے معنی ہیں۔ دوستی محبت رغبت خواہش  
 میلان خاطر و اشا لہا تدھن اور یدھن دونوں باب ادھان سے ہیں اور اُسکا مادہ ہے دھن  
 جس کے معنی تیل کے ہیں۔ اور چونکہ تیل کا خاصہ ہے چکناہٹ۔ ادا مان اور مداہنت کے معنی ہیں نرمی لمایت  
 وَقَدْ فَانَا اور یدھن ہونے کی ضمیرین راجع ہیں کفار قریش کی طرف۔ اور تدھن خطاب ہے جناب رسالت  
 آپ سے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو وَدَّوَالْوَتْدُ دھن فیدھن ہونے کے معنی یہ ہوئے کہ اے پیغمبر کفار  
 قریش چاہتے ہیں کہ تم اُن کے ساتھ نرمی اختیار کرو تو وہ بھی تمہارے ساتھ نرمی اختیار کریں۔ قرآن میں  
 اس کی صراحت نہیں ہے کہ کفار قریش پیغمبر صاحب کس طرح کی نرمی چاہتے تھے۔ اور نہ اُس نرمی کا ذکر ہے  
 جس کے کرنے پر کفار قریش آمادہ تھے۔ اس کا یہ چلتا ہے احادیث سے میر سے۔ اس بارے میں ٹہری لمبی  
 لمبی حدیثیں نظر سے گزری ہیں۔ اور توضیح مطلب کے لئے ان کے سننے کو بھی جی چاہتا ہے۔ مگر محکمہ معلوم  
 ہے کہ کتنے مسلمان عربی سمجھ سکتے ہیں۔ اور جو سمجھ سکتے ہیں۔ اُن میں کتنے ہیں جو عربی سن کر خوش ہوتے ہیں  
 اور یہ جو میں کہہ رہا ہوں حاضرین پر نظر کر کے کہہ رہا ہوں جو تعلیم کے اعتبار سے مسلمانوں میں منتخب اور سرکردہ  
 ہیں ورنہ عام مسلمانوں کے شمار کی رو سے بلکہ خواندہ مسلمانوں کی شمار کے رو سے بھی محکمہ کہنا چاہیے کہ ایک  
 مسلمان بھی عربی دان نہیں کیونکہ کوئی چھوٹی سی کسر ہوئی بھی تو وہ کس گنتی میں۔ جنہوں نے برٹش انڈیا  
 کے زمانہ جاہلیت میں یعنی مسلمانوں کے غدر سے پہلے یہ نادانی کی۔ اور انگریزی عداوتی کے لحاظ سے طالب  
 دنیا کے حق میں عربی کے حامل کرنے کو نادانی کے سواے اُور کیا کہا جاسکتا ہے۔ غرض جنہوں نے مسلمان  
 سے پہلے عربی چال کی تھی اور اُن میں ایک کم سواد سا کٹھ لائیں بھی ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ ایسے سب  
 لوگ افسوس کرتے ہیں کہ کیوں بننے عربی جیسی بیکار چیز کے پیچھے اپنا وقت ضائع کیا۔ اور غدر کے ادھر  
 جوبوں ہی سا چرچا عربی کا دیکھتے ہو۔ ان میں مدرسے کے پڑھے ہوؤں کو تو میں کچھ عربی دان سمجھتا ہوں  
 نہیں۔ اور وہ پچاس عربی دان ہو بھی کیسے سکتے ہیں کسی نے بڑی ہمت کی عربی کو سکھنا لیکوئج کے

جو سر تو منسل پہنچو ہی پہنچو  
 بہت سوچکے کھوچکے اب تو چہ تو  
 کوئی حد بھی ہے بدگمانی کی آفس  
 سنا بھی کرو گوش دل سے نصیحت  
 جو دنیا و دین میں ہو ایسا مخالف  
 تو تم کس طرف کے ہوئے منہ سے پھوٹ  
 کوئی بات ہو اُس میں دیں کے ڈرنگے  
 یہ دنیا میں رہنے کے لچن نہیں ہیں  
 مگر ترک دنیا کچھ آساں نہیں ہے  
 ضوابط پہ باندھے ہوئے ہیں خدا کے  
 یہ طامات و دعویٰ میں ہوکے کی ٹٹی  
 پڑے کیا ہو سیکے مذہب کے پیچھے  
 ولے گر کہے دنیوی خاندے کی  
 سیادت کا دعویٰ اور است کا دشمن  
 اُسی باغ کو جڑ سے کاٹے اُجاڑے  
 جو کہنے کوئی بات ایسی تو کہے  
 نہ ایسی کہ سُن کر جسے گر پڑے چھت  
 پڑھا ہوگا قرآن میں دُور اُٹھے  
 خدا کو بھی سمجھے ہو کیا اپنے دل میں  
 ویا اُسکے ہاں بھی کوئی کونسل ہے  
 اُسے طے لینے کی تم سے ضرورت  
 پڑی کیا پرائی تم اپنی نسب پر

بشرطیکہ ان کو کروا پتا رہے کہ  
 کہاں تک کر دے گئے ستم اپنے اوپر  
 ارے ظالموں! اخیراً ہوں سے بدبر  
 کہ سوئے غنہ ہے منہ ع منکر  
 کہ یہ جائے دکن تو وہ جائے اُتر  
 کشاکش میں دونوں کی مجبور و مضطر  
 کوئی کام ہو اُس میں مذہب کی پیچڑ  
 اٹھاؤ چلو تہ کرو اپنا بستر  
 دکھائے کوئی کر کے برغم غم چہر  
 نہ بدلے نہ بدلیں اے یومِ محشر  
 اگر نہ رہے بھی تو زہد مژور  
 سنبھلیو یہ کافر سی بلکہ اکفر  
 تو کیا ضد سے کر لو گئے نقصان سراسر  
 ہمیں تو نہ آیا نہ آئے گا باور  
 کہ جو باغ ہے اس کی میراث ماور  
 کہ دائر ہوا امکان عقلی کے اندر  
 نخل جائے کتنوں کا دب کر کچور  
 کریں یہ تو تم کیوں بھڑاؤں کا کفر  
 کہ حج ہے کشتن حج تو اُسکے لیسر  
 تم اُس کو منسل کے اراکین و ممبر  
 خدا ہو کے محتاج تعلیم دیگر  
 کھل رہیں و کھل رہیں مہیست

کھل رہیں اُنہی سے کن امن و بھلائی کی طرف اور کن مہیست سے مراد ہے کل میسر لہذا خلق لہ



ابا طالب انت کبيرنا وسيدنا فانضمنا من ابن اخيك فمره فليكيف عن شتمنا العتينا وندعه والاله  
 قال فبعث اليه ابو طالب فلما دخل عليه مر رسول الله صلى الله عليه واله وسلم قال يا ابن اخي هو  
 مشيخة قومك وسرا تهم وقد سالوك ان تكف عن شتمنا الهتهم ويدعوك والهلك قال صلى  
 الله عليه واله وسلم يا عم افلا ادعوك الى ما هو خير لهما قال والى تدعوك قال صلى الله  
 عليه واله وسلم ادعوك الى ان يتكلموا بكلمة تدين لهما بها العرب ويملكون بها العجم فقال ابن  
 من بين القوم ما هي واييل لنعطينكما وعشرا مثالا قال صلى الله عليه واله وسلم تقولون لا اله  
 الا الله ففروا وقالوا سلنا غيرها قال صلى الله عليه واله وسلم لو جئتموني بالشمس حتى تضجوا  
 في يدي ما سالكم غيرها فقاموا من عنده غضا با وقالوا والله لنتمتك والهلك الذي  
 امرك بهذا والى انطلقا ملأا منهما ان امشوا واصبروا على الهتكما ان هذا الشئ يراده اس  
 حديث کا حاصل مطلب یہ ہے کہ روسائے قریش نے جمع ہو کر مصالحت کی کہ چلو ابو طالب پاس چلیں اور ان سے  
 چکر درخواست کریں کہ تمہارے بھتیجے صاحب ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتے ہیں اس کا انصاف آپ کے  
 ہاتھ ہے ایسا ہو کہ یہ گالیاں دینے سے باز رہیں اور ہم بھی ان سے اور ان کے خدا سے متعرض نہ بنیں چنانچہ سب  
 لوگ ابو طالب پاس گئے اور اپنا مدعا ظاہر کیا انھوں نے پیغمبر صاحب کو بلا کر کہا بھتیجے یہ لوگ تمہاری قوم  
 کے سردار ہیں اور تم سے اتنی بات چاہتے ہیں کہ ان کے معبودوں کو برا نہ کہو تو یہ بھی تم سے اور تمہارے خدا سے  
 دست بردار رہیں پیغمبر صاحب نے کہا تو کیا چاہا جان آپ کی یہ مرضی ہے کہ میں ان کے فائدے کی بات بھی ان سے نہ  
 کہوں ابو طالب بولے آخر وہ کیا بات ہے پیغمبر صاحب نے فرمایا میں ان سے ایسے دو اچھے کلمات چاہتا ہوں  
 جن کی برکت سے کیا عرب اور کیا عجم سب ان کے مطیع ہو جائیں یہ سن کر ابو جہل بول اٹھا وہ کون سے دو اچھے  
 ہیں اگر ان میں ایسی برکت ہے تو وہ نہیں ہیں کہنے کو ہم تمہاری باتیں سن کر فرمایا بس وہ آچھے ہیں لا اله  
 الا الله یہ کہنا تھا کہ سب کے سب بھرے اور لگے کہنے یہ نہیں اس کے سوائے کوئی اور بات کہنے آپ نے فرمایا  
 تم روٹھو یا بگڑو بس میں تو یہی ایک بات چاہتا ہوں اور اگر آسمان سے آفتاب کو امار کر میری ٹھہی میں رکھ دو تو  
 بھی میں دوسری بات کہنے والا نہیں اس پر سب کے سب خف ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور لگے کہنے بخدا ہم تم کو  
 گالیاں دیں تو یہی اس حدیث کے متعلق مجھ کو ایک ذریعہ سی بات جملہ متعرضہ کے طور پر کہنی ہے کفار قریش  
 کو گالیوں کی شکایت تھی تو کیا واقعہ میں پیغمبر صاحب ان کے معبودوں کو گالیاں دیا کرتے تھے حاشا وکلا۔

طور پر اختیار کر لیا۔ اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کیسی عربی جانتے ہیں اور کیسی عربی جان سکتے ہیں  
 فرسٹ اور سکنڈ کیسی یہاں ساری عمر عربی۔ دی اونلی لینگویج رہی اور آئی تو اتنی ہی آئی کہ یوں تنہائی میں  
 شاید صفحے کے صفحے اپنے دل میں گھرتا چلا جاؤں مگر ایسا کسی عربی کے بات چیت کرنے کا اتفاق ہوتا ہے تو  
 پہلے ہی جملے میں ٹٹی بھول جاتی ہے۔ دو سطر خط قلم برداشت نہیں کھ سکتا۔ سب کیا؟ بے ہمارتی۔ اور  
 عدم مزاولت۔ یہ ہیں زمانے کے خلاف کوشش کرنے کے نتیجے عربی تو سوائے کتابوں اور پرانے کھنڈروں  
 اور قبروں کے کتبوں کے اور کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اور نہ سوائے غار کی اس کی کہیں آواز سن پرتی  
 ہے۔ گریاں انگریزی ہے کہ ریل پر سوار ہو گاڑی گاڑی اور شیش کے دروازے دروازے پر انگریزی۔ دیوا  
 سلائی کے کبس پر انگریزی۔ سوت کی چمک پر انگریزی۔ چاقو پر انگریزی مقراض پر انگریزی کپڑے کے ٹھانوں  
 پر انگریزی کہ نہ دیکھو تو دیکھو اور نہ سنو تو سنو عربی ہماری ملکی زبان نہیں۔ دنیاوی کوئی حاجت اسپر نہیں  
 پھر مہارت اور مزاولت ہو تو کیونکر ہو کر ہے کہ سنسکرت اور لیٹن جیسی تو نہیں کہ روئے زمین سے ناپید ہو گئی  
 ہے۔ مگر اپنے حساب سے تو عربی بھی ڈوٹیسنگوٹج (زبان مردہ ہی ہے) اگر دین اسلام کا سہارا نہ تو ابجد و الحرف  
 کے اختلافات کبھی کے نکل کھڑے ہوئے ہوتے۔ اتنا غنیمت ہے کہ کتاب اللہ عربی ہے۔ کتاب الرسول یعنی  
 حدیث عربی ہے۔ نماز عربی ہے۔ اور ان شاء اللہ جنت میں بھی ہم تم جن کو عربی آتی ہے وہ اور جن کو نہیں آتی وہ  
 سب عربی ہی بولیں گے۔ ورنہ ہندوستان میں اور انگریزی علمداری میں عربی ایسی ہی بے جڑ جیسے امریکا  
 اور یورپ میں اشاعت اسلام مجھ میں ایک بیڑا سخت عیب ہے کہ تسلسل سخن قائم نہیں رکھ سکتا۔ کہنا یہ چاہتا  
 تھا کہ مہارت کے متعلق جی چاہتا ہے کوئی حدیث پڑھ کر سناؤں۔ مگر پہلے ہی جی بیٹھا ہوا ہے بادل ناخوش  
 کچھ پڑھا بھی تو پڑھنے والے کا پڑھنا بے لطف اور سننے والوں کا سننا بد مزہ۔ مگر مہارت کا مطلب تو بیان  
 کرنا ضرور ہے۔ ایک مختصر سی حدیث اس بارے میں یہ ہے ان ناسا من قریش اجمعین اقیہم ابو جہل بن  
 هشام و العاص بن وائل و الاسود بن المطلب و الاسود بن عبد یغوث فی نفر من مشیخۃ قریش  
 فقال بعضهم لبعض اطلقوا ابنا الی ابی طالب فلنکلمه فیه فیلینصفنا منه فلیکف عن شتمنا و اهلنا  
 و آلہ الذی یعبدا فاننا نخاف ان یموت ہذا الشیخ فیکون منا الیہ شیء فتعیرنا بہ العرب یقولون  
 تو کو مہارتی اذا مات ہنہ تنالوہ فبعثوا رجلا منهم یقال لہ المطلب فاستاذن لہم علی ابی طالب  
 فقال هو لا یمشیخۃ قومک و سرائم یستاذنون علیک قال ادخلہم فلما دخلوا علیہ قالوا

خدا کا بندہ فرمان بردار رہ کر دنیا سے اٹھ جائے اور اللہ کے نیکو کار بندوں میں جا شامل ہونے کو وہ سلطنت سے زیادہ عزیز رکھتے تھے جس سے کمال عبودیت ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح کی بہت باتیں ہیں جنکو میں حضرت خاتم النبیین کی لائف میں پاتا ہوں۔ سارا انجیلہ علم و انکسار و عجز و تواضع چشم پوشی و درگزر و تہذیب و شائستگی۔ نرمی و لہنت پیغمبر صاحب کو بہت کثرت سے غیظ و غضب کے مواقع پیش آتے تھے۔ کیوں کہ مذہبی پر خاش کی وجہ سے لوگ اُن کو طرح طرح کی ایذا میں دیتے رہتے تھے کبھی کبھی بشرے پر غصہ کے آثار کا مشرب ہونا تو کمائیوں سے ثابت ہے۔ مگر کسی دشمن نے جھوٹوں بھی بدزبانی اور سخت کلامی اور دشمنی کا الزام نہیں دیا۔ اُن کی ہدایت تھی۔ اذفع بالقی ہی احسن فاذا الذی ینیک و ینتہ عداوتہ کا نہ ولی حمید و مایلقھا الا الذین صبروا و مایلقھا الا ذر خطا ظیم لا تجادلوا اصل الکتاب الا بالقی لاسبقوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبقوا اللہ و ابنیر علمہ حضرت کے خادم انس رضی اللہ عنہ گواہی دیتے ہیں کہ میں نے دس برس حضرت کی خدمت کی۔ اس اثنا میں خدمت کے متعلق بہرے کسی فعل پر اُن حضرت م نے اعتراض نہیں فرمایا یعنی میں نے کوئی کام نہ کیا تو نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا۔ اور کیا تو نہ پوچھا کہ کیوں کیا۔ اور حالانکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ دنوں لڑکے تھے تو عمر اُن حضرت کسی کام کو بھیجتے۔ اور یہ جیسے لڑکوں کا قاعدہ ہے کھیل میں لگ جاتے۔ ایک یہودی کا آپ پر فرض آتا تھا۔ اُس نے ایسی سختی سے تقاضا کیا کہ صحابہ کو ناگوار ہوا تو آپ نے فرمایا۔ ان تصاحب الحق مقالا ایک یہودی نے اگر السلام علیکم کہنے کے عوض دینی زبان سے السلام علیک کہا اور سام کے معنی میں موت تو اُس نے دعا کے بدلے بددعا دی۔ حضرت تو علیک کہہ کر خاموش ہو رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سن پایا تھا۔ انھوں نے کہا علیک السلام واللہ جناب رسول خدا ناخوش ہوئے اور زجر فرمایا۔

مال غنیمت میں سے ایک چادر گم ہو گئی کسی بدش نے کہا پیغمبر صاحب نے لے لی ہوگی تو آپ کیا فرماتے ہیں خدا انھو کو رسالت کے لئے امین سمجھے اور میں ایسی دنی چیز نظر کروں دیکھا کہ ان لنبی ان یغفل و من یغفل یتلے جواب میں تو کہہ اُس سے بہتر ہر دیکھے تو میں تجھ میں تمہنی ہے جیسے دو مندر است ناتے والا اور یہ بات ملتی ہے انہیں کہ جو سہل رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے انکو جس کی بڑی نیت ہو ۱۲ جگہ ذکر و کتاب والوں سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو ۱۲ اور تم لوگ بُرا نہ کہو جگو و دکھارتے ہیں اللہ کے سوا کہہ برا کہہ نہیں اللہ کو بے ادبی سے نہ سمجھو ۱۲ صاحب حق جو کچھ کہے انکو زیبا ہے ۱۲ اور نبی سے خیانت نہیں ہو سکتی اور جو کوئی خیانت کر لیا قیامت کے دن اُسی چیز کو لا حاضر کرے گا ۱۲

پیغمبر صاحب کی لائف نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہوئی موجود ہے اور پیغمبر صاحب کا کوئی قول کوئی فعل اس سے چھوٹے نہیں پایا جی کہ پردے تک کی باتیں لوگوں نے قلب بند کر دی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ پیغمبر صاحب کی لائف کو لوگ دیندارانہ زندگی کا نمونہ بنانا چاہتے تھے تاکہ اُس کی تقلید کر سکیں۔ اور ایسی کاوش کے ساتھ واقعات کی تعقیب کی گئی ہے کہ از آدم تا این دم کسی شخص کے ایسے تفصیلی حالات معلوم نہیں پیغمبر صاحب کی لائف کو بالاسی تعاب پڑھو اور بار بار پڑھو اور موافقت اور مخالفت دونوں سے قطع نظر کر کے پڑھو تو ضرور تمھارا دل اندر سے گواہی دے گا کہ اس طرح کی بے داغ بے لوث پاکیزہ اور مقدس زندگی پیغمبر کے سوا کسی بشر سے ہو نہیں سکتی۔ میں نے جو پیغمبروں کی طرف سے اپنے دل کو مطمئن کیا ہے تو انکی لائف ہی سے کیا ہے مثلاً حضرت یوسف ہی کو اور عام مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ ان کی پیغمبری کا ثبوت تھا اُن کا حسن کیا تم نے یہ شعر نہیں سنا

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ پر بیضا داری      آنچہ خوبانِ ہمہ دارند تو تنہا داری

بے شک میرے نزدیک کوئی پیغمبر کریمہ النظر مبعوث نہیں ہوا اور چاہے بھی تھا کہ نہ تو اُس سے وحشت و نفرت کریں اور نہ اُس کو نظر حقارت سے دیکھیں۔ مگر حسن صورت کو کسی پیغمبر کا معجزہ قرار دینا ہم تو ایسی باتوں کے قائل ہیں نہیں۔ لوگوں کو گرویدہ حسنِ یوسف ہونے کا اختیار ہے میں تو حضرت یوسف ؑ کی تین ادول کا فریفتہ ہوں۔ ایک تو اُن کا امراۃ العزیز سے کہنا اِنَّهٗ مَبِیِّیْ اَحْسَنَ مَثَقَاۤیِ کہ عزیز میرا آقا ہے اور میرے ذمے اُس کے حقوق پرورش میں مجھ سے ایسی نکلوا می نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یوسف کی طبیعت میں اعلیٰ درجہ کی احسان شناسی اور مروت کی صفت ایسی راسخ تھی کہ کوئی ترغیب او سکوت منزل نہیں کر سکتی تھی۔ یہ ہے یوسف ؑ کی پیغمبری کی ایک شناخت یا اُن کا ایک معجزہ۔ دوسرے یوسف کا بھائیوں سے کہنا لا تَرْیِبْ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّحْمٰنِ۔ مجکو تم سے کچھ شکایت نہیں میں نے تمھارا قصور معاف کیا خدا بھی تمھارا قصور معاف کرے۔ یہ ہے عفو بعد القدرت۔ یہ ہے صلہ رحم۔ یہ ہے پاس اخوت۔ تیسرے یوسف ؑ کی آخری تمنا۔ تو فتنی مسلماً و الحقنی بالصالحین یوسف ؑ نے سلیمان کی طرح نہیں کہا مہربانی ملے لا ینبغی لاحد من بعدی اور اگر یوسف ؑ نے ایسا کہا ہوتا تو کچھ تعجب نہ تھا۔ کیونکہ وہ غلامی اور قید کی مصیبتیں جھیل کر سلطنت پر پہنچے تھے۔ اور ان کو سلطنت زیادہ عزیز ہوئی چاہیے تھی۔ لیکن

۱۵ مروت دے مجکو سلام پادشاہ مجکو نیک جنوں میں ۱۵ بخش مجکو وہ بادشاہی کہ نہ چاہیے کسی کو میرے پیچھے۔

کو کیا حکم دیا۔ درخواست مہانت کو دو مہانتوں کے بیچ میں رکھا۔ پہلے فرمایا فلا تظلم المکذبین اور پھر دُفوا  
 لَوَ تَذْهَبْنَ فَمَا هُنَّ مِنَّا لَآ تَقْعَمَنَّ حُلَّائِلُ ظَنِّیْنَ جہانم میں نہ جاؤ گے۔ ارشاد کیا کہ اگر تم لوگوں کو شک کرو گے تو  
 یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے گا۔ بعد ازاں مزید قرآن میں جا بجا کافروں کی عجو بہ مذمت ہے مگر وہ غلبے میں تو  
 یہ گریہ کرتے ہیں چاہوں تو اس مضمون کو اتنی وسعت دے سکتا ہوں کہ تمام وقت جو میرے لئے مقرر ہے اس  
 ایک آیت۔ اور آیت بھی نہیں جزو آیت میں تمام ہو جائے جب میں جاتا ہوں کہ لوگوں کو سوائے خاموش  
 شیخے سنتے رہنے کے اور کچھ چارہ نہیں تو رطب دیا بس جو کچھ مونہ میں آئے کتا چلا جاؤں مگر یہ تو فرمائیے کہ  
 جو کچھ میں نے اب تک کہا اُس کو اس مجمع سے اس تقریب سے اس ہال سے مناسبت کیا؟ ان تو مناسبت  
 یہ ہے کہ میں کئی کئی برس سے دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے بزرگ سرسید مہانت کی پالیسی اختیار کی ہے اور  
 اختیار کرتے چلے جاتے ہیں۔ میں نے اکثر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ سرسید اگر مذہب کی کریمہ نہ کرتے تو وہ  
 لوگوں میں زیادہ مقبول ہوتے۔ اور علی گڑھ کالج کبھی کا یونیورسٹی ہو گیا ہوتا۔ مجھ کو اس بارے سے اتفاق  
 نہیں میرا خیال یہ ہے کہ اگر مذہب کی کریمہ نہ ہوتی تو سرسید کو کوئی پوچھنا بھی تو نہیں کہ کدھر رہتے ہیں۔ اور  
 یونیورسٹی ہونا تو درکنار علی گڑھ کالج حنیض لودر سکول ہی میں پڑا ہوتا۔ سرسید کے مقبول و مردود ہونے  
 کی تو میں جانتا نہیں مگر یہ جو کچھ ہوا ہے اور بہت کچھ ہو رہا ہے اور بہت کچھ ہونے کی امید ہے۔ یہ سب متفرع  
 ہے اس پر کہ سرسید نے مسلمانوں کے اصلی مرض کو دیرافت کیا۔ اس کے اسباب تحقیق کئے اور آخر کار ازالہ  
 سب کے قاعدے کے مطابق علاج شروع کیا۔ علاج تو ٹھیک ہے۔ اور بیمار کی حالت میں افادہ بھی ہے۔ مگر  
 خدا جلے کیا سمجھ کر بیمار کو بد پرہیزی کی اجازت دے دی ہے اور مجھ کو بڑا خوف ہے کہ کہیں خدا نخواستہ  
 مرض عود نہ کر آئے اگر نکس ہوا تو پھر جالیسنوس بھی قبر سے اُٹھ کر آئیں تو بیمار سنبھلنے والا نہیں تشبیہ و استعارہ  
 کو الگ رکھ کر صاف صاف کیوں نہ کہوں مسلمانوں کو بیماری کیا تھی؟ افلاس۔ اور ذلت اور غلامی اور محکومی  
 یہ سب اس کے لوازم۔ پھر مسلمانوں میں اکثر ایسے تھے جو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ہم بیمار ہیں۔ روگی ہاں باپ  
 کی روگی نسل۔ انھوں نے سمجھا ہماری خلقت ہی ایسی ہے اور جب بیماری مزمن ہو جاتی ہے تو اس کی ایذا  
 کا احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ یا ہم بڑا جاتا ہے بعض نے اپنے تن میں بیمار سمجھا تو ان سے نفی سبب میں غلطی  
 ہوئی۔ تقدیر الہی پر صبر و شکر کر کے بیٹھ رہے۔ الیاس احمدی الواحہ میں مسلمانوں میں یہ تقدیر کا مسئلہ ایک اعتبار  
 سے اور کہاں نہ کسی قسم کا اثر لائے یہ قدر کا لطف دینا اور چنکی کرنا پھرنا جیسے کام سے روکنا نہ ہے بڑا بڑا انگٹکار۔

ہما غل یوم القيمة قصہ افک سے بڑھ کر بھی کوئی بات ہوگی اور مسلح نے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے اور ان ہی کا دیا کھاتے تھے۔ اس نالایق بات کو شہرت دی تھی۔ ابو بکر ان کی اعانت سے دست کش ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَأْتِلُوا لَوْلَا الْفَضْلُ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ ان یُؤْتُوا لَوِی الْقَرَابِی وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْمُهَاجِرِیْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِیَعْفُوا وَلِیَصْفَحُوا اَلَا تَتَجَبَّوْنَ اَنْ یَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

جھکو تو پیغمبر صاحب کی نبوت اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صدیقیت پر ایمان لانے کے لئے بس یہی ایک آیت بس کرتی ہے

غرض پیغمبر صاحب کی بُرو باری اور تہذیب تو اس درجہ کی تھی کہ اپنی زبان سے بڑا کتنا کیسا وہ اسکو بھی جائز نہیں رکھتے تھے کہ ان کے دشمن سے دشمن کو بھی کوئی ان کی طرف سے سخت بات کہے پس ہونہ ہو وہ سب دشمن جن کی شکایت کفار قریش ابو طالب پاس لے کر گئے تھے وہ اس قسم کی باتیں تھیں یا ایاہ الناس ضرب مثل فاستمعوا له ان الذین یندعون من دون اللّٰھ لن یخلفوا اذ بابا ولوا جتمعوا له وان یسیاء بہم الذین باب شیدا لا یستفقدوا منه ضعف الطالب والمطلوب ما قد سرو اللّٰھ حق قد سرنا ان اللّٰھ قوی عزیز۔ یا انکم ومانعبدون من دون اللّٰھ حسب جھنم انتم لها واردون لو کان ہکذا الہة ما واردوها وکل فیما خلدون لھم فیما یرزقون وھم فیما لا یسمعون۔ ضروری باتیں تھیں جن کا بتنگر بنانے کے لئے اینڈ ٹو گو کلر ٹو دیریکلینیٹ (اپنے بیان شکایت کو رنگ مبالغہ دینے کے لئے) سب دشمن سے تعبیر کیا۔ پس براہنت جو پیغمبر صاحب چاہی جاتی تھی یہ تھی کہ بتوں کو عاجز و مجبور و جہاد کہنے سے فی زعم مقتدیم ان کی توہین ہوتی ہے پیغمبر صاحب اس سے باز آئیں۔ یا عبارت دیگر خدا سے واحد کی منادی بس کے لئے وہ مبعوث ہوئے تھے بند کریں۔ یا پرتغیر الفاظ منصب رسالت چھوڑ بیٹھیں۔ یا دوسرے پیرایہ میں اُس وقت کے ادیان باطلہ میں سے کسی دین میں رہیں پس یہ براہنت کا ہے کو تھی۔ کفار قریش پیغمبر صاحب سے اقبال دعویٰ داخل کر کے اپنے حق میں ڈگری چاہتے تھے مع خرچہ۔ اچھا تو اس براہنت کے بارے میں خدا نے پیغمبر صاحب سے اور قسم نکھا دیں بڑائی والے تم میں اور کشائش والے اسپر کہ دیویں ناطے والوں اور مٹا جوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی رز میں اور جہت کے معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ۱۲؎ لوگو ایک کماؤنا کہی ہے اسکو کان رکھو جھکو تم پورے ہو اللہ کے سوا ہرگز نہ بنا سکیں ایک کھی اگرچہ سارے جمع ہوں اور اگر کچھ عین لے لے کھی نہ لے سکیں یہ اُس سے۔ بردا ہے چاہئے والا اور جھکو چاہتا ہی اللہ کی قدریں بھی جیسی اکی قدر ہی بیشک اللہ زور آور ہے زبردست ۱۳؎ تم اور جو کچھ پرتے ہو اللہ کے سوا جھکو نہ لے دو نہ خ میں ٹکڑا پہنچا ہی اگر ہوتے یہ لوگ شاگرد نہ بنتے اور سارے اس میں پڑے ہیں انکو دانا چلا نا ہی اور

لذت غریب نہیں تعقید نہیں۔ اس کے سیدھے اور متبادر معنی یہ ہیں کہ ہمارے نیک بندے بادشاہ یا حاکم وقت ہوتے ہیں مشکل یہ اگر پڑی کہ لوگوں نے صلاح کو منحصر سمجھ رکھا تھا نماز و روزہ میں اور اب بھی ایسا ہی سمجھا جاتا ہے اور دیکھا تو ایسی صلاح اور ورثہ الارض کو اپنے زمانے میں مانفعا جمع پایا تو ضرور ہوا کہ دونوں میں سے ایک کی تاویل کریں۔ پس صالحوں کو نکال اصلاحیت سے۔ اس تدبیر سے وہ اشکال دفع ہو گیا ہوتا۔ مگر من سمجھوتی سی ہو گئی اشکال دفع ہوا اس واسطے کہ ان فی هذا البلاء عالقون عابدین تاویل کو جسے نہیں دیتا لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص انگریزوں کی طرح ملک داری کرے اور خلق اللہ کو آسائش پہنچائے گو وہ متقدم اسلام نہ بھی ہوتا ہم اس سے صالح اور عابد کے خطاب کو کیوں دینے کیا جائے آخر مدلل کے لئے حدیث میں آیا ہے کہ ایک ساعت کا عدل ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ اسی طرح کی وقت ایک اور آیت کی تفسیر میں بھی واقع ہے وَاذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اذْهَبْ اِلٰى وَاصِیْكَ مِنْ الدِّیْنِ الْکَافِرِ وَاجْعَلْ لِّلَّذِیْنَ اٰتٰیْبَعُوْكَ فَوْقَ الدِّیْنِ الْکَافِرِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ یٰہَا سَلٰمٰن اپنے تئیں اور صرف اپنے تئیں الدین انبتعوك کا مصداق سمجھتے ہیں تو چار و اچار ان کو فوقیت کے معنی الغلبة بالاستدلال کہتے پڑتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ڈر سے اس تاویل کو ان بھی لیا جائے تو دل کو تسلی نہیں ہوتی۔ ایک تاویل مجھ کو سوجھی ہے۔ مناسب مقام۔ مقام سے میری مراد سیاق و سباق عبارت نہیں بلکہ یہ مقام جہاں میں کھڑا ہوں۔ کیونکہ اس قسم کی تاویلیں ہمیں بہت سوجھا کرتی ہیں۔ وہ تاویل یہ ہے کہ یہودی نے مذہبی غلامی کو حد فایت تک پہنچا دیا تھا یہی مذہبی غلامی ہے جسکو قرآن میں اصرا اور اخلاال سے تعبیر کیا گیا ہے یضع عنہم اصراہم و الاغلال الی کا نیت علیہم انکی مذہبی قیود اور رسوم اس قدر سخت ہیں کہ اگر انکی پوری پوری تعمیل کی جائے تو حقیقت میں زندگی و مال ہے ہمارے ملک کے ہندوؤں کو بھی بڑی بڑی مذہبی سختیاں بھیلنی پڑتی ہیں اگر کریں تو۔ مگر یہود کے مقابلہ میں یہ ایسے ہی دنیا کے منہ اڑاتے ہیں جیسے ہندوؤں کے مقابلہ میں ہم و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء سنا ہے اور سنا ہے میں اس لئے کہتا ہوں کہ اول تو یہود اس ملک میں بہت ہی کم ہیں اور کثرت سے ہوتے بھی تاہم ان کو خاص کر ہم مسلمانوں سے سخت مذہبی عداوت ہے لیسجدن اشد الناس عداوة للذین اٰمنوا الیہود لہ جوت کہا اندھے اسے جیسی ہیں جسکو بھرونگا اور اٹھا لونگا اپنی طرف اور پاک کرونگا کافروں سے اور رکھونگا تیرے تابوں کو اور پر سکروں سے قیامت کے دن تک ۱۱؎ اور اتنا رہا ہے اُسے بھرا اُنکے اور شقیں جو ان پر تھیں ۱۲؎ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے ۱۲؎ اس میں مطلب کو پہنچے ایک لوگ بزدلی والے ۱۲؎ تو پادشاہ لوگ سب لوگوں سے زیادہ دشمنی میں مسلمانوں سے یہود اور شرک



سے عمدہ بھی ہے تو حد سے زیادہ عمدہ اور اک اعتبار سے برا بھی ہے تو حد سے زیادہ اور حد سے زیادہ عمدہ ہے اس اعتبار سے کہ مرتے کو سکرات تک تکلیف نہیں ہونے دیتا اور برا اور حد سے زیادہ برا ہے اس اعتبار سے کہ انسان کو باہر سے نہیں دیتا غرض جنہوں نے تقدیر الہی پر جو اکر کیا وہ تو ملتا تھا پر پلٹتے دھڑکے گئے کہ خدا ہی کو متلو نہیں تو ہمارے کئے کیا ہوتے۔ اللہ ینالین المؤمنین و جنة الکافرین روز کی بات ہے۔ ان شام اسد عاقبت میں جھوپڑوں کے بدلے زمرہ دیا قوت کے محلوں میں چل کر رہیں گے۔ یہاں آٹھ آنے نہیں کی ماما نوکر کھنے کا مقدور نہیں۔ نہ سہی وہاں حوروں سے خدمت لیں گے۔ یہی ظاہری عزت۔ دو دن کی کوتوالی پھر وہی کھربا اور جالی۔ اصلی عزت ایمان کی جیسا کہ اسد خود قرآن میں فرماتا ہے للہ العزۃ و للہ السؤلہ و للمؤمنین الہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایمان کف خاتمہ جن کے ایسے خیالات تھے ان کا مرض بڑھتے بڑھتے اُس میں ایسی روایت آگئی کہ شہداء ہو گیا جو ان کو چھو گیا وہ بھی انہیں کی طرح لے لے کر لے لگا۔ سامری نے حضرت موسیٰ م کی غیر حاضری میں بنی اسرائیل کو گو سالہ پرستی کی ترغیب دی تھی حضرت موسیٰ نے واپس آکر دیکھا تو بڑے ناخوش ہوئے اور سامری کو بد و عادی۔ اسکا حال یہ ہو گیا تھا کہ ایسا کسی سے اسکی صحبت ہو جاتی تو دونوں کو بنجارہ چڑھ آتا پس وہ لا ساس لا ساس کہتا ہوا اکیلا جنگلوں میں مارا مارا پڑا پھرتا کوئی ہے جو ایسی ہی بد و عادی لوگوں کو دے جو ایسی ہی بد و عادی لوگوں کو دے جو آپ کا ہل میں اور دوسروں کو بہکا کر اپنے بے نمونے دکھا کر کاہل بناتے ہیں۔ نہ صرف ہم معدودے چند مسلمانوں میں بلکہ شاید نارتھ و سٹرن پراونسز بلکہ شاید انڈیا کی ہول فمڈن کمیونٹی میں سرسید ہی ایک ایسے مسلمان ہیں جنہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کا یہ مرض افلاس زوال پذیر ہے۔ اور جہالت سے پیدا ہوا ہے اور اگر ان کو علوم مفیدہ سکھا پڑھا کر ان کی جہالت دور کر دی جائے تو یہ خاصے جملے چنگے جٹکین ہو سکتے ہیں۔ مال دار مردہ اعمال۔ دنیا میں اسباب کا ایک سلسلہ قائم ہے اس قاعدے کے مطابق مسلمانوں کے افلاس کا سبب تھا۔ (اور تھا کیا منے؟) ان کی جہالت۔ پھر ان کی جہالت کا سبب تھا اور تھا کیا منی؟ ہے ان کا تعصب مذہبی۔ اس گروہ کو بہت تھوڑے آدمیوں نے سمجھا ہے کہ مذہب کے صحیح و غلط ہونے کا معیار شناخت کیا ہے؟ اب میں کہتا ہوں ولا ابالی۔ اینڈ ڈونٹ فیر کٹرڈ کشن راویر میں مخالف سے نہیں ڈرتا کہ اسکا معیار شناخت ہے دنیاوی رفہ۔ دنیاوی فلاح۔ دنیاوی بہبود اور اسکی تصدیق ہوتی ہے کلام خدا سے و لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون اس آیت میں کوئی

عہ  
پہنچا پچھا

سیاں جی میں کہ خلیفہ جی کی ایک نہیں سنتے۔ اور کہتے ہیں جھک مارو مکتب کی بھی خبر رکھو اور گھر کا سودا سلف بھی کرو جتنے دن یہود خلیفہ رہے سودے سلف کے پیچھے مکتب کا ناس مار دیا۔ تو اُس حکیم برحق نے پہلے حضرت عیسیٰ کو مبعوث کیا۔ اور غرض اُن کی بعثت سے کیا تھی۔ یہود کو مذہبی غلامی سے آزاد کرنا۔ بعض اُس آزادی سے مستفید ہوئے اور اکثر نہیں۔ جیسے ایک جانور نفس میں پیدا ہو۔ اور ساری عمر نفس میں رہے اور اسکو اگر رہا کر دیا جائے تو وہ آزادی سے متاؤزی ہوتا ہے اور اُس سے اڑا نہیں جاتا۔ **شعر**

پروں کا باز نہ صیاد کی اک بگمائی ہے۔ + نفس میں آکے کھولی آنکھ ہم پرواز کیا جانیں۔  
جن دنوں میں پرنس آف ویلز صاحب تشریف لائے تھے تو اُنہوں نے کچھ قیدی بھی آزاد کئے تھے کوئی سکھ تھا عمر قید۔ وہ جو چھوٹ کر گیا تو دیکھا گاؤں کے جان بچان والوں میں کوئی باقی نہیں۔ اور ساز و سامان زندگی کا بھم بھنچا اُس کو ایک ٹھکر اک معلوم ہوا تو اُس نے واپس آکر حاکم ضلع کو عرضی دی کہ اس سے تو مجھ کو قید خانہ ہی میں زیادہ آسائش تھی۔ یہی حالت یہود کی ہوئی کہ اُن کو مذہبی غلامی سے نکلنا ایک مصیبت معلوم ہوتا تھا حضرت عیسیٰ بہت تھوڑے دن دنیا میں رہے اور شروع سے اُنکے مشن پر کچھ ایسی ادس سی شے لگی تھی کہ وہ پناہ ہی نہیں۔ اسی مشن کی تکمیل کے لئے ہمارے پیغمبر صاحب آخر الزمان بھیجے گئے۔ وہ کیا مشن تھا؟ ایک دفعہ اس کی پھر صراحت کرو۔

## مذہبی غلامی سے جس نے یہود کو دنیا کے کام کا نہ رکھا تھا آزادی

اس تمہید کے بعد اس آیت کو لو جس کے معنی میں بحث کی جا رہی ہے۔ **وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اذْهَبْ إِلَى الْيَهُودِ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الدِّينِ كُفُّوا عَنِ الدِّينِ الْيَوْمَ الْيَقِينِ** اب معنی لیے سلیس میں جیسے لبناخالصا سائنٹا للشاربین اور ایسے صاف ہیں۔ جیسے آئینہ میں کہتا ہوں جن لوگوں نے یہود یا مذہبی غلامی سے جو مانع اصلاح معاش تھی آزادی حاصل کی کسی دین و مذہب کے ہوں وہ سب الذین اتبعواک میں داخل ہیں۔ اور جب یہ لوگ الذین اتبعواک ہوئے تو جو ان کے ضد ہیں اور دین کو مانع اصلاح معاش جانتے ہیں۔ سمجھ لو کہ وہ خود کون ٹھیرے؟ اب دیکھو اِیْم الْيَقِينِ آیت میں کیسا بیٹھا ہے جیسے تھیرے میں ٹنگے بغرض میں سے دنیاوی یہود کو دین حق کی شناخت ٹھیرا رکھا ہے اگر دین و دنیا میں ایک ایسی

والذین اشركوا اور ہم مسلمان تو کچھ ایسے کفر سے مزاج کے ہیں کہ نصاریٰ جن کی نسبت اسی آیت میں ارشاد ہے **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ قَالُوا اِنَّا نَصَارَىٰ** اور یہ لوگ کثرت سے بھی ہیں اور حاکم وقت بھی ہیں کم بیش سو برس انکو ہم پر حکومت کرتے ہوئے ہو گئے ان ہی سے جننے کو نسا ربڑ بڑایا ہے سید احمد خاں پر یہ ساری بھرا ہو کیوں رہی ہے اسی لئے نہ کہ انگریزوں سے ربط رکھتے اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ ربط پیدا کرنے کو کہتے ہیں غرض سنا ہے انکھوں سے نہیں دیکھا کہ یہودیوں کے یہاں ایک ذبیحے میں ایسی ایسی نازک اور باریک احتیاطیں کرنی پڑتی ہیں کہ ایسا ویسا ربڑی ان سے عمدہ برائیاں ہو سکتا لیکن اس مذہب ہی غلامی کا نتیجہ کیا تھا۔ اور اسکے سواے نتیجہ اور ہوتا بھی کیا کہ یہودی دنیاوی حالت یوں نافذ اور سادہ فساد اور آنا غانا منتزل ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ ایک بڑی عظیم الشان سلطنت کھو کر ضربت علیہم الذلۃ ایضا نقوا **الاجبل من اللہ وجبل من الناس و باثا بغضب من اللہ۔** وضربت علیہم المسکنۃ کی تار میں آگئے اور جہاں حضرت مذہب نے دنیا میں اس طرح پر دخل دیا ہے وہاں دنیا کی ایسی ہی مٹی ملی ہوئی ہے ہم مسلمانوں ہی کی دنیا کو کہ معراج الکمال ترقی پونج کر اسفل السافلین منزل میں آگرے اور ابھی ٹھیرے نہیں گرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن دنیا کو خدا نے کسی مصلحت سے بنایا ہے مرنے بنا ماخلقت ہذا باطلاہ اور اس کو منظور ہے بلکہ اسکا حکم ہے اور حکم بھی ہو کہ لا تقصدوا فی الارض بعد اصلاحھا کہ یہ کارخانہ ایک وقت خاص تک اسی طرح چلنا ہے اور اسکو چلائے کون چلائے ہم اور تم جن کو اللہ میاں نے روئے زمین پر اپنا خلیفہ یعنی نائب بنا کر بھیجا ہے وہ سند خلافت ہی پر ہرگز نہ سنا دوں واذا قال ربک للملکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ نا اور یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کا کتنا بڑا عظیم الشان کارخانہ ہے اور اسکے سنبھالنے کو بڑی محنت اور استعدادی اور ہوشیاری و کاہلی و توجہ خلیفہ جی خود ہی خبر نہ لیں کارخانہ میں بظلمی پھیلائی جا ہے مشکل یہ اگر پڑی ہے کہ خلیفہ جی کو مکتب کی خبر گیری کے علاوہ گھر کا سودا ساف بھی لانا ہے اور خلیفہ جی میں پھرے بھیس ان سے محنت ہو نہیں سکتی مکتب کہ دیکھتے ہیں تو سودا سلف رہا جاتا ہے اور سودے کو جاتے ہیں تو مکتب میں لوٹتے اور ہم چاتے ہیں۔ اور

۱۵ ماری گئی ہے ان پر ذلت جہاں دیکھتے سوائے دست آور نہ کے اور دست آور لوگوں کے۔ اور کمالائے خضہ

۱۵ کا۔ اور ماری گئی ان پر محتاجی ۱۵ اے رب تو نے انکو بیکار پیدا نہیں کیا ۱۵ اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو جگو بنا نا ہے زمین میں ایک نائب ۱۵ اور تو پادشاہ سب سے زیادہ محبت میں مسلمانوں کی وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ

۱۵ اور زمین میں سب سے بچے خلیفہ خدا ۱۵

رہے۔ وہاں صاحب خانہ کی بی بی کو دیکھا۔ سبیل کی چلی معلوم ہوا کہ صاحب خانہ دارسی کی طرف متوجہ نہیں ہوا  
 ہوئی تو صاحب خانہ نے ماوت کے مطابق ساری رات کی نماز کی طیاریاں کیں۔ اور جہان کو بھی ساتھ کھڑا رکھنا  
 چاہا۔ وہاں نے کہا یہ کہاں کی عبادت نکالی ہے۔ تم پر ایک خدا ہی کا توحی نہیں۔ اُنکے حق کے علاوہ بی بی کا حق ہے  
 میرا حق ہے کہ تمہارا جہان ہوں۔ پھر تمہارے اپنے نفس کا بھی حق ہے کہ اتنی رحمت اٹھاؤ گے تو دنیا کے کام کے نہ رہو گے  
 اور یہ نہیں کہ یہ اس جہان صحابی کی ذاتی رائے تھی اور بس نہیں۔ پیغمبر صاحب کے سمیع مبارک تک یہ حکایت پہنچی اور  
 اپنے اسکی تصویب فرمائی۔ اگر اہل لعبدان کے یہ معنی ہوتے جو تم سمجھتے ہو تو ملک گیریاں۔ انتظام سلطنت۔  
 شام و روم تک کے دھاوے۔ تجارتیں اور انکی سی خانہ داریاں کہ ایک ایک کی وجہوں بیبیاں اور گوریلوں  
 بیٹے بیٹیاں یہ سب کام کیسے ہوتے تھے۔ دن رات تو اُنکے بھی ۲۴ ہی گھنٹے کے تھے۔ بات یہ ہے کہ اُنکے پاس  
 دنیا کے کام ہم سے بہت زیادہ تھے اور وہ اُن کو انجام دیتے تھے عبادت سمجھ کر ہیں معنی اہل لعبدان کے  
 سو تم بھی ایسا ہی کیوں نہیں کرتے۔ تم نے تو خدا سے ہرانی جاتی کر رکھی ہے۔ وہی کتب کے خلیفہ والی بات کہ کتب  
 کی نگہانی اور گھر کا سودا سلف و دود کا تو مجھے نہیں ہو سکتے۔ غرض یہ ہے کہ مسلمان اس زمانے کے مسلمان  
 دین و دنیا کے باہمی تعلق کے سمجھنے اور اندازہ کرنے میں سخت غلطی کرتے ہیں اور ہمارے زمانے کے رفارمر کا کام ہے  
 اس غلطی کی اصلاح۔ علی گڑھ کالج ہوا یا کانفرنس ہوا یہ تو از قسم فروعات ہیں۔ بڑا کام جو سید احمد خاں نے شروع  
 کیا تھا یہی تھا کہ وہ مسلمانوں کی دینی غلط فہمیوں پر انکو متنبہ کرتے تھے لیکن میں دیکھتا ہوں تو اب انہوں نے  
 اس کو سکندری کام بنا لیا ہے۔ اگر انھوں نے یہ سمجھا ہے کہ کالج قائم کر دینے سے ان کے مشن کا کام پورا ہوا تو میں  
 و تھو دیوڈ فرنس ٹوہرا اسپریشن ٹوہرا راج اینڈ ٹوہرا سٹینٹس (اُنکے تجربے اور عمر اور دانشمندی کے ادب کے ساتھ) بٹے  
 زور سے اُن کے ساتھ مخالفت کرتا ہوں۔ اگر مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی اصلاح نہ ہوئی۔ اور افسوس ہے کہ نہیں  
 ہوئی اور اب اس کی چھیر چار بھی نہیں ہوتی تو جہالت سید احمد خاں نے کھڑی کی ہے۔ میرے منہ میں خاک اُس کی  
 بنیاد بالکل پادہ ہو ہے۔ سید احمد خاں سے بڑھ کر کوئی اسکو نہیں سمجھ سکتا اور ہم میں سے کوئی کچھ سمجھتا ہے تو اُن ہی  
 کے سمجھانے سے کہ مسلمانوں کو مذہبی غلط فہمیوں نے تعلیم سے محروم رکھا۔ انھوں نے اس کے لئے کمپٹیاں کیں جواب  
 مضمون لکھا ہے۔ انعام دئے۔ اور باطنیان ایک راے قائم کر کے امسی پر کارروائی کرنی شروع کی۔ اور یہ جو کچھ ہم  
 دیکھتے ہیں اُس کی کارروائی کا نتیجہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اور ساری کوششیں ایک طرف اور تہذیب الاخلاق (مروجہ)  
 ایک طرف۔ اُس کے مشرمل سے مشرمل پرچے کو علی گڑھ انسٹیٹیوٹ و تھوچ ازا ایگلیڈ واٹ آئی فارگٹ دی نیم

حد فاصل قرار دی جاسکتی کہ دونوں میں سے کوئی دو سیکھ جاتے ہیں مداخلت نہ کر سکتا تو شاید اختلافات سے  
 بہت کچھ نجات ملتی۔ مثلاً موت ایک سرحد ہوتی اُس سے پہلے پہلے دنیا۔ اور اُس کے بعد دین۔ لیکن دنیا کا فائدہ  
 اسی میں تھا کہ دین اسکا سرپرست ہو۔ مسلمانوں نے دین و دنیا کے باہمی تعلق کے سمجھنے میں غلطی کی اسی سے وہ  
 اس نوبت کو پہنچے۔ اور جب تک وہ اس غلطی میں مبتلا ہیں وہ اپنی دنیاوی حالت درست کر نہیں سکتے۔ منطقی اصطلاح  
 کے مطابق تو لوگوں نے دنیا اور دین میں تباہی کی نسبت قرار دے رکھی ہے اور واقع میں ہے عموم و  
 خصوص میں وجہ جس کو چاہیے۔ ایک مادہ اجتماع کا اور دو مادے افتراق کے موجود ہیں۔ یعنی بعضے کام  
 صرف دین کے ہیں مثلاً جیسے نماز اور بعضے کام صرف دنیا کے جیسے انتہا علم یا سوسر دنیا کما اور بعضے مشترک  
 جیسے حتی اللقمة یضع فی فہم اُمّ اُتہ کہ جو رو کو کما کر کھانا بھی عبادت مالی سمجھا گیا۔ اور نفعی کا تذکرہ تو تمثیل کے  
 طور پر فرما دیا ہے۔ ورنہ مقصود ہے کسب معاش۔ نوکری سے ہو یا کاشتکاری سے یا حرفت سے یا کسی  
 اور پیشے سے۔ بس یہ مادہ اجتماع محل غلطی ہے کہ اس کو خالص دنیا وی سمجھ کر مادہ افتراق بنا لیتے ہیں۔ اور جب  
 افتراق ہی افتراق ہو تو آپسے آپ تباہ ہوا۔ پھر دین و دنیا کے باہمی تعلقات پر غور کیا جاتا ہے تو دین و دنیا  
 میں ایک طرح کی مجلسی (محاسنہ) ضرور ہے اور مجلسی ہوتی تو ایک چھوڑ دوا دے افتراق کے کہاں سے آتے  
 مگر یہ مجلسی دنیا کے طرف سے زیادہ ہے یعنی دنیا نہیں اجازت دیتی کہ دین کا کوئی کام کیا جائے۔ مگر دین کا ہرگز یہ  
 حال نہیں۔ وہ دنیا کے اکثر کاموں کو اپنا ہی کام سمجھتا ہے بشرطیکہ ملی وجہ الشئ ہوں لوگوں کو دین کی اس  
 فیاضی اور کشادہ دلی اور وسعت پر نظر نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح دنیا اجازت نہیں دیتی کہ دین کا کوئی کام  
 کیا جائے۔ اسی طرح دین بھی اجازت نہیں دیتا کہ دنیا کا کوئی کام کیا جائے یہی وہ غلطی تھی جو یہود نے کی۔ اور  
 جس نے اوکی دنیا کو تباہ کرایا۔ اور یہی غلطی ہم مسلمان کر رہے ہیں۔ اور ہم بھی اپنی دنیا کو سمجھا لے تباہ کر چکے ہیں  
 ہم۔ ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون کے یہ معنی سمجھتے ہیں کہ ہمارے سوا کسے نماز روزے کے دنیا کا  
 کوئی کام کرنا نہیں چاہیے۔ ہم دنیا میں پیدا کئے گئے ہیں۔ مگر دنیا کے کام کرنے کے واسطے نہیں۔ بلکہ  
 صرف عبادت کرنے کے لئے۔ لیکن اگر یہ مطلب ہوتا تو رہبانیت کو کیوں منع کیا جاتا۔ نکاح کی نسبت کیوں  
 فرماتے سنتی ومن رجب عن سنتی فلیس عنی سفری نازکی قصراً کیوں حکم دیتے۔ بلکہ سرے سے سفر  
 ہی کی ممانعت کر دیتے۔ پارساں کے دلی والے لکچر کی وہ حدیث یاد کرو کہ ایک صحابی دوسرے صحابی کی عثمان  
 اپنے دنیا کے کام تم ہی خوب جانتے ہو ۱۲۵ھ یعنی انشانوں کو جو تلو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ۱۲۵ھ میری سنت ہی اور جو میری

بہت کچھ خارا شکاف و غلطیوں سے مسلمانوں کو جلاب دیا۔ جلاب تھا کڑا اور کڑا سا کھرنے تو پیتے کے ساتھ اگل دیا بعض پیتے تو پی گئے مگر وہ اُن کی چھاتی پر دھرا رہا۔ اور بعض کو اس بھی آیا قلیل ماہم قریب قریب ہی حال سید احمد خاں کا ہے۔ اور نہ صرف سید احمد خاں کا بلکہ ہر ایک شخص کا جو رفاہ مرثا چاہے میں پبلک میں سید کو تہذیب الاخلاق کے بند کرنے کا الزام دیتا ہوں مگر یہ نہیں سمجھتا کہ سید جلاب کے اگلنے والوں کی مکروہ آوازوں سے ڈرے ہوں۔ اگر وہ ڈر پوک دل کے ہوتے تو انکے دل میں رفاہ کا خیال ہی پیدا ہوا ہوتا۔ رفاہ کا میرا اٹھانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید اُن لوگوں میں میں جکا موٹو ہے لا ینخافون لومۃ لا ینخافون لومۃ لا ینخافون لومۃ تہذیب الاخلاق کو کیوں بند کیا۔ اسکا جواب تو سید ہی کو دینا چاہیے مگر میں بھی تو اپنے احتمالات عقلی دہڑالوں۔ اس احتمال کا تو ذکر بھی نہ کرو کہ تہذیب الاخلاق سید کے شن کے مقاصد کے لئے ضروری نہ تھا تو خود سید احمد خاں کا ہونا بھی ضروری نہیں علیحدہ کلام بھی ضروری نہیں یعنی مسلمانوں کا ہونا بھی ضروری نہیں۔ ایک احتمال یکساں جاکتا ہے کہ سید احمد خاں نے فی زعمہ تفسیر کو تہذیب الاخلاق کا نعم البدل سمجھا ہو تفسیر کے متن کے اعتبار سے تو دونوں جان کے عوض میں بھی سستی ہے شعر + ہر دو عالم قیمت خود گفتہ + نزع بالاکن کہ ارزانی ہنوز

رہے اُن کے مضامین یعنی وہ مضامین جو حضرت کے ایجاد طبع ہیں اُنکے اعتبار سے شب برات کے دنوں میں اس تفسیر کی کچھ قدر ہو جاتی ہو تو خبر نہیں اور یوں عام مسلمان اُسکو ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھتے ہیں یعنی لوگ قرآن کے ٹائٹل بیچ اجلہ کے پتے پر لایا بیسہ الا المظہرون لکھوا دیا کرتے ہیں لیکن سید احمد خاں کی تفسیر کی نسبت پچھا جائے تو محدو دس چند پختہ مسلمانوں کے سوا باقی مسلمان تو یہی رائے دیں گے کہ اسپر لایا بیسہ المظہرون لکھوا انا سبج اگرچہ تہذیب الاخلاق اور تفسیر دونوں ایک ہی تھیلی کے پٹے بٹے ہیں مگر ایک بات تفسیر کے پیرائے میں کہی جائے اور وہی بات اتنے یا اسٹیکل کے طور پر اخبار میں شائع ہو دونوں میں بڑا فرق پڑتا ہے۔ شتان بینہما عرض تہذیب الاخلاق بجا ہوا عام مسلمانوں میں اتنا مردود نہیں جیسی سید احمد خاں کی تفسیر محاسنا۔ علاوہ بریں تفسیر کی اشاعت بھی تو تہذیب الاخلاق کی اشاعت کو نہیں پاتی، ایک وجہ تہذیب الاخلاق کے بند ہونے کی یہ سمجھ میں آتی ہے اور یہ ہے بھی قرین قیاس کہ سید احمد خاں کو فرصت نہیں تو اسکے یہ معنی ہونے کے سید احمد خاں نے جو پھر میں کا تاثر اکثر الفاظ گروہ کٹر کیا ہے اُن میں سے کسی میں اتنی یا قوت یا ہمت یا محبت نہیں کہ تہذیب الاخلاق کے چلانے میں سید احمد کی نیابت کرنا۔ پس سید احمد خاں کے شن کو ٹوٹل فیلیر (ناکامی محض) کے سوا اسے اور کیا کہا جاسکتا ہے جب سید احمد نے نہیں ڈرتے مات کرتے والوں کے مات کرنے سے ۱۱ دورہ ہلے ہیں ۱۲ اسکوپ کی لوگ ہاتھ لگائیں ۱۳ اسکوپ کی لوگ ہاتھ لگائیں

(جسکے ساتھ مجھے یاد نہیں کو نسا اخبار مدغم ہو گیا ہے) کے عمدہ سے عمدہ پرپے سے مقابلہ کر کے دیکھو تو معلوم ہو کہ سید احمد خاں پہلے کیا تھے اور آپ کیا ہیں ۵

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم ہو گئے خاک انتہا ہے یہ

خود سید احمد خاں کو اور آپ صاحبوں میں سے اکثر کو معلوم ہے کہ میں بعض مذہبی عقائد میں سید احمد خاں سے اختلاف کرتا ہوں۔ اور اسکو سخت سمجھو یا بے پروائی یا خود پسندی کہ میں کبھی سید احمد خاں کی تصنیفات کا سبکدرا نہیں ہوں۔ بایں ہمیں تہ دل سے اس کا معتقد تھا کہ تہذیب الاخلاق مسلمانوں کی رفاہی اور مذہبی تہذیب ہے۔ مسلمان بعض مذہبی غلط فہمیوں کے اعتبار سے محتاج تفتیح تھے۔ تہذیب الاخلاق میں کبھی کبھی ایسے آرٹیکل بھی ملتے تھے جنکو میں نے وری شراک پر لکھ دیا (بڑا زبردست سہل) سمجھا کہ جب عمدہ عاصی ہوتا ہے اور مادہ سوداوی غیر الانطلاق تو بد و ن شراک پر لکھ دیا۔ دہلی میں علماء کا ایک نامی گرامی خاندان ہو گزرا ہے۔ انھوں نے ترجموں سے تصنیفات سے ہندو بیعت سے ہندوستان میں شاعت اسلام کے لئے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں۔ اور یہ ان ہی بگول کی کوششوں کے نتیجے میں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو تھوڑا سا مسلمان کہا جاسکتا ہے۔ ورنہ یہاں کے مسلمانوں میں اور ہندوؤں میں صرف انگریزوں کے پروے ہی کا فرق رہتا رہتا۔ وہ بھی شاید شاید ان غلامیوں نے اس لئے کہا کہ آخر وہ دن آنے والا تھا کہ سید احمد کوٹ پتلون کو رواج دیکر اس امتیاز کو بھی اٹھادیں تاکہ مذہب کا پروے ڈھکا رہے الناس علی دین ملوکھم بھی اپنی جگہ صحیح ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں الناس علی دین موصافہم اس سے زیادہ صحیح ہے جارت نہیں بلکہ مطلب مسلمان جب ہندوستان میں آکر رہے اور ان میں اور ہندوؤں میں اخلاط ہوا۔ تو کیا صرف ہندوؤں نے مسلمانوں کی مذہبی زمین اختیار کر لیں نہیں بلکہ مسلمان بھی ہندوؤں سے متاثر ہوئے اور بہت کچھ متاثر ہوئے جو شخص اسلام کی اصلیت سے آگاہ ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا اسلام کس قدر اصلیت سے بدلا ہوا ہے۔ علمائے دہلی کا وہ خاندان جس کا میں ابھی ذکر کر رہا تھا اس خاندان کے ممبروں نے اسلام کی بڑی بڑی اور متوقع خدمتیں کی ہیں مگر سب بڑی اور سب عمدہ اور سب زیادہ ان شاء اللہ مقبول و علم وہ خدمت تھی جو مولوی اسماعیل رح کی انھوں نے اسلام کو شائبہ ہندویت سے پاک کرنا چاہا۔ مگر ہندو دھرم کے اخلاط کی وجہ سے اسلام کی رگ و پے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور اس ماقہ فاسد کا اخراج آسان نہ تھا مولوی اسماعیل رح نے کسی قدر تقویۃ الایمان اور صراط المستقیم اور اسی قسم کی اور چند کتابیں لکھنے سے اور



قطع نظر ازین کہ مہانت و لیل ضعف ہے۔ وہ حقیقت میں دشمن کا بغل میں پالنا اور اپنے پاتوں میں آپ کھڑی اڑنا ہی  
 اور پھر مہانت سے ہوتا بھی کیا ہے اور ہونا بھی کیا ہے۔ اگر سید احمد خاں قرآن کا جامع بھی ہیں کہ آئیں تو جو پریچو شد  
 پہلے سے بدگمان ہیں وہ اسکو ایک دام فریب سمجھ گئے اور سمجھتے ہیں۔ اور جو نیولی کنورٹر معتقدان جدید تھے انکے  
 عقائد میں تزلزل آتا جاتا ہے سوالگ یہ کہ تو لارڈ مکالے کی وہ ادالہ ہے کہ جب نیشور و دیسیوں کو تعلیم دینے کا سلسلہ  
 پیش ہوا تو اس فیاض دل اور نیک دل نے دو ٹوک بات کہہ دی کہ اگر انکو مفید تعلیم دینی منظور ہے تو ان کو انگریزی  
 پڑھاؤ اور وہ علوم پڑھاؤ جو یورپ میں پڑھاے جاتے ہیں۔ اور اس گاڑی کو میرے حوالے کر دو کہ میں اس کو چلا کر  
 دکھا دوں۔ اور اگر ان کو ایشیائی تعلیم کی بھول بھلیاں میں بھٹکا نا ہے تو میرا کانشن ایمان اسکو جائز نہیں  
 رکھتا میں اسکو چھوڑوں گا بھی تو نہیں۔ کانگریس والے نہ ان میں تو اس ہٹ دھرمی کا علاج نہیں۔ مگر تھو تو خوشامد کے  
 طور پر نہیں بلکہ اظہار حق کے طور پر میں لہ شکر الناس فلم شکر اللہ (جو شخص انسان کا شکر گزار ہو وہ خدا کا شکر  
 گزار کیا ہو گا) کہنا پڑتا ہے کہ ہندوستان پر انگریزوں کی کیوں کہوں کہوں کہ خوشامد پر محمول ہو۔ انگریزی جلداری کے بے شمار  
 احسان ہیں۔ ریل اور تار برقی اور ڈاک اور سٹیم اور ٹرکیں اور نرس اور مدارس اور شفا خانے اور کیا اور کیا دان تعددا  
 نفعہ اللہ لا تحصى ہمارا اگر خدا کی نعمتوں کو گنا چاہو تو نہیں گن سکو گے) لیکن سب میں بڑا احسان وہی تھا جو لارڈ مکالے  
 ہم ہندوستانیوں پر کر گیا۔ وہ ہمارے لئے تمام دنیاوی برکتوں کو شیور اور سرٹن کر گیا ہے بشرطیکہ ہم انکے بند کر کے سکی  
 بنائی ہوئی شرک پر چلے جائیں۔ ہم چلتے ہیں یا یوں کہو کہ گورنمنٹ ہمو اسی رستے ہانکتی ہے لیکن ایشیا تک تعلیم کی  
 شک ہمارے سروں سے نہیں گئی ہم کبھی اس کو مذہبی چیلے۔ اور کبھی نیشنلسٹ کی یادگار کے ہمارے سے تانہ کرتے  
 رہتے ہیں اور ان دونوں تعلیموں میں رقابت کا سا یہ ہے ۵

ہم اور قریب ہرگز ایک جا ہم نہوں گے ہم ہوں گے وہ نہوں گے وہ ہوں گے ہم نہوں گے  
 میں مسلمانوں کو گنگا جمنی آدھا تیرا دھی میٹر تعلیم کی طرف بہت راغب دیکھتا ہوں۔ اور یہاں کچھ اچھے نہیں اور افسوس  
 یہ ہے کہ اگر میری سائے غلطی نہیں کرتی تو یہ کانفرنس مسلمانوں کی ہاں میں ہاں ملاتا رہتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کو  
 نئے طور کی تعلیم سے اگلی سی نفرت نہیں لیکن نفرت نہیں تو شوق و رغبت بھی نہیں اور تعلیم کا جو رنگ اس وقت ہے  
 اسکے اعتبار سے میں کہہ سکتا ہوں کہ ہونا چاہیے بھی نہیں کیونکہ شوق و رغبت متضاد ہے انڈیو سمٹ (ترغیب) پر ہمارے  
 ان چارے طالب علموں کو لے دے کہ ایک انڈیو سمٹ نوکری کا۔ اور اس کا نا کافی ہونا اظہار دشمن باوجود کہ  
 بچے بچے کو یہ بات معلوم ہے مگر تنگی معاش لوگوں کو مجبور کرتی ہے کہ امید مہموم پر اپنے جگر گوشوں سے تسلیم کی

کی سرپرستی میں ان لوگوں سے اتنا کام نہیں ہو سکتا تو ان کے بعد یہ کوئی قلعہ فتح کر لینگے۔ پھر صرف تہذیب الاخلاق کے بند ہونے کا رد نہیں ہے بڑا رونا سکا ہے کہ سید احمد خاں اور کارروائیاں بھی اس طرح کی کرتے ہیں جسے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں وہ اگلا سا جوش نہیں رہا یا باؤں شورا شوری ویاہیں بے ٹکی۔ ہر چند مجاہد ایک طرح کی ارادت سید احمد خاں کے ساتھ ہے مگر میں ان کے پہلے طرز کو حال کے طرز سے کنسائل (متحد و مطابق) نہیں کر سکتا اور شاید یہ میری سمجھ کا تصور ہو۔

گرداب واریا تیرے صدقے جائے دریا کا پھیر پائیے تیرا نہ پائے

غرض سید احمد خاں کی کارروائی میں مجھ کو بڑے مہنت آتی ہے جس سے میں نے لکچر شروع کیا تھا اور جب کہ میں ان کے مشن کے حق میں سخت مضرتھی ہوں۔ اس کو اساتذات اور تالیف قلوب کننا بھی غلطی ہے بے شک اساتذات اور تالیف قلوب کی سبب مجھ کو تباہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال میں ملتی ہے لفظ کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ مگر وہ پولیٹیکل معاملات میں بھی مولفۃ القلوب کے ساتھ مصالح ملک داری کے لحاظ سے خاص رعایتیں کی جاتی تھیں تاکہ گروہ مسلمانان ان کی گزند سے محفوظ رہے مثلاً کبھی مال غنیمت سے ان کو زائد از اہتمام دیا جاتا تھا۔ اور بعض اوقات اندیش مسلمان اس وقت بھی معترض ہوتے تھے لیکن خدا نے مسلمانوں کو سمجھا دیا تھا واعلموا ان فیکم رسول اللہ لویطیعکم فی کثیر من الامر لعلکم جانتوا کثیر من کثیر من الامر لعلکم جانتوا کثیر من کثیر من الامر میں ایسا اتفاق ہوا اور اس واقعے کے متعلق چند اشعار مجھ کو یاد ہیں اشعار

بین عینۃ والاقرع بین عینۃ والاقرع

فیما کان حصن ولا حابس فیما کان حصن ولا حابس

وما کانت دوان امری منہما وما کانت دوان امری منہما

یہ اُن دو قوتوں کے مولفۃ القلوب اسی قسم کے تھے جیسے ہماری سرکار میں امیر عبدالرحمن خاں اور فرانٹیر سٹیش کے جرگے اس تالیف قلوب کے یہ معنی ہرگز نہ تھے کہ پیغمبر صاحب ان کے ساتھ کسی طرح کی مذہبی رعایت کرتے تھے۔ ایسی رعایت کیجاتی تو وہ داخل مہنت ہوتی جس کی سخت مانعت تھی۔ غرض تالیف قلوب تک کا تو مضائقہ نہیں۔ لیکن پیر و گروہ کارروائی۔ یہ رجعت تقری جس پر میں معترض ہوں تالیف نہیں ہے بلکہ کھلی کھلی مہنت ہے۔

۱۵ تم کو کھلی ہے سیکھو رسول کی چل ۱۵ جانو اگر رسول ہر بات میں ہمارا کہا مائے تو نکو شکل پڑ جائے گی ۱۲ کیا میرا اور میرے گھر کے کا حصہ آپ عینہ اور افرار کو دیتے ہیں حالانکہ نہ تو ان دونوں کے باپ ہمارے باپ کے کسی کام میں پڑے ہوئے تھے اور نہ میں ان میں سے کسی سے بیٹا ہوں اور جبکہ آج آپ بیٹا کر لینگے وہ کبھی سرداشا کے گاہ

طالب العلموں کے شمار اور ان کے نتیجہ امتحان اور بورڈنگ ہوسوں کے خلی بھرے ہونے سے کیا جاتا ہوگا اور میں مسلمانوں کے شوق و رغبت کا اندازہ اسی کانفرنس سے کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ پانی کے بتا سے کی طرح بیٹھا چلا جا رہا ہے جس طرح علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گرتے گرتے کلج کا سب سروینٹ آرگن (آلہ مطبوعہ) ہو کر رہ گیا ہے۔ مجھے وہ دن دکھائی دے رہا ہے کہ یہ کانفرنس بھی سنتے سنتے اور گھٹتے گھٹتے آخر کار کلج کے ٹرینیوں میں محدود ہو جائے گا جھکا حقیقت میں تعلیم کی نسبت اپنے خیالات کا ظاہر کرنا مقصود تھا۔ اور میں نے کوئی نئی بات نہیں کہی۔ یہ وہی باتیں ہیں جو بار بار کہی جا چکی ہیں۔ مگر ایں سید احمد خاں کے حالات سے میں نے اس مرتبہ زیادہ تعرض کیا ہے اس واسطے کہ سید احمد خاں کے حالات اور تعلیم اور کانفرنس۔ اور مسلمانوں کی خام (اصلاح حال) یکل مضامین ایسے ایک دوسرے میں شبہ تک اور گڈ ٹڈیں کہ کوئی اور شخص ان مضامین کو ایک دوسرے سے جدا کر کے بیان کرنے پر قادر ہو تو ہو میں تو نہیں ہوں بے شک میں نے سید احمد خاں کی مخالفت کی ہے اور مخالفت بھی کی ہے تو شاید بُری طرح۔ تو کیا مجھ کو اس مخالفت کے لئے معذرت کرنی چاہیے۔ اگر میں سمجھوں کہ سید احمد خاں مجھ سے معذرت کے متوقع ہو گئے تو پہلا آدمی جو منصب رفارمری سے ان کے معزول کئے جانے کی سزا دے میں ہوں کیا ہو سکتا ہے کہ یہ جھکو آزادی رائے سکھائیں اور جب وہ آزادی ان کے مقابلہ میں عمل میں لائی جائے تو بُرا مانیں۔ مائے مائے یہی تو وہ صفت تھی جو ہم میں سے نکل گئی ہے۔ اور اسی کے نکل جانے کی وجہ سے ہم مسلمان اس روز بد کو پہنچے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت کسی کتاب میں نظر پڑا ہے کان رجل یقول لمعاویۃ واللہ تستقیم بنا یا معاویۃ ان لقی منک فکان یقول لا فیقول القائل بالخشب فیقول معاویۃ اذا لست مستقیم سو میں نے بھی سید احمد خاں کے مقابلہ میں ان شروع کے مسلمانوں کی نقل سی کی ہے ۵

دل میں ہمارے بات کا آنا ہے شرط پھر سرجائے یا رہے نہ ہیں پر کہے بغیر میں نے اب تک تعلیم کی کچھ کا ڈارک سائنڈ رنخ تیرہ گون (دکھایا ہے لیکن عیب ہے جگہ گفنی ہنرش نیز بگو + اسکا ایک برائیٹ سائنڈ رنخ روشن بھی ہے۔ اور اگر اسکو نہ دکھاؤں تو تعلیم کا بڑا بھاری حق میری گردن پر رہ جائے گا۔ اور بجائے وال علی الخیر ہونے کے میں اپنے تئیں مناع الخیر سمجھوں گا بے شک تعلیم کی حالت بہت ہی ہو پلس (نا امید) ہے۔ مگر وہ اسی سبب سے ہو پلس معلوم ہوتی ہے کہ پرنکشن (تکمیل) کو سینڈر و قرار دیں اور جو کام جبریشنز (سنسوں) میں ہونے کے ہیں انکو ایک دن بلکہ ایک گھنٹے میں پورا کرنا چاہیں ہم اپنی

۱۲

مہینے اٹھاتے ہیں۔ پشین گوئی اس سے زیادہ صیح نہیں ہو سکتی کہ تعلیم کے متعلق ری ایکشن (کنٹری بوش) عود مرض اگر شروع نہیں ہوا تو انگریزی بیسویں صدی کے غالباً پہلے ہی رنج میں ضرور شروع ہو جائیگا۔ کیا مشکل کی بات ہے کہ ایک طرف تو ترغیب سے تخلص سے تلیح سے افہام و تفہیم سے تعبیر و تخیل سے لوگوں کو تعلیم پر مجبور کیا جاتا ہے اور دوسری طرف کیا حکام کیا رفاہ کر دیا گیا ناصح سب کے سب طالب علموں کو الزام دیتے ہیں کہ یہ احمق صرف نوکری کی امید سے پڑھتے ہیں تعلیم جو دی جاتی ہے نوکری کے سوائے اور کسی مصرف کی ہے بھی؟ اگر یہ تعلیم اور کسی مصرف کی ہوتی تو کسی ایک تعلیم یافتہ نے کچھ کر کے دکھایا ہوتا۔ اور جب کسی نے کچھ کر کے نہیں دکھایا تو معلوم ہوا کہ یہ تعلیم نوکری کے سوائے کچھ اور کرنے کے لئے طالب علموں کو طیار نہیں کرتی۔ پس ایسی صورتوں میں اگر صرف نوکری طالب علموں کا اہم نصب العین و مقصد ہو تو الزام کی کیا بات ہے ۵

دریان قہر دیا تختہ بندم کردہ ۴۰ باز میگویی کہ دامن ترکمن ہشدار باش

میں گورنمنٹ کے کسی انتظام کو اتنا ناقص و قابل اعتراض نہیں پاتا جتنا انتظام تعلیم کو۔ تمام تعلیم کو گورنمنٹ نے اپنی جیب میں لے رکھا ہے۔ اور جب رعایا کو آپ اپنی تعلیم کے سنبھالنے کا سلیقہ نہ تو بلاشبہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ تعلیم کا انتظام کرے لیکن گورنمنٹ نے جو کچھ اب تک کیا ہے اس کا نتیجہ تو یہ ہے کہ کچھ لوگ نوکریاں پا گئے ہیں اور وہ اپنی جگہ خوش بھی ہیں۔ اور اکثر بے معاش پڑے پھرتے ہیں۔ نوکری ملتی نہیں اور سوائے نوکری کے نہ ان سے کوئی کام ہو سکتا اور نہ ان کو کوئی کام آتا ہے۔ یہ لوگ تعلیم کے بڑے خطرناک نتیجے ہیں۔ وہ اپنی ذاتی ناکامیوں کو گورنمنٹ کا مظلمہ قرار دے کر ملک میں عام ناراضا مندی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں جسکو تمہید بغاوت کہا جا سکتا ہے۔ اشاعت تعلیم کے لئے جتنی کوششیں کی جاتی ہیں سب ایک طرف اور ان لوگوں کا نمونہ ہجرت ایک طرف۔ فارسی خواں ناکاموں کے لئے ایک ہندی دوا مشہور تھا۔

پنچیں فارسی بچیں شیں + یہ دیکھو قدرت کے کھیل + اب انگریزی خواں ناکاموں کے لئے ایسا ہی کوئی دوا بن گیا ہوگا یا نہیں بنا تو اب بن جائے گا۔ مگر ابھی تک تو سننے میں نہیں آیا جب تعلیم کی یہ حالت ہے تو اس نہیں سمجھتا کہ کافر نس کس مرض کی دوا ہے تعلیم تو ٹھیکری گورنمنٹ کے قبضہ قدرت میں کہ جو سٹینڈرڈ (میٹرا) وہ قرار دے وہی سٹینڈرڈ اور جو کورس و نصاب تعلیم وہ تجویز کرے وہی کورس کا نفرنس بہت کرے تو مسلمان کو گھیر گھاڑ کہ اس تعلیم کی طرف لائے تو پھر وہی دور مطلق لازم آیا۔ کافر نس اگر تعلیم مروجہ کے نقصانوں کو دور کر سکے تو وہ ایک باؤری (جماعت) ہے بے کار محض۔ اس معاملے میں مسلمانوں کے شوق و رغبت کا اندازہ

ماہ بابا بد کہ ایک مشت پشما زشت پیش  
صوفیے را غرقہ گرد ویا حمارے رارسن  
ہفتہ بابا بد کہ تا یک پنبہ از آب و گل  
شاہدے را طرہ گردہ یا شہیدے را کفن  
روز بابا بد کشیدن انتظار بے شمار  
ملکہ در جوف صدف با ناں شود در عدن

یورپ کی ہمسری کا خیال تو بیودہ سری ہے کیونکہ یورپ ہمارے حسابوں منزل مقصود تک پہنچ گیا ہے اور ہم کو سینکڑوں برس کی مسافت طے کرنی ہے۔ مگر یوں ہم اپنی ابتدائی حالت کے لحاظ سے تعلیم میں بھی ایسے بُرے نہیں ہیں کہ اسٹریک ہو کر یوٹائل ہوئی (تم سٹ لڑکوں) بلکہ خطاب کریں چاہے پلاسٹ کی ڈرائی سمجھو اس سے بھی پہلے کی کوئی تاریخ ٹھیرا لو۔ مگر ہم تو سٹ انداء کے خدر کے بعد سے انگریزی علمداری کا آغاز شمار کرتے ہیں۔ اور واقع میں جبکہ انگریزی علمداری کہنا چاہیے اُس کا آغاز خدر کے بعد سے ہی ہوا ہے ورنہ خدر سے پہلے تو ایک جماعت تاجران کی علمداری تھی غرض اس ۳۵ برس کے عرصہ میں ہم نے یہ کچھ کر لیا تو ہوگا شاہد باش مٹی چاہیے تعلیم کی افتاد اگر بہت اچھی نہیں تو بہت بُری ہی نہیں۔ بُری تو ہوتی اور بہت بُری ہوتی اگر ملکہ کالج نہ ہوتا یہی خدا خواستہ سید احمد خان نہوتے۔ پڑھائی تو جیسی آؤنگا بچوں کی ویسی علی گڑھ کالج کی اور جب گورنمنٹ اور مذہب دور شکر کشن در مانع و مزارحم ہمارا گلا گھونٹتے رہتے ہیں تو ہم سے آؤ تو قہ بھی کیا کی جاسکتی ہے۔ درپس آئینہ طوطی صنفم داشتہ اند۔ آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم ہم۔ مگر کچھ بھی سید احمد خان کا انفلوئنس (اثر و اقتدار) ان ڈائریکٹری (ابوالواسطہ) اپنا کام کر رہا ہے ان ڈائریکٹری میں نے اس واسطے کہا کہ یوں دیکھئے تو کالج کے متعلق کوئی انتظام اکسٹرا سولی در بلا شرکت غیرے) سید احمد خان کے اختیار میں نہیں۔ ہر کام کی جدا جدا کمیٹیاں ہیں اور کمیٹیوں کے ضوابط متقرر ہیں۔ اُن کے مطابق ممبران کمیٹی کا روائی کو تھے ہیں۔ مگر ہم تو سید احمد خان ہی کو کالج کا اٹال اور اڈمنسٹریٹو یعنی ابتدا و انتہا یا ہمہ اوست سمجھتے ہیں اور یہ بھی یوں ہی ع خود کو زہ و خو کو زہ گرو خود گل گوزہ لیکن کیا سید احمد خان دوسروں کو دخل دینے میں مصافقہ کرتے ہیں۔ عا شا وکلا۔ بلکہ وہ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ ان کے اعوان و انصار ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ اُن میں بھی محدودے چند ہیں جنکو سچے دل سے اس ہر دم کے اپنے وقتے لینے کا شوق ہو اور شوق کے ساتھ اہلیت اور صلاحیت بھی ہو۔ یہ ہے اصلی اہل اس شہدانی پھوٹ کی جواب سے چند برس پہلے سید احمد خان کے کمپ میں ظاہر ہوئی تھی۔ سید احمد خان سے جو کہ اور کس کو اسکی ستا ہو سکتی ہے کہ ملکہ وندا اور اُس غایت پر نظر کرتے جو سید احمد خان کو مذہب سے یہ گھروا نہیں

حالت کا مقابلہ کرتے ہیں اصل یورپ کے ساتھ یعنی ایک ہندی ایجنسی کا ایک منشی فانیغ انجمن کے ساتھ  
یا ایک پیادہ پا کا اسپرس (نہایت تیز رفتار ریل) کے سوار کے ساتھ۔ اگر اہل یورپ کے مقابلے میں بیٹھے ہونے کی  
وجہ سے ہم تعلیم سے بے دل ہوں تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ ہم تجارت، حرفت، صنعت، فلاح، وغیرہ وغیرہ غرض دنیا  
کے سب کاموں کو چھوڑ بیٹھیں۔ ابھی حال میں میں نے کسی اخبار میں پڑھا کہ ولایت کے اخبار ٹائمز نے جو اپنی خاص  
خاص کارپانڈٹوں کی اجرت مقرر کر رکھی ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ کچھ اوپر ساڑھے چار لاکھ روپیہ کا ہوتا ہے۔  
اور یورپ میں ایسے کئی اخبار ہیں جو آدنی میں ٹائمز کے ہم پے ہیں۔ یہاں سارے ہندوستان کے اخباروں کو اب  
سیکڑوں برس تک بھی یہ بات نصیب ہونے والی نہیں۔ یہ اخبار کا تذکرہ میں نے اتفاقاً طور پر کر دیا کہ فی الوقت  
ایک بات یاد آگئی۔ سورنہ دولت اور ایچا اور ہنرمندی کے متعلق یورپ کی ایسی بے شمار باتیں ہیں کہ انہیں سے  
ایک چھوٹی سی بات بھی بیان کی جائے تو یہاں کے لوگوں کو الف لیلہ کی حکایت سلام ہو فرضی دل سے بنائی  
ہوئی۔ ہم تو ایسے گئے گزرے ہیں کہ یورپ کے مقابلے میں ہماری کچھ ہستی ہی نہیں یہ انسان کی ایک نیچرل بات  
ہے کہ جب وہ اپنے انباے جس میں کسی کو اپنے سے بہتر حالت میں دیکھتا ہے تو اسکو اپنی حالت سے ایک طرح کی  
بے دلی پیدا ہوتی ہے اور بے دلی کے دو نتیجے ہوتے ہیں یا تو وہ اپنی حالت کے بہتر کرنے کی کوشش کرتا  
ہے اور ایسے لوگ کم ہیں۔ اور یا وہ ہمت ہار کر کامل و بیکار ہو جاتا ہے اور ایسے بہت ہیں۔ اور اسی مصلحت کے شائع  
تعلیم یہ ہے کہ اگر تم شکر گزار بنو بننا چاہتے ہو تو ہمیشہ اپنے سے فروتر حالت والوں پر نظر رکھو لیکن میں تعلیم  
کے متعلق سٹوڈنٹس (طلبہ) کو آڈینس (حاضرین) میں جھگو الگ پہچان پڑتے ہیں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے سے  
بہتر حالت کے لوگوں کو دیکھو یعنی اہل یورپ کو اور اپنی حالت کے بہتر کرنے کی کوشش کرو۔ یورپ بھی دو چار  
دس بیس برس میں یورپ نہیں ہو گیا۔ روم و از نوٹ بلٹ ان اے ڈے (شہر روم ایک دن میں تو نہیں بن  
گیا تھا) بلکہ یہ انکی صدیوں کی نہیں تو ڈیڑھ پونے دو صدی کی کوششوں کے نتیجے ہوتے ہیں شک بھی نہیں  
ہیں بلکہ بقول شخصے کے آدمی کے پیرشدی، بڑے برائے اور بیدل ہونے کی کوئی وجہ نہیں اس مضمون کو حکیم  
سنائی نے کمال فصاحت و بلاغت کے ساتھ نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں ادا کیا ہے۔ اس مقالے میں وہ نفیس  
قطرہ آپ صاحبوں کو پڑھ کر سنا تا ہوں قطعہ

حافظہ کامل شود و حافظے صاحب سخن  
لعل گرد و درجہاں یحقیق اندر بین

قرن با بید کہ تا یک کود کے از لطف طبع  
سال با بید کہ تا یک سنگ صلی ز آفتاب

لاذہب ہونگے یا کرستان۔ گو کسی مشن سکول میں نہ جائیں گو کوئی مذہبی کتاب نہ دیکھنے پائیں۔

لفظ جٹلمین کی پوری ڈیفینیشن (تعریف) بیان کرنے کو تو بڑا وقت دے رہا ہے۔ اور میں اپنے میں اتنی قابلیت بھی نہیں دیکھتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سب سے اعلیٰ صفات کمالیہ انسانی میں جٹلمین کا سنس آجاتا ہے۔ کلیم خوش بردن می برد زوج کی قسم کے لوگوں سے ہماری کار براری نہیں ہو سکتی اگرچہ ہم مسلمانوں میں ایسے بھی کم ہیں بلکہ درکار ہیں دیں سعی سیکند کہ گیر و غریق رائے مانپکے آدمی اور ایسے لوگ طیار ہوں گے تو اسی کالج سے طیار ہونگے کیونکہ یہاں اور صرف یہیں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے انسٹیٹیوشنوں میں اس کی ضرورت ہی تسلیم نہیں کی گئی اس واسطے کہ گورنر سے خارج ہے۔ یہ بات کہ علی گڑھ کالج طالب علموں کو بنی اسے۔ ام اس کے علاوہ جٹلمین بھی بناتا ہے اس کے متعدد شواہد موجود ہیں۔ امتحان میں انٹرنس سے اور عمر میں ٹینیز سے بجا وز نہیں ہوتے اور یہاں کے طالب علم ان فکروں میں لگے ہیں کہ نئے نئے ہاتھوں سے چھوٹی چھوٹی تھوڑی تھوڑی قومیں جمع کر کے ایک فنڈ بنا دیں جو بے مقصد روٹوں کو سپورٹ نہ کھل کرے یہ وہ یاقوت ہے کہ آکسفورڈ اور آڈنبرا کی یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کو لیکر ان پر سے قرآن کر کے پھینک دیا جائے۔ اگر گورنمنٹ ان باتوں پر نظر نہیں کرتی۔ تو کچھ پروا نہیں اخوس یہ ہے کہ پبلک کی آنکھوں پر بھی خدا نے پردہ ڈال دیا ہے۔ سورن پڑھنے والے لڑکے اور علی گڑھ کالج میں ہنوں اسکے معنی کیا یہ تو میں نے شال کے طور پر ایک بات بیان کی شتے نمونہ از خرد اسے ورنہ کوئی آدمی کالج میں رہ کر بورڈوں کے ضبط اوقات کو محاسبانہ دیکھے تو جاتے کہ کیونکر یہ لڑکے خوش دلی اور چاہو کے ساتھ پڑھنے لکھنے میں مشغول رہتے ہیں ہم میٹوز میں ایک عام غلط فہمی یہ واقع ہے کہ دن بھر کتاب کے رٹے رہنے کو شرط طالب علمی قرار دے رکھا ہے اس طرح کی طالب علمی کرتے والوں میں ایک میں بھی ہوں۔ دن کا تو کیا حساب دوں مجھے یاد نہیں کہ زبان طالب علمی میں میں کسی ایک رات نیند بھر کر سویا ہوں میں سکا لرشپ ہوئے پیچھے ایک چوکیدار کو چند پیسے عینا دیا کرتا تھا کہ وہ مجھ کو رات کے دو بجے کتاب بینی کے لئے جگا دے میں گریسوں میں مکان کے اندر گھٹکا اور جاڑوں میں باہر صحن میں بیچکر کتاب دیکھتا تھا تا کہ سو نہ جاؤں بلکہ کوئی قسم کے عطسہ اور لٹکے معلوم تھے اور اگر میں سمجھتا کہ اس طرح کی طالب علمی علی گڑھ کے طالب علموں کے حق میں مفید ہوگی تو یقیناً جانویں ان لٹکوں کے بتا دینے میں درینے نہ کرنا غرض مجھ کو کوئی قسم کے عطسہ اور لٹکے معلوم تھے اور اب میں خیال کرتا ہوں کہ غالباً اسی آل ورک اینڈ نو پلی کام ہی کام اور کھیل نہیں اکائی نتیجہ ہوا ہو تو عجب نہیں کہ ساری عمر مجھے یا حنی نہ آئی ایک زمانے میں شطرنج



تو کیا ہے۔ غرض سید احمد خاں سے بڑھ کر اور کس کو اسکی مٹنا ہو سکتی ہے کہ بیگم و ندان کے ساتھ مٹی میں مل نہ جائے۔ مگر جب کوئی سہارا لگانے کی حاجی نہیں بھرتا تو بے چارہ بڑھا کیلا اس عمر میں اپنی ہڈیاں پل رہا ہے۔

اب میں ایسی چند باتیں بیان کر دوں گا جن کی وجہ سے میں علی گڑھ کالج کو عزیز رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اور لوگ بھی خصوصاً مسلمان اس کی قدر و وقعت کریں کیونکہ اس وقت قومی خیر خواہی اسی میں منحصر ہے کہ مسلمان تعلیم پائیں اور تعلیم بھی پائیں تو اسی علی گڑھ کالج میں۔ پہلا سبق جو مسلمانوں کو اس کالج سے سیکھنا چاہئے وہ سلف ہپ (اپنی مدد آپ کرو) کا سبق ہے یہ سبق ترقی کا پہلا سٹپ (قدم) ہے میں اس کالج کو اس شیخی کے نظر سے نہیں دیکھتا کہ یہ ہم مسلمانوں کا کیا ہوا کام ہے۔ مگر باں کالج کو دیکھ کر اس وجہ سے خوش ہوتا ہوں کہ مسلمانوں نے سلف ہپ کے رستے میں پہلا قدم رکھا ہے۔ اس سے دو مطلب نکلتے ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں نے اپنے تئیں محتاج مدد سمجھا اور دوسرے یہ کہ اپنی مدد آپ کی یہی دو خیال اگر خدا مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کر دے تو دنیا میں وہ کونسا کام ہے جو مسلمان نہیں کر سکتے۔ پھر نظر ظاہر بین میں یہ کالج بھی ایک ایجوکیشنل انسٹیٹیوشن ہے اور ایسے کتنے انسٹیٹیوشن برٹش انڈیا میں کبھرے پڑے ہیں اور اب تو یہ لٹکا سب کو معلوم ہو گیا ہے کہ انگریزوں کو دوام میں لانے کا پسے آسان بیٹ (دوانہ) دام ہے کہ چار لوٹے گھر کر ایک سکول جاری کر دیا کاکٹر ڈیوٹی کشر کا بلالینا تو کچھ بات نہیں ممکن ہے کہ ان سے کوئی بڑی مچھلی اچھٹے۔ بے شک پڑھائی کے اعتبار سے تو یہی حال ہے جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہم کوئی اوٹینڈرڈ نہیں ٹھیرا سکتے۔ کوئی دوسرا کورس نہیں تجویز کر سکتے لیکن کورس کے علاوہ ایک اشتراقی طور کی تعلیم خاص کر اس کالج میں اور صرف اسی کالج میں دی جاتی ہے جس کے ذریعے سے سید احمد خاں طالب علموں کو اپنے طوع کا بناتے ہیں۔ مذہبی عقائد میں نہیں بلکہ ان صفات میں جنکے بدون اس زمانہ میں کوئی آدمی جنمائیں ہو نہیں سکتا قسم کھانے کی بات ہے کہ سید احمد خاں نہ اپنے عقائد کو کسی پرفورس دجبر کرتے اور نہ فورس کر سکتے۔ مگر نفس انگریزی بے شائبہ تعلیم مذہبی طبیعتوں میں مذہب کی طرف سے شکوک پیدا کر دے تو اس بن سید احمد خاں کا کیا دوش ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ پادری اور پادریوں کی مذہبی تعلیم اور انکا پرچنگ (دعوت) یہ چیزیں طلبہ کو عقائد سے متزلزل کرتی ہیں میں کہتا ہوں۔ انگریزی نقوش چاہے ان میں حساب اور جغرافیہ اور تاریخ ہی کیوں نہ ہوں مذہب سے متزلزل کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اگر سید احمد خاں طلبہ کو نیچری بنانے کی کوشش کریں تو ہم مسلمانوں کو ان کا شکر گزار ہونا چاہئے کیونکہ لڑکے اگر نیچری مسلمان نہ ہوں گے تو وہ



کھلا کرتا تھا تو ہمیشہ اسی کھانا اور برادری لینے کو بڑی جیت سمجھتا ہندوستانیوں کے ذہنوں میں یہ غلط خیال ایسا جاہلوں  
 ہے کہ اگر کھیل کو کمپسری (جبری) نہ کیا جائے تو یہ خالی بیٹھے رہیں اور دوڑ و صوب کے نام گھومتے باہر پانوں  
 نہ نکالیں ایسے قدر ناشناسوں سے توقع رکھنی فضول ہے کہ یہ علی گڑھ کالج کے ٹیم (کھیلنے والوں کی جماعت) کی  
 داد دینگے۔ مگر ایک وقت آئے والا ہے اور اسکو دور نہ سمجھو کہ آج جن پرعت کی جاتی ہے انکے عرس میں اگر نیگے  
 اور ہر ایک بات جس پر اعتراض کیا جاتا ہے دستور العمل ٹھیکرائی جائے گی۔ اسے کاش میں اسوقت کے دیکھنے  
 کے لئے زندہ رہوں۔ اور تم سب بھی غیر تو علی گڑھ کالج کی پکویس سیریز (خصائص) میں ایک پکویس بیٹی پر  
 بھی ہے کہ ایسے کھیل جن سے تو اسے داغی تنگنہ اور جسم چست و چالاک اور تندرستی شہور (محققین) اور سیکریٹری  
 (محفوظ) ہو یہاں کے روٹیں (سلسلہ درس) میں داخل ہیں۔ اور ان پر ویسی ہی توجہ کی جاتی ہے جیسی تعلیم کتابی  
 پر علی گڑھ کالج کے خصائص میں سے ایک بڑا مفید اور بڑا بکار آمد یہاں کے طلبہ کا ڈیٹنگ کلب ہے جہاں  
 یہ لوگ جمع ہو کر گویائی کی مشق بہم پہنچاتے۔ ہست دلال رد و فوج حاضر جوابی یعنی داب مناظرہ سیکھتے اور اہم معاملات  
 میں اسے زنی کرنے کی عادت کرتے ہیں۔ یہ ہے حاصل تمام تعلیم کا تعلیم تصویر منسوب ہے اور یہ ہے اسکا  
 پیکش رعل اور جیب میں ایسی باتوں پر نظر کرتا ہوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ علی گڑھ کالج کے ہوتے لوگ  
 اپنے بچوں کو دوسری جگہ کیوں پڑھواتے اور کیوں پڑھنے والے دوسری جگہ پڑھتے ہیں۔ پڑھواتے ہو اور  
 پڑھتے ہو تو یہاں پڑھواؤ اور یہاں پڑھو۔ ورنہ امتحان بھی پاس کر لو گے وگرنہ بھی مل جائے گی اور شاید کوئی  
 معقول نوکری بھی عرض اشرافی ہو جاوے گی۔ مگر کسالی نہیں۔ وثیقہ کلاؤ گے مگر جبر و نہیں ہے۔  
 اگرچہ شیخ نے داری پڑھائی سن کی سی مگر وہ بات کہاں مولوی بدن کی سی۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تعلیم تو اوپر بھی ہوتی ہے مگر تربیت جو نتیجہ و حاصل تعلیم ہے وہ یہیں ہوتی ہے  
 اور بس۔ ابھی حال میں پنجاب کے فائنٹ گورنر صاحب نے طالب علموں کو بڑی عمدہ نصیحت کی ہے کہ نیشنل  
 کانگریس کی شرکت سے محترز رہیں اور واقع میں نیشنل کانگریس کا انتقاد خود غرضی اور فسادیت پر مبنی ہو یا  
 نہ ہو۔ اور اس کا پیرایہ درست ہو یا نہ ہو۔ اور اس کی غرض و غایت ممکن الحصول ہو یا نہ ہو۔ لیکن اس سے تو کسی  
 کو انکار نہیں کہ نیشنل کانگریس میں قلم و سنتی ملک کے متعلق ایسے پیچیدہ اور اہم مطالب پیش ہوتے ہیں کہ ان  
 میں اسے زنی کرنے کو بڑی عقل بڑی معلومات اور بڑی لیاقت و کار ہے اور طالب علم اپنی جگہ کتنے ہی  
 لائق ہوں۔ امید نہیں کہ ان شرطوں کو پورا کر سکیں تو نیشنل کانگریس میں شرکت ہونے سے ایسے انٹری

ایشیائی تعلیم یہ بات دوسری ہے کہ جو علوم ہم لوگ پڑھتے تھے وہ بے کار تھے یا بکار آمد۔ مفید تھے یا ناسفید۔ مگر وہ ایک طرح کی طالبِ اعلیٰ تو تھی ہی۔ میں علم کا علم سے مقابلہ نہیں کرتا۔ بلکہ طرزِ تعلیم پر کچھ ریا کر کے چاہتا ہوں۔ ہم لوگوں میں مطالعہ بڑی ضروری چیز سمجھا جاتا تھا۔ میں نے اگلے سبق کو زورِ طبیعت سے آپ نکالا۔ اس میں ایسی زحمت ہوتی تھی کہ جس نے مطالعہ کئے ہیں۔ بس اُسی کا دل جاتا ہے گھنٹوں کتاب پر سر جھکائے جھکائے گردن نفل ہو ہو جاتی تھی۔ اور دماغ پر جو فشار پڑتا تھا بس اُس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ دو گھنٹے کے اچھے زبردست مطالعے کے بعد طبیعت اس قدر خستہ ہو جاتی تھی کہ گویا بڑی بھاری نزل طے کر کے آئے ہیں۔ زحمت تو بڑی سخت تھی مگر ویسے ہی اس کے فائدے بھی تھے کسی فن کی ایک کتاب بھی اس طرح پر نظر سے گزر گئی تو بس جانو کہ اُس فن میں اچھا خاصا عبور ہو گیا۔ استدلالِ جلدِ جلد بہرتی تھی۔ مطالعہ کا پڑھا ہوا اس طرح ذہن نشین ہوتا تھا۔ جیسے نقش فی الحجر کہ برسوں کے بعد خیال کرو اور تازہ میں دیکھتا ہوں تو انگریزی خوانوں میں مطالعہ کا دستور بالکل نہیں اور شاید وورگرمنک (کثرتِ اسباق) کی وجہ سے اُن کو مطالعے کی فرصت نہیں ملتی۔ مگر کچھ ہی سبب ہو نتیجہ یہ ہے کہ ان کی استعدادِ ڈیپ اور سوئڈ (فائر و عمیق) ہونے کے عوض شیوا اور سوپر فیل (سطحی و قشری) ہوتی ہے۔ نظرِ مطلب کے اطراف و جوانب اور پروزائیڈ کو نر یعنی مالہ اور ماحلیہ پر احاطہ نہیں کرتی۔ اور خود محکومِ بار بار اس کا ٹچر ہوا ہے۔ بے شک اس میں آنریبل اکیپشنز (مستثنیات لائقِ اعزاز) بھی ہوں گے۔ اور ضرور ہوں گے مگر لاکھ لاکھ الکھل چھوٹے بچوں کو انکلی کپڑا کر چلنا سکھاتے ہیں۔ اور اس سے بہت بہتر وہ طریقہ ہے کہ لکڑی کے ایک چوکھٹے میں جس کو عرفِ عام میں گڈولنا کہتے ہیں پیسے لگا کر اُس کے سہارے سے بچے کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ چوکھٹا آگے کو لڑکتا ہے اور بچے کو خود بخود پائوں اٹھانے پڑتے ہیں۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ بچہ پائوں پر زور دینے کی عادت کرے چنانچہ اس تدبیر سے بچے گڑبڑ کر چلنا سکھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم بچوں کو کندھے پر چڑھائے چرھائے یا گود میں لادے لادے پھیرا اور خود بچے کو کسی طرح کی زحمت نہ اٹھانے دیں تو وہ بچہ کبھی بھی پاؤں چلنا نہیں سیکھے گا۔ یہی حال ہے پڑھنے کا کہ اُسٹاد صرف ایک سہارا لگانے والا ہے اور اصل میں پڑھنا وہی ہے جو سٹوڈنٹ اپنے آپ سے پڑھتے ہیں۔ یعنی خود معلّم ہوتے ہیں اور خود ہی معلّم۔ اب تم کو اپنی ایک حکایت سناؤں تو شاید تم سمجھو کہ لاکھ لاکھ الکھل کے حکم میں ہے ۱۱

تہمت کیلئے گورنمنٹ کو ہم پر پورا پورا اعتبار ہے۔ اور ہم سچے دل سے پورے پورے اس کے خیر خواہ ہیں اور یہ ہمارے کالج کا بڑا اہم حصہ ہے اس بات کو مشرک و طنز و اعتراض کے طور پر بیان کیا تھا کہ مرد و تعلیم کل تعلیم ہے یعنی لوگ نوکری کے لئے تیار کئے جاتے ہیں اور بس بے شک دور کے خیال سے تو تعلیم پر یہ اعتراض ضرور وارد ہوتا ہے اور جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جائے گا اس تعلیم کا ناقص اور غیر مفید ہونا ثابت ہوا و رہو۔ مگر ہم مسلمانوں کی حالت موجودہ کے لئے کافی اور مفید دونوں ہے ہم لوگ نوکری ہی کو معاش پیدا کرنے کا معزز ذریعہ سمجھتے ہیں اور ہمارے اس خیال کے بدلنے کو مدین چاہئیں۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ نوکری کو جس کے لئے ہم بنائے گئے ہیں اپنے لئے مو نو پولا کر لیں اور ان لوگوں کو جن کا یہ کام نہیں۔ اور دوسرے پیشے اختیار کرنے میں ان کی طبیعتیں مضائقہ نہیں کرتیں اور نہ ان کو مضائقہ کرنا چاہئے نوکری میں نہ کھنسنے دیں۔ یہ تعلیم کیسی ہی ناقص و نامہوا اس میں اتنی خوبی تو ضرور ہے کہ آدمی کو گہرے بنا دیتی ہے یہی پاپٹ بننے بھی بیٹے ہیں اور قریب قریب اسی طرز پر تعلیم پائی ہے۔ فرق اگر تھا تو یہ کہ یہی علوم ہکو ورنیکولر میں پڑھائے گئے۔ اور جب تک جیئں گے اس ورنیکولر کا انوس کریں گے تو میں نے اپنے ساتھ کے طالب علموں کو دیکھا کہ مختلف کاموں میں مشغول ہوئے۔ مگر خدا کے فضل سے جو جس شان میں تھا یا اب ہے اپنے اقران میں شمار الیہ اور امثال میں ممتاز رہا یہ کا نفرنس اس وقت تو علیگڑھ کالج کی ٹاں میں ٹاں ملائے والا ہے۔ مگر یہ ایک جزم (بیج) ہے اگر جزم کیا تو آگے چل کر اسکا مزہ آئے گا۔ جب ملک تعلیم کی پوری پوری قدر کرنے لگے گا اور لوگ سمجھیں گے کہ زائد کس طرح کی تعلیم کا مستقاضی ہے۔ گورنمنٹ تعلیم سے دست بردار ہو بیٹھے گی اور لوگ تعلیم اولاد کو ان کی پرورش کا جزو علم سمجھیں گے اور اس کا انتظام تمام و کمال لینے ہاتھ میں لیں گے۔ اُس وقت اور صرف اُسی وقت لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ہمارے بڑھے رفارمر سید احمد خاں کو بھی کتنی دور کی سوچھی تھی سید احمد خاں اور ان کے کالجیمیٹ شاف کے ہوتے ہر ایک کا کام نہیں کہ یہاں کے طالب علموں کو نصیحت کرنے یا کسی بات کی صلاح دینے کی جرات کرے۔ کیونکہ کسی نے سوچ کر کوئی بات نکالی بھی تو وہ دیکھ لے گا کہ اُس کے ذہن میں ہے اور یہاں عمل درآمد میں۔ مگر جھکو تو جو کچھ کہنا ہے اپنی طرف سے کہہ ہی گزروں گا یہی نہ کہ بات کر رہو گی اچھا اگر کر رہو گی بھی تو خدا کرے۔ ایک اعتراض تو جو ہمارا انگریزی خواں طالب علموں کی طرز تعلیم میں ہے طالب علموں میں نے بھی کی ہے اور ہزاروں نہیں تو سیکڑوں کو طالب علموں کی طرف سے دیکھا ہے مگر وہی پُرانی

خلفائے ہند میں ہوتا ہے

شکر پر دے ہی میں اُس بت کو حیا نے رکھا + ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا  
 باسے لاٹ صاحب دورہ کرتے کرتے الہ آباد آئے اور حاکم انتظامت فرمائے بنارس ہوئے نیپل کو ڈ  
 ٹرینیلنگ سٹاف سب اُن کے ساتھ۔ الہ آباد صاحب کہ وہ کسی ضرورت سے ایک ہفتے کے لئے الہ آباد گئے  
 اور جنگویہ خدمت سپرد ہوئی کہ منشی غفلت الہ صاحب کا کیا اور مولوی کریم بخش صاحب کا اصلاح دیا ہوا ترجمہ  
 ریڈ صاحب کو سنا دیا کروں۔ دخل تو دنیا پڑتا ہی تھا میں نے دو چار ہی دن کی صحبت میں یہ ثابت کر دیا کہ میں  
 نیپل کو ڈ کو خوب سمجھتا ہوں۔ اور میری شکر تریجے کے حق میں مفید ہے۔ ریڈ صاحب تو میری انگریزی  
 دانی کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ انھوں نے اپنی روانگی سے پہلے چٹھی دے کر جنگویہ صاحب کے پاس  
 چلنا کیا۔ اور میں ٹرینیلنگ سٹاف میں جاد اخل ہوا اور آخر کار میں نے ہی دفعات کے خلاصے لکھے اور  
 میں نے ہی اپنی نگرانی میں مجبوعہ تعزیرات ہند چھپوایا۔ مطلب کی بات تو یہ ہے کہ جب ہماری ٹریننگ کولاٹ صاحب  
 نے ڈپٹی کلکٹریاں دینی تجویز کیں۔ ریڈ صاحب نے نوٹیشن رول کے فارم میں میری انگریزی دانی کی بڑی  
 مدح کی۔ اور میرا وہی حال عالم ہمہ افسانہ اور دو ہا بیچ + تو کیا ریڈ صاحب نے میری مدح غلط کی۔ ایسا ہونا نہیں  
 سکتا تھا۔ ہاں اُن سے غلطی ہوئی تو یہ کہ انھوں نے فی زعمہ میری استعداد کو انگریزی کی طرف منسوب کیا  
 حالانکہ وہ استعداد صرف قوت مطالعہ تھی جو میں نے اپنی طالب علمی میں حاصل کی تھی اور اُس وقت تک ایسی  
 فرسودہ نہیں ہوئی تھی جیسی اب ہو گئی ہے +

مضعل ہو گئے تو سے غالب + وہ عناصر میں اعتدال کہاں

آج کل کے انگریزی تعلیم یافتہ ہم اولڈ فیشن کے پڑھے ہوؤں کو ذرا نظرحقارت سے دیکھتے ہیں اور بلاشبہ  
 پرانی تعلیم اس جدید تعلیم کے مقابلے میں نظرحقارت سے دیکھے جانے کی مستحق بھی ہے مگر میں تو طرز تعلیم میں  
 شک کر رہا ہوں نہ نفس تعلیم میں۔ ہم تعلیم کا اچھا برا تو جانتے نہیں اب بھی جو کچھ کر رہے ہیں وہی اولڈ فیشن کے  
 دور سے چند تعلیم یافتہ کر رہے ہیں +

رنگیں سوا ہے اب کے گل نوبہار سے + پہلا جو برگ زرد کوئی اس چمن میں ہے

یہ میں سے کوئی بی اے۔ ایم اے۔ ال ال ڈی ہو تو بتا دو۔ ایک سید احمد خاں ال ال ڈی ہیں تو وہ نہ  
 انگریزی انگریزی کی وجہ سے۔ اور نہ ہماری پُرانی عربی تعلیم کی وجہ سے بلکہ اُس تعلیم کی وجہ سے جس کو علم لدنی

شیخی گجرات اور خود ستانی کرتا ہے۔ حالانکہ شیخی اور خود ستانی نہیں طالب العلوم پر مطالعے کی ضرورت کا  
 ثابت کرنا منظور ہے۔ میں نے کالج میں سبقاً سبقاً انگریزی نہیں پڑھی اور کس نفس تو اس کا شفا صی ہے کہ  
 کہوں مجھ کو انگریزی نہیں آتی لیکن آپ لوگوں میں انگریزی دانی کا اظہار نہ کروں تو کیا سولویوں میں کہتا  
 بڑا پھروں اور انکو میٹھے جھائے اپنی نسبت فتوے کفر لکھنے کی تکلیف دوں۔ بعد خدائے الہ آباد میں  
 ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھا کہ میں نے انگریزی کا شوق کیا۔ نہیں بلکہ ایک دوست نے رغبت دلائی۔  
 دورے کی نوکری پڑھنا تو کیا ہو سکتا تھا مگر ہڈ کو ارٹھر میں آتا تو ان ہی دوست سے بقدر دست واد  
 فرصت کچھ دیکھ لیتا۔ اور دورے میں بطور خود اس کو یاد کرتا۔ چند روز میں اتنی استعداد دہو گئی کہ رومن  
 کی سکول ڈکشنری کی مدد سے عبارت کا مطلب سمجھ لیتا تھا۔ مگر بدقت تلفظ بہت ہی نادرست تھا اور  
 اب تک بھی نادرست ہے۔ میں اس عیب کی شکایت نہیں کرتا جس سے کئی ہندوستانی خالی ہوتے  
 ہیں بلکہ میں اپنے میں یہ عیب بہت زیادہ پاتا ہوں۔ اس واسطے کہ ساری عمر میں اہل زبان کے منہ  
 سے انگریزی الفاظ بہت سنے ہوں گے تو شاید ایک ہزار اور اگر کمرات کو حذف کردوں تو چند جن  
 اور اسی نادرستی تلفظ کی وجہ سے مجھ کو انگریزی میں بات کرنے کی کبھی جرات بھی نہیں ہوئی اور ضرورت  
 بھی نہیں پڑی۔ بہر کیف میری استعداد رومن کی سکول ڈکشنری تک تھی۔ اور اسی زمانہ میں ہمارے اس  
 پینل کوڈ (تقریرات ہند) کا ترجمہ ہو رہا تھا تو کس اہتمام سے کہ منشی غلطی اللہ صاحب ترجمہ کرتے اور بہ  
 ترتیب پہلے مولوی محمد کریم بخش صاحب پھر منشی سٹوارٹ ریڈ صاحب جو اس وقت ڈرکٹر اور پبلک  
 انشورن تھے پھر آخر کار خود سر جارج ایڈمنشن صاحب لفٹ گورنر اس میں حکم و اصلاح فرماتے۔ اور  
 اتنی نظروں کے بعد ترجمہ چھپنے کو دیا جاتا۔ اب خدا کو منظور ہوا اذا اراد اللہ شئنا ھما سببا ھ کہ یہ ذر  
 بے مقدار روشناس آفتاب ہو یعنی نواب لفٹ گورنر نذیر احمد کانوٹس لیں۔ اور نذیر احمد کا یہ حال کہ بابو  
 شیو پرشاد صاحب کی ماتحتی میں بنارس سرکل کے تمام ڈپٹی انسپکٹروں میں یاقوت اور کارگزار کے  
 اعتبار سے این دی بوٹم آؤ دی لسٹ۔ یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے بابو صاحب کی  
 ماتحتی میں ایک سو بیس روپے ہمارا کی انسپکٹری سے تنگ اگر اسی روپے ہمارا کی انسپکٹری منظور کر لی تھی اور وہ  
 اتفاق سے علیگڑھ کی ڈپٹی انسپکٹری تھی مگر میں علیگڑھ آگیا ہوتا اور سید احمد خاں بھی اندون یہاں ہوتے تو میں آج کو ان  
 سے



نہ مگر ہر بانی سے لکھا بھی کہ تم چاہو تو اگلے سال شریک امتحان ہونا میں نے یہ سوچا کہ امتحان کا کھٹکا بُرا۔ اور  
 میں نے صاحب مجسٹریٹ سے عرض کیا کہ فیل ہونے کی صورت میں میری جدید العہدی کا لحاظ فرمایا جائے شریک  
 عیلم کے ملازم کو مالگنداری اور فوجداری سے کیا نسبت تحصیلداری کے کاغذات کا ہڈا وٹیل تک تو بچکے معلوم  
 تھا۔ اعلیٰ انجلی رکھ کر بتاتے تو میں دستخط کرتا معلوم نے امتحان سے بہتیرا ہی ڈرایا۔ مگر میں اپنی قوت کتاب  
 بینی کا بخوبی اندازہ کرتا تھا۔ ایک زبانی اور شریک امتحان ہوا پہلی ہی دفعہ ہول ڈویژن کے تحصیلداروں میں  
 نمبر اول ڈپٹی کلکٹری میں پھر وہی امتحان کا مرحلہ پیش آیا۔ اور گورکھپور میں (یہ اُن وقتوں کا مذکور ہے کہ ضلع سہی  
 علیحدہ نہیں ہوا تھا) کام کی یہ کثرت کہ خدا کی پناہ۔ مگر وہی کتاب بینی کی حادث ہول پراونس کے پاس شدگان  
 میں ہر آدمی اسٹانڈنگ (سرفہرست بشمول اجائنٹ مجسٹریٹ اسسٹنٹ کلکٹر۔ ڈپٹی کلکٹر کینڈیڈیٹس  
 شاید یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک نیو ڈپٹی کلکٹر جنٹوں اور اسسٹنٹوں پرست لگیا کہ اس کے بعد سے امتحان کا  
 اسٹ (نتیجہ) دو حصے ہو کر شہر ہونے لگا۔ یور وینیز کا الگ اور نیوز کا الگ۔

پس اسے طالب علمو! جہاں رہو اور جس حالت میں رہو عربی کے اس چھوٹے سے مصرعے کو جلی  
 قلم سے خوشخط لکھو اگر سامنے میز پر رکھے ربو ح و خیر جلیس فی الزمان کتاب۔ اس پر عمل کرو گے تو تمام  
 دینی اور دنیاوی برکتوں کا میں ضامن۔ میری ضمانت سے تو تم کو کیوں تسلی ہونے لگی کہ تو بڑے میاں کی ضمانت  
 دلوا دوں۔ مگر دینی برکتوں کے لئے بھی ان کی ضمانت لو گے؟ میں تو تم کو تعلیم کے متعلق بہتیری صلاحیں  
 بتاؤں۔ لیکن کچھ ایسے سچ اگر چہ ہیں کہ تعلیم کا روبرو ہونا ہے دیر طلب اور مشکل سیکولر دنیاوی نوکچہ ہے  
 بھی اور شاید کچھ بہ بھی جائے گی کیونکہ لوگ اسکی اصلاح کی طرف متوجہ ہیں۔ مذہبی تعلیم ہے جس کی طرف سے جکڑنا  
 ہے وہ بلا سابعینہ و خیر جلیس کا یہ ہے کہ لوگ صبر و سکون سے بات سنتے نہیں اور پہلے سے  
 پر پچھڑ سڈھوں تو صبر و سکون کے ساتھ سنیں کیا خاک۔ مذہب کا نام زبان پر آیا اور انھوں نے کان کھڑے  
 کئے سننے کے لئے نہیں بلکہ دھشت و گریز کے لئے۔ اور بات جو میں کہنی چاہتا ہوں اسی قدر ہے کہ دین میں جو کچھ  
 جمع کیا گیا اور جس ضرورت سے جمع کیا گیا اور جس طرح جمع کیا گیا وہ اس وقت کے لئے تو بہت ٹھیک تھا جس وقت  
 جمع کیا گیا تھا لیکن اُس وقت میں اور اس وقت میں نور و ظلمت کا فرق ہو گیا ہے ہکو اس وقت کے لحاظ  
 سے دینیات کو ترتیب دینا ہے لیکن ترتیب دے کون۔ اور کوئی اتنی جرأت بھی کرے تو اُس کی مانے کون  
 لے لے میں سب سے بہتر مفتی کتاب ہے ۱۳

کہنا چاہئے علمنا کہ من اللہنا علما کہ ایک شخص عربی کا قاضی ہوا انگریزی کا پروفیسر اور خدا اُس کے ذہن میں ایسی برکت دے کہ مولویوں اور پروفیسروں کو رستہ بتائے۔ انگریزے پڑھتے تو تم ہو مگر اسے کاش میری بار اُنکی قدر کرو کہ باوجودیکہ نہ توجب پڑھنے کی عمر تھی انگریزی پڑھی اور زساری عمر خدا نے انگریزی کو میرا ذریعہ بنا کر گردانا۔ تو انگریزی کی ایسی ہی قدر و قیمت دل میں تھی کہ بڑی عمر میں اسکو سیکھا اور بے تقاضاے معاش سیکھا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ہمیشہ افسوس کرتا رہا اور کرتا ہوں کہ کیوں ابتداء میں میں نے انگریزی نہیں پڑھی تو کُری تو میں نے مولوی ممدی علی کی مہربانی سے ایسی پیش قرار خواہ کی کی کہ سیکڑوں انگریزی خوانوں میں سے ایک کو بھی نصیب نہیں ہوتی مگر میں اسکو چانس (بخت و اتفاق) ہی سمجھتا رہا کیونکہ وہ اس یاقوت کے صلے میں مل تھی جس کی انٹر ترک ویلیو (ذاتی قدر و قیمت) اس زمانے میں اتنی ہے نہیں۔ تمہارے عزیز و! انگریزی کی اتنی توقیر رکھتی میں نے کی اور کرتا ہوں اور یہ معلوم ہو گا اس سے کہ معاش سے قطع نظر کر کے تم کو انگریزی کا شوق ہو۔ اگر تم یہ سمجھ کر انگریزی پڑھ رہے ہو کہ فی زمانہ معاش پیدا کرنے کا ذریعہ ہے تو میں تمہاری رائے کی تصویب کرتا ہوں۔ مگر میں اس کو شوق نہیں سمجھتا۔ شوق یہ ہے کہ جب خدا کرے تم تھان پاس کر لو۔ اور خدا کرے تمکو نوکری بھی مل جائے اور نوکری بھی مل جائے تو معقول یعنی جب تم کو مدرسے سے طالبِ علمی کا تعلق باقی رہے۔ اُس کے بعد بھی تم سسٹمی کو تے رہو اور کتاب بینی کو اپنے جیتے جی کا شغل بنا لو۔ روحانی لذتوں میں سے ایک لذت کتاب بینی کی بھی ہے کہ جس کو اس کی چاٹ پڑ جاتی ہے باقی تمام لذتیں اسکی نظر میں حقیر ہو جاتی ہیں۔ شاید اُس کا ظاہر حال خستہ و خراب ہو مگر میں نہیں سمجھتا کہ دنیا میں اُس سے زیادہ کوئی خوش ہو سکتا ہے۔ نہیں ہے قانع کو حاجت زرد و بخلی میں بھی ہے تو مجاہد جہاں میں اُنہد کیا اگر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے۔ میں جو کتاب بینی کی بیج کر رہا ہوں اور تم کو اُس کی تعریف دلانا ہوں نئی سنانی نہیں کرتا میرے تو یہ شرہ زندگی ہو گئی ہے اور میں نہیں جانتا کہ اگر محکمہ کتاب بینی کا شغل بھی ہوتا تو خدمت سے علیحدہ ہو چھے کیونکہ زندہ رہتا اور ماں نوکری کی حالت میں بھی کتاب بینی کی حادثے بڑے بڑے کام دے رہے ہوں دو موقعوں کو تو میں کبھی بھول نہیں سکتا میں ایجوکیشنل لائن سے ٹھکانا دل اول ساٹھ سلیم پور ضلع کانپور میں تحصیلدار مقرر ہوا۔ آج تو میں تحصیلدار مقرر ہوا۔ اور دو تین مہینے بعد تحصیلداروں کا امتحان ہونے والا تھا۔ سرچارلس الیٹ جو ان دنوں بمکال لائنٹ گورنر ہیں جسٹریٹ ضلع تھے۔ انھوں نے میری جدید العہدی پر نظر لے کر اپنے پاس سے علم دیا ۱۲

نہ ہونے پائے اور میں اس کے لئے علیگڑھ کالج کی ڈسپن (ضوابط و قواعد) کو کافی سمجھتا ہوں جو ان کے قبل الوقت  
 زیادہ پابندی مذہب دکھاتے ہیں میرا تجربہ یہ ہے کہ باجان مارہوتے ہیں یاڑ ہے ہو کر ان کی مذہبی فیکٹی کنڈرچاتی  
 ہے اگلا ماشاء اللہ دل میں تو تقاضا ہے نہیں اس واسطے کہ تقاضا پیدا ہونے کی عمر نہیں پس وہ جو زیادہ تر لکھن  
 (مذہبی) بننا چاہتے ہیں ضرور ہے کہ متصنع اور مرانی ہوں اعمالہ کو ماداشتدات بہ الویج فی یوم عاصف  
 لا یقدر ان ہما کسبوا علی ثنی کتنا ہی طالب العلموں کو سمجھاؤ منع کرو کہ مذہبی گورکھ دھندوں کے سلجھانے  
 کا تھا را وقت نہیں ہے مگر وہ کب باز آتے ہیں حقیقت میں یہ بچارے بھی طبیعت سے مجبور ہیں مذہبی اختلافات  
 تو سدا سے چلے آئے ہیں اور نہ صرف چلے جائیگے بلکہ بڑھتے چلے جائیں گے واللہ ماشاء اللہ لکھل الناس امۃ  
 واحدۃ والایزالون مختلفین الامن رحمہ ربک واللہ حلقہم مگر ایسی چھپر چار طبیعت کی کئی برس سے دیکھنے  
 میں آئی ہے ہمارے تو خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ اگلے وقتوں میں مذہبی علما وہ بھی سب نہیں بلکہ بعض  
 اپنی جدت طبع دکھانے کے لئے علم کلام میں کوئی ایک آدمہ رسالہ لکھ مارا کرتے تھے ماوشما کو مبارک و مناظرہ  
 سے کچھ سروکار نہ تھا جیسے بدین خود موسیٰ بدین خود دیا اب تو یہ حال ہو گیا ہے کہ جو جس دین کا ہے پڑھا ہے  
 تو اور نہیں پڑھا ہے تو جانتا ہے تو اور نہیں جانتا ہے تو اپنی جگہ مجتہد اور مجاہد بنا پڑا پھرتا ہے۔ یہ ہیں نتیجے رعایا  
 کی بے ہنگام آزادی اور گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی یا سپارسلیمینٹی کے چاہے وہ مجبوری ہی سے کیوں نہ ہو معلوم ہوتا  
 ہے کہ مذہب کی متوالی کو دوں کھا کر دنیا شری ہو گئی ہے تو کوئی نکتہ توقع کیا ہے کہ طالب العلموں کے کانوں تک  
 اس فعل کی آواز نہ پہنچے۔ آواز نہ پہنچتی ہے تو خدا نے کان دیے ہیں چاؤنا چار سنتے ہیں اور سنتے ہیں تو خدا نے عقل  
 دی ہے چارہ ناچار طبیعت لڑاتے ہیں بغرض طالب العلم بھی چاہیں تاہم انکو مذہب کی نسبت ایک ایک  
 رائے قائم کرنی پڑتی ہے جب طلبہ میں اتنی صلاحیت نہ ہو کہ وہ پولیٹیکل باتوں میں رائے زنی کریں تو ان میں  
 اسکی صلاحیت کہاں سے تسلیم کی جاسکتی ہے کہ مذہب کا فیصلہ کریں۔ کیا مذہب پولیٹیکل باتوں سے بھی گیا گذرا  
 ہوا جس کے اختلافات دنیا کے ساتھ ساتھ پیدا ہوئے اور کتنے حکیم کتنے فلسفی کتنے مناظر کتنے متکلم ہو کر زے  
 اور یہ اختلاف رفع ہوا پر ہوا۔ تو اسے طالب العلموں کا مذہب قطع نظر بھی نہ کرو اور قطع نظر تم کر بھی نہیں سکتے مگر اتنا  
 تو غل بھی نہ کرو کہ تمہارے پڑھنے لکھنے میں حرج واقع ہو جس کام میں تم لگے ہو یہ بھی داخل عبادت ہے بشرطیکہ  
 لائے لئے کئے جیسے راہ کو اڑائے گئی اسکو ہوا آدمی کے دن اپنے کئے پر کچھ قدرت نہیں رکھتے ۱۲ ملے اگر اسکا چاہتا تو ب کو ایک سا  
 کرتا اور لوگ بیٹھ اختلاف میں رہینگے مگر جبراً نہ کرے اور اسی لئے انکو پیدا کیا ۱۲

اس سے بہتر ہے کہ اس بحث کو یہیں رہنے دو کہاں اس قدر س کرنا ہے کہ گناہ ایک ذرا سا ہنٹ کر دیا گیا کہ بات بہت  
 کان میں پڑی رہے اور اس سے زیادہ زیادہ کہا جا چکا ہے اسی کا کیا اثر ہوا کہ آج کے کہے کا ہونا۔ زائد کارنگ  
 دیکھ کر تسلیم کے متعلق جو سیلف (محفوظ و بچیل) شوریٰ دیا جا سکتا ہے یہ ہے کہ جو گورنمنٹ کہے سو کر واد  
 جو تمہاری سوسائٹی کہے سو کر و مشعر کر و تحل کہ عاشقی میں نہیوں کرو گے تو کیا کرو گے۔ جو در دیہ ہے تو  
 در و مند و گناہ تک تم دو کرو گے۔ اب اپنی طرز معاشرت کی نسبت ایک بات سنو۔ اس زمانہ میں طالب  
 علمی سے بڑھ کر بھی کوئی مصیبت نہوگی انگریزی نہیں پڑھتے تو پیٹ کور وٹی نہیں ملتی پڑھتے ہیں تو مذہبی طعنوں  
 کے علاوہ مغرور اور بے ادب اور سرف سچے جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ گالی لاطھی نہیں پتھر نہیں چھری نہیں  
 کہ خون نکلے۔ ہڈی ٹوٹے۔ گوشت پھٹے۔ رگ کٹے۔ مگر خدا جانتا ہے کہ ان سب سے زیادہ ایذا دیتی ہے  
 جراحات السنان لھا الیقام + ولا یلینام ما جرح اللسان + یہی حال ہے مطاعن کا۔ پہلے تو عام انگریزی  
 خالوں پر مذہبی ملاحی گالیاں پڑا کر تی تھیں۔ سو شکر ہے کہ ان میں تو بہت کمی ہے اب سارا انچوڑ ہمارے اس  
 کالج کے طالب علموں پر ہے۔ سوان حضرت سر سید کی بدولت ادیبوں دیکھتا ہوں تو سر سید بھی بجائے خود اپنے  
 اور تمہارے حصے کی گالیوں کا خوب انتقام لے رہے ہیں۔ اسی طرح بت بد خو کورام میں نے کیا کہ جب  
 اُس نے دی مجھے گالی سلام میں نے کیا + اور اس سے زیادہ شدید انتقام یہ ہے کہ پابندی مذہب کالج کے  
 ڈسپلن میں داخل ہے لوگوں کو ان کے تعصب نے اندھا بہرا کر رکھا ہے مگر کالج کے در و دیوار تو انڈھے  
 بہرے نہیں ہیں + ان من شی الا یسمی مجلہ + و لکن لا تفقہون شیخہم و ذرا صبر کرو۔ ایک دن ہو گا کہ مسجد  
 کی انٹیں گواہی دیں گی کہ اے خدا ان طالب علموں کے سر پر ہم پر چھکے اور ان کی لال لال  
 ٹوپوں کے پھندے۔ اور پشیا نیاں خاک آلود ہوئیں۔ اُس وقت مگوسعدی کے اس مقولے کی تصدیق ہوگی  
 ۵ نیک باشی و بدت بین خلق + بہ کہ بد باشی و نیکت بینہ + آدمی کو خدا نے کئی فیکلٹیز (قابلیتیں) عطا فرمائی  
 ہیں ان میں سے ایک مذہب بھی ہے فطرۃ اللہ التي فطر الناس علیہا۔ اور یہ فیکلٹی (خلقی قابلیت) پورے  
 طور پر ذولپ (ترو تازہ و شاداب) ہوتی ہے۔ اُس وقت جب آدمی سن و قوت کو پہنچا ہے اور انبیاء علیہم السلام جو  
 چالیس برس یا اُس سے بھی زیادہ عمر میں مبعوث ہوئے تو اُنکی بھی یہی وجہ ہے تو میرے نزدیک نوعمر لڑکوں سے  
 جیسے ہمارے طالب علم میں اس قدر پابندی مذہب کرانی چاہئے کہ انکی مذہبی فیکلٹی معدوم یا سنڈ پر مرودہ و افسردہ  
 بلکہ سب چیزانہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم نہیں سمجھتے ۱۲ ۱۵۱ مد کی بناوٹ جہر لوگوں کو بنایا ۱۲

اور غور تمام ردیلتوں میں بدرذلیلت ہے کہ مغرور آدمی جتنا اپنے تئیں دور کھینچتا ہے و تنہا ہی لوگوں کی نظروں میں گرتا اور ذلیل و مغضوب ہوتا چلا جاتا ہے **شعر**

مرتبہ کم حرص رفت سے ہمارا ہو گیا آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہو گیا

کچھ معلوم ہے کہ اگر ہم ایک قوم کی قوم کی نسبت دریافت کرنا چاہیں کہ ان میں خود داری ہے یا نہیں اور ہے تو کتنی ہے تو اسکے معلوم کرنے کا کوئی معیار بتا سکتے ہو نہیں بتا سکتے مجھ سے سنو۔ اسکا معیار ہے ان کا لٹریچر۔ خدا فارسی کا کھوجرا کھوئے اور الحمد للہ کہ ہمارے ہاں سے تو کھویا ہی گیا اس کجبت نے مسلمانوں کے اخلاقی پر ایسا برا اثر کیا کہ خود داری کا سنس نکلیا ببالغہ اور جھوٹ اور ففاق اور ریا اور رقص اور ٹکلف اور خوشا فارسی لٹریچر کے یہی کچھ ہنر ہیں اور جن لوگوں کی گھٹی میں یہ زہر پلایا گیا ہو وہ خود داری کو کبر و نخوت سمجھا دیا کہ یہی چاہیں عربی کا لٹریچر تم مجھے بہتر جانتے ہو اس میں کہیں مجرا اور کورنش اور آداب و تعلیمات نظر پڑے یہی سیدھا سادہ اسلام علیکم و علیکم السلام اور کسی نے اذّا حیتہ منہ تجیۃ فیتیہا باحسن منہا پر عمل کیا تو وہ علیکم السلام و رحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ دیا۔ او بھگت ہو چکی گفتگو میں مخاطب کے لئے بادشاہ نہیں بادشاہ کا باوا کیوں نہو وہی ایک لفظات۔ مراسلت کہ وہ بھی مکالمہ ہی ہے مگر غالباً گفتگو کی ہو ہو نقل۔ ایک خط تو قرآن میں موجود ہے اِنَّہ من سلیمان وَاِنَّہ بسم اللہ الرحمن الرحیمہ الاقلوا علی و اتقوا مسلمین اور پرنسپل صاحب کے خطوط احادیث میں منضبط ہیں مہربانی فرما کر انکو دستور الصبیاں سے لیکر انشاء طاہر و حید

اور ابوالفضل تک کے خطوط سے ملا لینا اور ماں باپ اور نامی ایک ہندو صاحب بھی ہیں اور انکی انشاء بھی دخل درس ہے عربی کے لٹریچر نے بھی عجم کے اخلاط کی وجہ سے وہی فارسی کا رنگ پکڑنا شروع کیا تھا کہ شاید اسی کی غوسٹ کی وجہ سے بنیاد سلطنت ہی تترزل ہو گئی **شعر** قدم بے فلاح و اسعد گر بدیار و دربار و درود و درہ لٹریچر کتنے ایسا سمجھا کیا ہے؟ لٹریچر قومی کیر پٹر کا فوٹو ہوتا ہے اور لٹریچر کا بگڑنا قومی ادب کی نشانی ہے۔ غرض اگر نینوز تمکو بدواغ سمجھیں تو یہ خود اداون کی اپنی سمجھ کا قصور ہے کیونکہ ان کے مورل مذاق بگڑے ہوئے ہیں ان کا خود داری کو غور سمجھنا اس سے زیادہ وقت نہیں لکھنا جیسے کسی شخص کو تپوں کا غلبہ ہو اور اسے پٹھی چیز کڑی لگے۔ میں نے اس بات کو بہت ہی افسوس کے

لے جب تمکو کوئی دعا دے تو تم دس سے ہتر دعا دو ۱۲۷۵ یہ خط ہے سلیمان کی طرف سے اور شروع ہے اللہ کے نام سے جو بڑا

مہربان نہایت رحم والا ہے کہ زور نہ کرو میرے متقابل اور پٹے آؤ حکم بردار ہو کہہ ۱۲

نیت بخیر مو اور اس سے زیادہ اور کیا نیت بخیر ہو سکتی ہے کہ تم مسلمانوں کی قوم کو مغر زنا پا جاتے ہو جس کا دوسرا عنوان ہے، اطلاق کلمۃ اللہ دین و دنیا کے تعلق پر ابھی تھوڑی دیر ہوئی میں کچھ بیا رک کر چکا ہوں اب اسی قدر کہنا چاہتا ہوں کہ ہمکو خدا نے دین اور دنیا پر اتنا اختیار دیا ہے کہ چاہیں دونوں کو لڑا ماریں اور کبھی ملنے نہ دیں اور یہ بالکل خدا کی مرضی کے خلاف ہے اور چاہیں دونوں میں ایسا اتحاد پیدا کر دیں کہ دونوں ایک جان و دو قالب ہیں جیسے ہمارے سرستیدا و ہمارے جلے کے پرنیڈنٹ نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں صاحب بہادر کہ ان دونوں میں سے ایک مرتبہ کسی نے لکھا تھا کلا ناسراج واحد حل فی جملہ دین۔ یا اسطرح کی کوئی دوسری عبارت۔ اور خدا کی بھی عین مرضی یہی ہے کہ دین و دنیا میں ایسا ہی گارٹھا اختلاط ہو۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہمارے اپنے صرف ارادۃ سے کہ جو رو کو کما کر کھلائیں اور وہ گائی ہمارے ناسۂ اعمال میں عبادت لکھی جائے۔ خدا نخواستہ کوئی دوست بیمار پڑے اسکی عیادت کو جا لیں اور جو آدم و ٹھائیں جنت کی طرف۔ چاہے کوئی ہمیں مرد بنائے یا کافر ٹھہرائے مولویوں کے مسائل میں تو اپنی عقل کچھ کام کرتی ہے نہیں۔ سفر میں ناز کے قصر کرنے کا حکم ہے اور نہ کرو تو گنگاراسو اسٹلے کہ خدا اپنے بندوں پر آسانی کرے اور وہ اس آسانی سے فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ایک طرح کا کفران نعمت ہے۔ بڑا عمدہ خیال ہے اسے کاش اسکو اتنی وسعت دی جائے کہ لوگ روٹیوں کا کچھ دھنڈا لیں اور خدا بھی خوش رہے۔

اب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری نسبت مغر و بے ادب و مسرف کے الزام کہاں تک صحیح ہیں یہ اور اسطرح کے اور چند الزام متفرع ہیں خود داری پر جو ضروری نیچہ انگریزی تعلیم کا ہے۔ لوگ تو کم کم لازم قرار دیتے ہیں اور میں کہتا ہوں اور پچکارے کہتا ہوں کہ تمہاری ساری اداؤں میں بس یہی ایک ادا محکوم سے زیادہ پسند ہے وہ جو کہتے ہیں ہونا میرے کے چکنے چکنے پات بس اسی ایک ادا سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کچھ کر کے دکھاؤ گے۔ خود داری ہے کیا چیز سلف ارپکٹ۔ یعنی آپ اپنی عزت کرنا جب ہم آپ اپنی عزت نہ کریں تو ہم دوسروں سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں کہ ہماری عزت کریں گے آپ اپنی عزت کرنا ایسا اچھا خیال ہے کہ انسان کو کسب کمال اور برتری اور ترقی اور لیاقت کی طرف بلانے کے لئے تیار رہتا ہے پس وہ انسان کے حق میں ایک بڑا عمدہ سائق ہے۔ اس خیال کا آدمی کبھی فروتر حالت میں رہ نہیں سکتا کیا خوب کہا ہے شعر

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق ہدایت بقدر ہمت تو اعتبار تو

پر ہاں مانتی بات ضرور ہے کہ خود داری اخلاط انہوں نے پائے کہ خود داری میں افراط ہوئی اور وہ بخیر بغیر ہوئی

# لکچر نمبر ۱-توحید

جو

جناب مولانا ولفضل ولسنا مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب

نے

انجمن حمایت اسلام لاہور کے نویں سالانہ جلسہ میں

۱۸ ۶ ۹۴

بفراش محمد نذیر حسین صاحب دہلی بازار دریاں



مفت بے اجازت کوئی نہ چھاپے

مطبع النصارى واقع دہلی میں رونق طبع پائی



ساتھ ساتھ کہ ایسا ہی خیال بعض صاحب لوگوں کا بھی ہے۔ اور ہوتا تو کچھ تعجب نہیں۔ انگریزی خوانوں کو اس نیشنل کانگریس نے بہت بدنام کر دیا ہے اور سب طعنے اور اعتراض تو سبھی جاسکتے تھے مگر کانگریس والا کھلانے سے بیشک ایذا ہوتی ہے چاہے اسکو طبیعت کا بودا پین سمجھو یا انگریزوں کی خوشامدیا کا نشن کا تقاضا۔ یا دوست دشمن کا تفرقہ اور نفع و ضرر کا امتیاز اگرچہ انگریزی لٹریچر عربی لٹریچر کی طرح فارسی کے عیوب سے پاک ہے اور اسیوجہ سے انگریز لوگ سب سے زیادہ خود داری کی قدر کرتے والے ہیں مگر نشہ حکومت میں بعض از خود رفتہ بھی ہو جاتے ہیں اور یہی ہیں جنہوں نے خود داری کو دیکھ نہیں سکتے۔ ان کے نشے پر گزک کا کام دیتی ہے علموں اور خدمتگاروں کی مدارات جو کان کچھری میں اور نگلہ پر ایک طرف غریب پرور اور حضور اور جناب عالی اور دوسری طرف فزوی اور نمک پرور وہ اور غلام اور خانہ زاد سننے کے خواگر ہوں اونکو آئی اور یوں کی مکروہ آواز سے ایذا نہ تو تعجب مگر سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ جس خود داری نہیں اُس میں صداقت نہیں دیانت نہیں مروت نہیں وفاداری نہیں ہمت نہیں۔ دلیری نہیں۔ استقلال نہیں۔ بیشک چاہلوسی سے دنیا میں بہت سے کام نکلتے ہیں لیکن سلف رسکٹ (خود داری) کو سیکرٹیفائس (قربان) کر کے کوئی کام نکلا بھی تو ایسی کامیابی پر لعنت۔ طالب العلمو! تمکو ٹبری شکل کا سامنا ہے شاید تم پر نالائقوں کو ترجیح دی جائے شاید تمھارے حقوق بال ہوں مگر کچھ بھی ہو سلف رسکٹ کو ہاتھ سے نہ بنا۔ یہ خود ایک ایسا سیسفیکشن (اطمینان قلب) ہے کہ تمام فائدے اس کے مقابلہ میں بیچ میں لیکن اس خیال کے راسخ کرنے کے لئے اخلاقی اور مذہبی خیالات کا پکنا ناشر ہے

کشتود کار کسی سے یہاں ہوا بھی ہے

سیاحت اتنی بھی آخر کوئی خدا بھی ہے



خدا شاہد ہے میرے دل میں گر کچھ بھی شرارت ہو  
طبیعت ہی تو ہے مجھ سے تحمل ہو نہیں سکتا  
کھلا کرتا ہوں اس غم میں مگر بے سود و لا حاصل  
مسلمانوں کی حالت دیکھ میرا دم اٹتا ہے  
کہاں وہ سلطنت اور وہ حکومت وہ جہانداری  
کہاں یہ نفسی یہ ناکسی یہ ذلت و خواری  
یہ میری سمرانی ہے اور اب تھوڑی سی باقی ہے  
خدا کا شکر ہے میں حال میں اپنے بہت خوش ہوں  
مجھے پوری سبکدوشی ہے افکارِ معیشت سے  
میں اپنی نیند سوتا ہوں مٹے سے پاؤں پھیل کر  
نہ گردن میں مری طوق غلامی ہے کسی شکر کا  
نمک خوارِ نظامِ حیدر آباد و کن ہوں میں  
مجھے ملتا ہے گھر بیٹھے جو یاں پر مل نہیں سکتا  
یہ سن کر ماسدِ بنفس مر جائے تو مر جائے  
نہ طالب جاہ کا ہوں اور نہ خواناں ہوں تعزیر کا

مگر دیکھ سانس جاتا کہ اپنی قوم غارت ہو  
کہ دنیا میں مسلمانوں کی ذلت ہو حقارت ہو  
کہ اس قابل نہیں مجھ سے کوئی تقدیم خدمت ہو  
اُسی دشمنوں کی بھی نہ اس دے بری گت ہو  
معاذ اللہ خدا ہو جائیں گراں کی سی حسرت ہو  
کہ اپنی قوم کو خود نام سے اپنے مذمت ہو  
اگر واقع میں باقی ہو اور اس میں کچھ طوالت ہو  
نہیں ہے یہ کہ مجھ کو خاص کر کوئی شکایت ہو  
بڑی دولت ہو جب جس حال میں جسکو قناعت ہو  
اگرچہ سر میرے سر شور و غوغا سے قیامت ہو  
نہ حاکم ہوں کہ مجھ کو فخر بہودِ رعیت ہو  
جب ایسے کا تو تل ہو تو مجھ کو کیوں ثروت ہو  
اگرچہ نوکری میں عمر ساری صرف زحمت ہو  
کہ ہم سب کو بھی طہیستان ہو کو بھی رحمت ہو  
مصیبت ہے اگر حکام میں شر و وجاہت ہو

مختصر فہرست کتب دوکان محمد نذیر حسین جگر کتب دہلی بازار در پیر گلاں علاوہ اسکے ہر ایک قسم کی کتابیں فرمائیں  
آئے پروانہ ہو سکتیں میں بذریعہ ملیو پے ایل یا نقد قیمت وصول ہونے پر کتابیں کی تعمیل ہوتی ہے

کتب سوانح عمری	المأمون یعنی سوانح عمری	دولربا یعنی ایک حسرت نصیب کی	شہید وفا یعنی نہایت ہی پر
سیر النعمان یعنی سوانح عمری	خلیفہ ماموں رشید قیامت	پروردگہانی عاشق و دلگاہ کی	اثر اور دلپذیر قصہ اسپین کی تاریخ
حضرت امام اعظم رحمہ اللہ	کتب ناول	افسون سنگ سرگزشت قیمت	۹ سے لیکر درامائی وضع رکھا گیا
حسن بیان فیما فی سیر النعمان	دلفکار محال عشرت زبا	انگلستان کا کچا چھٹا ایک	۹ ہے اردو میں صرف ہی ایک کتاب
یعنی سیر النعمان کی تردید	جست بندش پاکیزہ خیالات	نادار و سنی خیر ناول سنی بجان	جسکے ذریعہ سے نظر آتا ہے کہ
سیر الفاروق یعنی سوانح عمری	مجھے بچنے مقصود ہو رہا تھا	بل بندہ نرانی لینڈ کا با محاورہ	عرب کے زوال کے وقت ہوتا
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	درد انجیر نریم کہانی جیتی جاگتی	اردو ترجمہ حسین انگلستان کی طرز	غلی میں مسلمانوں کی کیا حالت
اسلام لانے کے وقت	تصور میں عشاق کی مشکلات	معاشرت و بچ ہے قیمت	۹ نئی قیمت فی جلد
خلافت کا ذکر ہے قیمت	مصائب فخر تو نہ مانہ کے شیب	عصمتی یہ بھی ایک ناول است	درگیش نندنی یعنی دھول
شرف المناقب یعنی سوانح عمری	فراز اور نیرنگیوں جہاں لغت	عمر ہے قیمت فی جلد	۹ جس میں راجہ اجیر کی بہادری
ابوعلی شاہ قلندر پانی پتی قیمت	اثر محبت کشش دل پھر آخر	دو گریب یعنی سن ناول میں	۹ اردو مسلمانوں کی بھیمت اسلامی
روضۃ الاقطاب یعنی سوانح	پاکبازی یعنی اوسچی محبت کے	کے خد کے حالات اور ایک	۹ اور ایک پارسل محبت کا سچا
عمری خواجہ قطب الدین بشتیار	صلہ مرگ مہمانی نصف دل	خاندان کی تباہی بے بسی اور	۹ عشق و غم وغیرہ و بچہ بچہ
کاکی رحمت قیمت	اور بچہ چلا ہی بلکہ سنجیدگی اور	کسی کی تصویریں پٹھنے سے	۹ مصنف مولوی عبدالحکیم صاحب
سوانح عمری عمر حیدر بہت	مناست کو بھی ساتھ لے جئے	لیکھ عجیب اثر ہوتا ہے قیمت	۹ شریں قیمت فی جلد
عمر کتاب ہے قیمت	ذہن صرف عشق کو جنین پیدا کرنے	حسن انجیلینا یہ وہ ناول ہے	۹ دلکش حصہ اول یہ ناول
سوانح عمری علاء الدین ہزارہ قیمت	۱۲ دے خیالات ہی بلکہ محبت	۱۲ جس میں ترکوں سے روسیوں کا	۱۲ قابل دیدہ شروع کردہ تو بغیر
حیات نور جہاں یعنی سوانح	۱۲ انگیزہ و دانائی کا سبق ہے	۱۲ لڑائی اور پیرانیوں کا جوش سلام	۱۲ کے چین نہیں قیمت
عمری نور جہاں بگم قیمت	۱۲ حالات بھی خندہ و گریہ اپنے	۱۲ سے ترکوں کی مدد کو آنا اور	۱۲ دلکش حصہ دوم قیمت فی جلد
۱۲ سرگزشت ابوعلی سینا قیمت	۱۲ اپنے موصوفہ نہایت موندن	۱۲ کو مشورہ ترکوں و دیگران پر جو	۱۲ بزم خیال حصہ اول یہ ناول
۱۲ تذکرہ تیمور یعنی سوانح عمری	۱۲ مریضی اور نواب غرض یہ	۱۲ حاصل کرنا اور پھر ایسیوں اور	۱۲ اگر دیکھئے قابل قیمت
۱۲ تیمور شاہ صاحبقران قیمت	۱۲ اچھوتا ناول قابل دیدہ باطل	۱۲ ترکوں کا ہمیں مذہبی فساد ہونا	۱۲ جہانگیر شہر سے شہر بے
۱۲ تذکرہ اکبرین یعنی سوانح عمری	۱۲ آئے ناول تو بہت دیکھے ہو	۱۲ نوخیز و غیرہ و بچہ قیمت	۱۲ سہت کا ترجمہ قیمت
۱۲ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قیمت	۱۲ مگر اگر ذرا اس کو بھی تو ملاحظہ	۱۲ منصور و موہنا یہ وہ ناول	۱۲ مرقع لیلی مجنوں یعنی لیلی مجنوں
۱۲ سوانح عمری شیخ ابو الفضل	۱۲ فرمائیے لکھو تمام کردہ ہر جام	۱۲ جس میں سلطان محمود غزنوی کے	۱۲ کی رد و ان منظور بطور ڈراما
۱۲ سوانح عمری راجہ بیرن قیمت	۱۲ تو ہمارا زمرد شروع کر کے بغیر	۱۲ جوش بہادری اور ہندو واجہیر	۱۲ نمرہ دیانت اس کتاب میں
۱۲ تذکرہ بابو یعنی سوانح عمری ہزارہ	۱۲ ختم کے چھوٹنے کو بڑی بچا	۱۲ بہادری کی سچی تصویریں نظر	۱۲ آداب فرہنگ مفید الملائم
۱۲ تذکرہ خوشی یعنی سوانح عمری	۱۲ ہمارے نوجوان مصنف کتاب	۱۲ اتنی ہیں قیمت فی جلد	۱۲ وغیرہ وغیرہ کی کیفیت بطور
۱۲ عظمت مرانا خوشی علی صاحب	۱۲ کی محنت و جانفشانی قابل ادراک	۱۲ ملک المعز و درجن یعنی وہ	۱۲ ناول کے عمر پر لے ہیں
۱۲ معین الارواح یعنی سوانح عمری	۱۲ ہمارے کئے سے دیکھئے	۱۲ ناول جو حسین سلامی شان و	۱۲ پر بجاوتی یہ ای ایک ناول
۱۲ خواجہ حسن الدین جگر یعنی جگر	۱۲ حضور پر ہے ۱۱۱ قیمت	۱۲ بے نظیر نمونے نظر آتے ہیں	۱۲ ناول ہے قیمت

غرض دنیا میں جتنی حاجتیں انسان کو پیش آئیں  
ذریعہ مجھ کو گردانے جو خواہاں ہو تو قرب کا  
نہ ملا ہوں کہ سجدہ ہے یہ اکا سا گدا کی کا  
قضا ہونے نہ دوں کبیر اولیٰ ہر جماعت کی  
تباہی جو نہ آئی ہے مسلمانوں پہ آجائے  
ارادہ ہے کہ اب ایک مدرسے کا جال پھیلاؤں  
کمال دین داری کی صفت سے متصف۔ لیکن  
نہ لوگوں کو پڑھانا درس دینا کام ہے یہ  
میں تم میں اکٹھا ہوں جب مجبور کرتے ہیں  
تم آجاؤ۔ اور اگر اپنا لکچر دو تو جلسے میں  
کوئی بھاری سی مت۔ بہ رقم چندے کی آجائے  
کما لیتے ہیں کتنے آدمی یہ ذریعے سے  
اگر اپنے لیے چاہوں تو کتنا کچھ حاصل ہو  
یہ دلوں کا بھی دینے ہی میں داخل ہے اگر سمجھو  
پھر آتا ہوں تو کہہ دیتا ہوں جو کچھ میرے دلیں ہے  
اگر لوگوں کے خوش کرنے کی حاجت ہو تو اُس کو ہے  
یہاں تحسین تک اور ادانک کی بھی نہیں پروا  
دلوں کو سول لے لیتے ہیں ہم لطف مضامین سے  
کوئی سی انجن میں نے کھڑی کی ہو تو بت لا دو  
غرض ہوتی ہے ہر ایک کام میں انسان کے ضمیر  
کسی مطلب کو تم میری طرف منسوب کر دیکھو  
اور اس کے بعد سوچو تو تمہارا دل گواہی دے  
تاؤ کچھ منہ ادا ان لکچروں کا ان پیچوں کا

ہر ایک حاجت کے برانے کی مجھ کو پوری رت ہو  
ویدہ مجھ کو ٹھیرائے اگر مشتاقِ جنت ہو  
مجھے دعوت میں جانا فرض ہو اور دل سنت ہو  
میری موجودگی میں ہو اداں ہو یا اقامت ہو  
مجھے کیا چاہیے ہے میں ہن مسجد ہو اقامت ہو  
کہ اس تدبیر سے چندے کے ملنے میں سہولت ہو  
دکھاؤے کا تقدس ہو نمائش کی عبادت ہو  
کہ یہ سب درود سارا بہرِ نظار لیاقت ہو  
کہ گرت شریف لاؤ مہربانی ہو غنائت ہو  
ہجوم دار و جام خلق ہو لوگوں کی کثرت ہو  
ہماری انجن کو فخر دستِ حکام قوت ہو  
تمہیں ہو اسب ان کو فائزہ مجھ کو مسرت ہو  
بہت کچھ ہو گا ائی کی اگر میرے تئیں است ہو  
کہ مثلِ خیر ہے گر خیر کے اوپر دلالت ہو  
خوشی ہو اس کے سننے سے کسی کو یا کہ نفرت ہو  
کہ جو یہ دوا بخشش و انعام و خلعت ہو  
سخن بے قدر و کاسد ہے اگر شاہِ با ش قیمت ہو  
مگر دل حق پسند و شیوہ انصاف طینت ہو  
ہے کوئی کارخانہ میرے کرتے جس کی خدمت ہو  
کرے انکار کر کوئی تو انکار بد آہست ہو  
خدا نے عقل دی ہے صاحبِ فہم و فراست ہو  
کہ ناممکن ہے جز اصلاح میری کوئی نیت ہو  
بجز اس کے کہ لوگوں کے تئیں مہینہ عبرت ہو

یہ کس سے ہو کہ مارے مارے کتے کی طرح پھریے  
 خدا تک پہنچنا آسان اور ان تک پہنچنا مشکل  
 بصدرِ وقت جو پہنچے بھی تو صاحبِ پوچھتے کیا ہیں  
 یہ کالا لوگ کا عادت ہو میلا گھر میں رکھتا ہے  
 گھڑی کو دیکھ کر فرماتے ہیں خلق و مروت سے  
 یہ ملنا ہے اگر ملنا اسے کیسے توفیر ماؤ  
 نہ میرا دعا ہے نامور ہونا زمانے میں  
 کسی کی ایک کوڑی مجھ کو دینی ہو تو بول اٹھو  
 اگرچہ ساز و سامان تکبیر جمع ہیں سارے  
 پرستِ خدا و خود داری کے ہوتے کیا تعجب ہے  
 فقط اک مشغلے کے طور پر تھوڑی تجارت ہے  
 اگر کچھ فائدہ ہونا ہے ہو گا۔ لاجرم ہو گا  
 پہنچتا ہے ہر اک کو جس قدر بسکِ مقدر ہے  
 ورنہ نقصانِ خدا ناخوستہ قسمت میں لکھا ہے  
 ولیکن یہ نہو لوگوں کے آگے ہاتھ پھیل لاؤں  
 مسلمانوں کو بھی توفیق دے یا رب کہ گھر گھر میں  
 نہ شیخ وقت ہوں اس بات کے درپے کہ لوگوں کو  
 کوئی قابل ہو میری حسیق عادت کا کہت کا  
 ابھی سلبِ مرض ہو کر کسی پر پڑھ کے چھہ کر دوں  
 لطیفاتِ بحیل جاری ہوں میرے ہر بنِ موسے  
 فقیری دوسرے لفظوں میں ہے فرمانِ آزادی  
 کوئی اولاد کی درخواست لیکر میرے پاس آئے  
 اگر چاہوں زن و شو باپ بیٹے کو لڑا ماروں

سلام از دور کر لیتے اگر صاحب کو فرصت ہو  
 مگر ماں خاناماں جی کی تقریب و شفاعت ہو  
 کہ ول بت لاء اگر آب و ہوا میں کچھ رذارت ہو  
 اسی سے کالرا اور انفلوئنزا کی شدت ہو  
 کہ پرسوں میل جانے کو ہے اچھا آپ رخصت ہو  
 کہ اس جلدی میں کیونکر عرضِ مطلب کی جارت ہو  
 نرمی شیخی ہی شیخی ہے اگر لوگوں میں شہرت ہو  
 تنازع کس لئے ہو وارثوں سے کیونکہ عدالت ہو  
 مگر حاشا کہ مجھ سے بھول کر ایسی حماقت ہو  
 کسی ناداں کو اگر مجھ پر گمانِ عجب و نحوست ہو  
 اب اس میں آگے چل کر فائدہ ہو یا خسارت ہو  
 حد ہو کس لئے اور کیوں کسی کو شک و عنبت ہو  
 موافق چاہیے تقدیر ہو تدبیر یا مست ہو  
 اسے برداشت کرنے کی آئی مجھے کوہمت ہو  
 مجھے آجائے مرگ ناگہاں اگر ایسی نوبت ہو  
 تجارت ہو تجارت ہو تجارت ہو تجارت ہو  
 ارادت ہو عقیدت ہو میرے ہاتھوں پر عیت ہو  
 کوئی گرویدہ روزِ دعا و ستر بہمت ہو  
 توجہ ڈال دوں تو مرغِ بسمل کی سی حالت ہو  
 قبولِ خلق و جلبِ منفعت سے خاص نسبت ہو  
 وہ مرفوع القلم کیا ہو مجھ کو مِ الشریعت ہو  
 کشائش کا کوئی طالب ہو تا روزی میں وسعت ہو  
 رکھوں دل پر تو جانی دشمنوں میں انسِ لغت ہو

کے ماتھے پر ہے۔

آفتاب کیا ہے زمانہ کی رفتار۔ مقتضائے وقت جس کا دوسرا نام ہے ڈگری آف گاڈ۔ یعنی حکم خدا حدیث شریف میں آیا ہے کہ خداے تعالیٰ فرماتا ہے: دہریئے زمانے کو بُرا نہ کہا کرو۔ کیونکہ جس کو تم لوگ دہریئے تعبیر کرتے اور اُس کو متصرف فی الامور سمجھتے ہو۔ وہ متصرف فی الامور میں ہوں  
نبار دہواتا نگونی ہبار زمیں ناوورتا نگونی ہبار

اس میں ایک مذہبی تعلیم مضمر ہے جو اسلام کے ساتھ خاص ہے۔ کہ سوائے خدا کے کسی کو فرشتہ ہو یا پیغمبر انتظام دنیا میں چھوٹا کام ہو یا بڑا کچھ دخل نہیں۔ اور یہ سبب کا سلسلہ جو دیکھتے ہو ایک دام ہے ابلہ قریب  
این نقش کہ دیشش نمونہ کنش زوہ نعل و انگونہ

جو شارٹ سائڈ ہیں اور دور کی چیز دیکھ نہیں سکتے۔ اُن کو سبب ظاہر نے گھیر رکھا ہے اُنکی نظر کی رسائی اُن ہی سبب ظاہر تک ہے اور بس۔ مگر اسلام دنیا کو فاریسنگ (دور بین) بناتا ہے کہ یہ سبب ظاہر مامور اور مجبور ہیں عین لڑائی کے وقت کسی صحابی کی چادر ہوا سے اُڑ گئی۔ وہ جیسا دستور ہو ناخوش ہو کر گئے ہو کو بُرا کہنے فرمایا۔ لَا تَسْتَوُوا الرَّسَّحَ فَإِنَّهَا كَأَنَّهَا رَمَتْ تَوْبَاتٌ هِيَ نَحْلٌ كَبُرَ مَا سَمِعَ بِهِ أُولَئِكَ لَا يَتَذَكَّرُونَ اَلْأَيَادُ ذِئْبِ اس کو مت قیاس کرو دنیا کے بادشاہوں پر کہ ان میں سے جو بڑے بیدار مغز ہیں۔ وزیروں کی آنکھوں سے دیکھتے۔ اُن ہی کے کانوں سے سنتے۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ اُن ہی کے ماتھوں سے لکھتے۔ اور اُن ہی کی بان سے بولتے بات کرتے ہیں۔ جس طرح کسی مصلحت سے جبکو ہم نہ سمجھتے ہیں اور نہ اس زندگی میں سمجھینگے۔ اسباب کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ یہ طرح اگر اُس کی سرکار میں فرشتے ہوں اور اگر جو کیا سننے۔ یقیناً ہیں۔ کیونکہ ہر کوئی خبر صادق نے ایسی ہی خبر دی ہے تو ہر کوئی تعجب کی کوئی وجہ نہیں غایتہا فی الباب ہے بھی خجملہ سبب ہوں جس طرح دوسرا سبب سے جو مرنی اور مشاہد ہیں۔ اس کی قدرت کاملہ اسکی بے نیازی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ان میں سے ایک فی شے بھی سہی۔ جب اس طرح سبب ظاہر کو اور اسباب ظاہر کی تخصیص بھی کیوں کروں بلکہ ماسوی اللہ کو انتظام دنیا سے بے دخل محض سمجھ لو گے تب تمکو ہوا کا ذل وَالْأَجْوُ وَالْظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ کے معنی معلوم ہونگے کہ شارٹ سائڈ کی نظر میں وہ اگر ہے تو صرف سبب اول باطن ہے اور فاریسنگ کی نظر میں جیسا وہ اول و باطن ہے ویسا ہی آخر و ظاہر بھی ہے۔ کیونکہ درمیانی آیت

۱۵ ہو کو بُرا کہتے کہ وہ تو پرانی تابعدار ہے ۱۶ اُن کے حکم بغیر ذرہ تک نہیں ہوتا ۱۷

خطا کاری دکھائی جائے تا آئینہ عصمت ہو  
چہرہ دے اگر گرائس کے چبھونے کی ضرورت ہو  
کھلے ہی کے کھلے رہ جائیں منہ حیرت سی حیرت ہو  
وہ نوحہ ہو درود دیوار تک کو جس سے رقت ہو  
وہ چٹنی ترشے مست نے پندار و غفلت ہو  
بعینہ منقطع ہوتی ہے جیسی جس کی صورت ہو  
اُسے آئینے سے کس واسطے بغض کی روت ہو  
کلف چہرے کا اُسکے دور ہو کر گوری رنگت ہو  
یہ وہ کرتا ہے جو واماندہ تدبیر و حلیت ہو  
محال عقل ہے بے اسکے ترویج و اشاعت ہو  
نہ پوچھے کوئی گر پابند تھے صدق و دیانت ہو

غلت نمی بتائی جائے تا آگے کو سیدھے ہوں  
لگا دے تازیانہ گر کسی کو مست زد دیکھے  
پھنسی ہی کی پھنسی رہ جائیں آنکھیں سننے والوں کی  
وہ افسانہ ہونیذیریں بشکے سننے سے اُچٹ جائیں  
وہ چورن چھانٹ دے باوی تعصبہائے بے جا کی  
نہیں لکچر مگر آئینہ صافی دروں جس میں  
اگر آئینہ دکھلاتا ہے رنگی کی سیہ روتی  
آئینی غارہ ہم پہنچائے ایسا جس کے ملنے سے  
نہ میں نے عمر بھر اخبار کی جانب توجہ کی  
کسی کی سچو لکھے یا کسی کی مدح سے بے جا  
نہ ابرق قوم بگڑے ہیں کچھ ایسے ان دنوں آکر

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں سمجھتا ہوں مسلمان (اہل تسلیم مسلمان) جن کے سینے لکھنا پڑھنا تحصیل معاش کا ذریعہ ہے اب ان کے  
ہیں کہ اس مانے میں انگریزی تعلیم زندگی کی دوائی ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں تعلیم انگریزی اب بہت اچھی طرح  
روایت پاگئی ہے اور پائی چلی جاتی ہے۔ عربی فارسی کا کچھ یوں ہی ساہج چا جو دیکھتے ہو مہمان چند روزہ ہی  
مصرع ہجو بخ اند آفتاب تونزہ آفتاب کے لفظ پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی۔ تھے تو فرضی اور خیالی  
مگر اس کا تشبیہ بڑا عمدہ ہے کہ ایک مرتبہ آندھی اور آفتاب میں بجٹ ہو پڑی کہ دونوں میں کون زیادہ طاقتور  
ہو۔ کوئی راہ گیر لبادہ اوڑھے چلا جاتا تھا۔ بیچارے کی شامت جو آئی تو یہ ٹھہری لگاؤ اس پر زور آزمائی کریں  
اور اس کا لبادہ اُتر دائیں۔ پہلے ہوا کا ایک ایسا زور کا جھونکا آیا کہ راہ گیر کے پاؤں اٹھ گئے اور وہ لگا غبار سے  
کی طرح حلق اڑا اڑا پھرنے لگا۔ اتفاقاً کسی گڑھے میں گر تو وہیں زمین پکڑ کر بیٹھ گیا۔ آندھی جھٹک رہی۔ بگولانی  
مسافر ہے کہ فرسے سے امن کے گنبد میں بیٹھا ہے۔ اس کے بعد آفتاب نے دھوپ نکالی۔ اور آہستہ آہستہ  
دھوپ تیز ہوتی گئی چند منٹ نہیں گزرے تھے کہ مسافر نے آپے آپ لبادہ اُتار پھینکا اور بارہی آفتاب



فرض کرو کہ آسمان میں کوئی ایسا فرشتہ ہو جسکو زمین کا کچھ حال معلوم نہ ہو اور اُس سے کہا جائے کہ قدرت کے کارخانے میں ایک زمین بھی ہے۔ اُس پر آدمی بستے ہیں فی شعور۔ اور اُن کا حال یہ ہے کہ اُن کی بڑی سے بڑی عمر ستر برس کی ہوتی ہے اکثر اعمار امتی بین ستین و سبعین اور وہ بھی غیر مقرر جس کا وقت آدمی کو نہیں بتایا جاتا۔ اچھا تو وہ فرشتہ ہماری نسبت ایک خیال پیدا کر گیا۔ اور ضرور سمجھ گیا کہ ہم لوگ دنیا میں اٹھاؤ چو لھے کا سار منہ رہتے ہوں گے۔ بہت وقت سفر عاقبت کے لیے کمر بستہ طیار۔ اور وہ فرشتہ یہ بھی ضرور سمجھے گا کہ جب یہ لوگ ذمی شعور ہیں اور اُن پر خدا کے احکام نازل ہوتے اور ان پاس پہنچ جاتے رہے ہیں تو یہ لوگ نیک بھی پرلے ہی درجے کے ہوں گے۔ اور اپنی تمام مختصر اور بے ثبات زندگی عبادت الہی میں صرف کرتے ہوں گے۔

کر لے ہوں گے۔  
 بہت خوب۔ اب فرض کرو کہ اُن فرشتے صاحب کو حکم ہوا کہ زمین پر جاؤ اور آدمیوں کے حالات دیکھ کر  
 رپورٹ کرو اور اپنی رائے بھی لکھو۔ فرشتے صاحب آئے اور تمام روئے زمین کی سیر کی۔ ہر ملک اور ہر قوم اور ہر  
 قسم کے آدمیوں سے ملے۔ جزو کل حالات دریافت کئے اور سب کچھ دیکھ بھال کر رپورٹ لکھنے بیٹھے۔ تو فرماؤ  
 وہ فرشتہ کیا رپورٹ لکھیگا۔ یہی کہ اگر میں نے زمین اور آدمیوں کی شناخت میں غلطی نہیں کی تو میں ان کا  
 عجیب حال دیکھتا ہوں۔ یہ تو ایسے اطمینان بیٹھے ہیں کہ گویا ان کو مرنا ہی نہیں۔ عمارتیں بنواتے ہیں پکی۔ استحکم  
 جن میں یہ تو یہ ان کے بیٹے پوتے پڑ پوتے پڑ پوتے پڑ پوتے پڑ پوتے پڑ پوتے پڑ پوتے پڑ پوتے پڑ پوتے  
 کی تیسری قائم۔ باغ لگواتے ہیں ایسے کہ ادا۔ پردادا۔ سکر دادا الگائے اور اولاد۔ اولاد کی ولاد۔ اولاد کی ولاد  
 اولاد پھل کھلے جتنی چیزیں ان کے مصرف کی ہیں۔ یہاں تک کہ جوتی اور کپڑا وہ بھی پاندرا اور چلاؤ دیکھے  
 بدون نہیں لیتے۔ ان کی زندگی محو وہ ہے۔ بے شک۔ بے ثبات ہے بے شک۔ اور یہ ان باتوں کو جانتے  
 اور مانتے بھی ہیں بے شک۔ مگر یہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔

جب موت جیسی چیز کے ساتھ آدمی کا یہ برتاؤ ہے تو کیوں کر اس سے اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ اسباب ظاہر سے قطع نظر کر کے ایسے سبب کا قائل ہو لیکن خدا پر ایمان لانے کے لئے جو وہ دیکھ نہیں سکتا اُن کے لئے کہ (الاجزاء)

عجز و بے اختیار کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہیں۔ اور اسلام جو بت پرستی کا سخت مخالف ہے اس کی وہ بھی یہی ہے کہ بت پرستی اس بنا پر ہر گز پابندی اور شارٹ سائیڈس نکھاتی ہے۔ مگر انسان کچھ ایسا بودا مخلوق ہے کہ انسان ضعیفًا اس کا جسم تو بہت سے جانوروں کے مقابلے میں جیسا کمزور ہے سوہی۔ اس کا دل اس کے جسم سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ وہ ایک بات کو سمجھتا ہے اور سمجھتا بھی ہے تو ایسا سمجھنا کہ سوائے تسلیم کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اور پھر اس سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گویا اس بات سے منکر ہے مثلاً موت ایک ایسی یقینی چیز ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر یقین اور کیا ہوگا۔ بلکہ قرآن میں جو ایک مقام پر آیا ہے وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ تو یقین سے موت ہی مراد ہے۔ اور حطّ موت کا نا یقینی ہے۔ **طبیعت** رہا کہ کوئی تاقیامت سلامت ہو پھر آخر کو مرنا ہے حضرت سلامت ہو اس طرح یہ بھی یقینی ہے کہ اس کا وقت مقرر نہیں۔ آج تک کوئی آدمی ایسا پیدا ہوا نہیں اور پیدا ہوگا بھی نہیں جسکو بچنے میں جوان ہونے کا اور جوانی میں بوڑھے ہونے کا کوئی یقین ہو۔ ہمارے ملک میں تو زندگی کے بیمہ کرنے کا کچھ ایسا دستور نہیں مگر شاید کسی زمانے میں کسی قوم نے زندگی کی ایسی تدوین و حفاظت نہیں کی۔ اور نہ زندگی سے ایسا فائدہ اٹھایا۔ جیسا اہل یورپ نے ان لوگوں میں زندگی کے بیمہ کا بڑا رواج ہے لیکن بیمہ نکلا ہے بیم سے۔ یعنی بیم مرگ ان سے یہ جوئے کھلوالی ہو۔ اور بیمہ جو انہیں تو کیا ہے غرض زندگی کی بے ثباتی کا تو حال یہ ہے کہ اسکو آج بے البدیہات حق یقین جو کہو سو بگاڑے۔ مگر میں پوچھتا ہوں آپ صاحبوں میں کوئی ایک بھی ہے جسکو اس جلسے میں تشریف لاتے وقت یہ دامن بھی گزرا ہو کہ دیکھئے انجمن کے مکان تک پہنچتا بھی ہوں یا نہیں۔ اور پہنچتا ہوں تو پورا لکچر سننے پاتا ہوں یا نہیں۔ اور لکچر ختم ہونے کے پیچھے صحیح سلامت گھر لوٹ کر آتا ہوں یا نہیں۔ میں یہ بات آپ لوگوں کو لازم دینے کے لیے نہیں کہتا۔ خود میرا کیا حال ہے۔ دلی سے ریل میں آیا ہوں۔ اور ریل ہی میں واپس جاؤں گا۔ اور یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ ریل بجائے خود محل خطر ہے۔ اخباروں میں ہمیشہ پڑھا کرتا ہوں۔ ریلوں کا ٹکڑا نا۔ پٹر لوں سے اترنا۔ مشینری کا بگڑنا۔ مگر جب تلی سے چلا۔ تو پورے یقین سے چلا کہ ضرور لاہور پہنچوں گا۔ اور پہنچوں گا تو ضرور لکچر دوں گا۔ اور اتفاق سے دے بھی رہا ہوں۔ اور ضرور دلی واپس جاؤں گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے آدمیوں کے آباہوں کہ سٹیشن پر حاضر ہوں۔ اس طرح جب آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے مثلاً جیسے میں ہوں۔ چاہیے کہ تصور مرگ ہمہ وقت اُسکے نصب العین ہے۔ لیکن واقعہ میں حال کیا ہے **مصرع** مرد چوں پیر شود حرص جان سیر گردد جیسے طفل

اسکو بے تامل اندھی تسار دیتا۔ اور آفتاب کو تو میں کہہ ہی چکا ہوں زمانے کی رفتار مقتضائے وقت جبکہ دوسرا نام ہے فکری آف گاڈ یعنی حکم خدا \*

زمانے کی رفتار دیھی ہوتی ہے مگر سیٹی یعنی اسکا قدم سست پڑے پھوٹا پڑے۔ مگر پڑ جائے ہی کو۔ زمانہ حرکت میں آکر رکتا اور پیچھے ہٹنا جانتا ہی نہیں۔ احمق اور بد بخت ہیں وہ لوگ جو زمانے کی رفتار کو روکنا چاہیں۔ اے مسلمانانِ پنجاب میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم اس حق اور بخشنی میں چنداں مبتلا نہیں ہوئے اس کی مصیبت کوئی پوچھے پنجاب کے سوائے دوسرے مقامات کے مسلمانوں سے اور خاص کر ہم دلی والوں سے کچھ خبر بھی ہے دلی ہے کیا چیز؟ وہ سینکڑوں برس ہندوستان کا دارالسلطنت رہی ہے۔ اسکو دوسرے ہندو سے دہشت تھی جو دل کو عضلے بدن سے ہٹا کرتی ہے اگرچہ بہت سے بالہ تشبیہ سمجھ میں آتے ہیں مگر سب سے عمدہ وہ ہے جسکا ماخذ حدیث ہے۔ **اَلَا اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضَغَةً اِذَا صَلَّيْتَ صَلَّيْتَ الْجَسَدَ كُلَّهُ وَاِذَا ذَكَرْتَ قَدَّ الْجَسَدَ كُلَّهُ اَلَا وَفِي الْقَلْبِ**۔ اسی طرح سارے ہندوستان کا بگڑا یعنی ادا بار اور تنزل اور زوال سلطنت اور مفلسی وغیرہ غیب و خرابیاں اس سے پیدا ہوئیں کہ پہلے دلی خراب ہوئی۔ دوسرے اعضاء کا فساد کتر ہو گیا۔ مگر وارث ڈسیر (بیاری دل) کا بیمار جاں برہمن نہیں سکتا دلی کا خراب ہونا تھا کہ تمام ہندوستان تباہی میں آگیا بے شک اب دلی کچھ نہیں اور کچھ نہیں سے بھی بدتر ہے۔ اور اسکو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ مگر جیسے میر تقی صاحب فرماتے ہیں **طیبت دل دلی ہیں گرچہ دونوں خراب** \* یہ کچھ لطف اس جسٹس گھر میں بھی ہیں \* دلی سے اُس کی تمام عظمتیں چھین لی گئی ہیں۔ اس واسطے کہ وہ چھینی جاسکتی تھیں۔ مگر اسکی حکومت زبانِ ملکی پر بستور باقی ہے۔ اور ابھی سینکڑوں برس باقی رہے گی۔ اگرچہ پوچھو۔ تو ہندوستان میں اسلام کی اشاعت دلی سے ہوئی ہی دکھتی بہ فخر \*

اشاعت اسلام سے میں یہ مراد نہیں رکھتا کہ مسلمانوں نے دلی میں سلطنت قائم کی جس کی وجہ سے اشاعت اسلام ہوئی۔ بلکہ میں اشاعت اسلام سے وہ اشاعت مراد رکھتا ہوں جو علمائے دین کی وجہ سے ہوئی میں نے اشاعت اسلام کو دلی کے متفاخر میں گنا ہے۔ اور واقع میں وہ اسی قابل ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ دلی اسلام جسکو سرتا سرچیت اور برکت اور یس اور سہولت ہونا چاہیے مسلمانوں کی غلط فہمی اور سوراخاں کی وجہ سے ان کو پریشان کر رہا ہے \*

۱۔ سن رکھو جسم میں ایک گوشت کا ٹوٹا ہے جب تک وہ ٹھیک ہے سارا جسم ٹھیک ہے اور اسیں بگاڑ پڑا تو سارا جسم بگاڑ میں نہیں جائے دیتا ہوا کہ وہ ٹوٹا دل ہے ۲۔ اس کو یہ غور کا فی ہے کہ اگر وہ وجہ غور نہ بھی ہیں تو ایک غور اشاعت اسلام میں کرتا ہے ۱۲

وہویدرک الابصار۔ یہ ہے مشابہت پرستی کا۔ یہ ہے مشاشرک کا۔ یہ ہے مشاکفر کا۔ یہ مشا اختلاف مشابہ کا۔ اگر دوسرے مذہب کے لوگ خدا کے بارے میں غلطی کرتے ہیں تو وہ کسی قدر معذور بھی سمجھے جاتے ہیں کہ انکو ان کے بزرگوں نے یہی سکھایا یا سمجھایا ہے۔ سب سے بڑی تعجب کی بات یہ ہے کہ مسلمان بھی کثرت سے اس قسم کی غلطیاں کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کا سارا زور توحید پر ہے یعنی اس بات پر کہ خدا ایک ہے وحدہ لاشریک ہے اس کی وحدت اس طرح کی وحدت نہیں ہے۔ جیسے پنجاب میں ایک لفٹنٹ گورنر یا برٹش انڈیا میں ایک وائسرائے یا ایک امپرسن کوٹور یا۔ یہ وحدت ناقص اور برے نام ہیں۔ اصلی وحدت اس خدا کے پاک کی ہے جس کی نہ ذات میں کوئی شریک اور نہ صفات میں لیس کشتہ شئی نہ صرف اس سے نقص توحید ہوتا ہے کہ معاذ اللہ دوسرا خدا مانا جائے۔ بلکہ اس سے بھی کہ معاذ اللہ دوسرا اسکے اختیار میں داخل مانا جائے اور اس سے بھی کہ معاذ اللہ دوسرا مستحق عبادت سمجھا جائے بیشک ایک مسلمان کہیگا کہ میں ایسی کامل و صلی توحید کا معتقد ہوں مگر اسکا یہ کہنا اس زیادہ صحیح نہیں ہوگا جیسے کہ میں زندگی کے محذور اور بے ثبات معنی کے معتقد ہوں اسکے معتقد ہونے کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ انکار نہیں کر سکتا۔ نہ کہ اسکا کردار اسکی گفتار کا مصداق ہو۔ وہ جو نہیں صاحب دہر اور یح کو برا سے منع فرمایا اس کی لم بھی یہی تھی کہ دہر اور یح محبوب اور مامور ہیں اور ان کا برا کہنا مؤہم ان کے منصرف فی الامور اور مختار ہونے کا ہے اور وہ شرک ہو۔ اصل توحید تو یہ چاہتی ہے کہ یہ بھی نہ کہو کہ کونین دافع تر ہے بلکہ یوں کہ دافع تپ حکم خدا ہے اور بس۔ یہی کونین اسکو کسی مصلحت سے سبب ظاہری ٹھہرا دیتا ہے۔ مگر ان باتوں کا لحاظ کون کرتا ہے۔ ایشیائی شاعروں کے وصل و بجر گل و بلبل۔ شوق و انتظار جہاں اور معمولی مضامین ہیں ان میں سے ناصح یا شیخ یا زاہد کو برا کہنا اور آسمان کو الٰہنا دینا بھی ہے۔ شیخ وزاہد کو برا کہنا دین کے ساتھ استہزاء کرنا ہے اور آسمان کو الٰہنا دینا وعید لا تسبوا اللہ میں داخل ملیت

از آسمان وزمیں شکوہ میکنی شب و روز چہ دادہ بد زمیں ز آسمان چہ مے خواہی بحث تو دچسپے مگر میں مطلبے الگ جا پڑا۔ آندھی اور آفتاب کی حکایت کو میں تطبیق دینا چاہتا ہوں مسلمانوں کی حالت پر۔ میں نے مسلمانوں کو وہ راہ گیر سمجھا ہے جس پر آندھی اور آفتاب نے زور آزمائی کی تھی لہذا مسلمانوں کے اوامرو انصابت۔ آندھی اسل کہانی میں ہے۔ مگر ہم اسکا کوئی نمونہ نہیں پاتے اگر ہم خدا سزا کسی ظالم بے انصاف بادشاہ کے محکوم ہوتے۔ اور وہ محکوم ترک اسلام پر مجبور کرتا۔ تو میں

مگر ہر ایک اہل مذہب جانتا ہے کہ یار خورشند از دوست پس حیرت کا کیا محل ہے۔ اپنا تو مساکست انا عند ظن عبدی بی۔ اگر تم خدا کو غفور اور رحیم اور رؤف اور بخشنده بخشانیدہ اور مہربان سمجھ کر تقرب کرتے ہو وہ ویسا ہی ہے جیسا تم نے سمجھا۔ اور اگر تم اسکو ہوا سمجھ کر اس کے پاس جاتے ہو تو ذرا سہل کر جانا۔ \*

فرعون نے حضرت موسیٰ سے پوچھا تھا کہ تم تو ایک نیا خدا تصنیف کر کے لائے ہو۔ ہزاروں لاکھوں آدمی جو پرانے عقیدے کے ہو گزرے اُنکا کیا ہونا ہے ما بال لقرون الاولیٰ اگر حضرت موسیٰ کی جگہ ہمارے زمانے کے علما ہوتے تو فرعون کا سوال پورا ہونے نہ دیتے۔ اور جھوٹ سے بول پڑتے حصّہ جھٹھکتے۔ مگر موسیٰ نے۔ اُس بڑے صاحب عزم پیغمبر نے جس کے حالات ہمارے پیغمبر آخر الزمان سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جگہ جگہ موسیٰ کا تذکرہ ہے۔ دُنیا کے اُس بڑے مقنن نے ما بال القرون الاولیٰ کا کیا جواب دیا تھا۔ عَلَّمَهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسِي الَّذِي يَجْعَلُ لَكُمْ الْآزْدَ مَهْدًا وَسَلَاتٍ لَكُمْ فِيهَا صُبْحًا مَّا وَالْفَتْمَاءُ مَا وَالْفَاظِجُ مَا وَدَّاجَاتٍ تَبَاتٍ شَتَّى كُلُّ وَادِّعَا اِنْعَامُ مَكَّةُ اِنَّ فِي ذَلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّاُولِي النُّهَىٰ وَمِمَّا خَلَقْنَا كُوْفً وَمِمَّا نَعْبُدُكُمْ وَمِمَّا خَرَجَكُمْ كَأَنَّهُ اٰخِرُىٰ موسیٰ بڑے بولنے والے پیغمبر ہوئے ہیں۔ اور پارساں سی جگہ میں بیان کر گیا ہوں کہ خدا نے اتنا ہی پوچھا تھا۔ وَمَا يَلِكُ بِمَبِينِكَ يَا مُوسٰى۔ جواب میں موسیٰ نے ایک تار باندھ دیا۔ اُجھ عصائی اَنِّ كُوْءُ حَلِيْمًا وَاَهْتَشُّ بِهَا عَلٰى اَعْمٰىى وَاُولٰٓئِيْ مَا مَرَّبُ اٰخِرُىٰ جب خدا کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو فرعون کیا بلا تھا۔ اُس نے ما بال لقرون الاولیٰ تین تین لفظ کہے۔ حضرت موسیٰ نے تین لفظوں کے جواب میں اتنا کچھ کہہ ڈالا اور یہ گویا اس پر تھی کہ خدا سے عذ کیا تھا کہ میرے بھائی ماروٹن کو میری مدد پر آمادہ کر کہ وہ مجھ سے زیادہ گویا ہے رَبِّ اَنْشُرْ لِىْ صَدْرِيْ وَتَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاَصْلَحْ عَقْدَةَ فَرْقٍ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوا اَخْوٰىىٰ وَاَجْعَلْ لِّيْ فَرْقًا مِّنْ اَهْلِيْ هَارُوْنَ اِنِّىْ اَشَدُّ

۱۔ یہ حدیث قدسی ہے یعنی خدا فرماتا ہے کہ میرے ساتھ جیسی عقیدت رکھتا ہوں میں بھی اُسے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں ۱۲۔ و فرخ کا ایندھن ۱۳۔ اُنکا حال تو یہاں پر وہ گاہی جانتا ہے اُسے ازل سے لوح محفوظ میں لکھا ہے نہ بھولتا ہے نہ چھٹا اُسے تمہارا آرام کے لیے فرشتے میں بچھا دیتا اور اُس میں سے جاری کر دیتے اور اوپر سے پانی برسا کر طرح طرح کے گھاس بوٹے پیدا کر دیتا ہے اور اپنے جانوروں کو بھی کھلا دیتا ہے عقلمندان ۱۴۔ کو قدرت الہی کی نشانیاں سمجھتے ہیں جتنے تھیں کہ ٹکڑی ٹکڑی پیدا کیا اور پر اُس میں دیتے ہیں اور پھر اُس سے دوبارہ نکلوا لیتے ۱۵۔ موسیٰ تمہارا اپنے ماتہ میں کیا چیز ہے ۱۶۔ یہ میری ٹکڑی ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس اپنی بکریوں کے لیے پتے جھارتا ہوں اور اس سے اُس پر بھی بہت کام نکلتے ہیں ۱۷۔ اے پیکر پروردگار میرا سب کچھ کہہ دو میری ہم آسان کرنے اور میری بان کی لگت دور کرنے تاکہ وہ میری بات سمجھیں اور میری گھرانے سے میرے گھر

آفتاب تقاضے وقت ہو کہ سمت الراس پر پہنچا اور لبادہ تعصب نے اس قدر نیا دے رکھی کہ دم بولایا جاتا ہے۔ پیسے پیسے ہو رہے ہیں۔ بدن میں مرجھیں سی لگی ہیں۔ اتنا تو ہوا ہے کہ آگے سے لبادہ کھول دیا ہے کہ کچھ ہوا لگے اور ذرا تسکین ہو۔ مگر یہ نہیں کہ اتنا پھینکیں۔ اب تجویزیں کیا دیش ہیں۔ کہ تعلیم انگریزی مذہب دونوں کو کیونکر جمع کیا جائے۔ پہلے بسم اللہ ہی غلط۔ اگر تعلیم انگریزی اور مذہب میں اتنی مخالفت بھی ہو جتنی اردو پر سفیدی۔ تو آفتاب مغرب سے طلوع کرے تو کرے۔ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نکلے تو نکلے۔ ہالیوڈ پہاڑ دکن میں سمندر سے جا لگے تو جا لگے۔ میری آج کی بات کاغذ پر نہیں پتھر پر لکھ رکھنا۔ انگریزی تعلیم اور مذہب دونوں جمع نہیں ہوں گے۔ نہیں ہوں گے۔ نہیں ہوں گے۔ تاریخ سے استشہاد کرے ہماری بلا۔ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مذہب نیا کی مقاومت کر نہیں سکتا۔

ہم تو اس بات کے قائل ہیں نہیں کہ کوئی آدمی اپنے مادری مذہب کو بتقاضاے حقانیت چھوڑتا ہو اللہ ماشاء اللہ انسان کے دل ہی کو خدا نے اس طرح کا بنایا ہے کہ وہ جس سوسائٹی میں رہتا ہے۔ اُسکی سے خیالات پیدا کر لیتا ہے۔ یہ تو بڑی بے انصافی ہوگی کہ تم دوسرے مذہب والوں کو صرف اس وجہ سے کہ وہ تمہارے ہم عقیدہ نہیں متہم کرو۔ اور لوگوں میں بھی خدا ترسی ہے جیسی تم مسلمانوں میں۔ وہ بھی کائنات رکھتے ہیں۔ جیسے تم مسلمان رکھتے ہو۔ اور وہ کے دل بھی نیکی سے تسلی پاتے ہیں۔ جیسے تم مسلمانوں کے دل تسلی پاتے ہیں۔ ایک مسلمان جس آئمان سے اپنے مزہب نوش فرماتا ہے۔ اُسی آیمان سے ایک ہندو لنگا جلی پیتا ہے۔ پانی مختلف ہیں اور آیمان یکساں۔ ایک مسلمان جس خوشدلی سے سفر حج کی تکالیف کو برداشت کرتا ہے ایک ہندو اسی خوشدلی سے تیرتھ جاتا ہے کہ وہ سہا ہے۔ زیارت گاہیں الگ الگ ہیں۔ مگر تکالیف اور خوشدلی برابر۔ جس امید سے ایک مسلمان حرمین شریفین میں مرنا چاہتا ہے۔ اُسی امید سے ایک ہندو کاشی میں پران چھوڑنے کی اچھا رکھتا ہے۔ مرنے کے مقام جدا۔ امید ایک۔ اور یہ صرف میرا خیال ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کل حزب بما لدیہم فرحون۔

عاشق بہ خیال دوست ربطے دارد

زاہد بہ نماز و روزہ ضبطے دارد

ہر کس بہ خیال خویش خطے دارد

معلوم نشد کہ یار خورسند ز کسیت

اس قطعہ کا قائل خلفات دیکھ کر حیران رہ گیا ہوگا اور اسی لئے کہتا ہے کہ معلوم نہ شد کہ یار خورسند ز کسیت

۱۱ مگر جو اس نے کہا ۱۲ ہر خورسند اپنے خیال میں مکن ہے ۱۲

درست نہیں۔ مگر حکم شرع کو۔ اور صرف حکم شرع ہی کو نہیں۔ بلکہ عقل و انصاف کو بھی مانتا ہی کون ہے۔ اب تو لوگ تعین اسمی پر بھی قناعت نہیں کرتے۔ جب تک اُس ہی مقتدی کی سی تعین نہ کر لیں۔ جو نماز کی نیت کرتے وقت اَقْدِیت بهذا الامام کے کہنے پر بس نہ کر کے منہ سے امام کی طرف اشارہ بھی کیا کرتا تھا۔ پھر اسکا وہم ترقی کرتا گیا۔ تو صفا سے نکل کر امام کو ماتھے سے چھونے لگا۔ تو اگر لوگ ابو سیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح چُپ رہیں۔ یا موسیٰ کی طرح علم خا پر حوالہ کریں۔ تو پھر ہماری ہندوؤں کی۔ ہماری عیسائیوں کی۔ ہم میں سُنی شیعوں کی۔ مقلدوں عنیہ مقلدوں کی۔ دو الین ذوالین کی لڑائی کیا۔ اگر کوئی جنت میں جانا چاہتا ہے تو چشم مارو شن دل شاد۔ وہ کوئی دنیا کا سامکان تو ہے نہیں کہ بہت آدمی جمع ہونگے تو جگہ گھر جائے گی اسکی وسعت تو عَرْضُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی جہنم کی طیاری کرنا ہے۔ تو اُس کی خوشی آخر جہنم بے چاری بھی تو ہل من وزید پڑی پکا رہی ہے۔ اُس کی فیاد بھی تو کسی کو سننی چاہیے۔ لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض تو پورے پورے ادا کر چکے۔ آدمی خالی بیٹھا کیا کرے۔ چلے خدا کا ماتھے پر تو کار زمیں رانگو ساختی کہ با آسمان نیز پر درختی + بات یہ ہے کہ انسان ایسا مخلوق خود غرض ہے کہ اگر اُس کی حاجتیں خدا سے متعلق نہ ہوں تو یہ بھول کر بھی خدا کو یاد نہ کرے۔ کہ وہ ہے کون۔ اور کہہ رہتا ہے ہم جیسی نمازیں پڑھتے ہیں۔ اگر واقع میں پڑھتے بھی ہوں تو انصاف کی بات یہ ہے کہ نہ پڑھنے سے بدتر ہے۔ کیونکہ حکم کا نہ بجالانا فرمانی ہو۔ لیکن اسکو بُسی بھونڈی طرح پر۔ بے دلی۔ بے توجہی۔ بے پروائی سے بجالانا بے ادبی اور گستاخی جو بعض صورتوں میں نافرمانی سے زیادہ ناگوار ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز جو بے حضور قلب ادا کی جائے وہ اُلٹی پڑھنے والے کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔ وہی دوسرے کے مافی الضمیر کے جاننے کی مشکل ہے۔ لیکن میں اپنے اوپر قیاس کر کے کہتا ہوں کہ اگر لوگ ایسی ہی نمازیں پڑھتے ہیں جیسی میں ساری عمر پڑھتا رہا ہوں۔ تو افسوس اس نماز پر۔ افسوس اس کے پڑھنے پر۔ افسوس اس کی مقبولیت کی اُمید پر افسوس اس کے صلے کی توقع پر۔ یہ نماز اس سے زیادہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ جیسے کسی سکول کا لڑکا سکول کے وقت میں حاضر ہوتا۔ اور پڑھتا لکھتا خاک نہیں۔ کیا صرف حاضر رہنے سے وہ امتحان پاس کر لے گا۔ ہرگز نہیں۔ ماں اتنا کہنے کو ہو جائے گا کہ فلاں سکول کا لڑکا ہے۔ سو میں اسکو بھی بس غنیمت سمجھتا ہوں۔ کہ اسلامیکل کالج کے رجسٹر میں نام تو لکھا رہے۔ کیا عجب ہے کہ کوئی بھوپال کی بیگم جیسی امیر کی بندی اتفاق سے لاہور میں آنکھ



یہاں آئی و اشیر کہ فی امری کی نسبت کثیراً و ذلک کثیراً دوسری جگہ صاف فرماتا ہے کہ الخی ہاں  
 ہذا فی حق مریٰ لیسنا کا فارسیہ موسیٰ رد انھیں فیہ بات یہ کہ دل میں جوش نبوت تھا ہمارے پیغمبر صاحب کے  
 حالات یہی لکھا ہے کہ آپ نماز پڑھتے ہوتے تھے تو چھپے سننے والوں کو آپ کے سینے سے ایسی آواز آتی تھی  
 کہ گویا دیگ ابل رہی ہے۔ موسیٰ کی زبان آفت لکنت کی وجہ سے اچھی طرح یاری نہ دیتی ہوگی۔ مگر وہ دل کا  
 جوش کہاں جائے۔ خود موسیٰ اس کے ضبط پر قاصر نہ تھے۔ خیر تو موسیٰ کی جواب میں بات تو اتنی ہی تھی علیہا  
 عند کاتی۔ یعنی جو لوگ پڑنے عقیدے پر مرے۔ اُن کا حال خدا جانے۔ کیا فرعون موسیٰ کا سوال جواب  
 ہم کو ایک حکایت سمجھ کر سن لیں چاہیے اور بس۔ نہیں یہ تو معمولی طور کی سمجھ ہے اور کچھ زیادہ تعریف کے  
 لائق نہیں۔ ایسی ہی سمجھ کی نسبت مولانا مے روم فرما گئے ہیں **طیبت**

من زقرآن مغنر را برداشتم استخوان پیش سگال انداختم  
 ذرا اونچے چلو۔ اس سے ایک نہایت ضروری۔ نہایت بکا آمد۔ نہایت عمدہ ہدایت نکلتی ہے۔ کہ اگر اس پر عمل  
 کیا جائے تو دنیا میں امن آجائے۔ وہ کیا ہدایت نکلتی ہے کہ خدا کے ساتھ ہر شخص ایک خاص معاملہ رکھتا ہو  
 اے ترا باہر دے رازے دگر ہر گدرا بدرت نازے دگر  
 اور کسی دوسرے آدمی کو اس معاملے میں دخل دینا مناسب نہیں۔ موسیٰ نے صرف قرون اولیٰ کے بارے  
 میں خدا پر حوالہ کیا۔ اور ہمو چاہیے کہ کسی کی نسبت کوئی رازے ظاہر نہ کریں کیونکہ کوئی شخص ہم سے کیسا ہی  
 اختلاط رکھتا ہو ہمو اُس کے دل کا حال تو معلوم نہیں

توان شناخت بیک و زار خضائل مرد کہ تا کجاش رسید پانگاہ علوم  
 ولے زباطش امین مباش غوغا مشو کہ خبت نفس نہ گردد بہ سالہا معلوم  
 غیر تو کیا جانے گا خود صاحب دل کو اپنے دل کی چوری کی خبر نہیں ہوتی۔ جس لفافے کو خدا بند رکھنا چاہے کسی کی  
 طاقت ہو کہ کھول سکے۔ عمر بھر مستور رکھا راز دل۔ قبر میں جا کر لفافہ کھل گیا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ  
 کی حکایت ہو کہ کسی نے اُن سے پوچھا ما تقول فی یزید آپ سُن کر خاموش ہو رہے۔ یہ خاموشی وحشی حضرت  
 موسیٰ کی علیہا عند ربی فی کتاب کی مراد تھی۔ اور حکم شرعی بھی یہی ہے کہ بالتبعین کسی کو کا فر کہنا

۱۳۔ اور میر جانی ماردن اُس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف تو اسکو میرے ساتھ بھیجے کہ میرا قوت بازو ہو کہ میری تصدیق کر دے  
 ۱۴۔ اُن کا حال تو میرا پردہ نگاہی جانتے ہیں ۱۵۔ بزرگ کے بارے میں آپ کہا فرماتے ہیں ۱۲

ثابت کرنے کے لئے کیا کبھی اتنا بھی مُنہ سے نہ کہا ہوگا کہ خدا ہمو بھی حج نصیب کرے پس کیم ولدت  
اصہ بن گئے۔ اب آؤ اتفاق فی سبیل اللہ پر جسکے لیے یہاں جمع ہوئے ہو۔ میں تو عالم النیات ہوں نہیں  
ہاں اتنا جانتا ہوں کہ اگر مسلمان خوشدلی اور کشادہ دلی کے ساتھ انجمن حمایت اسلام پر خرچ کرتے۔ اور دینا دہی سے  
جو خوشدلی اور کشادہ دلی کے ساتھ ہو تو اس انجمن کی کیفیت نہ ہوتی کہ اس انجمن کے ممبروں کو خندیں شکل  
برائے کل بنانی پڑتی ہیں۔ الفقر کا سوانگ بھر کر گلی گلی کو چے کو چے بھیک مانگتے پڑے پھرتے۔ ہاں ہر  
رسالے میں مضمون بھی لکھتے۔ آرٹیکل بھی دیتے۔ مگر ترجیع بند مصرع مامقیمان کوے دلداریم۔ وہی کہ کچھ دو  
ہمارے صوفی صاحب ہیں مصرع ہر زمیں کہ رسیدیم آسمان پیداہستہ کوئی شہر تو انہوں نے چھوڑا انہوگا  
اب گاؤں گاؤں دھاوے کرنے کی فکر میں ہیں۔ پھر گھر گھر۔ پھر تنفس متنفس۔

اچھا سالانہ جلسہ کیا ہے یہ بھی چندے کی مچھلیاں پھسلنے کا ایک دامن ہے۔ اور لکچر اور غلط  
اور رپورٹ اور کیا اور کیا۔ یہ سب بیٹ (لقمہ ماہی) بہرنگے کہ خواہی جلوہ گر باش کہ کن آن قدر غنا شامی  
سنا ہوں کہ انگریزوں کی ولایت میں دستور ہے کہ گلی گلی کے ٹکڑے پر خیراتی کچن دھرے رہتے ہیں۔ جسکو کچھ  
دینا منظور ہوا۔ کچن میں ڈال دیا۔ ایک ہمارا ملک ہے۔ اونٹ بے اونٹ تیری کوئی بھی کل سیدھی۔ خیرات بھی ہے  
تو اکثر گدھے کا کھانا پاپ نہ پن۔ اس سے کچھ بچا تو چڑیا اپنی جان سے گئی۔ کھانے والوں نے مزہ نہ پایا بات  
یہ ہے کہ نہ مانگنے والوں کو مانگے کا ڈھنگ۔ نہ دینے والوں کو دینے کا سلیقہ۔ یہ نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں  
خیرات نہیں ہے۔ بہت کچھ ہے۔ مگر بے تیزی کی وجہ سے ضائع کا رت۔ راتھاں +

لوگوں کو خیرات کے بارے میں بڑی سخت غلطی واقع ہے۔ ان کو کسی نہ کسی طرح سمجھانا چاہیے کہ  
محتاجی ایک مرض ہے اور بلاشبہ اسکا علاج یہی ہے۔ اور یہی ہو سکتا ہے۔ اور یہی ہونا چاہیے کہ معالج کی حاجت  
رفع کر دی جائے۔ بھوکا ہے تو اسکا پیٹ بھرو۔ ننگا ہے تو اسکو کپڑے پہناؤ جیسے فرض کرو کہ بنگال کی ہوا چلے  
تو اسکا علاج یہی ہے کہ کوئین اور سکنوٹا اور فیوریل اور فیورٹیکس غرض وہ دوائیں جو دافع تپ ہیں۔ تقسیم کر لی جائیں  
اور ایسا ہی ہوتا ہے اور ٹھیک ہے۔ اور بڑی ثواب کی بات ہے لیکن اس سے بہت زیادہ ثواب کی بات  
ہو اگر بنگالی نہ لے دیا جائے۔ ایک انگریزی مثل ہے ریویشن آف بیروں کیویر سلب مرض سے سدم مرض کہیں تہا  
اس کٹلے کو مرض محتاجی پر کیوں نہ جاری کیا جائے۔ اس سے کہ بھوکے کا پیٹ بھرو۔ یا ننگے کا بدن ڈھانک دو۔

اور مطلق اسلامیہ کالج کا نام سن کر کچھ دے۔ وہ عطیق تو ان کا ہے جو حق طالب علمی ادا کرتے ہیں  
مگر ان کے طفیل میں نیکے طالب علم بھی کچھ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

شنیدم کہ در روز ہمید و بیم      ہاں را بہ نیکاں بخشد کریم  
چہ کم گرداے صدر فرخندہ پے      ز قدر رفعت بدرگاہے  
کہ باشند شتے گدایان خیل      بہمان دار سلامت طفیل

مجھ کو سخت حیرت ہے کہ لوگوں کو نمازیں کیونکر حضور قلب ہو جاتا ہوگا۔ اگر ہوتا ہو۔ نماز نام ہے ارکان خاصہ۔  
اور ارکان ہیں کہ کسی میں قرأت ہو یعنی کچھ قراتن پڑھنا ہوتا ہے۔ کسی میں تہلیل و تسبیح ہے۔ کسی میں دعا ہے  
اور یہ سب کچھ زبان عربی میں۔ پس حضور قلب کی ایک کیفیت خاص تو نہیں ہے کہ آدمی نے شروع سے ایک  
تصور جمالیا۔ اور آخر تک اس خیال کو بردلنے نہ دیا۔ بلکہ کبھی خدا کی عظمت کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ جہاں خدا کی  
 حمد ہے۔ کبھی اہتمام و تضرع کرنا پڑتا ہے۔ جہاں دعا ہے۔ کبھی اظہار مذہب کیا جاتا ہے۔ جہاں اعتراف گناہ  
ہے۔ کبھی عبرت۔ کبھی خوف۔ کبھی رجا۔ کبھی بیم۔ کبھی ہمید۔ یہ ہیں پیرائے حضور قلب کے۔ اور ان کے لیے شرط  
فہم عربی۔ اور مسلمانوں کو جیسی عربی آتی ہے معلوم۔ پس ان کو حضور قلب ہوتا ہوگا تو ویسا ہی ہوتا ہوگا جیسے  
کسی جاہل نے کسی مولوی سے ہر ایک حالت اور ہر ایک موقع کے مناسب حائیں سیکھ لی تھیں۔ بے فہم عربی  
اس کو ہوا غلط بحث۔ تو وہ استغنا کرتے وقت دعا پڑھتا۔ اللھم ارحنی راحۃ الجنۃ اور عربی نہ سمجھنے کا کیا الزام  
دیا جائے۔ یہاں فہم عربی پر یہ شامت ہے کہ ساری عمر ایک کلمت بھی حضور قلب سے پڑھنی نصیب نہیں ہوئی۔  
تو کے بدولت ایشاں سی کہ تنوائی و جزاں دو کلمت و آں ہم بصد پریشانی ہو۔ اگر آدمی اپنے فرائض کا ٹھیک طور  
پر اندازہ کرے۔ تو اس کو اپنے ہی نفس کے احتساب سے فرصت نہ ملے کہ دوسروں کے ایمان کو جانچے۔ اور انکی  
نیکی بدی کو تولے۔ ایسی تو نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ اگر پڑھی جاتی ہوں۔ اور ان پر نازیہ ہے کہ دوسروں کو سنگ  
خوک کی طرح ذلیل سمجھا جاتا ہے اور خدا پرست رکھی جاتی ہے سوالگ۔ اسکے صلے میں خدا جانے کیسے کیسے توفیق  
ہیں کہ جنت کو تو اس کا رکھن سمجھنا چاہیے۔ کیا زہد کو مانوں کہ نہ ہو گرجہ ربانی و پاداش عمل کی طبع خام ہے  
رضو علی حال نماز سے بدتر۔ ماں فی ہم ہم رضو علی جنت باب الریان کھولے انکو اہلا و سہلا و مر جہا کہنے کے لیے  
ان کا منظر کھڑا ہے۔ حج اگر کر آئے ہیں تو رجسٹر جنتی ہو چکے ہیں۔ اور اگر نہیں گئے تو لوگوں پر اپنی دیرای

یقین کا تو حال یہ ہے اِنَّ نَظُنُّ الْاَكْثَرَ اَكْثَرًا مَّا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ یقین جسکو یقین کہتے ہیں۔ ہوتا تو آج انہیں حمایت اسلام میں ایک لاہور سے لوگوں کی ہمدیوں۔ ہوبیٹیوں کے زیوروں کے انبار لگ گئے ہوتے کجائی شمس دین سے رکھتے اور سنبھالتے نہ بن پڑتا۔ تمھاری کیا تخصیص ہے مسلمانوں میں تو جیتے ہی قیامت لگئی ہے کہ نفسی نفسی ہو رہی ہے۔ اور نفسی نفسی نہ ہوتی تو ہم اس روز بدی کو کیوں پہنچتے۔ تم نے دیا۔ اور دیتے ہو۔ اور دو گے۔ خوب کیا۔ بہت خوب کیا۔ خوب کرتے ہو۔ بہت خوب کرتے ہو۔ خوب کرو گے۔ بہت خوب کرو گے اور میں مانتا ہوں کہ تمھارا دینا شیخی اور سن داؤسی سے بھی پاک ہے۔ مگر پھر بھی سچی فیاضی اور خالصتہ لوجہ اللہ اور چیز ہے۔ تم نے مَثَلُ الَّذِیْنَ یُفْقَوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ کَثْرًا جَبَّةً اَنْتُمْ سَمِعْتُمْ سَبَّارًا فِی كُلِّ سَبْیَلَةٍ یَّأْتِیْہُمْ جَبَّةٌ یَا مَنِ ذَٰلِکَ الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فِضْءًا عَفَا لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرًا یا اسی طرح کی کوئی اور آیت کہ قرآن میں شاید ہی کوئی ورق ایسی آیتوں سے خالی ہو۔ غرض ایسے لیے لیے چوڑے وعدے سن کر دیا۔ تو کیا دینے میں دیا۔ دنیا میں تو لوگ چند پیسے سیکڑے پر سودی روپیہ چلاتے ہیں۔ اور کن کی ضمانت پر۔ جن کی زندگی کا ٹھکانا نہیں۔ بات کا بھروسہ نہیں۔ یا جائیداد ہے تو اس کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور خود معرض خطر میں ہے۔ تو تم نے خدا کی ضمانت پر اور ایسے بھاری سود پر کہ ایک ایک کے سات سات اور شاید اس سے بھی زیادہ کچھ دے دیا تو کونسا کمال کیا۔ سچی فیاضی اور خالصتہ لوجہ اللہ دینا تو وہ ہے جسکی نسبت فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا خَیْرٌ رَّحِمًا مِّنْ مُّشْکِفُوْنَ وَالَّذِیْنَ ہُمْ بِآیَاتِ رَبِّہُمْ یُؤْمِنُوْنَ وَالَّذِیْنَ ہُمْ بِرَبِّہُمْ لَا یَشْرِکُوْنَ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَّا اٰتَوْا وَقَلُوْا ہُمْ وَّحِدًا اَللّٰہُمَّ رَبِّہُمْ رَاجِعُوْنَ اَوَّلَیْکَ یَسْرِعُوْنَ فِی الْخِیْرَاتِ وَہُمْ لَهَا سَاطِفُوْنَ جب تم میری ٹسٹ (رجا) میں نہیں ٹھیر سکتے کہ میں ایک بندہ ہوں۔ عاجز گنہگار۔ بدتر سے بدتر۔ تو خدا کی باز پرس کی تم سے کیا مقاومت ہو سکے گی۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے کام نہیں چلتا۔ لَا تَزُکُوْا الْفَسْکَ ہذا علم بن اتقی اگر سب آدمی آپ اپنے حج ہو کریں تو نیک بد کا تفرقہ اٹھ جائے۔ عذاب ثواب کا امتیاز باقی نہ رہے ہم کو ایک ایسے حج کی حضور میں جواب ہی کرنی ہے

۱۷ گمان تو ہم بھی کرتے ہیں مگر یقین نہیں ۱۲ اے کون پر کہ اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اسکو کئی گنا بڑھا کر دے ۱۲ جو کہ اپنے رب کے خوف سے بے چین رہتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اللہ جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور وہ جو جیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں پھر بھی انکے دل ڈرتے ہیں کہ دیکھئے خدا کے ہاں گئے پیچھے قبول بھی ہوں یا نہ ہوں یہ لوگ کچھ کاموں میں مڑ چکا ہے آگے بڑھتے ہیں ۱۲ آپ اپنے منہ سے پارسات بنو۔ خدا پارساؤں کو خوب جانتا ہے ۱۲

بہت زیادہ بہتر ہوگا کہ لوگوں کو بھوکا نہ لگنا ہونے ہی نہ دو۔ اب پوچھو ایسی کون سی تدبیر ہے جس سے لوگ بھوکے نہ ہوں۔ ہاں یہی وہ تدبیر ہے جو انجمن حمایت اسلام اور اُس کی سسٹر انشٹیوٹشنز کی اسی طرح کی دیگر انجمنیں کر رہے ہیں۔ بھلا اور لوگوں کو تو رہنے دو۔ یہ یتیم بچے جنکا کوئی سرپرست نہیں۔ اوپر خدا۔ یا نیچے انجمن حمایت اسلام۔ انکی نسبت تم کیا خیال کرتے ہو۔ کیا خدا انخواستہ یہ ننگے پھر نیگے۔ کیا خدا انخواستہ یہ بھوکے مر نیگے۔ کیا خدا انخواستہ یہ ٹوکریاں ڈھونڈیں گے۔ ماوراء التیم معمولی طور پر جیسا تمھارا دستور ہے۔ اُن کی مدد کرتے تو قسم کھانے کی بات ہے کہ یہ بھیک بھی مانگتے۔ بھوکے بھی مرتے۔ ننگے بھی پھرتے۔ ٹوکری بھی ڈھوٹے۔ اور اس بڑھکھچوری بھی کرتے۔ قید بھی ہوتے۔ لیکن اب حمایت اسلام کی حمایت اور تربیت میں یہ ان شارات۔ بھلے آدمی ہوں گے خوشحال نمٹ آف سوسائٹی (سوسائٹی کی زینت) میں نے ان کو یتیم کہا تو غلطی کی۔ کوئی اپنے بچا بیٹا ہوتا ہے۔ اور یہ قوم کی قوم کے بیٹے ہیں۔ لیکن اُسی وقت تک کہ انجمن حمایت اسلام ان کی پر دخت کرتی ہے۔ بھائیو! کیوں نہیں اپنی خیرات کا قاعدہ ٹھیک کرتے کہ ایسے عمدہ نتیجے دکھا سکو۔ جیسے تمھاری خیرات جو انجمن حمایت اسلام میں دیتے ہو دکھا رہی ہے اور آئندہ اس سے بہتر دکھائے گی۔ اور ضرور دکھائے گی۔ اگرچہ مانگنے والے بھی مانگنے کے طور پر نہیں مانگتے۔ بہتوں نے بلا استحقاق مانگنے کو پیشہ بنالیا ہے۔ بہتیرے ہیکٹری سے دمزدیکر۔ بہتیرے باڈی ملی انفریڈر (جسمانی عیوب) دکھا اور لوگوں کو نفرت دلا دلا کر مانگتے ہیں۔ اور یہ بدترین پر لائے ہیں ابرام کے۔ مگر یہ دینے والوں کی کمزوری ہے کہ ایسی لائق گدگری کی مقاومت نہیں کر سکتے۔ دینا تو ہر حال میں اچھا ہے۔ مگر

بے طلب دیں تو مزہ اس میں سوا ملتا ہے وہ گدا جس کو نہیں خوئے سوال اچھا ہے  
لیکن مانگنے والوں سے خوئے سوال چھوٹے تو کیونکر چھوٹے۔ دینے والوں کے بے طلب دینے سے چھوٹے سودینے والے طلب پہ مشکل سے دیتے ہیں مگر لوگ طلب کرنا چھوڑ دیں تو باب خیرات ہی مسدود ہو جائے  
فیاضی بھی عبادت ہے۔ بلکہ کل عبادتوں سے افضل۔ کیونکہ یہی ایک عبادت ہے جس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے۔ لیکن وہ ضعف انسانیت خود غرضی کہاں جائے لوگ دیتے ہیں۔ مگر یہ سن کر دیتے ہیں مَثَلُ الَّذِي فِي  
يُفْقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ اگر قیامت کا اور خدا  
کا حق الیقین ہو تو کون ہے جو اس طرح کا سودی روپیہ نہ چلائے۔ ایک ایک کے سات سات سو۔ مگر ہمارے  
جو لوگ اپنے مال اسد کی راہ میں خرچ کرتے ہیں انکی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ کہ اُس سے سات بائیں گیں ہر مال میں سود لانے

اور دیکھے کہ اسلامی امتحان میں اسکو پاس ہونا چاہیے یا فیل۔ یہ میرا ایک پرانا خیال ہے۔ اور میں نے اپنے نفس پر اسکو اکثر آزمایا ہے۔ جوانی میں۔ پیری میں۔ نوکری کی حالت میں۔ معائنہ نشینی میں۔ سفر میں۔ حضر میں۔ خلوت میں۔ جلوت میں۔ اور میں نے پاس کے نمبر بھی کیسے لؤ (کم) لیے تھے ۱۰۰ میں ۱۰۔ تو میں اس بھرے مجمع میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں کسی ایک سچکٹ میں بھی اپنے تئیں ۱۰ نمبر نہیں دے سکا۔ ۱۰۰ میں دس ہمیشہ خیل۔ اور فیل بھی دتھ ڈسگریں (بے عزتی کے ساتھ) اور اب تو امتحان کے لیے پریمر (طیار) ہونے کی نہ مجھ میں طاقت ہے اور نہ توانائی ہے۔ یہ تو میں عمل کا اعتبار سے کہتا ہوں۔ رہے خیالات متفقہ بھلا ساری عمر کے جے ہوئے رنگ اب کیا چھوٹیں گے۔ اپنی حالت تو ایسی ہو پلس (مایوسانہ) ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی نسبت ایسا ہی خیال کرے گا۔ گرت چشم خدا بینی بہ بخشد۔ نہ بینی تو چکس عاجز تر از خویش \* اور یہ تو حقوق اللہ کے اعتبار سے کچھ یوں ہی سرسری سی جانچ کی تھی کہ ساری قلبی کھل گئی اور اگر کہیں حقوق العباد کی کسوٹی پر کس کر دیکھا جائے تو معلوم ہے کہ ہم صرف نام کے مسلمان ہیں۔ مردم شماری میں ہمارے مسلمانوں میں گن لیا ہے۔ ورنہ مسلمانان درگور و سلمانی در کتاب۔ تو مجھ کو رہ کر خیال آتا ہے کہ اپنی یہ کیفیت ہو تو کس منہ سے کسی دوسرے پر اعتراض کیجے۔ کیا کوئی اندھا کانٹے پر لڑا کیا کوئی کانٹا اس پر چکی آنکھوں میں ناخن ہے۔ ہنس سکتا یا اسکو چشم حقارت سے دیکھ سکتا ہے۔ اے ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھیے \* سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں۔

بات چلی تھی اسپر کہ انسان ایسا مخلوق خود غرض ہے کہ اس کی حاجتیں خدا سے متعلق نہ ہوں تو یہ بھول کر بھی خدا کو یاد نہ کرے کہ وہ کون ہے اور کہہ رہتا ہے۔ اچھا خود غرضی ہی سہی۔ مگر تہ دل سے اسکی یاد تو ہو۔ یاد کا جو حال ہے وہ سن ہی چکے ہو کہ کیا نماز کیا روزہ کیا حج کیا زکوٰۃ کوئی بھی تو ٹھیک طور پر نہیں۔ ان سب سے بڑھ کر غضب یہ ہے کہ انسان اپنی حاجتوں کو خدا سے متعلق کرنے میں بھی مضائقہ کرتا ہے۔ حاجتوں کو خدا سے متعلق کرنے میں مضائقہ کرنا ادائے مطلب کا ایک پیرایہ ہے۔ دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ وہ خدا کے ختیا رات گھٹانے اور کم کرنے کے پیچھے پڑے۔ یہ کیونکر؟ یہ اس طرح کہ انسان اپنی تدبیر پر بھروسہ رکھتا ہے۔ تدبیر پر اعتماد کرنا کچھ بجا نہیں ممنوع نہیں۔ تدبیریں بھی خدا ہی نے بتائی ہیں۔ اسکو کہ اس حکیم برحق نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا ہے۔ مگر اعتماد و اعما دیں فرق ہے۔ تدبیر پر اعتماد کرنا ایک بے عین امتثال حکم الہی ہے۔ ع بر توکل زانو سے اشتر بہ بند۔ اور ایک درجے میں شاید

جس سے ہمارا فعل تو فعل کوئی راز تک مخفی نہیں پہلے خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور ویاسیۃ ایک اونے سے اونے حاکم کے پاس مقدمہ ہوتا ہے تو انسان جو اس باختہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اسکا اختیار معلوم ہے انما تقضی هذه الحیوة الدنیا تو کیا ہوتا ہے اس روز بازخواست کو جسکو قیامت کہتے ہیں۔ اور جسکی نسبت خدائے تعالیٰ وہو اصدق القائلین فرماتا ہے اِنَّ نَزْوَاةَ السَّاعَةِ شَرٌّ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضُمُّ كُلُّ ذَاتٍ حَمْلًا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰی وَهُمْ لَا یَعْلَمُونَ لَکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ مَّجْکُوْدٌ وَہو حال کہ اسکے اختیارات کی کوئی حد نہیں ملے الملک الیوم لله الواحد القہار مقدمہ کی روداد بگڑی ہوئی۔ شہد علیہم السخیم وایدیہم وارجلہم بما کانوا یعملون ممکن ہے ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان ہنسنے۔ ممکن ہے کہ ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان غفلت کی نیند سوئے ممکن ہے کہ ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان اس طرح زندگی بسر کرے جس طرح کہ ہم کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انصاف کے ساتھ احتساب کرو تو دین و مذہب کا نام لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ خدا جیسا کہ عقل چاہتی ہو کہ ہو۔ اور جیسا کہ قرآن پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو وہ خدا تو ہمارے جیسے ادعائی دیندار سی رضا مند ہو سکتا نہیں۔ اور ہونا چاہیے بھی نہیں۔ مگر ہاں وہ خدا جو بنے اپنے ذہن میں ٹھہرا رکھا ہے اسی آیت من الخلق اللہ ہوا خدا کرے کہ خدا ایسا ہی ہو تو پھر سب سے حساب جنت پر جا قبضہ کریں۔ مجھ کو اس بارے میں جو کچھ بیان کرنا چاہیے تھا ابھی میں نے ایک شتمہ بھی نہیں کیا۔ مگر خیر جو کچھ ذرا طور بیان کیا اسکے بعد میں آپ سب صاحبوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنے دل میں اسلام کا ایک سٹنڈرڈ قرار دے جیسا کہ مدرسوں کے امتحان میں نمبر کامل ہوتا ہے اور پھر الانسان مرکب من الخطاء والنسیان۔ وخلق الانسان ضعیفا کا لحاظ کر کے پاس کرنے کی ایک حد ٹھہرائے۔ مثلاً نمبر کامل ۱۰۰ ہوں تو پاس کرنے کی حد ۳۳ یا ۲۵۔ یا ۲۰۔ پھر ٹھنڈے دل سے اور سچے دل سے خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنے نفس کا احتساب کرے

۱۷۔ اسکو انگھوں کی چوبیاں اور دلوں کے ہمید معلوم ہیں ۱۲۔ تو بہت کرکچا جاری جان لے دیکھا ۱۲۔ اور وہ سب سے زیادہ سچ کہنے والا ۱۲۔  
 ۱۸۔ بیشک قیامت کا زلزلہ ایک بھاری حادثہ ہے جس دن اسکو دیکھو تو یہ حالت ہوگی کہ دودھ پلاؤ والی اپنے بچے کو ہول جائے گی اور سر پیٹے الی اپنا پیٹ ڈال دے گی لوگ متوالے دکھائی دیں گے حالانکہ متوالے نہیں۔ بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہوگا ۱۲۔ آج کس کی حکومت ہو؟ اللہ کی جو اکیلا ہے سبے زبردست ۱۲۔ ان کی زبانیں اور فائے اور پاؤں ان کے مقابلے میں انکے اعمال کی گواہی دیں گے ۱۲۔ ہلا تم نے اس شخص کو جی کیا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہو ۱۲۔ بہرل چوک تو انسان کی سرشت میں کمی گئی جو ۱۲۔ اور انسان کی غفلت بڑی بات ہے ۱۲۔



اگر اس بارے میں میری رائے سخت ہو اور تشدد بجا کرتا ہوں تو ازبرائے خدا مجھ کو ان مشائخ کا معاملہ سمجھاؤ  
 اختلافات سُنی و شیعہ۔ حنفی۔ شاہی وغیرہ وغیرہ سے قطع نظر کرو۔ تو مسلمانوں کے دو بڑے گروہ ہیں ایک  
 بچارے ہم لوگ کہہ گوار باباطا ہر جو پیری مریدی کے سلسلے میں نہیں ہیں۔ ہماری موٹی سمجھ تو یہ ہے کہ خدا کو  
 اپنے بندوں کی معاشقہ معاویہ کی اصلاح کے لیے جو ہدایتیں صادر کرنی منظور تھیں وقتاً فوقتاً پیغمبر صاحب  
 پر وحی کے ذریعے سے نازل ہوتی رہیں۔ جب جب وحی نازل ہوتی پیغمبر صاحب کمال احتیاط و دیانت کے ساتھ  
 اُسکو قلمبند کرتے جاتے یہاں تک کہ قرآن جیسا اب موجود ہے۔ مدون ہو گیا۔ اور خدا نے فرمادیا اللہ یوم اکملت  
 لکھ دینکھ جسکے یہ معنی ہوئے کہ فرمان شاہنشاہی کو ختم کر کے اُس کے آخر میں مہر گادی کہ یندہ کوئی  
 شخص اس میں کمی و بیشی نہ کر سکے۔ چنانچہ تیرہ سو برس گزر گئے۔ آج تک ایک نقطے کا فرق تو پڑا نہیں اور  
 پڑے گا بھی نہیں۔ کیونکہ خدا نے اسکی حفاظت کا وعدہ کر لیا ہے انا نحن وانا الذکر وانا لہ لحاظ وانا  
 یہ اسی وعدے کا ایفا نہیں ہو گیا ہے کہ لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں اسکے زبانی یاد رکھنے کا شوق  
 پیدا کروا دیا ہے۔ ناسخین اور مترجمین کی پیری کیا چل سکتی ہو کہ ہمیں تصرف کریں۔ اگر روئے زمین کے سارے  
 قرآن معدوم ہو جائیں۔ ہو جانے دو مسلمانوں کے دلوں میں ابّا عن جید اسکا ایک ایک حرف کندہ ہوتا  
 چلا آتا ہے۔ جسکو نہ آگ جہلا سکتی نہ پانی دھو سکتا ہے۔ ایک حافظ مرنے نہیں پاتا کہ ایسے ایسے بانیج اور  
 برس کے برس رمضان میں نماز تراویح کی امامت کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سامان ہی ایسا اگر بندھا ہو کہ یہ  
 آواز الی القراض دنیا پست ہونے والی نہیں ہے۔ خیر یہ تو قرآن اصل دین ہے۔ جیسے تنہ درخت۔ اب یہی حدیث  
 فقہ اور دوسرے علوم دین۔ یہ سب فروع ہیں۔ قرآن لایعنی قانون۔ حدیث پر سید یور یعنی ضابطہ  
 کارروائی۔ فقہ نظائر۔ اور سیمطح دوسرے علوم دین کے لیے بھی کوئی ماہہ المماثلت پیدا کر لیا جاسکتا ہے  
 آ۔ اور پر سید یور تو تبدیل پذیر نہیں۔ مگر نظائر کا بدنام و قوف ہے لوگوں کی ضرورتوں کے تجدید پر اور تجدید  
 جب کثرت سے ضرورتوں کے تجدید کا زمانہ آیا۔ نظائر کا سلسلہ لوگوں نے موقوف کر دیا۔ ابھی دو باتیں اور بھی  
 ہیں کہ پیغمبر صاحب پر جو وحی نازل ہوئی آپ نے کم و کاست ہو ہوا اسکو لکھوا دیا۔ سنا دیا۔ شہر کر دیا۔  
 فرشتے نے تو کہا کان میں۔ اُنھوں نے کوٹھے پر چڑھ کر پکار دیا۔ دنیا جہان میں اسکی منادی کی پاپسی کہ ہی بات  
 ہر مسلمان کے مُنہ میں تھی۔ اور مُنہ میں ہی اور قیامت تک مُنہ میں رہے گی۔



احزاب میں ایک بڑا رکوع کا رکوع ہے۔ ہمیں اسکا بھی بیان ہو کہ پیغمبر صاحب کی دلی آرزو تھی کہ نہ چھوڑ دے تو میں ان بی بی سے نکاح کر لوں۔ سوائے پیغمبر کے کس سے ہو سکتا ہے کہ ایسے محل پر اپنا میل خاطر لوگوں کا ظاہر کر کے اپنے تقدس میں بڑھ لگواتے۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں اور ٹھیک فرماتی ہیں کہ اگر پیغمبر صاحب وحی میں سے کچھ چھپا سکتے تو زید کی بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کا حال ضرور چھپا رکھے ہوتے۔ یا آپ کا فرمانا **لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السَّوْءُ اِنَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** یا مائادری ما یفعل بے دلا بکھ۔ یا سب سے بڑھ کر افاک کا قصہ کہ لوگوں کو پیغمبر صاحب کے ساتھ مذہبی عداوت تو تھی ہی اور سب اوتو میں ہی شدید تر ہوتی ہے۔ کفار پیغمبر صاحب کو ایذا دینے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھتے تھے۔ اتفاق سے غزوہ بنی مصطلق میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رض پیغمبر صاحب کے ساتھ گئیں۔ واپس آتیوں کو کہ اگلے دن مہینہ پہنچیں گی۔ قافلے میں کچھ رات رہتے ہی الرحیل پکارا گیا۔ حضرت عائشہ رض رفع ضرورت بشری کے لئے قافلہ کے باہر گئی ہوئی تھیں کہ ساربان نے ان کی سواری کا کجاوہ اونٹ پر لاد لیا۔ اور سمجھا کہ یہ کجاوے میں ہیں اُٹھو لوٹ کر دیکھا کہ قافلہ آگے بڑھ گیا۔ یہ وہیں بیٹھ گئیں بس خیال سے کہ آخر میری دھنڈا یا پڑے ہی گی اور کوئی نہ کوئی مجھ کو اکڑے جائے گا۔ قافلے کے پیچھے ہمیشہ ایک شخص رہا کرتا ہے کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے تو وہ لوگوں کی گری پڑی چیز سمیٹ لاتا ہے۔ اس قافلے کے ساتھ وہ شخص صفوان تھا۔ وُجُو آیا تو اُسے آدمی کی پرچھائیں سے دیکھ کر معلوم کیا کہ ام المؤمنین ہیں۔ خود تو اونٹ پر سے اتر پڑا اور انکو سوار کر نکیل یا تھیلے آپ آگے آگے ہو لیا۔ دشمن تو ایسے موقع کی تاک ہی میں رہتے تھے۔ نابکاروں نے تمام قافلہ میں چرچا کر دیا۔ پیغمبر صاحب کو سن کر سخت ایذا ہوئی۔ اور حضرت عائشہ کو ان کے میکے پہنچا دیا۔ اور وہ بھی مارے سچ کے بیمار پڑ گئیں۔ کوئی دو مہینے کے قریب بیت الرسالت میں یافت رہی۔ بارے سورہ نور کی وہ آیتیں اُتریں جنہوں نے ام المؤمنین کی برائت روز روشن کی طرح ظاہر کر دی۔ اس سے دو مطلب نکلے ایک تو اس مذکور کا حائل قرآن ہونا۔ دوسرے لوگوں کا وحی پر عتساؤ کرنا۔ اور سری کا ہوتا تو اس تذکرے کو زبان پر بھی نہ لانا کہ اب تک کبھی کا بھول بسر گیا ہوتا۔ جیسے اور بہت سے واقعات۔ نہ کہ جزو قرآن تہ راؤنا کہ ہمیشہ اس تذکرے کی تجدید ہوتی رہے۔ بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب مامور تھے۔ اور ممکن تھا کہ تبلیغ وحی تحریر

۱۱ اگر غیب کا حال معلوم کر لینا میرے اختیار میں ہوتا تو میں بہت سی بہتری جمع کر لینا اور محکو کوئی برائی نہ پہنچتی ۱۲ میں توقف

۱۳ یہی جیسا آدمی ہیں ۱۴ محکو معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ آئندہ کیا ہونے والا ہے ۱۵

اب میں اسکے چند شواہد بیان کروں گا۔ مثلاً عبداللہ بن ام مکتوم ایک صحابی تھے نابینا وہ حضرت سے بہت پانے کے لیے حاضر خدمت ہوتے۔ اتفاق سے اُس وقت رسول نے قریش جمع تھے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تعلقین نہ رہے تھے۔ عبداللہ نے قریب پہنچ کر عرض کیا کہ یا حضرت مجھ کو بھی حق کی تلاش ہے آپ مجھ کو بھی راہِ راست بتائیے۔ پیغمبر صاحب نے سوچا کہ رسول سائے قریش کو خدا رو براہِ کردے تو ان کے دیکھا دیکھی بہت لوگ اسلام لے آئیں گے۔ چنانچہ آپ عبد اللہ کی طرف ملتفت نہ ہوئے اور ملتفت ہونے کا موقع بھی نہ تھا۔ سورۃ عبس کے شروع کی آیاتیں اس واقعہ سے متعلق ہیں عِبْسٌ وَقَوْلِيْ اِنْ جَاءَهُ الْاَمْرُ وَمَا يُدْرِيكُ لَعَلَّهٗ بَرٌّ كٰی اَوْ يَدَّبُّ وَثْقَتُنْفَعُدْ الَّذِیْ کُمْنٰی اَمَّا مِنْ اَسْتَنْعٰی فَاَنّتَ لَهُ نَصَدَدٰی وَمَا عَلَیْكَ الْاَمْرَانِیْ وَاَمَّا مَنْ جَاءَكَ یَسْعٰی وَهُوَ یَخْشٰی فَاَنّتَ عَنْهُ تُكْلَفٰی کَلَّا اِنَّهَا لَشَکْرًا فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَ لٰفِیْ حُحُوْبٍ مُّکْمَلًا مِّمَّنْ هُمْ ذُرِّیَّةٌ مُّقْطَعَةٌ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ کِرَامٍ بَرَرَةٍ دُنیا میں اگر کوئی حاکم بالادست اپنے سخت پر عتاب کرتا ہے تو شخص محتائب اُسکو چھپاتا ہے کہ لوگوں میں اُس کی سبکی نہو۔ یہاں ایک پیغمبر سے اور خدانے تاویلاً جز فرمایا اور وہ ایک ایک کو فرمانِ عتاب میر سناتا ہے۔ جنگ اُحد میں اصحاب نے ایک غلطی ہو گئی تھی کہ پیغمبر صاحب کے حکم کے خلاف اپنی جگہ سے ٹل گئے۔ لڑائی بگڑی۔ کفار نے مشہور کر دیا کہ پیغمبر مارے گئے۔ تو لشکرِ اسلام کے پاؤں اکٹھے گئے۔ سپرِ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اِنَّا نَقَاتْ اَوْ قِتْلَ اَفْقَلْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ دُنیا کے کسی سپہ سالار نے اپنی نسبت ایسے کلمات کہے ہیں جو اس کی توہین کے موہم ہوں۔ زید بن حارثہؓ آپ کے غلام تھے۔ آپ نے انکو آزاد فرما کر اپنی پھوپھی زاد بہن زینب کو ان سے بیاہ دیا تھا۔ میاں بی بی میں موفقت نہ آئی۔ آخر زید نے انکو چھوڑ دیا۔ اور پیغمبر صاحب نے ان بی بی سے اپنا نکاح پڑھالیا۔ اور پیغمبر صاحب کو زیدؓ کے ساتھ ایسی محبت اور خصوصیت تھی کہ لوگ زید بن محمدؐ پکارنے لگے۔ ان کی بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کو لوگوں نے بہت ہی بُرا سمجھا کہ بہو کو گھر میں ڈال لیا۔ اس کے متعلق سورۃ

۱۷ پیغمبر نے تیوڑی پڑھائی اور منہ پھیر لیا اس سے کران کے پاس ایک اندھا آیا۔ اسے پیغمبر تم کیا جانو شاید وہ گناہ کی آلودگی سے پاک ہوتا۔ تاہم اسی نصیحت سے نفع اٹھاتا۔ جو بد انہیں کرتا تم انکے پیچھے پڑے رہتے ہو۔ حالانکہ انکے راہ رہتہ پڑنے آنے کا تم پر کچھ الزام نہیں اور جو شخص تمہارے پاس کرک بھاگا ہوتا ہے تو تم اس سے تغافل کرتے ہو خبردار پھر ایسا مت کرنا۔ یہ قرآن تو نصیحت عاتدہ ہے چاہے اس سے نفع اٹھائے اور حق میں لکھا ہوتا ہے جو زندگی اور حالِ تہرہ رکھتے اور پاک ہیں۔ بزرگ نیک لکھنے والوں کے ہاتھ میں ۱۷ محمدیہ بربریت کہ ایک رسول ہیں ان سے پچھ ہی رسول ہو چکے ہیں تو اگر ینر گئے یا مارے گئے۔ کیا تم (دہی سے) انے پاؤں پر خاؤ گے ۱۷

جو میں نے بیان کیا۔ اسکے علاوہ دو باتیں اور بھی کھٹکتی ہیں۔ ایک تو پیروں کی تعظیم میں اس قدر افراط کر دی ہے کہ اسکو ایک طرح کی پرستش کہا جاسکتا ہے۔ یہ فانی الشیخ اور تصور شیخ افراط فی تعظیم نہیں تو کیا ہے اس سے بہت کم درجے کی تعظیم صحابہ پیغمبر صاحب کی کرنی چاہتے تھے۔ اور پیغمبر صاحب اسکو جائز نہیں رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے کہ کسی بنارس کی تعظیم مفطر مستلزم کسر شان الوہیت ہی۔ اسی قوم میں موجود ہیں جنہوں نے ہمایوں کی تعظیم بڑھاتے بڑھاتے اُن کو خدا اور خدا کا فرزند بنا دیا۔ لگے ان کی قبروں کی پرستش کرنے اٹھنا واقفوں انبیاء و صلوات مساجد۔ اور نہیں تو سبابتہ متقاضی ہے کہ یہ شیوہ ترک کیا جاوے ظَنُّوا بِالْمَوْتِ خَيْرًا۔ ہم خواص مسلمانوں کی نسبت بدگمانی نہیں کرتے مگر وہ یہ تو فرمائیں کہ عوام مسلمان کیونکر محترم زدہ ہو سکتے ہیں۔ ہندوؤں میں بھی جو لوگ سمجھ دار ہیں بُت پرستی کو بُر سمجھتے اور تاویل کرتے ہیں کہ بُت صرف اُٹار اور علامات ہیں یاد دہانی اور خیال جانے کے لئے ممکن کہ خاص خاص دیویوں کا ایسا ہی خیال ہو مگر عوام میں ایسی پڑوازی اور ایسا انتقال ذہن کیوں ہونے لگا وہ کیا سمجھیں کہ خواص جاکر تسبیح عوام ہوتے ہیں۔ کس غرض سے بتوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ یہ بُت پرستی ایسی بڑے بڑے گمراہی کے اُٹھاڑے نہ اُٹھری حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں میں سے ایک نے عاید بھی ہے وَأَجْنِبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ رَبِّ اهْزِلْهُمْ أَضْلَلْنَ كُنْدًا مِنْ النَّارِ پس بتوں کی شکایت اُس وقت بھی تھی اب بھی ہے۔ اور جب سمجھنے والوں کی سمجھ پر پتھر پڑیں تو جب تک دنیا ہے گی یہ شکایت بھی رہے گی۔ صرف پتھر یا سونے یا چاندی پیتل کی مورتوں کا نام بُت نہیں۔ کوئی چیز ماسوی السجہ کی ایسی تعظیم کجائے جو خدا کے ساتھ مختص ہے۔ گو وہ کوئی فرشتہ۔ یا کوئی پیغمبر یا اُستاد یا شیخ یا پیر ہی کیوں نہ ہو۔ اسکو بھی ہم بُت کہیں گے۔ وہ اپنی ذات سے بُت نہیں ہے۔ مگر جو اس کی خدا کی تعظیم کرے۔ جو خدا کی طرح اسکو حاجت روا سمجھے اُس کا وہی بُت ہے۔ مجھ لوگوں کے احتساب کا کوئی حق نہیں۔ مگر ظاہر حال کیا بتا رہا ہے۔ یہی بتا رہا ہے کہ جو حاجتیں انسان کو لاحق ہوتی ہیں۔ ان سب کو ان ہی زندہ یا مردہ فقیروں کی حضور میں پیش کیا جاتا پیش کرنے والوں کے دل میں جو کچھ ہو۔ مگر دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ انکو حاجت روا نہ سمجھتے تو حاجت لیکر کیوں آتے۔ بعینہ دنیا کے حاکموں کی سی مثال ہے کہ گنوار سے گنوار بھی حاکم اور اُس کے اہلکار پیشی میں فری کرتا

۱۰۔ اپنے پیغمبر کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ۱۲۔ ۱۱۔ مومنوں پر نیک گمان رکھو ۱۲۔ ۱۳۔ مجھ کو دیر ہی اولاد کو بتوں کی پرستش سے

محفوظ رکھ رہا ہے پروردگار ان کے سبب بہت لوگ گمراہ ہو گئے ۱۲

وہ خود فرماتے ہیں **قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنَاصِرٌ مِّنْ آلِهِ أَحَدٌ وَلَوْ أَن جَدُّمِ دُونَهُ مُلْحِقٌ بِالْأَبِلَاءِ مِمَّا نَالَهُ**۔

پینبر صاحب کے اس کہنے کو دیکھو۔ کہ میں تمکو نفع نقصان کچھ بھی نہیں پہنچا سکتا۔ ہمارے ربانے کے شائع تو ایسے بنتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے سب ان ہی کے ایما سے ہو رہا ہے۔ ان کے مرید اور معتقد انہی تعظیم خلاف شرع کرتے ہیں۔ اور وہ انکو جائز رکھتے ہیں۔ ان سے اُمیدیں لگائی جاتی ہیں۔ اور وہ کبھی اپنا عجز ظاہر نہیں فرماتے۔ اور دوسری بات ہے عموم اسلام و مآثر سئلناک الا کافۃً للنا کہ دعوت اسلام شامل تھی۔ مرد اور عورت۔ امیر اور غریب۔ شہری اور دیہاتی۔ مقیم و مسافر۔ عالم و جاہل۔ بلا استثناء سب پر۔ اب ان سب باتوں کو جمع کرو۔ یعنی تمام وحی کا قرآن میں مدون ہونا پینبر صاحب کا وحی کو اگرچہ وہ ان کی شان کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اخفاء نہ کر سکتا۔ اسلام کا عام ہونا نتیجہ کیا نکلے گا کہ مجموع مسلمان بطور ایک کلاس کے تھے۔ اور پینبر صاحب نے معلوم کیا کہ وہ ساری کلاس کو ایک کتاب اور ایک ہی سبق پڑھاتے تھے۔ تو پھر مشائخوں نے بلا تشبیہ فری میسوں کی طرح یہ اپنا خاص کردہ کیا بنا رکھا ہے کہ ایک تعلیم ہے سینہ بسینہ اور وہ راز ہے در بیان پر و سرید کے۔ اگر تعلیم وہی تعلیم ہے جو قرآن وحدیث وفقہ میں ہے تو اسکا اخفاء کیا۔ اور اگر اسکے خلاف یا منہا ہے۔ تو بڑی مشکل پیش آئے گی اور کچھ تاویل نہ کرتے بن پڑے گی۔ اس آیت کی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کیا کوئی تعلیم ایسی بھی تھی کہ پینبر صاحب نے اپنے غریبوں میں سے کسی کو یا اپنے حواریوں میں سے کسی کو اس کے لیے خاص کیا تھا۔ ہم کو تو اس کی کوئی سند ملی نہیں اور عقل بھی اس ابا کرتی ہی معلوم ہے کہ بڑے بڑے بزرگان دین طائفہ علیہ صوفیہ میں ہیں۔ مگر افسوس ہو کہ مجھ کو انکے سیکرٹ (راز) میں خصل نہیں۔ اور کیا ایک مجھ کو خصل نہیں۔ لاکھوں کروڑوں مسلمان میری طرح اس نعمت اگر ہو محمود ہیں۔ اور چونکہ اوائل کا میں اشتباہات واقع ہو گئے۔ کبھی ارادہ بھی نہیں ہوا کہ اس راز کو معلوم کیجے۔ یہ شبہ

۱۔ اے پینبر لوگوں کو سننا دو کہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہہ دو کہ میں تمہارے بھلے بڑے کا مالک نہیں۔ کہہ دو کہ تمکو اللہ کے (خدا) کے برابر کوئی پناہ نہیں دیکھا۔ اور نہ تمکو جسکے سواے کوئی ٹھکانا۔ ہاں اس کے پیغام پہنچا دینے پر میں ہر سی ہو سکتا ہوں۔ (دور نہ نہیں) ۱۲۔ ۱۳۔ ہم نے تو تمکو سبھی لوگوں کی طرف رسول کر کے بھیجا ہے ۱۴۔ ۱۵۔ اے رسول جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے اترا ہے سب پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے حق رسالت نہ ادا کیا ۱۶

اگر ان ہی مسنوں میں جو لوگوں نے ٹھیکہ رکھے ہیں شفاعت اور توسل کی ضرورت ہے بھی تو ایک طرف یہ ضرورت ہے اور دوسری طرف عوام کو روکنا تھا مناسب ہے کہ کہیں نا وہ شکر میں اوندھے منہ نہ گر جائیں اور وہ گمراہے ہیں اور ان کا وبال بھی ان لوگوں کی گردنوں پر ہے جو شرک و شفاعت میں فرق کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں۔ اور پھر اپنا نظا ہری برباؤ ایسے طور کا نہیں کہتے کہ عوام کو مخالطہ واقع نہ ہو کسی آدمی کو اگر خدانے نسب یا حسب یا جاہ یا حکومت یا علم یا کسی اور طرح کا امتیاز و تفوق دیا ہو تو اسکے ساتھ متبوع عوام ہونے کی ذمہ داری بھی ہے کلکھ راج و کلکھ مسئول عن رعیتہ پیغمبر صاحب نے سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے تو ان میں لکھوایا تھا ائسم تسلیم و الا فعلیک ائم الاربیسیدین یہ اس لیے کہ دیہاتی تابع روستا قوم ہوتے ہیں نہ صرف دنیاوی امور میں بلکہ دین و مذہب میں بھی اور اللہ اس علی بن ملوک سے بھی یہی بات نکلتی ہے۔ اور نسب حسب جاہ حکومت وغیرہ وغیرہ۔ جہاں اور اسباب امتیاز ہیں ایک سبب امتیاز تقدم زمانی بھی ہے کیونکہ متاخرین ہمیشہ متقدمین کو نیکی سے یاد کرتے اور انکی مسند پر اترتے ہیں چنانچہ تہن پاک میں بھی ایک جگہ ہے۔ قال اخذوا من لہم و بناھولاء اصلونا فانھم عذابا ضعفا من النار۔

مسلمانو ! اپنے پیغمبر کے حالات پر نظر کرو کہ ان کو توحید کے بارے میں کیا کچھ اتہام تھا قصور تم کا بنانا منع۔ رکھنا ناروا۔ اسی خیال سے کہ ایسا نہ ہو مسلمان پیغمبروں۔ بزرگان دین کی تصویریں بنا کر رکھیں۔ ان کی تعظیم کریں۔ اور شدہ شدہ بت پرست ہو جائیں جس تعظیم کے آپ پیغمبری سے قطع نظر پورا مستحق تھے۔ ورنہ بھی لوگوں کو نہیں کرنے دیتے تھے کہ کہیں افراط نہ کرنے لگیں مثلاً تعظیم کے لیے کھڑا ہو جانا۔ اتنا تک ناپسند تھا۔ اور اپنی قبر کے بارے میں تو آخری وقت تک یہی دعا فرمایا کیے اللہم کاجعل قبری دثنا بعد۔

جنگ بندی ختم ہوئی۔ انصاری لڑکیاں بیت الرسالت میں جمع ہو کر شادیائے گانے لگیں طبیعتیں تو سب کی سوزوں تھیں ہی کسی نے ایک مصرع یہ بھی سوزوں کر دیا و قینا رسول اللہ یعلم ما فی غد + پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تم سب کے سب کچھ نہ کچھ ذمہ داری رکھتے ہو ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کی جواب دہی لی جائیگی ۱۲۷۱ھ سلامتی چاہتے ہو تو اسلام لاؤ ورنہ دیہاتیوں کا وہاں ہی تمہاری گدہ پر رہیگا ۱۲۷۲ھ لوگ اپنے بادشاہ کے دربار پہنچیں ۱۲۷۳ھ دوزخوں کی چھلی جہنم جہنم جہنم کی گدہ کے آگے ہمارے پردہ کا سامنوں پہنچو گدہ کیا تھا انکو ہرے دگنا غدا ہے ۱۲۷۴ھ اسے امید میری فکر کہتے نہ بنائیو کہ لوگ اسکی پریش کریں ۱۲۷۵ھ اور ہم ہمارا مدد کا



خوب جانتا ہے کہ اہلکار حاکم نہیں۔ اس پر بھی رشوت سے۔ خوشامد سے۔ خدمت سے حاضر باشی سے اہلکار کو خصمانہ کرنا چاہتا ہے اور اسکو یقین ہے کہ وہ اہلکار اس کی کار بر آری کر سکتا یا کر سکتا ہے۔ اگر ایسا اور اتنا خیال بھی خدا کے بارے میں ہو تو میں اسکو بت پرستی کہوں گا۔ خدا حاکمان دنیا کی طرح غافل نہیں۔ بے خبر نہیں۔ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔ یجتید ولا یجار علیہ۔ یہ بحث ہمکو لے جاتی ہے مسئلہ شفاعت کی طرف۔ اور یہ مسئلہ بڑا مزہ الاقام ہے۔ اور جو میں نے سمجھا ہے اگر اسکو بیان کروں۔ لوگوں کو کانٹوں میں (یقین) کرنے کے وقت چاہیے۔ جسکو میں نے ڈسپوزل (اختیار) میں نہیں پاتا۔ لیکن اتنا تو کہہ دینا ضرور ہے کہ خدا کو دنیا کے حاکموں یا بادشاہوں پر پیاس کرنا ایک طرح کی بدگمانی ہے اس خبا کے ساتھ دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں کا حال یہ ہے کہ ان تک ماوشما کی رسائی دشوار۔ اور وہ دو جان کا بادشاہ فرماتا ہے

مَنْ اَقْرَبَ النَّاسِ مِنْ جِلِّ لَوْسٍ يَدِ قِطْعَةٍ

دوست نزدیک تراز من بہن ست  
وہیں عجب ترکہ من از دے دورم  
چہ کنم باکہ تو ان گفت کہ او  
در کنار من ومن مجورم

انسان سے بڑھ کر بھی کوئی اہم اور بد نصیب اور دشمن کام ہو سکتا ہے کہ خدا اس سے ملنا چاہے اور وہ اس سے بھاگے۔ وہ اسکی طرف بھٹکے۔ اور یہ اس سے پرے ہٹے۔ اور پھر نری قربت نہیں فرماتا ہی ادعو فی الاستجب لکم۔ لیکن اگر بندہ اس کے ساتھ معارت اور اجنبیت سمجھے اولیٰ اپنے میں اور اس میں ذرائع اور وسائل کھڑے کرے تو اس میں خدا کا کیا قصور ہے۔ شفاعت اور توسل کے یہ معنی ہی نہیں جو لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں۔ یہی شفاعت کی نسبت تو ایک نص صریح موجود ہے اَمَّا تَخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ قُلْ اُولٰٓئِكَ لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُوْنَ قُلْ لِلّٰهِ الشُّفَاعَةُ جَمِیْعًا۔ خدا تو اپنے بندوں پر سقا درمہربان ہے اِنَّ اللّٰهَ بِالْاِنْسَانِ لَوَّفٌ رَّحِیْمٌ کہ وہ آپ ہی شفاعت کرنے والا اور آپ ہی شفاعت سننے والا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر روز نصف شب کے بعد رب العزت کی طرف سے ندا ہوتی ہے ہَلْ مِنْ دَاعٍ اسْتَجِیْبُ لَہَا لَیْکِنْ

۱۔ خدا اونگٹا اور سوتا نہیں ۲۔ پناہ دیتا ہے اور کوئی ان کے مقابلے میں سیکو پناہ نہیں دے سکتا ۱۰۔ ہم شاہ مگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ۱۱۔ مجھ سے مانگو اور لو ۱۲۔ کیا ان لوگوں نے اس کے سوائے حمایتی نہیں رکھے ہیں ان سے پوچھو کہ کسی چیز پر کچھ اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ بچتے ہوں۔ پھر یہی تمہارے حمایتی کے حمایتی ان سے کہہ دو کہ ساری حمایت اللہ کی اور بس ۱۳۔ بیشک اللہ لوگوں پر ترس کا مایہ والا مہربان ہے ۱۴۔ کیا کوئی حکم پکا رہے کہ میں اس کی سنوں ۱۵۔

انسان کی گودہ کیسا ہی بندہ مقرب مقبول کیوں نہ ہو۔ عاجزی اور بے خستی کا خیال تازہ ہوتا ہو؟  
 بنیاد کر کے پائندہ بودے۔ ابو القاسم محمد زندہ بودے۔ یہ تھا وہ فتنہ جو پیغمبر صاحب کو پہلے سے کھائی  
 دے رہا تھا۔ اور اسی کے انسداد کے لیے فرمایا کہ اللہم لا تجعل قبری وثناً یبعد۔ اسی کے انسداد کے  
 لیے قبروں کے اونچا کرنے پکا بنانے کی ممانعت کی تھی۔

کہتے ہیں کہ مشائخ میں بعض کو ایسا ملکہ ہوتا ہے کہ جس قبر کی طرف توجہ کریں مقبور کا حال معلوم  
 کر لیتے ہیں۔ کہ وہ سجدہ ہے یا شقی۔ اور صلحا کی قبر سے ان کو فیضان پہنچتا ہے۔ شاید ایسا ہو۔ مگر ہماری  
 جمع پونجی تو قرآن و حدیث ہی۔ سو ایک حدیث ام العلاء انصاریہ صحابیہ کی ہے وہ کہتی ہیں کہ جناب رسول  
 خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مہاجرین کو ہم انصاریوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان میں سے عثمان بن مظعون ہمارے  
 حصے میں آئے۔ اتفاق سے بیمار پڑے اور مر گئے۔ جب ان کو ہم لوگ کفنا چکے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم تشریف لائے۔ میرے منہ سے ایسے الفاظ نکلے کہ ان کے جنتی ہونے میں کیا شک ہے۔ یو خا کے  
 برگزیدہ بندے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ تم نے کیونکر جانا؟ میں نے عرض کیا  
 یا حضرت یہ بھی برگزیدہ نہ ہوں تو اور کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ اَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْهَقْلَانِ وَاللَّهُ اَنَّى لَا رَجُولَهُ  
 الْخَيْرُ وَاللَّهُ مَا اَدْرَى اِنَّا رَسُولُ اللَّهِ مَا يَفْعَلُ اسْكَ بَعْدَ امِ الْعَلَاءِ كَمَا كَرْتِي تَحْيِيں فَوَاللَّهِ لَا اَنْزِلُ كِي اَحْدًا  
 بَعْدَ اَبَدًا۔ عشرہ مبشرہ مشہور ہیں یعنی ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبد الرحمنؓ بن عوفؓ، سعد بن ابی  
 وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، ابوعبیدہ ابن الجراحؓ۔ دس صحابی جنکو پیغمبر خدا نے ان کی زندگی میں خدا کے حکم  
 سے جنت کی بشارت دی تھی اور کہہ دیا تھا کہ تم جنتی ہو۔ اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت  
 خدیجہ الکبریٰؓ اور ام المومنین عائشہؓ وغیرہم چند لوگ اور بھی ہیں جو عشرہ مبشرہ میں نہیں۔ مگر جناب رسول اللہ  
 کے فرمانے سے ان کا جنتی ہونا معلوم ہے۔ مگر ان مبشرین بائجنہ کا کیا حال تھا اُخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي شَعْبِ الْاَيَّامِ

۱۷۱۔ اسد میری فکر کو بت نہ بناؤ کہ لوگ اس کی پیش کریں ۱۷۲۔ لیکن اس شخص کو موت جو املقینی ہو آپونجی۔ اور خدا کی قسم میں اسے  
 اپنے بہتر کی امید کرتا ہوں۔ خدا کی قسم میں رسول ہو کر ہی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا ۱۷۳۔ خدا کی قسم میں اسے کبھی کیونہ گناہ  
 نہیں کرتی ۱۷۴۔ بیہقی نے شعب الايام میں صفحہ نقل کیا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے میں پسند کرتا ہوں کہ میں اسے کہہ کر کہہ کر ایک  
 درخت ہوتا پس سیر پاس کیا دنٹ آتا۔ اور کھجوندہ میں لال لیتا۔ پھر کھجوتا پھر کھجوتا۔ پھر کھجوتا۔ پھر کھجوتا۔ لیکن میں آدمی نہ ہوتا اور عرض فرماتے  
 کہ مجھے کاش میں نہ ہوتا میرا لک جہان تک اسے بن پڑتا کھجوندہ کرتے یہاں تک کہ میں بہت موٹا ہو جاتا تو ان کے پاس انکا کوئی دوست آتا پھر کھجوندہ

ذبح کرتے پھر میرے گوشت کا کچہ حصہ ہون لیتے اور کچھ کھاتے پھر کھجوندہ کھاتے لیکن میں آدمی نہ ہوتا۔

اندھے ہوئے سنتے رہے علم غیب کا ان کی طرف فسوب کرنا تھا کہ اٹھ بیٹھے اور روک یا۔ شراب حرام ہوئی تو جو برتن شراب کے لیے خاص تھے۔ دوسرے اغراض کے لیے بھی ان کے استعمال کو منع فرما دیا یوں اللہ کے حدود کی حفاظت کی جاتی ہے۔ تب کہیں جا کر لوگ ٹھیک رہتے ہیں حدود کی حفاظت کرنا تو دنیا ہم بے احتیاطیاں کرنے لگے میں خطرناک +

اسلام کے احکام پر ایک اجمالی نظر ڈالو کہ سب سے سادہ۔ نہ ان میں کوئی تصویر۔ نہ مورت۔ بلکہ زیبہ زینت اور نقش و نگار بھی ایسا دبا ہوا ہے۔ اور دیواروں پر جو کلمہ یاد وود یا آیات قرآنی لکھ دیا کرتے ہیں فقہا اس کو بھی نادرست کہتے ہیں۔ پھر نماز میں نہ ڈھول ہے نہ ناقوس ہیں نہ گھنٹے ہیں۔ نری قرابت۔ وہ بھی لے نہ ہو۔ ٹکری نہ ہو۔ راکٹ ہو غرض وحشل نماز اور خارج نماز کوئی چیز نہیں۔ کہ صارف توجہ ہو۔ پیکلک شان عبادت ہو اور عبادت ایسی ہی ہونی چاہیے سجدہ میں پائے خم ہے یہ ہے کس لطف سے مست + یوں عبادت ہو تو زائد میں عبادت کے مزے + اور ایک شان وہ ہے جو ہم بزرگان دین کے مزاروں پر دیکھتے ہیں میں بہت بزرگوں کے عرسوں میں شریک ہوا ہوں۔ تو کیا دیکھا کہ ٹھوس چاندی کے چوبوں پر زینت کا شامیانہ تناس ہے۔ قبر قیمتی اور سکلف غلاف ہیں۔ تو ہنچھو لوں کے انبار لگے ہیں۔ لاکر کی بتیاں روشن ہیں۔ بیرون گنبد خدام درگاہ شل چوہ داران شاہی صف بستہ کھڑے ہیں۔ مزار شریف کے روبرو مشائخ سرنگوں اور مودب بیٹھے ہیں۔ جیسے اراکین سلطنت۔ پائین حلقہ میں رنڈیاں کھڑی محب واکر رہی ہیں اور کہیں شیعہ کی زیادہ پابندی ہے تو قوالوں کا طائفہ ہے۔ ایک خوش رو۔ خوش گلوں کا غزل گایا ہو + شراب لعل کش وروسے حبیبیناں ہیں + خلافت مذہب آناں جمال نیاں ہیں + ٹپہ اور ٹھمری اور ہولی اور داور اور دیس اور بہاگ اور بھیرویں اور پیلو جتنے راک در اگنیاں ہیں۔ اپنے اپنے وقت پر گائی جا رہی ہیں۔ + جبکی حالت میں کوئی حضرت کھڑے ہو جاتے ہیں تو ساری مغل کو ان کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوتا ہو۔ اب اس شان کو اُس سیدھی سادی مذہب باوقار ستین شان نماز کے ساتھ ملا کر دیکھو۔ اور آپ ہی اپنے دل میں فیصلہ کر لو۔ یہی وہ زیارت قبور ہے جس کی نسبت پیغمبر صاحب فرم گئے ہیں۔ کنت تھی تکم عن زیارة القبور الا خذروہا فانھا ترھقن عن الدنیا وترغب فی الآخرة یہی وہ زیارت قبور ہے۔ جس کے اجر و ثواب کی ہمد کی جاتی ہے؟ یہی وہ زیارت قبور ہے جس سے خدا کی غطت۔ اور بے نیازی۔ دنیا کی بے ثباتی۔ اس میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا اصحاب اس کی زیارت کیا کہو کیونکہ قبروں کی زیارت دنیا سے بیدار اور آخرت کی طرف رغبت۔ بیکارتی ہے

یہ ہے کہ فرقہ مشائخ نے توحید کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انا سختی اور ہمدوست و انا العرب بلا عین۔ اور  
 انا احمد۔ بلا یم۔ احمد کو ہنسنے جان رکھا ہے وہی احد + مذہب کچھ اور ہو گا کسی بول فصول کا +  
 من آن وقت کردم خدا را سجدہ کہ ذات و صفات خدا ہم نبود

یہ اور اس قسم کی اور بہت آوازیں کہاں سے پیدا ہوئیں۔ اسی فرقہ مشائخ سے۔ پیشوایان مذہب یعنی پیران  
 طریقت کی تعظیم میں اتنی منسلط کہ اس میں اور عبادت میں فرق کرنا مشکل ہو۔ کہاں سے نکلی۔ اسی فرقہ مشائخ  
 الفاظ کے مدلول ظاہر کو کس نے بدلا کہ شراب سے مراد ہی شرابِ حدت۔ ساقی سے شیخ۔ جام سے دل وغیرہ وغیرہ۔  
 اسی فرقہ مشائخ نے۔ شرع ظاہر کی کس نے بے توقیری کی۔ نماز زنا ہاں سجدہ سجدہ دست + نماز  
 عاشقان ترک جو دست + اسی فرقہ مشائخ نے۔ میں نے بہت سوچ کر یہ بات نکالی ہے کہ جس طرح قرآن  
 میں ہے وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ  
 کہ مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیک راہ کی طرف بلائے۔ بھلی باتوں کے کرنے  
 کو کہے۔ اور بُری باتوں کے کرنے سے روکے۔ اور یہی ہے ماخذ گروہ علماء کا۔ واعظین کا۔ اسی قیاس پر یہ گروہ  
 مشائخ کھڑا ہوا کہ ترکیبِ باطن اور اصلاح خیالات کرے اور واقع میں ایسے گروہ کی ضرورت تھی۔ کیونکہ اسلام  
 نے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا وَأَنْ تَهْتَدُوا مَعَ الْفَسَقِ وَأَتُخَفُّوا بِمَا سَبَّحَكَ اللَّهُ قُرْآنِ کی  
 شان میں فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهَدًى لِّرَحْمَةِ  
 لِلْمُؤْمِنِينَ۔ مگر حضرت انسان ایسی پیڑھی بناوٹ کے میں کہ ان کا مرکز ثقل کہیں ٹھہرتا ہی نہیں۔ ظاہر چھلکے  
 تو ایسے جھکے کہ لگے شرعی حیلے تصنیف کر لے۔ وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ اور ہمیں مثلاً بولنے بات کرنے کی نہایت  
 ہے۔ جس کا مطلب واقع میں یہ ہے کہ تو میری دوسری طرف متوجہ نہ ہو ہمارے وظیفی صاحب ہیں کہ وظیفہ  
 بھانتے جاتے ہیں اور ہوتے ہوتے اور اوٹل ہوتے اوٹل ہوتے اشاروں سے دنیا جہان کی باتیں ہوتی ہیں  
 بندے کے ایک دوست تھے چاندی کے خاصدان میں گلو ریاں بھر و اگر رکھتے۔ گلو ریاں کھانی  
 ہوتی۔ تو خاصدان سے نکالی تیکھے پر رکھ دی۔ تیکھے سے اٹھاتی منہ میں۔ میں نے پوچھا حضرت یہ کیا فرمایا۔  
 چاندی کے باسنوں کا استعمال منع ہے +

۱۷ تم دل کی باتیں ظاہر کرو یا چھپاؤ السنو سب کا حساب لگنا ۱۲ اور لوگوں کو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس یہ ایجنٹ  
 آئی ہے۔ اور وہ باطنی پیاریوں کو شفا دیتی ہے۔ اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ۱۲

عن الضحاک قال قال ابو بکرؓ واللہ لو دت انی کنت شجرة الى جنب الطريق فمر علی بعر فاحن فادخله فاه فلا کنی حباناً ثم اذردنی ثم اخرجنی بعر اولہ اکن بشراً فقال عمرؓ یا لیتنک کت کبش اہلی سمنونی ما بدلہم حتی اذا کنت کما من ما یکنن راہم من یحبون فذبحونی فجعلوا بعضہ شواءً وبعضی قد یدانم اکلونی ولولہ انی شرا اور ان سے بھی بڑھ کر وہ حدیث ہو کہ حضرت عمرؓ زخمی ہوئے اور لوگوں نے جاننا کہ اب مرنے کو ہیں تو ان کو نسل دینے لگے کہ تم نے دین کی بڑی بڑی خدمتیں کیں۔ اور یہ کیا اور وہ کیا تو انھوں نے کہا اے اللہ لو دت انی خرجت منہا کفأ فالا علی ولا لی وان صلحۃ رسول اللہ سلطت لی۔ ایک روایت ام المؤمنین عائشہؓ سے ہے کہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے۔ سددوا وقادبوا وابشروا فانہ لن یدخل الجنة احد اعمالہ قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمد فی اللہ منہ برحۃ یہ تو پیغمبرؐ اور ان لوگوں کے مقولے ہیں جنکو خدا کی طرف سے جنت کا وعدہ مل چکا تھا میں نہیں سمجھتا کہ سوائے رسولؐ کے کوئی کسی کی نسبت یقین کے طور پر جنتی ہونے کا حکم بھی لگا سکتا ہے۔ اور جب یہ نہیں تو کہاں کا تو سل۔ کیا تقرب۔ پیر خود در ماندہ شفاعت کر لکند۔ اس کی تصدیق ہوتی ہے اس مشہور حدیث سے۔ کہ قیامت کے دن لوگ بدحواس پڑے پھرینگے۔ اور یکے بعد دیگرے آؤں اور نکلے گا اور ابتر ہیتم اور موتی اور عیسیٰؑ سب انبیاء کے پاس شفاعت کرنے جائیں گے۔ کوئی نامی نہیں بھرے گا۔ اور نفسی نفسی کہہ کر الگ ہو جائیں گے۔ آخر کار یہ خلعت بزرگی ہمارے پیغمبر صاحبِ آخر الزمان کو عطا ہوگا۔ اور خدا کی درگاہ میں سجدہ کریں گے۔ اور گڑگڑائیں گے اور اُمت کو بخشوائیں گے +

مسلمانوں نے اپنی دنیا کو اتنا تہا نہیں کیا جتنا دین کو۔ ہر ایک فرقہ جادہ استقامت سے منحرف ہو گیا ہے۔ فسادات سب میں ہیں مگر محکمو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کو کسی فرقے کی خرابی نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا۔ جتنا کہ اس فرقہ مشائخ کی خرابی نے۔ علماء بھی اس الزام سے بری نہیں مگر انھوں نے اور طرح کی خرابیاں ڈالی ہیں۔ شرائع تو ہمیشہ بدلتی ہی چلی آئی ہیں۔ وہ کچھ بڑی بات نہیں۔ اسلام کا بڑا فخر یہ ہے کہ اسے آج حیات توحید کو فطر (صاف) کر کے ہمیں کسی طرح کی آمیزش نہیں ہننے دی۔ اب دیکھنا

سنو! میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں خلافت کی جواب دہی میں برابر سلا بھی چوٹ جافوں کہ نہ لینا آئے نہ دینا تو بھی غنیمت ہے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا اجر پورا خطے توڑی قسمت ۱۲ راست رہی اور میانہ روی ختم تیار کرواد لوگوں کو خوشخبری سننا دیکھو کہ کسی کو اسکا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔ صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں فرمایا محکمو بھی نہیں مگر یہ کہ محکمو انسا اپنی رحمت میں ڈھانکے ۱۲

سلامت رکھے کہ وہاں سے حرمین شریفین کے لوگوں کو بہتیری کچھ فتوحات ہو۔ اور موسم حج میں خاطر خواہ آمدنی ہو جاتی ہے۔ مگر چارے اپنے ہموطن براہین اسلام کا کیا حال ہو۔ ماشاء اللہ اتنا بڑا پنجاب اس کثرت سے مسلمان۔ انجمن حمایت اسلام نے جلدی کی اور شاید خطرناک جلدی کی۔ مگر کیوں؟ انھوں نے خدا پر توکل اور اپنی قوم پر بھروسہ کیا۔ انھوں نے سمجھا کہ مسلمان لاکھ بچھڑ گئے ہیں تاہم میں تو مسلمان بیوقوفان ہی کی نسل ان ہی کے نام لیا انھوں نے خاک مذلت سے ابھرنے کا ارادہ کیا تو فلاح الافلاک عروج پر جا رہے اتنی قلیل مدت میں جسکو دوسری قوموں کے مقابلے میں طرفۃ العین کہنا بھی مبالغہ نہیں۔ اسے کاش جس جلدی سے وہ بلند ہوئے تھے۔ ایک بارگی دھڑام سے گر پڑے ہوتے۔ وہ مرگ مہفاجات بہت بہتر ہوتی۔ اس سے کہ پڑے سنسک ہے ہیں لاثیموت ولا یحیئے اور یہ نہیں کہ ان کے جاں برہونے کی اُمید نہیں اُمید ہے۔ اور تدبیر بھی معلوم ہے۔ وہ تمھاری ہی حمایت اسلام مگر بندگان خدا اور تم بھی تو ماتھے پاؤں ہلاؤ سالانہ جلسہ کر کے دیکھ چکے۔ الفقراء بن کے دیکھ چکے۔ کچھ ہوتا بھی ہے۔ مگر اس کام پر نظر کرتے جسکو شروع کر بیٹھے ہو۔ اس قدر ہے جیسے پیاسے کو اوس۔ سرکار نے ہندوستان کی مردم شماری کرنی چاہی ایک دن ایک وقت مقرر کر دیا۔ اس سرے سے اُس سرے تک سارے ہندوستان کی مردم شماری ہو گئی تم سے اور کچھ نہ ہو سکے تو اتنا ہی کرو کہ اس طرح ایک دن مقرر کرو اور اس کا نام رکھو روزِ گداؤی۔ یہ روزِ روز کے مانگنے سے لوگوں کو مساوات سی ہو گئی ہے اور رہی سہی اور ہو جائے گی اس دن تمام پنجاب میں انجمن کے لئے بھیک مانگی جائے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ شاید وہ اخیر بھیک ہوگی۔ اغراض انجمن کے لئے بخوبی کافی۔ مگر تم تو یہ چاہتے ہو کہ لادو لادو لادو لادو والا ساتھ دو۔ سو مائی ڈیر پکا کام مہا کام خدا تمھارے دلوں میں القا کرے۔ کہ یہ تمھارا اپنا کام ہے۔ جس دن اسکو اپنا کام سمجھو گے۔ بس پھر چٹکی بجاتے میں ہوا دھڑا ہے۔ بھلا قوم کی یہ حالت ہو کہ سارا پنجاب اتنا بڑا پنجاب ایک کالج نہ کھڑا کر سکے۔ تو اس قوم کو زہد سکھانے کا کیا موقع ہے۔ نہیں نہیں۔ میں اپنے اس مقولے کو ممبران انجمن حمایت اسلام کی مخالفت کے ڈر سے واپس لیتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ جب مسلمانان پنجاب اپنا ایک کالج قائم نہ کر سکے۔ اور یہ جو تم نے بے آس بے سہارے ایک ڈھوڈا ماکری آف اے کالج (کالج کی ہنسی) کھڑا کر لیا ہے اس کی ٹوہید ذہن میں کچھ بھی وقعت نہیں۔ غرض جب مسلمانان پنجاب اپنا ایک کالج قائم نہ کر سکیں

وہ حکایت سنی ہوگی کہ ایک بزرگ مالک چندیں نصاب تھے مگر زکوٰۃ کبھی نہیں دی۔ برس پورا نہیں ہوتا پاتا تھا کہ زبانی بی بی کے نام ہبہ کر دیتے تھے۔ پھر بی بی سے اپنے نام ہبہ کر لیتے تھے لگی کہاں گیا کچھڑی میں اس سے کہیں زیادہ غضب کی بات اور سنو۔ کہ ایک مسلمان بادشاہ تھا۔ دیکھا ضرور ہے کہ اُس کا نام لوں۔ اُسکے محل میں ایک لونڈی تھی اسکے باپ کی مدخلہ وہ اُس لونڈی کو اپنی مدخلہ بنانا چاہتا تھا ایک فقیہ سے حیلہ پوچھا۔ فقیہ صاحب نے کہا۔ اسکے مدخلہ علیٰ حضرت ہونے کا ثبوت ہ بادشاہ نے جواب دیا۔ اسکا خود اپنا قرار۔ اسفرتیہ صاحب نے فتویٰ دیا کہ لونڈی ہے۔ اس کی عدالت مخدوش۔ گواہی نامقبول۔ یہ ہے وہ گروہ ظاہر آباد باطن خراب۔ غیرت اجازت نہیں دیتی مگر مجبوری کہنا پڑتا ہے کہ کثرت سے بد معاہلی اور خبیث نفس دیکھتے دیکھتے لوگ شرع ظاہری سے بدگمان ہو گئے ہیں۔ غرض جھوٹ نے ظاہر کا پہلو خستہ کیا۔ اسکی یوں مٹی پلید کی۔ اور جو باطن پر ڈھلے لگے خانی کا دم بھرنے لای۔ نل عمایفعل دم یسئلون۔ فقیر اور درویش اور شاخ یہ سب الفاظ ہیں مراد ہمدگر۔ ان لوگوں کی تعلیم کا لب لباب ہے زہد۔ ایک مثال ہے کہ جب محجو موقع ملتا ہے اسی کا اعادہ کیا کرتا ہوں۔ اس واسطے کہ اس سے بہتر کوئی مثال نہیں سوجھتی۔ وہ یہ ہے کہ دین طب روحانی ہے۔ طبیب کا کام ہے کہ ہر مریض کو اسکے مناسب حالت دوا دینا۔ شاید کوئی مریض ضعیف ناتواں ہے۔ اسکو دوائی مقوی دی جاتی ہے۔ کوئی ہیجان کی وجہ سے محتاج تنقیہ ہے۔ طب کی کوئی سی کتاب اٹھا کر دیکھو نسخے ملینگے۔ ضدیکہ گر۔ بعض کمزور کرنے کے ہیں۔ بعض طاقت بڑھانے کے۔ اب یہ طبیب کا حصہ ہے کہ کس کو کیا مرض ہے۔ اور اسکو کون سی دوا دینی مناسب ہے۔ طبیب نسخہ نہیں تصنیف کرتا۔ نسخے کتاب ہی میں لکھے موجود ہیں۔ بلکہ یہ تجویز کرتا ہے کہ ان نسخوں میں کونسا نسخہ اس مریض خاص کو مفید ہوگا۔ بعینہ ہی حال ہو دین کا۔ ایک وقت تھا کہ مسلمانوں میں سلطنت تھی۔ حکومت تھی۔ دولت تھی۔ یہاں تک کہ لوگ جھولیوں میں روپے بھرے ہوئے مدینہ شریف کی گلیوں میں پکارتے پڑے پھرتے تھے۔ کہ کسی کو حاجت ہو تو بولو۔ کوئی نامی نہیں بھرتا تھا سکیوں کہ ہر شخص بجائے خود مستغنی تھا۔ وہ وقت تھا تعلیم زہد کا۔ جیسے برسات کی آمد میں صفر کا جوش ہوتا ہے۔ اور زلال آلو بجار۔ اور زلال ترمہندی اور بکھین لیمو وغیرہ صفر اشکن دوائیں استعمال کر لئی جاتی ہیں۔ اگر اس وقت پڑ کا چرچا نہ پھیلا یا جاتا۔ تو مسلمانوں کو دنیا کا تہنہ ہو گیا ہوتا۔ لیکن اب کیا حال ہے۔ خدا تعالیٰ سلطنت روم کو لے خراج کچھ کرتا ہے اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں ان سے کیے ہوئے کی باز پرس کی جائے گی ۱۲



نہیں۔ اسکا وہ غل نہیں کہ کان پڑے آواز سنائی نہ دے۔ مگر بھننا ہٹ سی اب بھی ہے۔ جبکہ دوسری قوموں کے پاس شاہ نامے کا ایک افسانہ ہے۔ اور بس۔ مسلمان سلطنت کو اس طرح یاد کرتا ہے۔ جیسے ایک سال کا دودھ چھوٹا ہوا بچہ دودھ کو۔ اس کے مقابلے میں دوسری قوم کا بڑھا پھونس ہو۔ اور اسکو یاد دلایا جاتا ہے کہ اس نے بچپن میں دودھ پیا تھا۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ بایں ہمہ ہم میں جو سمجھ دار ہیں اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کہ جن دنوں ہم کو سلطنت حاصل تھی۔ حاصل تھی باستحقاق۔ اب اگر چھین گئی ہو تو چھین بھی گئی ہے باستحقاق۔ اب زمانے کا وہ اگلا سازگ نہیں رہا۔ وینا اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ ہمیں سلطنت کرنے کی صلاحیت ہی نہیں کہ اس کی آزد کریں۔ زوال سلطنت کچھ بچوں کا کھیل نہیں۔ کہ تھی تھی نہیں تو نہیں سہی سلطنت کے مٹ جانے سے قومیں مٹ گئی ہیں۔ گویا سلطنت قومی زندگی تھی شکر ہو کہ ہم عیا بھی بنے تو ایسوں کی کہ جنگی عملداری میں ہم کو اپنی سلطنت سے زیادہ آرام و آسائش ہو۔ اب اگر ہم مٹتے ہیں اور مٹنے میں اتنی ہی کیلئے تو اپنی کالی اور نااہلی سے بیشک سلطنت بڑی چیز ہے۔ اور کیوں ہو۔ **السلطان ظلہ اللہ علیہ** نصف لکھنؤ مگر اہل روپنے غائب کر دکھایا کہ علم و ہنر بڑی چیز ہے۔ انسان کی شیخی نے سلطنت کی قدر بڑھا رکھی ہے۔ یا اس کی قدر و منزلت کریں تو وہ لوگ کریں۔ جو حکومت کے سوا اور کسی تدبیر سے دولت نہیں کما سکتے۔ مگر بادشاہ جیسے رعایا سے خرچ لیتا ہے۔ ویسے ہی اسکو ملک کی حفاظت اور انتظام کے لئے خرچ بھی کرنا پڑتا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا اتنی بڑی۔ کار کا کہ آج کوئی سلطنت محال میں لگا نہیں کھا سکتی۔ مگر چند روز سے چاندی کا بھاؤ متزلزل ہو رہا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ہے کہ بدحواس ہو۔ آدکم۔ خرچ زیادہ ٹیکس لگاتی ہے تو رعایا ناخوش ہوتی ہے نہیں لگاتی تو پورا نہیں پڑتا۔ یورپ یورپ نہیں ہو گیا سلطنت کی بدولت۔ بلکہ علم و ہنر کی بدولت۔ سو علم ہنر کے حاصل کرنے کے لئے نہ کوئی ہم کو روکنا۔ نہ روک سکتا۔ بلکہ ہر طرح کی ترغیبیں دی در سہولتیں ہم پہنچانی جاتی ہیں لوگوں نے تو اس لائن میں کچھ کیا بھی ہے۔ مگر بے نصیب مسلمان اس نعمت سے گویا کہ محروم مطلق ہیں۔ وہ کرنا چاہتا تھا امن بھر اور کیا چھٹانک۔ تو اس کرنے کو کرنا نہیں سکتے۔ اس کا تم کو کیونکر یقین آئے۔ اس کا یقین آئے مشاہدے سے۔ کہ جن جنس میں جاؤ جھڑا ہندو۔ ادھر تو کوئی اس کا مارا کاؤ کا مسلمان کھائی بھی پڑتا ہے۔ ذرا ہماری طرف چلو بیٹھی۔ مدراس۔ بنگالے۔ پٹنہ۔ ڈالو تو مسلمان واکوڈھو ٹڈا نہیں ملتا۔ اور شاؤد نا در ہے بھی تو وہ ایسا بے نسبت۔ بے جڑ معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ہنسوں کی نچایت میں کوٹا۔ مگر مسلمان

توان کو تعلیم زہد کی سخت ضرورت ہے۔ مگر کس طرح پر کہ جو کچھ لوگوں کی زایدانہ ضرورت سے زائد ہو۔ اور جب آدمی نے زہد کا دم بھرا تو سوائے اسکے کو دفع حرورہ دے کے بے کچھ موٹا جھوٹا کپڑا پہن لے اور قوت عبادت کی غرض سے بقدر کھاف کچھ کھالیا کرے۔ اسکو اور کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔

حرص قل نہ نیست صائب ورنہ سبب جہاں اسچہ من درکار دارم بیشتر درکار نیست  
اس حاصل ممبران انجمن حمایت اسلام تو یہی رہے دینگے کہ مسلمانوں کو زہد کی تعلیم دی جائے تاکہ جو کچھ لوگوں کی زایدانہ ضرورت سے زائد ہو۔ وہ سب انجمن کے حوالے کریں۔ مگر ایسے زہد کی تعلیم کہیں ہے بھی۔ ایسا زہد کوئی کرتا بھی ہے۔ کوئی کر بھی سکتا ہے۔ فہم الذین فضلوا برادری راز قہم علی ماملکت ایمانہم فہم  
فیہ سواۃ وہی جیسے میں نے اب دو مہینے پہلے علی گڑھ کالج میں کہا تھا۔

مگر ترک دنیا کچھ آساں نہیں ہے دھکائے کوئی کر کے بر غم بچر  
ضوابط یہ بانٹے ہوئے ہیں خدا کے نہ بدلے نہ بدلیں الی یوم محشر  
یہ طامات و دعویٰ ہیں دھوکے کی ٹٹی اگر زہد ہے بھی تو زہد ضرور  
جو لوگ زاید بنتے۔ اور دوسروں کو زاید بنانا چاہتے۔ وہی لوگ ملکی خیرات سے لائنز شیر (غاب حصے)  
پر قابض و متصرف ہیں۔

اگرچہ دین اسلام کے ہر شعبے میں فتور واقع ہو گیا ہے۔ مگر شعبہ فقر میں سب سے زیادہ۔ وہ گھاٹی تھی  
ہی دشوار گزار۔ شاخ نے ایک دم سے بلا ہستی ماز سب کو مونڈنا شروع کر دیا۔ ہرچہ آید و پیش بنگلہ دار و درویش  
نتیجہ یہ ہوا کہ فقیری مٹم ہو گئی بجا۔ بدنام ہو گئی بوجہ۔

آدمیوں کی طبیعتیں اس قدر مختلف واقع ہوئی ہیں کہ سب کو ایک طرح کی تعلیم دینے سے فائدے  
کے عوض اٹنا نقصان ہوتا ہے۔ اور جو حال دنیاوی تعلیم کا ہے وہی دینی تعلیم کا بھی ہے۔ ہمارا سرشتہ  
تعلیم کیا غلطی کر رہا ہے کہ سب کو ایک لائٹ سے ٹانگنا چاہتا ہے۔ جس کا شری پیش رس جو نیشنل کانگریس۔  
رہا یا ہندوستان میں ہم مسلمانوں سے بھی بڑھ کر کسی قوم کو سلطنت کے پھر حاصل کرنے کی خواہش  
ہو سکتی ہے۔ ہم سے سلطنت چھنے ہوئے بہت سے بہت تین چار پشتیں ہوتی ہوں گی۔ جب کہ دوسری  
قوموں کی میں میں پچیس پچیس پشتیں غلامی میں گل گئیں۔ ہماری سلطنت کے آثار ہم پر گئے ہیں مگر

۱۶ بجو ضرورت سے زیادہ روزی دیدی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنے غلاموں کو نہیں بانٹ دیتے کہ وہ ان کے برابر ہو جائیں ۱۶

خدا کے فضل سے انگریزی عمارتوں میں آنکھ کھولی ہے۔ خدا اسکو ابدال آباد تک سلامت رکھے پچھلے عمل کیوں  
 کی مصیبتیں۔ روز کی لوٹ مار۔ ڈاکے۔ بے ٹھہرنائی۔ بد امنی۔ حاکموں کے ڈنڈے۔ چٹائی۔ بیگار۔ ہنگامے۔ خانہ  
 جنگلیاں۔ قحط۔ غری۔ دیکھیں نہیں۔ اور خدا دکھائے بھی نہیں تو کسی قدر بزرگوں سے سنیں اور بہت کچھ کتابوں میں  
 پڑھیں۔ مجھ تو حیرت ہو اگرتی ہے کہ ایسی بد علیوں میں نسل آدم منقطع کیوں نہیں ہو گئی۔ اب چشم بد دور ایک عمارت  
 یہ ہے کہ شیر لکیری کا ایک گھاٹ پانی پینا ایک شاعری خیال تھا۔ یہاں ہر جگہ اور ہر وقت ہی ہو رہا ہے جیسا  
 کلکتہ۔ مدراس۔ بمبئی یا دوسرے بلاد میں جو گورنمنٹ سیٹ (دار الحکومت) ہیں۔ ویسا ہی پہاڑی کھوہوں میں۔  
 جنگلوں میں۔ ٹھہروں میں۔ قصبوں میں۔ گاؤں میں۔ آبادی میں۔ ویرانے میں۔ سیریل۔ تاربتی ڈاک۔ میرے  
 شفا خانے۔ نہریں۔ کلیں۔ انواع و اقسام کے ساز و سامان زندگی۔ ہر طرح کے انتظام۔ ہر طرح کے بندوبست میں  
 نہیں سمجھتا کہ اس سے بہتر اور کیا عمارت ہو سکتی ہے۔ ہم نے تو جبے ہوش سمجھالا۔ یہی دیکھتے رہے۔ اترسوں  
 سے پرسوں بہتر تھا۔ پرسوں سے کل۔ کل سے آج۔ اور آج سے ان شاء اللہ آنے والا کل ضرور بہتر ہو گا اور کل  
 سے پرسوں۔ پرسوں سے اترسوں اور اسی طرح برسوں برسوں۔ پھر ہیں تو آدمیوں ہی کے انتظام۔ یہ لوگ  
 حضرت عیسیٰ ہی کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں۔ اپنے تئیں تو خدا کا بیٹا نہیں کہتے۔ کچھ نہ کچھ نقص تو آدمی کے انتظام  
 میں رہیگا۔ دنیا ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ نئی نئی ضرورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ نئی نئی حاجتیں لیکن  
 گفتگو اس پر ہے کہ آیا یہ نقص ایسے ہیں کہ ان کے لیے اتنا شور و غل مچایا جائے۔ عرض حاجت کو کوئی منع نہیں  
 کرتا۔ پیرایہ قابل اعتراض ہے۔ بات ایک ہی ہوتی ہے اور طرز ادراخت مختلف۔ نوش جان فرمائیے۔ تناول کیجئے  
 کھائیے۔ ایک طرز ہے۔ ننگو۔ ٹھونسو۔ زہر مار کرو۔ یہ دونوں طرزیں جیسا کہ متضاد اثر رکھتی ہیں۔ ہر شخص سمجھ  
 سکتا ہے نیشنل کانگریس نے ایک ہی پیرایہ عرض مطلب بڑا اختیار کیا ہے۔ وہ مانگتے ہیں گورنر کے لیے کی جگہ مگر  
 دعا عرض کیاں دے کر خوشاد کے بابے ہیکڑی سے +

دنیا کا انتظام ہنسی پر فرق مراتب پر۔ کہ ایک امیر ہے ایک غریب۔ ایک حاکم ہے۔ ایک محکوم  
 ایک باپ ہے ایک بیٹا۔ ایک استاد ہے ایک شاگرد۔ جٹلنا بعض کم بعض سخریا۔ مصرع گزرتی مراتب  
 نہ کنی زندگی + اسلام سے بڑھ کر کوئی مذہب سلف رسپٹ (خود داری) کیا سکھائے گا کہ خدا سے غیر مرئی  
 و نامشاہد کے سوائے مسلمان کسی کے آگے جھکتا ہی نہیں ماس پر بھی تو حکم ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و  
 اولہ ہم نے تم میں سے ایک کو ایک تابع بنایا + اس کا حکم اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور ان کا جو تم میں صاحب حکومت ہو اس کا

کہاں نہیں ملتا۔ کچھ میوں میں۔ آفتوں میں۔ مزمور تاجران مالدار میں۔ گروہ زمینداروں و کاشتکاروں و ذوالحال میں۔ غرض کسی کی جماعت خوش پوش میں۔ مگر ہاں کٹھڑے قلعی گر۔ گھٹکے لوہار۔ بڑھئی۔ معمار۔ ہیلار و دھڑی جام۔ ستے۔ دھوبی۔ پھیری پھرنے والے حاجیوں کے دربان۔ چوکدار۔ خدمتگار۔ ڈھول۔ تاشے۔ نفیری بجانے والے۔ غرض جتنے مبتذل کام ہیں مسلمان بھائی گویا انکے ٹھیکہ دار ہیں۔

تعلیم کے عہد سے مسلمانوں کا پھسٹا ہونا جاننے والے تو جانتے تھے۔ مگر وہ جانتا ایک مبہم طور کا تھا۔ اچھے علی گڑھ کے کانفرنس میں سٹریسٹ محمود اور نواب حسن الملک نے ڈائیکرام بنا کر مال میں شکا دیے اور سب سے مشاہدہ کر لیا۔ مسلمان تعلیم کے کس درجے میں ہیں اور کس درجے میں ان کو ہونا چاہیے تھا۔ اور کتنے ہیں اور ہونے چاہیے تھے۔ محکوم ایسا خیال پڑتا ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں تقریباً ایک اور تین کی نسبت تھی نہیں نہیں محکوم کتنا چاہیے۔ ہندو اور مسلمانوں میں تین اور ایک کی نسبت تھی۔ اور پھر یہ تو ایک خاص بات تھی جو حالت کا اصلی معیار نہیں۔ اگر اسی طرح کے ڈائیکرام تجارت اور زمینداری اور دستکار کی اعتبار سے ہزار پتی اور لکھ پتی اور کروڑ پتیوں کے بنائے جاتے۔ تو میں خیال کرتا ہوں کہ مسلمان ادھی پتی یا چھ کوڑی پتی ہوں تو ہوں یہ تو حالت ہے۔ اور خدا جانے کس جنم کا یہ نکال رہے ہیں کہ ہکو بھوکا ننگا بھی نہیں دیکھ سکتے۔ مسلمان کچھ ایسے احمق ہیں۔ اور تعلیم وقتی سے گریزاں ہیں۔ تو ان کے حق ہونے میں ہر کہ شک و تردید کا فرد غرض کچھ ایسے احمق ہیں کہ جھٹ سے جھانے میں آجاتے ہیں اور انجام کار نہیں سوچتے۔

عشہ کے خد کے دن کی بات ہو۔ ہندو سپاہی کا رتوس پر بگڑے۔ مسلمان یہ سمجھ کر کہ ہمارا ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انکے پیچھے ہو لیئے۔ بھگتا سو بھگتا اور بھیللا سو بھیللا۔ ابھی وہ زخم اچھی طرح مندمل نہیں ہوئے کہ ہندوؤں نے کانگریس نکال کھڑا کیا۔ اور جیسا انکا قاعدہ ہے مسلمانوں کو بھی اکسایا۔ خدا اس نیچری سرسید کا بھلا کرے کہ اس آگ میں گونے سے روکا۔ ہندو مسلمانوں کے جھگڑے کی یہ دوسری قیامت تھی کہ ان کم بختوں کے دلوں میں مارشل سپرٹ (سپہ گری) کا شعلہ تو ٹٹما ہی رہا ہے۔ خدا انہرے کہ ان کو گوڈمنٹ سے بدگمانی ہو جو نیشنل کانگریس کا ضروری نتیجہ ہے۔ گوڈمنٹ کا تو یہ اور ایسے ایسے بزار کیا کر سکتے ہیں مگر ہاں اپنی قیمت کا فیصلہ کریتے اور ہم انکو روپیٹ چلتے کہ بس اب یہ نہیں بیٹتے۔ انسان کچھ ہے ہی کا فر نعمت ان الانسان لکن (انسان ناشکر ہے) جو نعمت اسکو حاصل ہوتی ہے وہ اس کی قدر نہیں کرتا۔ جب تک کہ وہ نعمت اُس سے سلب نہ کر لی جائے۔ قدر نعمت بعد زوال یک شہور بات ہو اور جیسی مشہور ہے ویسی صحیح بھی ہم نے تو

ایسے کھلونے پا کر خوش ہوں۔ ہم تو اس سے رضا مند ہونے والے ہیں نہیں۔ کہ چند مسلمان سرکاری نوکریاں پا جائیں۔ گو وہ نوکریاں کسی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔ قوم تو جب سنبھلے گی۔ اگر سنبھلنا تقدیر میں لکھا ہی تو تعلیم ہی سے سنبھلے گی۔ پس ایک گیر و محکم گیر۔ جو قومی خیر خواہی کا دم بھرتے ہیں۔ وہ۔ اور بچنے حق میں خیر خواہی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ۔ سب کے سب کف نفس واحد ستوبانہ ذکر تعلیم کے پیچھے پڑو۔ اور جب اسکا مزہ کچھ لوگے تو تم آپ پر ابھی نہیں کرتے کہ نوکری ہے کیا بلا۔

میں نے چاہا تھا کہ نیشنل کالج گجرات کے متعلق ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالوں۔ مگر میں بچتا ہوں کہ یہ مرض آج کل کے تعلیم یافتوں ہی کو ہوتا ہے۔ اور ان کے دماغ اس خلل سے مآوف ہونے کے لیے زیادہ آمادہ ہوتے ہیں۔ اس واسطے کہ اول تو تعلیم پوری نہیں تسلیم پوری ہوتی تو ان کی وہی کہاوت ہوتی جیسا کہ اہل کتاب کے حق میں خدا نے فرمایا ہے۔ لَفْتَنَّا عَلَيْهِمُ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔ اور لا کُلَّوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اِرْجَاءِہُمْ غَضَبَ خُدا کا تعلیم یافتہ اور محتاج رزق! معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تعلیم نہیں پائی۔ بلکہ ہمارے جھوٹا کرتا رہا ہے۔ اسکو ہونا چاہیے تھا ذو فنون، نوکری ہی۔ تو نوکری کرنے لے

تو ہے ہر جانی تو اپنا بھی یہی طور سی تو نہیں اور سہی اور سہی اور سہی اور سہی نقصان تعلیم کے علاوہ ایک نقصان جو اسکی تعلیم کہ جسکی طبیعت مناسب ہے وہ اور جسکی طبیعت مناسب نہیں وہ جب کا پیش ہے وہ۔ اور جس کا پیشہ نہیں وہ۔ جسکو ضرورت ہو وہ۔ اور جسکو ضرورت نہیں وہ۔ بھڑا دھڑے کی طرح تعلیم میں ٹھٹھے چلے جاتے ہیں۔ اور مزہ یہ ہے کہ سب کا مقصود اصلی نوکری۔ یا آتی نوکریاں آسمان سے برسیں گی یا زمین سے اُبلیں گی۔ اور نہیں برسیں گی۔ اور نہیں اُبلیں گی تو یہ ٹیڈی ل کہاں سے پٹے گا۔

یہی غلطی جو تعلیم کے بارے میں ہو رہی ہے۔ اور اسکے آثار بد مرتب ہو چکے ہیں۔ یہی غلطی اور میں پھر کہتا ہوں یہی غلطی اس مذہبی تعلیم میں ہوئی۔ اور ہو رہی ہے۔ جس کا نام ہے درویشی فقیری۔ زہد۔ صلاح باطن طریقت۔ پیری۔ مریڈی۔ دنیاوی تعلیم بھی دو قسم کی ہے۔ اَدلے اور اعلیٰ اَدلے تعلیم وہ ہے جو اکثر افراد کو ہونی چاہیے۔ تاکہ جو جس شان میں ہو۔ بھلا آدمی ہو۔ اگر وہ سوسائٹی کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے۔ تو وہ سوسائٹی کو درہم برہم بھی نہ کرے کسی سے لڑے نہیں جھگڑے نہیں کسی کو

۱۷ ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے ضرور کھول دیتے ۱۷ ان کو مذہبی مٹی پر مٹی اور سے پہنی آسمان سے

اولی الامر منکم۔ متعصب لوگ لفظ منکم سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ جس حاکم وقت کی اطاعت لازم ہے وہ ہم میں سے ہونا چاہیئے۔ لیکن مسلمان۔ حالانکہ منکو کی قید قید اتفاقی ہے اور لا تشد فی الاضربا صلاکھا اس کل اتفاقی ہونا چاہیئے پس ہم مسلمان تو دنیا اطاعت حکام پر مجبور ہیں۔ اور جو فعل موہم سرکشی ہو۔ ہمارے یہاں منہیات شرعیہ میں سے ہے۔ بے شک جن سے نیشنل کانگریس عبارت ہے اس الزام سے بہت چرتے ہیں۔ اور ہم کو یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ وہ حکام کے نہیں گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ ہیں۔ مگر یہ تو فرمائیں۔ کہ عوام جو حکام اور گورنمنٹ میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور نہیں کر سکتے۔ اور انھوں نے ہرٹس گورنمنٹ کے اصول کو نہ سمجھا ہے نہ سمجھیں گے۔ اپنے دل میں کیا کہتے ہوں گے۔

اس معاملہ خاص میں ہماری دوسرہ دلی کی ایسی مثال ہے۔ جیسے ایک گاڑی میں دو گھوڑے جوت دیئے گئے ہوں۔ ایک ہٹا کٹا اور تیز رو۔ اور دوسرا مغل۔ بست قدم۔ یہ تیز رو دانہ گھاس کے لیے جلدی مچا رہا ہے۔ اور مزاج کلبے کڑوا۔ ایک طرف ساتھ والے جانور پر منہ مارتا ہے۔ اور دوسری طرف دو لتیاں جھاڑتا ہے۔ ایسی بے طرح کہ شاید ساز توڑ ڈلے گا۔ یا گاڑی کو نقصان پہنچائے گا۔ افسوس ہے کہ اسکو اپنے زور کے گھمنڈ میں اپنے ساتھی کے حال پر مطلق نظر نہیں۔ ورنہ ذرا صبر کرے۔ اور اسکو بھی نباہ لے جاتے۔ کو چپان اگر ہوشیار ہے۔ اور بیشک ہوشیار ہے تو وہ ساز اور گھٹی کو ٹوٹنے پھوٹنے نہیں دیکھا۔ مگر اس مغل کو کیا کرنا چاہیئے۔ سولے اسکے اور کچھ چارہ نہیں کہ جان توڑ کر محنت کرے۔ اور اپنے زبردست ساتھی کا ساتھ دے۔ ورنہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ کوئی اسکو گاڑی سے کھول تو دیگا نہیں۔ ایسے کوڑے پڑینگے کہ یاد ہی تو کرے گا۔ اس کا اپنے توانا ساتھی سے امید کرنا۔ کہ وہ اپنی قفا کو مدھم اور دانہ گھاس کی خواہش کو فرو کرے۔ توقع فضول ہونے کے علاوہ اسکی ناکسی اور دنائت اور پست ہمتی کی دلیل ہے۔

جن باتوں کے لیے نیشنل کانگریس نے اودھم مچا رکھی ہے۔ نظر دوہرین میں ان کی اس سے زیادہ وقت نہیں جیسے کوئی نادان بچہ ہٹی کے کھلونوں کے لیے پھلے اور ضد کرے۔ فرض کرو کہ نیشنل کانگریس کے مطالب گروہ خاص کی خود غرضی پر مبنی نہ ہوں۔ اور فرض کرو کہ نیشنل کانگریس کو اپنے مقاصد میں کامیابی بھی ہو۔ اور فرض کرو کہ مسلمانوں کے حقوق بھی پامال نہ ہوں۔ تاہم افسوس مسلمانوں پر گروہ

اس آیت کے لفظوں کو دیکھو۔ اس سے بڑھ کر عتاب اور کیا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا الفاظ کے اور کفر و ارتداد کے ایک ہی معنی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ مولات جس پر خدا کا غیظ و غضب ہے۔ ہے کیا چیز؟ ہمارے علم میں ایک مدت تک تلو و ستی اور محبت کے معنی لئے جاتے رہے۔ اب بھی لئے جاتے ہیں۔ لغت میں بھی یہی معنی نکلیں گے۔ مگر کس کی شامت آئی ہے کہ دریا میں رہ کر مگر مجھ سے پیر کرے۔ ناچار مولات کی تاویل باختصیص کرنی پڑی کہ مراد ہے **مولات فی الدین**۔ لیکن یہ تاویل کس نے سبھائی۔ آفتاب اور لبادے نے۔ ذرا روم اور عرب اور فارس اور دوسرے ممالک اسلامی میں تو جا کر تحقیق کرو۔ وہاں کے علماء وہی مطلق محبت اور دوستی بتائیں گے۔ من لہ یحکم بما انزل اللہ فاولئک۔ ایک رکوع میں تین جگہ ہے فاولئک ہم الکافرین وہ لوگ کافر ہیں فاولئک ہم الظالمین وہ لوگ ظالم ہیں فاولئک ہم الفاسقون وہ لوگ فاسق ہیں۔ اب یہ مسلمان ڈپٹی کلکٹر۔ اکثر اسسٹنٹ۔ جو ڈپٹی اسسٹنٹ کمشنر یا بی۔ جی۔ مالی۔ فوجدار می۔ دیوانی خدمتیں رکھتے ہیں۔ اور معلوم ہے کہ انکو قانون انگریزی کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اور معلوم ہے کہ قانون انگریزی قانون شریعت سے متعارض ہے۔ تو من لہ یحکم بما انزل اللہ میں جہل ہوئے یا نہ ہوئے۔ ہوئے اور ضرور ہوئے۔ پھر یہ خدمتیں کیونکر جائز ہو سکتی ہیں مگر جو ان کو ناجائز بتاتے ہیں۔ لکھنؤ کو مجائیں تو کافروں اور ظالموں اور فاسقوں کی کچھ تاویل کریں گے کیوں وہی آفتاب اور لبادہ یا سود کے بارے میں جیسا دعیدہ شدید نازل ہو کسی کے بیٹے نہیں مٹ سکتا۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین وان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسوله اور کاتبہ و شاکدہ واکلہ و مؤکلہ کا تازیانہ اوپر ہے۔ اب مسلمان اپنی اپنی جگہ حساب کریں اور سمجھیں کہ کتنے مسلمان اس سے بچے ہیں۔ اور بچ سکتے ہیں یا انکو حساب خارج کر دوں جو مکہ مقدسہ نہیں۔ یا متوقع نہیں یا ضرورت نہیں تو پاؤ گے کہ مسلمان یا لیتا ہوگا۔ یا دیتا ہوگا۔ یا دلوانا ہوگا۔

دین کو خارج سے ہرگز اتنا خطر نہیں جتنا کہ داخل سے۔ یعنی ہم مسلمان آپ اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور اگر خارج سے خطر ہے اور خارج سے مراد ہے مقتضائے وقت۔ تو اسلام مقتضائے وقت کی مقاومت کر نہیں سکتا۔ مسلمانوں کی یہی بڑی غلطی ہے کہ وہ دنیا کو ایک خاص حالت کا چاہتے ہیں کہ

اے ایمان والو! ڈرو! اور اگر تم میں ایمان ہے تو جو سود چڑھا ہوا ہے۔ چھوڑ دو۔ مگر تم یہ نہیں کرتے تو خدا اور



گالی نہ دے۔ چوری نہ کرے جو انہ کھیلے۔ بد معاش نہ ہو یعنی پبلک پیس (امن عام) میں اس کی وجہ سے کوئی خلل واقع نہ ہو۔ اس سے بڑھو تو وہ اعلیٰ تعلیم ہے کہ جس نے اس درجے کی تعلیم پائی ہو۔ اُسکو ہونا چاہیئے۔ سوسائٹی کا بھینکٹر (نفع رساں) اور ظاہر بات ہے کہ ایسی تعلیم صرف خاص خاص آدمی پاسکتے ہیں۔ سیطرہ دینی تعلیم کے دو درجے ہیں۔ عام اور خاص۔ عام وہ ہے جبکو شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور خاص وہی درویشی فقیری وغیرہ وغیرہ جس کے لئے خدا خاص خاص طبیعتیں پیدا کرتا ہے۔ جب وضع الشیء فی غیر محل کیا جائے گا۔ اس کا یہی حال ہوگا جو اس زمانے میں درویشی کا ہونا ہے۔ غرض دین کے دین اسلام کے یہی دو بڑے رکن تھے شریعت طریقت۔ جن کی حقیقت میں نے بیان کی۔ اور بیان بھی کی ڈرتے ڈرتے کہ اپنا گھٹنا کھونا اور آپ ہی لاجوں منا۔ دین کا تو ہم لوگوں نے یہ حال کر رکھا ہے۔ اور خوئے بد راہانہ بابیاریہ تجویزیں یہ ہو رہی ہیں کہ انگریزی تعلیم اور مذہب کو یکو جمع کیا جائے۔ خیرٹ کر ہے اتنا تو ہوا کہ دونوں کے جمع کرنے کی صلاحیں پیش ہیں۔ پہلے تو اسلام ایسا اکھل کھل روکھا کھروا چڑچڑا تھا کہ انگریزی تعلیم کے نام سے چڑتا تھا۔ دونوں میں رقابت کا سایہ تھا۔ ہم اور قریب و نوں ہرگز ہرسم نہ ہوں گے ہم ہوں گے وہ نہ ہوں گے وہ ہوں گے ہم ہوں گے۔ یا وہی آفتاب اور لبادہ۔ اب مسلمانوں کو مقصدناے وقت کا احساس ہوا۔ اور لبادہ لگا کاٹنے۔ کہتے ہیں کوئی ایسی صورت نکالو کہ لبادہ اتارنا نہ پڑے۔ اچی جناب۔ یہ اترے اور اس کا باپ دادا اترے۔ یا یہ کہ تم سمندر پار اتر جاؤ وہاں ایسی گرمی نہیں ہے۔ تم تو خیر جب پیسہ جوگے تہا پیسہ جوگے۔ جب پیسہ جوگے تب پیسہ جوگے۔ لبادہ کی خبر لو کہ وہ پگل چلا۔ مسلمانوں کو انگریزی وضع سے کیسی نفرت تھی۔ اب ہے؟ بالکل نہیں یا اسکا عشر شیر بھی نہیں ممکن تھا کہ مسلمان انگریز کے ساتھ کھانا کھالے اور مسلمان بھی رہے۔ کیا حال ہے۔ ہم جیسے غریب آدمیوں کو تو پوچھتا کون ہے جنکو خدا نے دنیاوی عزت دی ہے۔ اور خدائے عزتوں کو برقرار رکھے۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ تبرک سمجھ کر کھاتے ہیں۔ ماں فخر تو بے شک کرتے ہیں خیر ان زبانی نکلوں کو رہنے دو۔ وہ باتیں لو جنکے بارے میں قرآن مطلق ہے یا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْاَیْمُوۡنَ وَالنَّصٰلَہٗ اَوْلِیَآءَ ۚ بَعْضُهُمْ اَوْلِیُّا۟ بَعْضٍ ۚ مَن یَّوْلٰہُمْ فَہٗوَ اَنۡفٰکُۢمۡ فَاَنۡفٰکُۢمۡ ۚ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیۡنَ

۱۷ ای ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ بعض ان کے بعض ہیں جو شخص تم میں سے ان کا دوست ہوگا وہ ان میں سے ہوگا۔ مصلحانوں کو رستہ نہیں بتانا ۱۷

# مختصر فهرست کتب دوکان محمد نذیر حسین تاجی جرتبہ ملی بازار دریں کلاں مستند

تاریخ جنگ سوڈان  
ہمیشہ معروف تاریخ جنگ  
سوڈان کی تیار ہو گئی ہے  
مضامین مفید لکھنے کے ہیں  
ہی دل چاہیں اسلام کی قوت  
دلیری شجاعت اور کراہی  
ظاہر ہو گئی ہے اور جلد صفحہ  
ہی وہی گئی ہیں جس سے وہاں  
لطف ہو گیا ہے حقیقت میں  
اس مشہور تاریخ کا نظارہ  
عجب کیفیت دکھاتا ہے جس  
تاریخ کا سارے برادران اہل  
اسلام کو از حد شوق تھا  
اب تیار ہے قیمت فی جلد  
تاریخ عثمانیہ  
معرز سلطنت عثمانیہ کی نہایت  
دل چاہیہ اور نئی تاریخ لکھنے  
ہوئی ہے نامہ ترک محمد سلطان  
عثمانیہ کے کمال حالات و معرکے  
عظیم قدیم و جدید دل چاہی کے  
ساتھ سلیس روز بان پرستار  
ہے کل خاندان عثمانیہ حاضر  
سلطان اعظم خلد امہ کے  
۳۵ تصاویر پر سے صفحہ کی  
قیمت فی جلد  
تاریخ نادری  
سورج عمری حکماء نے  
زمین متقدمین و متاخرین  
و عرب و فارسی ہندوستان  
کے واقعات عبرت گاہی  
نصائح آمیز لکھے ہیں  
دلچسپ ہیں کہ گراں بہت  
اکھوچ دل پر لکھیں وہاں نظر  
مشکل کھل اچھا برصاں خیم پر  
رکھیں تو جیسے جدید و مجاہد  
اور مفید تصور کتاب ہے  
قیمت فی جلد

تاریخ الیسیں  
یہ بھی ایک قابل دید تاریخ ہے  
اور قیمت کچھ زیادہ نہیں جو صرف  
شوقی شہر عشق  
پنے رئیس عشق کو پسند ہو  
ہی جدید تصنیف ہو گئی ہے قیمت  
مجموعہ سراج الرقیسم  
یہ قصہ حضرت اصحاب کفہ  
تذکرہ میں ہے جسے چند صد جہا  
بہت عمدہ قابل دید ہے قیمت  
لطیفہ رفاقت  
پنے معروف پانچوں تذکرہ اکبریت  
عمدہ ہے قیمت فی جلد  
طلمہ فتنہ نوافشاں  
جدید اول یہ بھی ایک عمدہ کتاب  
اور شہی احمد حسین صاحب شخص  
صنف طلمہ ہوش ربا کی تصنیف  
ہے جن صاحبوں کو ہوش یا  
کو دیکھتا ہے وہ اس کو بھی ملاحظہ  
فرمائیں قیمت فی جلد  
طلمہ ہوش افرا  
یہ ایک داستان پرستہ ہے  
کی قابل دید قیمت فی جلد  
گلہ سمجھاواری  
اس کتاب میں بہت اچھے اچھے  
محدوث تاریخ ہیں قیمت  
مجموعہ کچھ کچھ  
اس میں سرسید اصحاب صاحب  
بہت عمدہ کچھ ہیں قیمت  
تاریخ جلسہ فیضی  
دہلی کے مشہور مدرسہ فیضی کی  
چونکہ کیفیت جو صفحہ میں ہو  
مع تصاویر بھی قیمت فی جلد  
غرائب نگار  
اس کتاب میں کل منبرک مقامات  
اکسی نقشے ہیں قابل دید کتاب  
ہے قیمت فی جلد

سلمانوں کی گذشتہ تعلیم  
یہ کتاب بھی ایک عمدہ پرستہ  
میں لکھی گئی ہے انجین مالوں  
تقسیم کے حالات میں قیمت  
لقب التواریخ ہند  
اردو اور نیگلو وریکلو وریس  
کے طلبہ کے لئے نہایت بکارت  
ہے تاریخ ہند بہت مختصر خلاصہ  
گر بڑا مفید قیمت فی جلد  
محاورات ہند  
اس میں اردو زبان کا عمدہ  
محاورے ہیں قیمت فی جلد  
کلید زبان داتی  
اس میں بھی کچھ ہے قیمت  
نجم الامثال  
اس میں عمدہ عمدہ مثالیں ہیں  
طی الفراح  
یہ ایک کتاب احوال ہوت اور  
غز میں پرستہ ہے پیکر ایک  
نہایت مفصل کتب احادیث  
والقول صحیح رضی اللہ عنہم  
جو نہایت مستند و متفق علیہ  
میں مشتمل کتاب تذکرہ نالیف  
امام ابو عبد اللہ طبری رحمد  
اور مختصر تذکرہ اہل اہل مال  
حضرت عبد الوہاب شاعر  
رحمدہ شہر بنی شہر شہر  
کتاب اللوح انبشیت عند  
النبشیت امام جلال الدین سیوطی  
رحمدہ کتاب المیزاج جہا جہا  
من عذاب القابریہ لایفہا ہوا  
یہ بھی میں حسین بنی رحمہ اللہ  
شرح اصد و بشرح حال کو  
والقبور نالیف امام جلال الدین  
سیوطی رحمدہ کتاب نہایت  
جامع احادیث و آثار و اقوال  
صنف ہے کتاب لرح محافظ

ابن القیس رحمہ اللہ سے شرح  
الاصد و بشرح حال الموتی فی  
القبور تذکرہ الموتی و ہدیہ  
نالیف قاضی شامی ہادی بنی  
قصر المال و ذکر حال مال  
قضیۃ الفقہ و رفقہ الفقہ  
اور کتب معتبرہ جو ہیں  
سلیس زبان میں ترجمہ کیا ہے  
بہر حال دنیا سے گزرتا ہے  
اور عالم ہونے کی سیر پر ضرور  
اس عالم میں ایک مٹ افات  
گزارہ و ہوا تو چاہیے کہ کچھ  
سے پہلے اس عالم کا حال اور  
کے آداب اور طریقے معلوم  
کر لیں جائیں تاکہ وقت بچنے  
کے نہایت محض نہ ہو اسلئے  
ہر ایک مسلمان کو اس کتاب کا  
اپنے پاس رکھنا نہایت ضروری  
ہے اور قیمت ایک فی جلد  
حالات تانقیا بحیل  
ناقیا بحیل مالک متوسطہ کے  
مشہور و کاکے حالات کا لکھنا  
کتاب ہے اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے  
جو سرکاری پرورش اور صفحہ  
کی مشن سے مرتب کی گئی ہے  
جہاں امیا ہے کہ کتاب نہایت  
مفید اصل پس ثابت ہوگا  
اور موجودہ زمانہ کے مالوں  
پر جہاں پر ہے۔ کیونکہ اس میں  
اصل واقعات ہیں اور ان میں  
اکثر فرضی زمانہ کا لٹ پھرتا  
اجہا ہے بڑا کافور و کافور  
پہر جائے گا ہلا اعتبار کسی  
بہرہ کرنے کے خواب تلخ غم  
ظاہر ہونگے اس کو کوئی گرفتاری  
میں ہو لیں کی مگر کی اور کوشش  
کا طریقہ اور سر غرضی کی تہذیب  
نہایت عمدہ ہے

فہرست کتب دوکان محمد نذیر حسین تاجی جرتبہ ملی بازار دریں کلاں مستند

ان ہی کی سلطنت ہو۔ ان ہی کی حکومت ہو۔ ان ہی کے پاس دولت ہو۔ اور اسلام کا یہ رنگ ہے۔ اور یہی رنگ ہونا چاہیے۔ صِبْغَةُ اللَّهِ وَمِنْ أَحْسَنِ مِنْ اللَّهِ صِبْغَةُ كَاسْمَانِ خَالِبِ هُنَّ یَا مَغْلُوب۔ دو تہندہ ہوں یا محتاج۔ ایشیا میں ہوں یا یورپ میں۔ اسلام ہر رنگ کے ساتھ کھلتا ہے۔ بت کوشش کرو اس کی کہ تعلیم مذہبی کو داخل اوقات درس یا خارج اوقات درس ایجوکیشن (تعلیم) کا جزو قرار دو۔ کچھ بھی کرو طالب علموں کی توجہ منقسم ہوگی دو چیزوں کی طرف۔ اور مسلمان ایجوکیشن میں ایسے پیٹے ہیں۔ کہ اپنی ساری ہمت ساری ساری فرصت ایجوکیشن میں مصروف رکھیں تب کہیں جا کر دوسری قوموں کے ساتھ کمپٹ رہتا ہے کہہ سکیں تو کر سکیں۔ میں ایک تدبیر بتاتا ہوں کہ ہمدی لگے نہ پھٹسری۔ نہ طالب علموں کا وقت مشغول ہو اور نہ انکی توجہ منقسم ہو اور دین کی حفاظت۔ اگر اسکو حفاظت دے کر ہے۔ ایسی ہو کہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتی۔ جی تو یہ چاہتا کہ کلمہ حکمت ان لوگوں سے کہا جائے۔ جو نہ اس کی قدر کریں۔ نہ اس پر عمل۔ مگر کیا یاد کرو گے۔ بچوں کے دین کی حفاظت کی عمدہ تدبیر یہ ہے کہ گھروں میں دیں داری پھیلاؤ۔ تمھارا دین دارانہ زندگی کرنا اور اپنے اچھے نمونے اولاد کو دکھانا۔ اولاد کے دیں دار ہونے کی ضمانت کافی ہے۔ کبھی دیکھا نہیں گیا کہ نیم میں اٹھو گے ہوں کبھی دیکھا نہیں گیا کہ انگور کی بیسل میں نہولیاں پھلی ہوں۔ اگر انگریزی خواں لڑکے بے دین ہوتے ہیں تو تو تعلیم انگریزی کی وجہ سے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ماں باپ دیندار نہیں۔ گھر میں ہندوئی کا چرچا نہیں۔ ورنہ انگریزی تعلیم انگریزی عملداری کوئی چیز بچوں کو متزلزل کر نہیں سکتی۔ اور اس کے شواہد پندرہ بیس تو محکمہ معلوم ہیں۔ اور اس تدبیر کے ختمیار کرنے میں یہ تمنا بڑا فائدہ ہوگا کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم درست ہو جائے گی۔ اور نری بچوں کی حفاظت سے کیا ہوتا ہے۔ زمان طالب علمی میں انکے دین کی حفاظت کی بھی۔ توجہ یہ گندی سوسائٹی میں جا کر ملیں گے ضرور گندے ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو اندہ بری طرح سے جاتے ہیں وہ گندے ہی نکلا کرتے ہیں +

۱۔ ہنہ خدا کا رنگ (دین) اختیار کیا ہے۔ اور خدا کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہے ۱۷

اصطیحت کے یہاں وائے کے۔ چوتھی مجموعی نظر انداز شدہ اس امر التذکرہ پر ہے کہ ہابس کے لیے کہ عیب و تشویش بہشت سے ناموں پر موقع نامہ سے تیز۔ اور صحت اس کا فائدہ اٹھائیں خصوصاً ہندوستان کو تو اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے



# لیکچر نمبر ۱۱

مصنفہ جناب مولوی حافظ محمد زید احمد خاں صاحب

متعلق ڈیپوٹیشن سرسید احمد خاں صاحب بہادر جو ماہ اپریل ۱۸۹۴ء میں پنجاب گیا

# لیکچر نمبر ۱۹

مصنفہ جناب مولوی حافظ محمد زید احمد خاں صاحب

متعلق مدرسہ علمیہ دہلی جو ماہ اپریل ۱۸۹۴ء میں پانچویں سالانہ جلسے پر دیا

۱۸۶۹ء

برفرومائش محمد زید حسین تاجکتب دہلی بازار

دیرہ کلان

پیشہ نصابی واقعہ دہلی میں زین العابدین علیہ السلام کی پانچواں چھٹی

# اشتبہا

## رویائی صادقہ

اسوقت یہ سب کے اخیر ناول ہو جو مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب نے حال میں لکھا ہے  
 اگرچہ مولوی صاحب کے کل ناولوں و لکچروں میں مذہبی شان ہوتی ہو مگر اس شان کو عجب شان سے اختیار  
 کیا ہے۔ صادقہ ایک عورت ہو جس کا دل غدا نے اس طرح کا بنایا ہے کہ وہ ہمیشہ سچے خواب دیکھا  
 کرتی ہو اور یہ صادقہ صادقہ۔ علی گڑھ محمد ن کا کج کا طالب علم فرض کیا گیا ہے۔ بی اے پاس۔ صادقہ  
 متزلزل العقیدہ ہے۔ جیسا کہ عموماً انگریزی خواں طالب علم ہوا کرتے ہیں صادق اور صادقہ ایک  
 دوسرے کے ساتھ بیاہ گئے ہیں۔ یہاں تو سننے والا بنارس کا ہے اور بی بی دلی کی بی بی  
 کے تعلق سے میان دلی میں رہنے لگا جہاں مذہبی اختلاف کا بڑا غل ہو۔ دلی کی سوسائٹی میں  
 صادق کے مذہبی شکوک کو بہت ترقی ہوئی۔ شکوک کے ساتھ اس کی پریشانی بڑھی صادقہ نے  
 ایک غائب کے ذریعے سے شکوک اور پریشانی کو رفع کیا۔ اس ناول میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ  
 سچا اسلام بالکل عقل کے مطابق ہو۔ اور ہمیں شکوک اور شبہات کو دخل نہیں سکتا۔ قصہ کا خلاصہ  
 یہ ہے۔ ضمناً قصہ میں جو دوسرے مفید مضامین آگئے ہیں وہ ناول کے دیکھنے سے معلوم ہونگے  
 ناول زیر طبع ہے غالباً بہ کاظم سوم اب سے چار پانچ مہینہ میں چھپکر تیار ہو جائے گا۔ اسکی خریداری  
 کی درخواستیں مطبع صدیقی دہلی میں بنام محمد نذیر حسین تاجر کتب آنی چاہئیں ۴ شہرہ ۶۔ جون ۱۹۶۷ء

المشتر محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریا کلاں۔





جو دن آتا ہے زبان ہلکی بیٹھے اردو پر مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب کی پوری قدرت کا ثبوت  
 فرمایا اپنے ساتھ لاتا ہے پچیس پچیس تیس تیس برس سے ان کی متعدد کتابیں شائع اور رائج ہیں۔ جواب تو جواب اچھے  
 شپہ جھمکھنے والوں سے ان کی طرز کی تقلید نہیں بن بٹنی۔ خیر وہ ایک طرز تھا سو تھا۔ انھوں نے حیدرآباد سے اگر لکچر  
 دینے اختیار کیے۔ اور معلوم ہوا کہ وہ نہ صرف تحریر کے حاکم ہیں بلکہ تقریر کے بھی۔ پھر انھوں نے نظم کا طریقہ لیا تو اور  
 کی نظم اور اپنی نثر کو بھی مات کیا، اسی اپریل کے مہینے میں آئریبلڈ اکثر سر **سید احمد خاں** بہادر ایکٹیشن  
 ساتھ لیکر علی گڑھ مجن کالج کے لیے چندہ جمع کرنے کی غرض سے پنجاب گئے اور ہمارے مولوی صاحب کو ساتھ  
 لیا۔ مولوی صاحب نے لاہور پہونچ کر ایک نظم پڑھی جس نے لوگوں کو پھر اکا دیا۔ اب اس بات پر لوگوں کا اجماع ہے کہ  
 مولوی صاحب کا یہ ڈیپوٹیشن والا لکچر وقت کے اعتبار سے متاخر مگر عمدگی کے لحاظ سے ان تمام لکچروں پر بہت لگایا  
 ہی۔ چنانچہ ڈیپوٹیشن کی دلہن آئیں کو امت سر اور جالندھر میں بھی نظم لوگوں نے درخواست کر کے مولوی صاحب پر ٹھہرائی  
 ہر چند ہمنے مولوی صاحب کے اصلی سوئے سے نقل لی۔ مگر جن لوگوں نے لکچر سنا ان کا بیان ہے کہ مولوی صاحب کے  
 لکچر کا طرز آزاد جس کو انگریزی میں ڈلموسی کہتے ہیں تحریر میں آ نہیں سکتا۔ ان کا مسودہ بطور نوٹ کے ہوتا ہے۔ اور وہ لانی  
 بیان میں ہرگز نوٹ کے پابند نہیں رہتے۔ سامعین ایسے محو ہوتے ہیں کہ ان سے لکھتے نہیں بن پڑتا۔

چنانچہ یہ نقل جو محکو حاصل ہوئی ہے۔ ہرگز پوری نہیں مگر جیسی ہے ایسی بھی کسی اور کے پاس نہیں

مختصر فہرست دوکان محمد نذیر حسین جگر تہل بازار در پکھاں علاوہ اسکے ہر ایک قسم کی کتابیں فہرست  
 انے پر روانہ ہو سکتیں ہیں بذریعہ یلوپے ایل یا نقد قیمت وصول ہونے پر فہرست کی تعمیل ہوگی

کتب سوانح عمری	الماسون یعنی سوانح عمری	دکریا یعنی ایک حسرت نصیب	شہید وفا یعنی نہایت بی
سیر النعمان یعنی سوانح عمری	خلیفہ ماسون رشید قیامت	پروہ دکھانی عاشق و لہگاری	اثر اور دہلیز قصہ اسپین کی تاریخ
حضرت امام اعظم رحمہ اللہ	کتب ناول	افسون سنگ سرگزشت قیمت	۶۰ سے لیکر دھماکی وضع لکھا گیا
حکیم بیان فیافی سیر النعمان	دلفکار و محال شہزادہ	انگلستان کا کچا چھٹا ایک	۶۰ ہے اردو میں صرف دہری ایک لکھا
یعنی سیر النعمان کی تردید	چست بندش پاکیزہ خیالات	نادور دہسنی خیر ناول سہی بہ جان	بکے ذریعہ سے نظر آتا ہے کہ
سیر الفاروق یعنی سوانح عمری	چھپتے ہوئے قصے مہر و ہمت	بل نیند ہنرائی لینڈ کا بحار	عرسے زوال کے وقت ہست
حضرت عرفان حق رضی اللہ عنہ	دروا نگیر رلم کہانی جیتی جاگتی	اردو ترجمہ جیمیں انگلستان کی طرز	غلمی میں مسلمانوں کی کیا حالت
اسلام لانے کے وقت انیسوا	تصویریں عشاق کی شکلات	مشارت وچ ہے قیمت	۶۰ تھی قیمت فی جلد
خلافت کا ذکر ہے قیمت	مصائب کا فوٹو زمانہ کے نشیب	عصمتی یہ بھی ایک ناول بہت	درگیش نندنی یعنی وہ ناول
شرف المناقب یعنی سوانح عمری	فراز اور نیرنگیاں	عمرہ ہے قیمت فی جلد	۶۰ جس میں راجہ جیمیں کی بہادری
بوجی شاہ قلندر پانی بی قیمت	انرجیت کشش دل بچھر آخر	دلفریب یعنی اس ناول میں	۶۰ اور مسلمانوں کی جی جیت اسلامی
روضۃ الاقطاب یعنی سوانح	پاکبازی یعنی ادبی جیت کے	کے خا کے حالات اور ایک لکھا	اور ایک پار ساحت کا سچا
عمری خواجہ قطب الدین بختیار	صلہ مرکا میانی	نما دن کی تباہی بے بسی اور	عشق و غیرہ وغیرہ درج ہو چکے
کاکی جرنل قیمت	۶۰ اور چوچلا ہی بلکہ سنجیدگی او	کسی کی تصویریں پڑھنے سے	منصف مولوی عبدالحکیم صاحب
سوانح عمری عمر و عید بہت	مناسبت کو بھی ساتھ لے جئے	لیک عجیب اثر ہوتا ہے قیمت	۶۰ شری میں قیمت فی جلد
عمرہ کتاب ہے قیمت	۶۰ نہ صرف عشق کو جنوں پیدا کرنے	حسن انجیلینا یہ دو ناول ہے	۶۰ وگلش حصہ اول یہ ناول
سوانح عمری ملا دوپاز قیمت	۶۰ ولسے خیالات ہی بلکہ عبرت	جہیں ترکوں سے روسیوں کا	۶۰ قابل دید ہی شروع کر دو تو بغیر
۶۰ حیات نور جہاں یعنی سوانح	۶۰ اگیزہ اور انانی کا سبق دینے	۶۰ لڑائی اور پیرانیوں کا جوش سلام	۶۰ کے چین نہیں قیمت
۶۰ عمری نور جہاں بیک قیمت	۶۰ حالات بھی خندہ و گریہ اپنے	۶۰ سے ترکوں کی مدد کو آنا اور پھر	۶۰ وگلش حصہ دوم قیمت فی جلد
۶۰ سیر شہزاد بعلی سینا قیمت	۶۰ اپنے موقع پر نہایت موزون	۶۰ کو متواتر نہیں دیکر ان پختہ	۶۰ بزم خیال حصہ اول یہ ناول
۶۰ تذکرہ قیوم لڑائی سوانح عمری	۶۰ سر جنیہ اور سبب غرض یہ	۶۰ حاصل کرنا اور پھر پیرانیوں اور	۶۰ گرو لکھنے قابل قیمت
۶۰ تیمور شاہ صاحب قرآن قیمت	۶۰ اچھے نامادق ان دیہے نامادق	۶۰ ترکوں کا باہمی مذہبی فساد ہونا	۶۰ جہاں گھر شہر سے مشورہ کے
۶۰ تذکرہ اکھین یعنی سوانح عمری	۶۰ اپنے ناول تو بہت سیکھے ہوئے	۶۰ وغیرہ وغیرہ درج ہے قیمت	۶۰ مدت کا ترجمہ قیمت
۶۰ حضرت امام غزالی رضی اللہ عنہ قیمت	۶۰ لکراں فرانس کو بھی تو لکھا خط	۶۰ منصور و موہنا یہ وہ ناول	۶۰ مرقع لیلی مجنوں یعنی لیلی مجنوں
۶۰ سوانح عمری شیخ ابوالحسن علیہ السلام	۶۰ فرمایے کلیمہ تمام کر نہ ہر جا	۶۰ جس میں سلطان محمود غزنوی کے	۶۰ کی روداد منظوم بطور فرما
۶۰ سوانح عمری راجہ بیک قیمت	۶۰ تو کا اور شروع کر کے بغیر	۶۰ جوش سلامی اور ہندو واجہ جی	۶۰ نرہ دیانت اس کتاب میں
۶۰ تذکرہ بابری سوانح عمری بڑا	۶۰ ختم کے چھوٹے کو بی نہ چاہ	۶۰ بہادری کی سچی تصویریں نظر	۶۰ آداب فرنگ مفید الما از میں
۶۰ تذکرہ نوشیہ یعنی سوانح عمری	۶۰ ہمارے نوجوان مصنف کتاب	۶۰ آتی ہیں قیمت فی جلد	۶۰ وغیرہ وغیرہ کی کیفیت بطور
۶۰ لغظات مولانا خوش علی صاحب	۶۰ کی محنت و جانفشانی قابل داد	۶۰ ملک لغزیز و درجنا یعنی وہ	۶۰ ناول کے عمرہ پر لے میں ہیں
۶۰ معین الماراج یعنی سوانح عمری	۶۰ ہمارے کئے سے دیکھا	۶۰ ناول جو جہیں سلامی شان	۶۰ پر بجاواتی یہ بھی ایک قابل
۶۰ خواجہ نذیر الدین جگر تہل پانی	۶۰ حضور پر چھ	۶۰ بے نظیر نمونے نظر آتے ہیں	۶۰ ناول ہے قیمت



میں لکچر دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہوں مگر میں نے بڑا اگڑ بڑا ریش اختیار کیا ہے۔ میں ممبروں اسٹیٹیشن کا بیس کے معروضات سننے کے لئے اور نہ صرف معروضات سننے کے لئے بلکہ ڈیپوٹیشن کی جیب تمنا کو نقد مدعا سے بھرنے کے لئے آپ سب حضرات بقائنا سے جب قومی جمع ہوتے ہیں۔ ایک طرف تو میں ڈیپوٹیشن کا ممبر ہوں اور دوسری طرف مجھے کو ایک نظر شفقت ہے انجمن حمایت اسلام پر۔ میں پانچ پانچ چھ چھ برس انجمن حمایت اسلام کی کارروائی کو دیکھتا چلا آتا ہوں۔ اور یہ مانتا ہوں انجمن کی نسبت جو اسپریشن ہو وہ یہ ہے کہ انجمن قومی خدمات کی وجہ سے ہم مسلمانوں کی شکست گزشتہ آئی تھی ہے۔

اسکو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ انجمن نے اس بے سرو سامانی کے ساتھ اسلامیہ کلچر کھول دینے سے ایک ریش سٹپ لیا ہے۔ لیکن یہ ایک ٹرو سلائی کیہ کر رہے جو ممبران انجمن سے ظاہر ہوا ان کی نیت ان کی سرگرمی ان کی کوشش پر کوئی عتراض نہیں ہو سکتا جب دو یا زیادہ اسٹیڈیوشنوں کا ایک ہی مطلب ہو تو ان میں کامپنیشن کا قائم ہونا ایک ضروری بلکہ عمدہ بات ہے لیکن جیسے کامپنیشن کا ہونا ضروری اور عمدہ بات ہے ویسے ہی جلسے کا ہونا مناسب اور ناشایستہ ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ علی گڑھ محمدان کلچر اور لاہور اسلامیہ کان کنوں کے فوٹو گریس الزام سے

۱۔ بے ڈھب اور شکل موقع ۱۲۔ چند قومی جمع ہو کر ہی پاس کوئی غرض سے کہ جائیں وہ مجمع ڈیپوٹیشن کھانا ہے اور وہاں ملا ہے وہ لوگ جو اپنا ۱۳۔ میں سید احمد خاں کے ساتھ علی گڑھ محمدان کلچر کے لیے چند فراہم کرنے کی غرض سے بھاگے ۱۴۔ دل ۱۵۔ نقش اور اثر ۱۶۔ بیٹھ بیٹھ قومی جمع میں جسٹ بے جا کی ۱۷۔ ملازوں کی پہلی عادت کہ وہ محض نوکل پر پڑے سے بڑا کام شروع کر بیٹھتے ہیں ۱۸۔ کانوں کو ریل ہا مراد ہے درس گاہوں ۱۹۔ بچا بچا ۲۰۔ صدر راجہ ۲۱۔ بانی ۱۲۔

دعا یہ ہے کہ خدا مولوی صاحب کی زندگی کو دراز کرے اور لوگوں کو ان کے ملفوظات سے مستفید اور مستمع ہونے کا مدتوں مدتوں موقع ملے۔ آمین۔

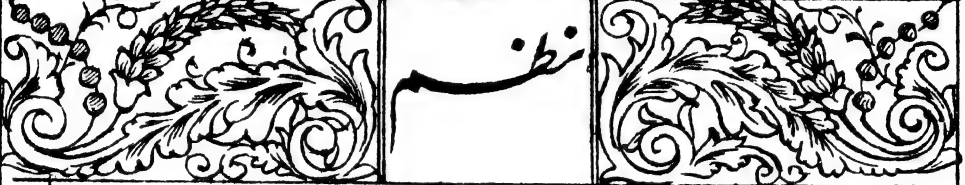
مولوی صاحب کا یہ ڈیپوشن والا لکچر تمام تر منظوم تھا جو کچھ انھوں نے اوپر سے بیان کیا تھا ان کے دستیاب ہو سکا فٹ نوٹ کے طور پر لکھا گیا۔ اور جس قدر لکھا گیا بہت کم ہے بمقابلہ اُسکے جو لکچر ار نے کہا تھا۔

اپریل ۱۹۲۷ء

داق  
محمد کفایت اللہ منصرم  
النصاری پریس دہلی۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



سلام علیکم سلام علیکم بحمدا للہ بھائی مسلمان میں ہوں

سلام تو ایک ہی بس کرتا تھا کیونکہ علیکم میں جو کہ ہے ضمیر جمع حاضر ہے اور اس کے مخاطب کل حضرات انہیں (سامعین) مگر محکوم ذیل (دوہرا) سلام کرنا منظر تھا اور اسی لیے میں نے نظم کا ایک ایسا وزن اختیار کیا ہے جس میں ذیل سلام کی پھٹ بو ذیل سلام میں ایک تو غازی تقلید ہے کہ اُس میں بھی دو سلام ہوتے ہیں۔ دوسرے ایک سلام شعار سلام ہے کہ جب مسلمان مسلمان ملیں چاہیے ایک دوسرے کو سلام کریں۔ اور دوسرا سلام سلام روستائی ہے جس کی نسبت آپ نے شاہو گام سلام روستائی بے غرض نیت + وہ غرض جس کے لیے سلام روستائی کیا گیا ہے آپ کو معلوم ہے مگر تھوڑی دیر بعد میں اُسکو سنہ پھوڑ کر بھی بیان کر دوں گا اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اُس ہی کی تمہید ہے۔

آداب معاشرت میں سلام ادب مولا ہے فاذا دخلتمہم بیننا فسلموا علی انفسکم بحیۃ من عند اللہ مبارکۃ طیبۃ یعنی جب کسی کے گھر جاؤ تو اپنے تئیں سلام کر لیکرو جائیں دوسرے کے گھر اور سلام کریں اپنے تئیں۔ اس کے معنی کیا؟ اس کے یہ معنی ہیں کہ تم مسلمان مسلمان آپس میں سب ایک ہو تو تم دوسرے مسلمان بھائی کو کیا سلام کرتے ہو گویا اپنے ہی تئیں سلام کرتے ہو۔ اور اس ذیل کے شواہد قرآن میں کئی جگہ موجود ہیں مثلاً۔ لا تلمزوا انفسکم اپنی عیب چینی مت کیا کرو۔ اور ادب ہے کہ ایک دوسرے کی عیب چینی نہ کیا کرو۔ کیونکہ کوئی اپنی عیب چینی نہیں کیا کرتا۔ اگلا شاء اللہ اور اگر انسان اپنی عیب چینی کیا کرتا تو زمین پر آدمی نہ رہتے بلکہ معصوم فرشتے

بالکل بری ہیں اور یہ اوپر کے لوگ ہیں جو کاسٹیشن کو جکسی بنانا چاہتے ہیں۔ پیرانہ می پرند مریدان می پراندہ اگر سید اپنے کلج کی تکمیل کے لئے متعجل ہیں تو ان کی یہ خواہش بجائے خود پتھر اور ریزین پیل اور سراسر قابلِ تحسین ہے لیکن انہیں حمایتِ اسلام جو ٹپے چلی گوا کو ٹٹیک بھی سمجھا جائے۔ تاہم اسکی اصلاح پیچھے ہٹ جانا نہیں ہر بلکہ جو کچھ کر چکے ہو اسکو فرمِ فنک پر لانا اور ان لوگوں سے جو مخمّن کلج کی طرف داری کے جوش میں لگے انہیں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں (اگر ایسے لوگ ہوں) تو ان سے صاف لفظوں میں کہدینا کڈالت کنڈومن قبل ضنّ اللہ علیہم بمحکمومون کلج وابتی نگھ ہے تو اسلامیہ کلج بایں۔ اور میں قوم سے دونوں کی سفارش شیخ ابراہیم ذوق کے شعر سے بہتر الفاظ میں نہیں کر سکتا شعر

چار بکڑے کروں دل کے کہ نہیں ہو سکتا  
لب کو دوں رُخ کو نہ دوں۔ زلف کو دوں تیل کو نہ دوں

مگر مخمّن کلج اور لاہور اسلامیہ کلج دونوں ملکر بھی تو ایک پورا کلج نہیں بنتا۔ اور ابھی سے خراج کی تڑاہ تڑاہ می سے سویلا نرڈ بننا کیا ہنس کی بل ہے۔ تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو۔ سویلا نرڈ بننے کا حوصلہ کیا ہے تو ایسے ایسے خراج اٹھانے پڑینگے۔ شعر

ابتداے عشق ہے روتا ہے کیا  
آگے آگے دیکھ تو ہوتا ہے کیا

یہ سٹوڈنٹن پہلے تو ٹکونف گونی بندھوا دے گی اور پھر خلعتِ فاخرہ بٹھے گی۔ تم کو نہیں بلکہ تمہاری آنے والی نسلوں کو ۴

۱۔ مقتضائے طبیعت ۲۔ معقول ۳۔ غلطی ۴۔ ثبات ۵۔ مستحکم ۶۔ تم بھی پہلے ایسے ہی تھے اور مدد نے تم پر احسان کیا  
۷۔ کہ تم اس دے پر ہو گئے ۸۔ مذہبِ شایستہ ۹۔ تہذیبِ شایستگی ۱۰

کے یہ معنی کہ میں نے کہا ”السلام علیکم“ تم نے اس کے جواب میں کہا ”وعلیکم السلام“ باحسن منہا سے یہ مراد ہی کہ میں نے ”السلام علیکم“ تم نے کہا ”وعلیکم السلام“ درحمتہ اللہ دہر کا تہ ”مگر یہ تو اسلامی سلام کا جواب ہوا۔ سلام روستائی کے جواب میں بہترین الفاظ سے کام نہیں چلتا وہاں چاہیے بہترین مسکوک۔

شرع شروع میں مسلمانوں سے ایک دو بار ایسی غلطیاں ہوئیں کہ اپنے تحفظ کی ضرورت و دشمنوں پر چڑھ کر گئے۔ انھوں نے اسلامی قاعدے سے انکو سلام کیا اور سلام کو طلب امن کا مرادف سمجھا مسلمانوں نے خدع کے خیال سے اھرب خدعہ (لڑائی نام ہے فریب کا) سلام کی پروا نہ کی تو اس پر بڑے غصے کی آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین امنوا اذا ضل سبیل اللہ فلتنبہوا ولا تقولوا للہ الف لیکم السلام لست منہم (اے مسلمانو جب تم اللہ کی راہ میں اپنے ہمارے لیے سفر کرو تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو اور جو کوئی تمکو سلام کرے تم اس سے یہ بات نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں) ذرا قرآن کے لفظوں پر غور کرو ولا تقولوا للہ الف لیکم السلام لست منہم۔ سلم سے مومن کا جو بڑھا ہوا ہے کیونکہ اسلام کے معنی ہیں گردن نہادوں۔ اور یہی فعل ظاہر جبکہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ اور ایمان ہے فعل قلب جس پر سوائے خدا کے کوئی مطلع ہو نہیں سکتا۔ قالت الاعراب امنوا قلوا من امنوا ولكن قولوا اسلمنا ولعاید خلایا من قلنا بکرم دعوتہ کے گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تو اسے پیغمبر تم ان سے کہو کہ تم ہرگز ایمان نہیں لائے۔ ہاں کہو کہ ہم سلام لائے اور ایمان تو ہنوز تمھارے دلوں تک پہنچا بھی نہیں۔ تو فرمایا کہ جو تمکو اسلامی قاعدے سے سلام کے تمکو کوئی حق نہیں کہ اسکو مومن نہ سمجھو تم تو ظاہر ہر حکم لگانے والے ہو۔ کیسا اسلامی قاعدے سے سلام کرنا تمھارے لیے اسکو مومن ہونے کا ثبوت کافی ہے۔

قریب قریب اسی طرح کی ایک غلطی خالد بن ولید سے بھی ہوئی تھی کہ ان کو بناب سول خدا صلی علیہ وآلہ وسلم نے کچھ آدمی ساتھ دے کر دعوت اسلام کی غرض سے قبیلہ بنی حنیملہ کے لوگوں پاس بھیجا یہ جو یکایک اُنکے سر پر جامو جو دھوئے تو وہ گھبرا کر لگے کہنے صَبَّانَا صَبَّانَا۔ صابی ایک لقب تھا کہ آئینہ تھا جو کفار قریش نے اس وقت کے مسلمانوں کو دے رکھا تھا۔ اس کے لغوی معنی تو کنور ٹھ (نوسلم) کے تھے مگر کفار قریش اسکو ذریر ٹر (خاجی) کی جگہ استعمال کرتے تھے۔

قبیلہ بنی حنیملہ میں کا ایک شخص تھا ثمامہ بن اثال مسلمان اسکو گرفتار کر کے حضرت پاس لائے حضرت نے پوچھا ما عندک با غنامہ (ثمامہ کیا خبر ہے تو اس نے کہا عندی خیر یا اھل ان تظلمونہ ذل ذادہ و انتعم تنعم شاکر دان کنت ترید المال فسل ما شئت) اسے محمد خیریت ہو اگر تم مجھے مارڈالو گے تو میری قوم کے لوگ تم



اس طرح اذا اخذنا ميثاقكم لا تستفكون دماءكم ولا تخرجون انفسكم من بلادكم ثم اقررتهم وانتم تشهدون ثم انتم هؤلاء تقتلون انفسكم وتخرجون فريقا منكم من ديارهم تظاهرون عليهم بالاثم والعدوان وان ياتوكم اسارى تفادوهم ودهمهم عليكم اخرجهم ميثاق (عهد) تھا لا تخرجون انفسكم اور الزام ہے تخرجون فريقا منكم من ديارهم یہود سے خدا نے عہد لیا تھا کہ ایک دوسرے کی خونریزی نہ کرنا اور نہ ایک دوسرے کو دین کا دینا۔ لیکن اس عہد کو ان الفاظ سے بیان کیا کہ اپنی خونریزی نہ کرنا اور اپنے تئیں جلا وطن نہ کرنا۔ ادائے مطالب کے اس پر سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندے اسیام اور صلحکاری سے رہیں اور اپنے میں اور اپنے سے جس میں دوئی نہ لگائیں۔ مگر یہ کم بخت نافرمان بندے آپس میں لڑتے رہے ہیں اور ایک دوسرے کو کچھ نہیں سمجھتے۔

فصلوا على انفسكم کی دوسری تاویل لوگوں نے یہ بھی کی ہے کہ جب تم دوسرے مسلمان بھائی کو سلام کرو گے تو وہ خواہی بخواہی جواب سلام دیگا۔ اور جواب سلام بھی بجائے خود سلام ہے۔ تو تمہارا دوسرے مسلمان بھائی کو سلام کرنا انجام کا اپنے تئیں سلام کرنا ہے۔ تو اس صورت میں ادائے مطلب کا یہ پیرایہ ہوا جو ذکر فی القصاص حیۃ (قصاص کا قاعدہ جاری رکھنے میں تمہاری زندگی ہے) کہ ہے۔ انگریزی انکیٹ (آداب مجلس) تو یہ ہے کہ جب تک کوئی تمکو انٹروڈیوس (تقریب) نہ کرے تم جنسی آدمی سے شناسائی مت پیدا کرو۔ اور ایسی مثالیں موجود ہیں کہ لوگ مہینوں ایک ہوٹل یا ایک جہاز میں رہتے اور ایک میز پر کھانا کھایا کیئے۔ اور ان میں صاحب سلا کی نوبت نہ آئی۔ مگر اسلامی حنلاق اس روکھے پن۔ اس کھردرے پن کو جائز نہیں رکھتا۔ پس ایک ایسی بات مشتے نمونہ از غرور ہے سمجھ لو۔ مناسی کن میں ہے اور کن میں نہیں۔ اور مناسی نہیں ہو مگر جن حنلاق کا دوسرا نام انک لعلی خلق عظیم (اے پیغمبر تم بڑے ہی خلیق ہو) ہمارے ہاں اگر معرفت سابقہ ہے تو ”السلام علیکم“ سے اظہار خلوص کیا جاتا ہے اور اسکی تجدید۔ اگر معرفت نہیں تو یہی ”السلام علیکم“ تقریب ہے اور یہی ”السلام علیکم“ انٹروڈکشن۔ انٹروڈکشن ہے کیا چیز۔ یہی ناکہ ایک متوسط ایک جنسی سے دوسرے جنسی کا معرفت ہوتا ہے لیکن جب معرفت اور معرفت الیہ دونوں مسلمان ہیں تو جنسیت گئی گری ہوئی۔ وہی سلام جسکے دونوں معتقد ہیں۔ ایک دوسرے کا معرفت کافی ہے۔ پھر سلام کے بھی آداب ہیں۔ کہ سوار پیادے کو سلام کرے۔ جو کھڑا ہے بیٹھے ہوؤں کو جیسا میں نے کیا۔ ہمیں بھی تواضع کی ایک حنلاق تعلیم ہے۔ پھر سلام ایک حق ہے بحکم حقوق العباد کے۔ و اذا حییتہم بتحیۃ غیور یا حسن منها اور ذہا ان الله على كل شئ حسیباً اگر تمکو کوئی سلام کرے تو تم اُسکے لفظوں سے بہتر لفظوں میں اُسکا جواب دو یا خیر ویسے ہی لفظوں میں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ذی ذی فی بات کا صاحب ہے گا۔ دُذْهَآ

کھڑے رہے اور جھنڈے کو گرنے نہ دیا اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ جب زید اور جعفر اور عبداللہ تینوں  
 کمانڈر شہید ہو گئے تو لوگوں نے خالد کی جلادت دیکھ کر ان کو کمانڈر بنالیا۔ اور خدا نے انکو فتح دی۔ یحان مدینے  
 میں خبر آنے سے پہلے ان حضرت نے بیان فرمادیا تھا اور ہمیں خالد کی نسبت ارشاد ہوا تھا کہ عبداللہ کے بعد انھوں  
 الرایۃ سیف من سیوف اللہ حتی فخر اللہ علیہم دائرہ کار اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اسلامی جھنڈا  
 لیا اور اللہ نے سامانوں کو فتح دی۔ تو خالد ایک تو خدا علی درجے کے سپاہی تھے ایسے لوگوں میں شہادت کا ہونا ضرور  
 اسوجہ سے بنی جزیہ کے مقبور کرنے میں جلدی کی یہ وجہ نہیں خالد نے ان لوگوں کے سلام کو توبہ پر قیاس کیا ہو  
 جس کی نسبت ارشاد ہے۔ انما التوبة لله علیہم للذین یعلمون السوء بحالۃ ثم یترجون من قریب فاولئک یتوب اللہ  
 علیہم وکان اللہ علیما حکیمًا۔ اللہ تو ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جسے نادانستہ ایک خطا ہو گئی اور انھوں نے  
 جلدی سے توبہ کر لی، ولیست التوبة للذین یعلمون السيئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الان لا الذین  
 یوتون وہم کفار اولئک اعتدنا للہم عذابا الیما اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو بدیاں کرتے چلے گئے  
 یہاں تک کہ جب موت آمو جو ہوتی تو لگے کہ اب میری توبہ اور نہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے جو کافر ہوں اور کفر  
 پر مہم جاتیں، فقہار نے غرغہ کو حد توبہ قرار دیا ہے یعنی یہی معاملہ فرعون کے ساتھ ہوا۔ حتی اذا امر کہ الغرق قال  
 امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ نبی اسرائیل وانا من المسلمین الان وقد عصیت ہل وکنت من المفسدین فالہو  
 نتیجۃ بیدنک لتکون لمن خلفک آیتۃ یہاں تک کہ آخر کرب لگا ڈوبنے تو بولا میں ایمان لایا کہ نبی اسرائیل کا  
 خدا چھوڑ کر اور کوئی خدا نہیں اور اب میں ماننا ہوں۔ اب مانا تو کیا مانا اور اس سے پہلے تو سرکشی کرتا اور فساد پھیلاتا  
 آخر میں میں ایک ریمارک سلام کے متعلق ادا کرنا چاہتا ہوں کہ بطرح فوج میں پرول ہوتا ہے  
 جس سے اپنے لشکر کا آدمی پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح اسلامی شعاریں۔ السلام علیکم یا سلامہ علیکم مگر بڑے  
 افسوس کی بات ہے کہ مسلمان اس شعار کو ترک کرتے چلے جاتے ہیں۔ میں انگریزی داں مسلمانوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ یا  
 فقہا جنبش سے کام لیتے ہیں یا ماتم کے اشارے سے۔ یا وہی انگریزی سلام کہ سلام کا بھی کام دیتا ہے۔ اور کبھی  
 طور سے وقت بھی تباہ ہے۔ گڈ مازنگ (صبح کا سلام) گڈ نون (دوپہر کا سلام) گڈ آفٹرنون (تیسرے پہر کا سلام)  
 گڈ اینونگ (شام کا سلام) گڈ نائٹ (رات کا سلام) عجیب نہیں کہ جس جوں زمانہ ترقی کرے آئندہ گھڑی اور گھنٹے کی  
 سوئیوں کی طرح بقید گھنٹہ دنٹ ٹھیک وقت بتانے لگے۔ گڈ سس اوکلاک اپنی ام (شام کے چہ بجے کا سلام)  
 گڈ ٹاف پاسٹ۔ یا کوئٹرنو سکس (صبح کے ساڑھے چہ یا پونے چہ بجے کا سلام) وقس علی ہذا۔ تو اس وقت سلام

سیر خون بہالیں گے اور احسان کرو گے تو میں احسان فراموش نہیں اور تمہیں مال و کار ہو تو جو مانگو میں دینے کو  
 موجود ہوں۔ یہ جواب اپنے حیاق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس مقولے سے کیسا شبہ ہو۔ ان فقذ ہم  
 فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزيز الحكيم نہ خیر تو ان حضرت نے اپنی مرحمت جلتی کے مطابق ثلثمہ کو  
 چھوڑ دیا اور وہ حضرت کا طرہ مدارات دیکھ کر ایمان بھی لے آئے۔ انکو عمرہ کرنا تھا گئے مکے۔ قریش کے لوگوں نے  
 پوچھا اصبحت (کیا تم نے ترک دین کیا) ثلثمہ نے کہا لا لکن اسلمت (نہیں تو بلکہ میں مسلمان ہو گیا) اسی طرح بنی حنیظہ  
 کو اسلمنا کہنا چاہیے تھا نہ صبا کا کہ صبا سے اسلام کی توہین نخلتی تھی اور اسی لیے خالد بن ولید نے ان کے ساتھ  
 وہ سلوک کیا جو دشمنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی بنی حنیظہ کے کچھ آدمی مارے گئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو حضرت خالد پر سخت ناخوش ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ ائی میں خالد کی اس  
 حرکت سے بیزار ہوں۔ اور صرف اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ حضرت علی کو بنی حنیظہ میں بھیجا ایک ایک مقتول کی  
 دیت دلوائی۔ خالد اسلام کے بڑے مشہور جنرل ہیں اور انھوں نے اسلام میں بڑی بڑی فتوحات نمایاں کی ہیں  
 (ہائے ہائے کی تھیں) اور انکو سیف اللہ کا خطاب ملا تھا۔ اور خطاب کے ملنے کا قصہ بیان کیا جائے تو شاید چند  
 بے محل نہوگا۔ اور اسلام کی ابتدائی ہسٹری (تاریخ) ہے ہی ایسی دلچسپ کہ جس بات پر نظر کرو کیوری آسٹی (شوخی)  
 کسی طرح پیشانی دبیر نہیں ہوتی۔

شعر

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ میں سنگرم کر شدہ اسن دل سیکشہ کہ جا اینست

موتہ ایک مقام ہے علاقہ شام میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام کے خطوط ملوک کے نام لکھے  
 تو بہر تسل و دم کے نام کا خط حاکم بصرے کے پاس بھیج دیا کہ اسکو ہتھل پاس پہنچا دو۔ ہتھل کی طرف سے شام کا گورنر  
 تھا شمر حمیل۔ اس کی جو شامت آئی تو اسنے پیغمبر صاحب کے قاصد حضرت بن عباس کو مر وادالا۔ اس حضرت نے شمر  
 کی سرکوبی کو شکروانہ کیا۔ جسکے کمانڈر تھے زید بن حارثہ۔ اور آنحضرت نے لشکر کو رخصت کرتے وقت فرمادیا تھا کہ  
 اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو اسنے بعد جعفر بن طالب اور اسنے بعد عبداللہ بن رواحہ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ تینوں  
 کمانڈر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ راوی حدیث کہتا ہے کہ میں نے جعفر بن طالب کی لاش کو دیکھا۔ نوٹ ہے  
 لا پیر تیروں اور تلواروں کے زخم تھے اور ایک بھی پشت کی جانب نہ تھا۔ حضرت جعفر کو شہادت کے بعد رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالجناحین فرمایا۔ یعنی دو بازو والے۔ کیونکہ اسلامی جھنڈا اڑتے وقت ان کے دھبے  
 ہاتھ میں تھا وہ کٹ گیا تو انھوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ وہ بھی کٹ گیا تو جھنڈے کو ٹانگوں سے دبائے

ہونا پینہ صاحب کے لئے جو کچھ کرنا ہو وہ اُنکے ہجرات باہرہ میں سے ایک عظیم الشان عجب نہ تھا کہ نہ پڑ سے نہ لکھے اور قرآن جیسی لاجواب کتاب زبان لکھوادی سے

یہ ہے کہ ناکردہ قرآن درست کتب خانہ چند ملت بشت

جن دنوں قرآن نازل ہوا ہے وہ ایک وقت تھا کہ عربی الفحیپ (علم ادب یا زبان دان) کے جو بن پر ایک بہار آ رہی تھی۔ لوگوں میں یہ مادہ ایسا ڈولپ (برسر ترقی) ہوا تھا کہ کیا شہری کیا دیہاتی کیا مرد کیا عورت کوئی متنفس مذاق شعری سے خالی نہ تھا۔ بد یہہ گوئی حاضر جوابی اُن کے نزدیک ایک بات تھی۔ رنج اور خوشی صلح اور جنگ۔ سفر اور اقامت کوئی حالت خیال میں نہیں آ سکتی جہیں اُن وقتوں کے شعراء کے انبار انبار نہوں غرض اُن کی زندگی کے جہاں اوپر زرتھے ایک طرز ضروری شاعری بھی تھی۔ کسی قوم نے شاعری کو ایسا اڑھنا بچھو نہ نہیں بنایا جیسا اُن وقتوں کے عرب نے۔ فضائل انسانی اور بھی تھے جیسے شجاعت۔ سخاوت۔ مہمان نوازی شرافت۔ حُسن صورت وغیرہ مگر شاعری کو ایک لگانہ لگانہ کھاتا تھا شاعری نے اُن دنوں اچھی حکومت کر لی کہ شاعر لوگ قبیلوں کو آپس میں لڑا مارتے تھے۔ جیسے بادشاہ بادشاہ ملکوں کو۔ اور پھر عرب نے اس وقت تک سولہ تین میں کچھ ترقی کی نہ تھی۔ پس ان کی شاعری نیچرل تھی بلا تصنع۔ آمد تھی نہ آورد۔ اور اسی لئے مؤثر بھی پرلے ہی درجے کی تھی۔ ان من البیان لکھنا (بعض بیان تو واقع میں جاو کا اثر رکھتا ہے) اور خیر یہ تو زبان عربی کے عروج کا زمانہ تھا۔ یوں بھی عرب کو اپنی بولی پر بلا کا ناز تھا۔ اور اُن کی بولی ناز کے قابل ہو بھی کہ انھوں نے اپنے سوائے دوسروں کا نام رکھا تھا عجم یعنی گونگے یا جن کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔ ایسے لوگوں سے کیسی اچھی بات کسی جانی مگر وہ ہوتی حلیہ فصاحت سے عاری تو اُن کے کان پر جوں بھی تو نہ چلتی اور وہ اُسکو اس کا سننے اور اُس کان اُڑا دیتے۔ پس ضرور تھا کہ انگوٹھی داؤ سے پھچاڑا جائے جو داؤ ان کو خوب رواں تھا یعنی فصاحت۔ قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو جو اپنے اپنے وقت کے مستبد اور نواب محسن الملک اور محمد اور عالی اور شبلی تھے سب کے چھکے چھوٹ گئے کہ نری دین داری خدا پرستی اخلاق اور نیکی کے مضامین اور اس خوبی کے ساتھ ادائیگے جائیں کہ دلوں کو موہ لیں یہ بھیہ کیا ہے؟ سمجھ تو گئے تھے مگر غرور اور صدا قرار حق کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ محمد و انہما و استبقہما القسہم ظلما و علواً ان کے دل تو مان گئے تھے مگر غرور اور صدا قرار اور ہیکڑی سے انھوں نے خدا کے کلام سے انکار کیا، غضب خدا کا ابوطالب جیسے شخص رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حقیقی چچا جنھوں نے پیغمبر صاحب کو پالا پرورش کیا اور وہ انھیں کے کنار عاطفت میں بڑے ہوئے

مسلمان سب ہم قدم و ہم قدم ہیں	ہمیں میں کے تم ہو تمہیں میں کے ہم ہیں
خدا و رسول خدا ایک سب کا	نہیں فرق یاں کچھ عجم اور عرب کا
وہ ختم الرسل وہ خدا دان امتی	مالی و آلی بنفسی و امتی
اُسی دین کی کرتے سیوا ہیں ہم بھی	اُسی شخص کے نام لیوا ہیں ہم بھی

اچھا خاصہ ریلوے ٹائم ٹیبل ہو جائے گا۔ اسے کاش ہمارے دلی واپس جانے سے پہلے ہو کہ ہمارے بھی کام آئے۔ بشرطیکہ دایا (براہ) کا لکا بھی ہو۔ یہ صرف انگریزی پھٹکار نہیں ہر مدتوں سے مسلمانوں نے سلام کی سٹی پلید کر رکھی ہے۔ بادشاہوں کیسے روکا تو نام نہ لو کہ وہ اسلام سے مستثنیٰ ہیں یعنی خارج۔ چھوٹوں کی طرف سے آداب۔ بڑوں کی طرف سے دعا رکھنے کے مجھے۔ کورنش۔ تسلیمات۔ بندگیوں۔ زنان خانوں میں ٹھنڈی سہاگن سائیں جئے۔ بچے جئیں بس ایک سلام ہی سے خیال کر لو کہ مسلمان کہاں تک اپنے مذہبی رسومات کے پابند ہیں سو بھئی مجھ کو تو ایسے مسلمانوں کی عادت نہیں۔ نہ میں انکو پسند کرتا ہوں۔ میں نے تو سیدھا سادہ مسلمانوں کا اسلام کھینچ مارا ہے لگا تو تیر نہیں نکلتا ۱۲

۱۱ ہم قدم اس اعتبار سے کہ سب کلمہ گو ہیں ۱۲ ہم قدم اس لیے کہ ایک شریعت پر چلتے ہیں ۱۳  
 ۱۴ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ایہا الناس انا خلقکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اسے لوگو سمجھئے تمکو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کر کے تمکو جھٹول اور برادر یوں میں بانٹ دیا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت دار وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ اور یہی مضمون ہے حدیث کا یا ایہا الناس رکبوا واحد وان اباکم لواحد فکما فضل للجم علی العرب ولا لاسو علی الاحمر ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ لوگو تمہارا پرہیزگار ایک تمہارا سو رٹ اعلیٰ (آدم) ایک تو عرب کو عجم پر اور گائے رنگ کے آدمی (عرب) کو لال رنگ کے آدمی (رومی) پر کوئی برتری نہیں خواجہ حافظ شیرازی کہتے ہیں

حسن زبصرہ بلال از حبش صہیب از روم ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بولے بھی ست

۱۵ اُمّی۔ اس شعر کے دونوں مصرعوں میں لفظ اُمّی واقع ہوا ہے۔ پہلے سے مراد ہے اُن اچر کیٹھ (تعلیم یافتہ) الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یحی نہ ممکتو باعندہم فی التوراة والا انجیل (دو جو پیروی کرتے ہیں اُن پڑھ پیغمبر کی جکے مذکور کو پاتے ہیں اپنے پاس لکھا ہو تو توراۃ اور انجیل میں) بجائے اسکے کہ اُن اچر کیٹھ

مجموع خیال کرتے ہیں تو اس میں کوئی بات دیوانگی کی پائی نہیں جاتی۔ اس کی رفتار گفتار کردار کوئی چیز بھی تو باور رکھنے کی نہیں قل انما اعظکم بواحدة ان تقرءوا لله مشقاً وفرادی شت تنفکروا ما بصرکم من جنۃ - غرض حق تعالیٰ تمہیں ہمیں پھبتیاں تمہیں مگر بولگی۔ اور جو کہتے تھے اُنکا سب جواب مل جاتا تھا۔ مثلاً ولقد فعلناہم یقولون انما یعلمہ بشر لسان الذی یلحدون الیہ اجمعی و هذا لسان عربی مبین (ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں اسکو کوئی آدمی سکھا جاتا ہے سو جبکی نسبت مشبہہ کرتے ہیں وہ مجھ کا رہنے والا ہے اور قرآن غیر فصیح عربی تو اُنکا مشبہہ اصل محض ہے) یہاں لفظ لسان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ استدلال کا سامان اور قرآن کی فصاحت لفظی پر تھا۔ بعضے کہتے تھے کیوں جنت ان سارے کا سارا ایک دم سے کیوں نہیں اُترا۔ جواب ملتا تھا۔ لثبت بہ فوادک تاکہ پیغمبر کے دل میں جو ارشاد الہی ہے نقش ہوتا چلا جائے اور لتقرأ علی الناس علی محکث اور تاکہ پیغمبر لوگوں کو آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا پڑھ کر سنائیں۔ خیر کفار تو الغرض بقیت تثبت بالحدیث (دوبتا تھے کہ سہارا پڑا کرتا ہے) ایسے ایسے بوجھ پھیسے احتمالات پیش کرتے تھے اور اُدھر تھدی پرتھدی ہو رہی تھی۔ فاقول بعض سورۃ مثلاً مفریات (بنائی ہوئی) و شس سورتیں (لاؤ) فاقول سورۃ من مثله وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صدقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاقولوا النار النقی وقرعہا الناس الحیارة اعدت للکفرین (بات کے پورے ہو تو اس جیسی ایک سورت پیش کرو اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے ندوگاریوں کو بھی اپنی مدد کے لیے بلاؤ۔ اور اگر تم نہ کر سکو اور نہیں کر سکو گے تو دوزخ کی آگ سے ڈرو جو بلا ہستیاز آدمی اور پھر سب کو جلا کر بھسم کر دے گی)۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان ما قوا مثل هذا القرآن لایاقنوا بمثله ولوکان بعضهم لبعض ظہیراً (اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر انسان اور جنات اس بات پر یکدل ہوں کہ قرآن جیسا کلام بنالائیں تو ہرگز بنا کر نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد پر کمر بستہ ہی کیوں نہ ہوں) ایک بات کفار یہ بھی کہا کرتے تھے واذ انتلی علیہم آیاتنا قلوا قد سمعنا لولنا لقلنا مثل هذا۔ (اور جب ان لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں ہاں جی ہاں ہمارے سنا اور چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ لیں) اور ابھی تک اسکا اعادہ ہوا کرتا ہے مگر چوڑے سو برس سے تو وہ مشیت کبھی قوت سے فعل میں نہیں آئی۔ قرآن کی وجہ سے خون کی ندیاں دنیا میں بہہ لگتی ہیں اور ہزار ہا کتابیں اسلام کی تردید میں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک صفحہ اُدھا صفحہ دس سورتیں ایک سورت بنا کر مشہور کر دی جاتی کہ قرآن کا جواب۔ دنیا آپ انصاف کر لیتی مگر تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی بشمول ہمارے پیغمبر صاحب کے معجزات کے جہاں تک کتابوں سے تحقیقات ہو سکے ایک فہرست بنائی جائے تو کوئی معجزہ قرآن کی فصاحت پر مگر نہیں پائے گا کیونکہ تمام معجزات واقعات تاریخی ہو گئے ہیں اور سوا شہادت

اور اُن ہی کی مدد تھی کہ پیغمبر صاحب کتے میں رہنے بھی پائے۔ پیغمبر صاحب کا رتی رتی حال اُن کو معلوم۔ بستر مرگ پر پڑے ہیں اور پیغمبر صاحب منت کر رہے ہیں کہ چچا جان ایک ہار میرے کان میں کھدیجے کہ خدا ایک ہے تو مجھ کو خدا سے آپ کی مغفرت کے لیے عرض عرض کرنے کی گنجائش ہو۔ اُدھر ابو جہل بیٹھا ہکا رہا ہے کہ بس یہی وقت آزمائش ہے تلال کا ہے۔ آخر کار ابو طالب نے پیغمبر صاحب کے کہا بھتیجے کہتے تو رچ ہو۔ مگر لوگ خیال کر گئے کہ بڑھا مرنے لگا۔ سو میں تو اپنے باپ کے مذہب پر مڑتا ہوں۔ ابو طالب کا یہ ایک سپاہیانہ لکھڑپن تھا ورنہ اگر اُن کا دل مسلمان نہ تھا تو دنیا میں کوئی دل مسلمان ہو نہیں سکتا۔ بہر کیف قرآن کی فصاحت و بلاغت تو انکار ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اور پیغمبر صاحب کا اپنا سرمایہ علمی سب کو معلوم کہ حضرت کی طبیعت تک ناموزوں واقع ہوئی تھی اور لکھنے پڑھنے کا حال یہ کہ وحی نازل ہوتی تو کتاب کی ڈھنڈیا پڑتی۔ حدیسیہ کا صلنامہ لکھا جانے لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے کا تبے اُنھوں نے لکھا ہذا ما صلکم علیہ علی رسول اللہ دیر ہیں وہ مشرط جنہر اللہ کے رسول محمد نے صلح کی آپ فریق ثانی نے اعتراض کیا کہ محمد رسول اللہ کیا اگر یہ آپ کی رسالت تسلیم ہوتی تو ہم آپ سے لڑتے ہی کیوں۔ اور خاتمہ کے طوائف روکتے ہی کس لیے۔ محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھتے۔ آنحضرت تو جہاں تک سب پڑتا تھا لڑائی کا پہلو بچا جاتے تھے۔ حضرت علیؑ کو ارشاد ہوا کہ رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دو۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا وہ لا احوک ابداً خدا کی قسم میں تو ہرگز آپ کے نام نہیں مٹاؤں گا، قریب تھا کہ صلح بھنڈ ہو جائے۔ آنحضرت نے طرفین کے اصرار کو دیکھ کر حضرت علیؑ سے پوچھا اچھا وہ لفظ کس جگہ ہو مجھ کو بتاؤ چنانچہ حضرت علیؑ نے انھیں رکھ دی آپ نے خود اُس لفظ کو مٹا دیا۔ بیٹے اتنا نہیں جان سکتے تھے کہ رسول اللہ کہاں لکھا ہو۔ پس کھار اعتراض تو بہتیرے کرتے تھے مگر کوئی جہان نہ تھا۔ شاعر کہتے ہیں تو نامہ زونی طبیعت اسکا جواب نہاں شکن دے رہی ہو۔ جھوٹا بتانے میں تو یہ شخص جھوٹے پرست کرتا ہے الا ائنة الله علی الکاذبین اور کہتا ہے کہ جو شخص جھوٹ بنائے گا قیامت کے دن اُسکا کلام مٹ ہوگا ویوم القیمة تری الذین کذبوا علی اللہ وجوہہم مسوۃ اور جو غلط دعویٰ نبوت کرے گا مرتے وقت بڑی مشکل سے اُس کی جان نکلے گی ومن اخلو من افتری علی اللہ کذباً وادقال وحی الی ولہم یوم الیہ شق ومن قال سائر ان مثل ما انزل اللہ ولو تری اذ الظالمون فی عذرت الموت و للثقلۃ باسطوا یدہم اخرجوا انفسکم الیوم فخرجون عذاب الہون بما کنتم تفعلون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن آیاتہ تستکبرون لقد جئتمونا فاذی کا خلقکم اول مرة و ترکتم ما خلقناکم وراہ ظہورکم ومانری معکم مشفقاً کہ الذین ذنبت انہم فیکم شرکاء لقد قطع بینکم وفضل عنکم ما کنتم ترعون یہ ایسی سخت قسمیں ہیں کہ کیسا ہی آوارہ اور بے باک آدمی ہو ایسی قسموں کے ساتھ جھوٹ بولنے پر جرات نہیں کر سکتا۔



تعلق نہ ہوں یا بہت ہوں کہ تھوڑا	یہ رشتہ نہ ٹوٹے کسی طرح توڑے
غریبوں سے بڑھ کر پرایا ہو	یہ ناطہ خدا کا لگایا ہو
یہ رشتہ جو اللہ صاحب نے جوڑا	تو لوگوں کے لیے سب کو چھوڑا

فالٹک ہم الظلمون اسے مسلمانوں کوئی قوم کسی قوم کی ہنسی نہ اڑائے جب نہیں جن کی ہنسی اڑانی جاتی ہے ہنسی اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اڑائیں جب نہیں جن کی ہنسی اڑانی جاتی ہے وہ ہنسی اڑانے والیوں سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں کسی کی عیب جوئی نہ کرو اور لوگوں کو بُرے لقب سے پکارو ایمان لانے بعد بُرے کام کا نام بھی بُرا۔ اور جو باز نہ آئے گا تو اس کی نظر میں وہی ظالم ٹھہرے گا ۱۲

اس سے میری مراد ہے اشارہ کرنا طرف اس مداخلت کے جو انصار نے ماجرین کے ساتھ کی۔ ماجرین اور انصار دو خطاب ہیں جو شروع شروع کے مسلمانوں کو ملے تھے۔ اسلام تھا ضعیف اور مسلمان محدود۔ دوسے چند کفار تشریش مسلمانوں کو مذہبی مخالفت کی وجہ سے ستاتے اور ایذا دیتے تھے پیغمبر صاحب کو اپنی ہی حفاظت کی شکل ٹھہری تھی اور نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا تو عیسائی مگر وہ رعایا کے دین و مذہب سے متعرض نہیں ہوتا تھا جیسے ہماری برٹش گورنمنٹ اور یہ جو محرم دوسرے وغیرہ مذہبی تیو ماروں میں حکام کی مداخلت دیکھتے ہو یہ سب کچھ ہماری ہی کرنوت ہو کہ ہم آپس میں فسادات کرتے اور چاروں لپکارا بقائے امن کے لیے سرکار کو دست اندازی کرنی پڑتی ہے اور مجھ کو وہ دن دکھائی دے رہا ہے کہ جب نہیں جمعہ و جماعت کے لیے بھی سرکار کی اجازت درکار ہونے لگے تو یہ ہمارا قصور ہو گا نہ سرکار کا۔ ہر کیف نجاشی بادشاہ حبشہ رعایا کے دین و مذہب سے متعرض نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ پیغمبر صاحب نے چند مسلمانوں کو اجازت دی کہ نجاشی کی عملداری میں چلے جائیں۔ جن مسلمانوں نے پہلے پہل ہجرت کی ان میں پیغمبر صاحب کی صاحبزادی اور ان کے شوہر حضرت عثمان بھی تھے۔ ان لوگوں نے آرام پایا تو دوسری بار بہت سے مسلمان نجاشی کی عملداری میں جا بسے اور یہ دوسری ہجرت تھی۔ اُدھر حکمے میں قریش کے وہی زور و ظلم چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ پیغمبر صاحب کے قتل کے مشورے ہونے لگے ماذیکر بات اللذین کفر والیثبتونک اد یقتلونک اد یخرجونک (اولیک وقت وہ بھی تھا کہ جو لوگ مذہب اسلام سے منحرف تھے ایسی تدبیروں میں لگے تھے کہ اسے پیغمبر کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا دیس سے نکال دیں) اور انجام یہ ہوا کہ خود پیغمبر صاحب مکہ چھوڑ دیں چلے

ہے اسلام واحد اور ایمان واحد  
بجلا ایک ہونے میں کچھ اب بھی شک  
لیکن غضب ہے اگر غیبر بھی  
بدستور قائم ہے دینی اخوت

ہمارا امتحان ہے قرآن وحد  
وہ مکہ کا گھر تبتہ مشترک ہی  
ہیں جنہی چسپری خستہ  
نہو مجتہد گراموت ابوت

در شہادت کے کوئی ثبوت ان کے وقوع کا ہم نہیں پہنچ سکتا۔ مگر قرآن ایسا معجزہ ستر ہے کہ ہمہ وقت تازہ ہے۔  
اب بھی بنکویسے جتنی بھی عربی آتی ہے قرآن کے معجز ہونے میں شک شبہ کر نہیں سکتے۔ لیکن انوس ہے کہ  
خود مسلمان چنانچہ عربی نہیں جانتے اس نعمت اس کی فی ذریعہ طہستان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ معجزہ بے قدر  
نہیں ہے مگر انھوں نے عربی نہ جاننے کی وجہ سے اپنے حق میں بے قدر کر رکھا ہے۔ ایک طبیب مادی نے اشتہا  
دیا کہ میرے پاس ایک ایسا پچاسرہ ہے کہ کورما دزاد کو بٹا کرتا ہے۔ ہزاروں کورما دزاد گئے اور سرسری برکت سے مینا  
ہو کر چلے آئے۔ ایک شخص جس کی دونوں آنکھیں کھڑے کی طرح کھلی ہیں سرسری تاثیر میں شک کرتا ہے تو اسکو  
اسکے سوانے کیا جواب دیا جانتا ہے کہ یا کورما دزاد بٹکر آ اور سے کی تاثیر کو آزما۔ یا جو کورما دزاد سرسری سے اچھے  
ہوئے ہیں ان سے پوچھ۔ معجزہ فصاحت خود بڑی قدر و وقت کا تھا۔ مگر اس کی قدر و وقت کو اضعا فامضاض  
برضا و یا پیغمبر صاحب کے اُسی ہونے نے۔ ماکنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بیدینک اذا لارتاب للمطلون  
بل ہذا یات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم وما یجد بائیننا ولا الظالمون (اسے پیغمبر تم اس سے پہلے نہ کتاب  
پڑھتے تھے ہوا ورنہ تمکو لکھنا آتا ہے کہ جو لوگ تمکو جھٹلاتے ہیں جھٹلاتے بھی بھلے لگتے یہ تو اس کی کھلی ہوئی نشانی  
ہیں اور جاننے والوں کے دلوں میں ان کا اثر پڑتا ہے اور پیکڑی کے سولے کوئی اور وجہ ہماری آیتوں سے انکار کرنے کا  
نہیں) غرض شعر کے پہلے مصرع میں جو امی ہے اس سے یہ امی مراد ہے اور دوسرے مصرع کا امی بانی انتہی  
ر میرے مابا آپ پر قرآن کا امی ہے۔ ۱۲۔ قرآن پاک میں جو ان اول بیت وضع للناس للتی بیکہ مبارکنا و ہدی  
للعالمین (پہلا گھر جو اس غرض سے بنایا گیا کہ لوگ سچے ایک خدا کی بندگی کریں وہ ہے جو کے میں واقع ہے اس گھر میں اللہ کی  
دی ہوئی برکت اور ہدایت ہے اہل جہان کے لیے) غرض شعر میں کے کے گھر سے خانہ کعبہ مراد ہے زاوائد شرفاء  
۱۳۔ مگر یہی سمجھو تو قرآن کی اس آیت کا خیال رکھنا یا ایہا الذین امنوا لا یغفر قوم من قوم عسی ان یكون اخیرا منہم  
ولا نساء من نساء عسان ینکحن خیرا منہن ولا تملکوا الفسک ولا تملکوا بالالقاء بش اسم الفسوق بعد الایمان من لم ینتہ

وطن چھوٹے اور مال و سبب چھوٹے	زن خولش و فرزند و اجاب چھوٹے
قرابت یہ تھی کس شنا و صفت کی	کہ بنیاد تھی دنیوی سلطنت کی
اسی نے جماعت نہی اک بنائی	لگی پھرنے دنیا میں اُن کی دُ مانی
گدا تھے مگر بادشاہ ہو گئے وہ	تھے بندے لیکن خدا ہو گئے وہ
اخوت پہ موقوف ہیں کام سارے	ہم آئے ہیں تم تک اسی کے سہارے
مسلمانوں کی جیسی حالت ہے ہر	لکھے جا چکے اُس کے دفتر کے دفتر
نہ محتاج اظہار و ذکر و بیاں ہے	کہ جو کچھ حقیقت ہے سب بیاں ہو
ذرا دیکھئے کیا سے کیا ہو گئے ہم	سب کیا؟ کہ باہم جد ہو گئے ہم

تب یہ آیت نازل ہوئی واولوالارحام بعضهم اولى ببعض في كتاب الله من المؤمنين والمهاجرين الا ان نفعوا الى والدياء كما  
معد فاہ (مسلمانوں اور مہاجرین کے متعلق) میں نازل والے اللہ کی کتاب میں لیکھ دو جو حق دار ہیں مگر یہ کہ اپنے دوستوں  
کے ساتھ تم سلوک کرنا چاہو) اسکے بعد سے ورثت مواخات موقوف ہوئی۔ اور شرع میں یہ جو کہا ہے۔ یہ ناطق خدا  
کا لکھا یا ہوا ہے۔ تو اسکی سند ہر وہی مواخات جو پیغمبر صاحب انصاف اور مہاجرین میں کرا دی تھی اور قرآن میں بھی  
ارشاد ہوا انما المؤمنون اخوة و مسلمان آپس میں بھائی بھائی ۱۲

۱۱ للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصالحون  
(مال غنیمت میں سے رسول کا حصہ اُن محتاجوں کا ہو جو مہاجرین کہلاتے ہیں جو اپنے وطن و مال سے بے دخل کر دیئے گئے ہیں اور  
اللہ کے فضل و رسانی رضامندی طلب لگائے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں سچے مسلمان) ۱۲  
۱۳ وعد الله الذين امنوا منهم و عملوا الصالحات ان يستخلفهم في الارض كما استخلف للمؤمنين قبلهم و ليعلمن انهم لا يملكون  
الارض انهم و ليعلمن انهم لا يملكون انهم لا يملكون انهم لا يملكون انهم لا يملكون انهم لا يملكون انهم لا يملكون انهم لا يملكون  
کر لیا ہو کہ جس طرح اگلے لوگوں کو ملک کی خلافت یعنی سلطنت دی تھی ان کو بھی سلطنت دیگا اور جن بن کو ان کے حق میں  
پس کیا ہے اسکو بھی ثبات دیگا اور ان کے ڈر کو اہمیت نہان سے تبدیل کر دیا) ۱۳

اور یہ تیسری ہجرت ہوئی۔ جس سے ہجری سنہ چلا۔ اگر کبھی موقع ملا تو میں ہجرت کا بیان سسل کر دینگا کہ وہ بڑا ہی موثر اور بڑا ہی دلچسپ ہے۔ پیغمبر صاحب کا مدینے میں آنا تھا کہ سب مسلمان اپنی اپنی جگہ سے مدینے میں آئے۔ اور یہ لوگ مہاجرین کہلائے۔ ہجرت نبوی سے پہلے مدینے میں اسلام بڑا پھڑپھڑا رہا تھا۔ ان لوگوں نے مہاجرین کی ایسی مدد کی کہ کیا کوئی غریب نے کسی غریب کی کرے گا۔ اس وقت سارے عرب مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ ایسے نازک وقت میں مسلمانوں کو پناہ دینا اہل مدینے کے عقیدے کی مضبوطی کی بڑی مضبوط دلیل ہے واذکر واذا انتم قلیل مستضعفون فی الارض تحافون لن یخطفکم للناس فاولئکم وایدیکم بنصرہ ویرزکم من الطیبات (اور وہ دن یاد کرو کہ تم تھوڑے تھے اور ملک میں کم زور سمجھے جاتے تھے اور اسکا ڈر لگاتے تھے کہ کہیں لوگ تمکو اچک نہ لیجائیں تو خدا نے تمہارا ٹھکانا کر دیا اور اپنی مدد سے تمہاری تائید کی اور تمکو اچھی روزی دی) مہاجرین بے سروسامان تو تھے ہی پیغمبر صاحب نے مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ کر دیا تھا انصار نے اس مواخاۃ کو جس عمدگی کے ساتھ نبایا اس کی بہت سی حکایتیں کتب سیر و احادیث میں منقول ہیں مثلاً یہ کہ ابتدائے آمد مہاجرین سے پیغمبر صاحب پر برابر نصار کا یہ تعاضد تھا کہ ہمارے مسلمان بھائی مہاجرین بے سروسامان ہیں۔ اور ہم لوگ باغات رکھتے ہیں آپ ان باغات میں جھکو اور ہمارے مہاجر بھائیوں کو برابر کا شریک کر دیجیے۔ ان حضرات نے اسکو قبول نہیں کیا۔ مہاجرین و انصار میں مواخاۃ ہوئی تو عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ہرج بھائی بھائی بنے۔ سعد نے عبدالرحمن سے کہا کہ تم ٹھیکے بے کس کو اور بے مقدمہ اور مجھکو خدا نے مال بھی دیا ہے اور ایک چھوڑو دو بی بیایاں۔ ایسا کرو کہ مال میرا تمہارا دھا آدھا اور جس بی بی کو کمو میں تمہارے لیے اسکو طلاق دیدوں۔ عبدالرحمن نے کہا کہ یہ سب تمہاری مہربانی ہے۔ مجھکو صرف بازار بتا دو میں آپ اپنی سب حالت درست کر لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک انصاری کی وہ حکایت مجھکو بھی بھوتی ہی نہیں کہ پیغمبر صاحب کے پاس کوئی مہمان آیا۔ آپ نے اپنے گھروں میں دریافت کیا تو معلوم ہوا مہمان کے لیے کچھ موجود نہیں۔ آخر ایک انصاری اسکو لے گیا۔ لے جاتے تو لے گیا مگر اس کے ہاں بھی صرف بچوں ہی کا آسرا تھا اور بس کمال تو یہ کہ کچھ بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دیا۔ اور چراغ کو کر دیا ٹھنڈا۔ مہمان کے ساتھ آپ غلی نہ چلاتا رہا اور مہمان کہیں لکھا کیا کیا۔ اس طرح ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے کام آتا تھا تب کہیں جا کر دین قائم ہوا تھا۔ اگر کہیں خدا نخواستہ ہمارے جیسی آپادھانی ہوتی تو آج اسلام کا کوئی نام بھی نہ جانتا پیغمبر صاحب نے جو مہاجرین اور نصار کا ایسا رابطہ مضبوط کیا تو مہاجرین کو انصار کا وارث ٹھہرا دیا۔ یعنی کوئی انصاری تھا تو اسکا بھائی مہاجر اس کے غریبوں کی طرح اسکا ترکہ پاتا۔ جب مہاجرین کے پڑپڑ درست ہو گئے

<p>اسے دیتے ہیں اہل پاتے ہیں جبر کو ہمارے یہاں نخل وضنت نہیں ہے بنی نوع انسان ہیں سب برابر برشتا ہے مینہ سارے روئے زمین ہر اک امر طے ہو چکا ہے ازل میں دکھتا ہے قدرت کے اپنی نمونے بدونیک و نوں کا دیکھو تماشا و لے میسما کبھی حل ہو جاٹا!</p>	<p>فرا تم تو در میان سے دور کھکو پہ ہر شخص شایان منت نہیں ہے مگر کوئی ہم راہی اور کوئی کنکر کہیں پھول اگتے ہیں کانٹے کہیں کہ کیا کسکو کرنا ہے دار العمل میں مگر بھید پایا نہ اس کا کسو نے و لے میسما کبھی حل ہو جاٹا!</p>
--	---

۱۰ شیخ سعدی فرماتے ہیں: ہمارا کہ در لطافت طبعش خلاف نیست + دباغ اللہ دید و در شور بوم خس +

فیضانِ رحمت الہی یکساں ہے۔ مگر ہر ایک کا مادہ قابل مختلف ۱۲

۱۱ حدیث شریف میں آیا ہے السعید من سعد فی بطن امہ والشفی من شفی فی بطن امہ یعنی سعادت و

شتاوت عالم کوں فساد میں آنے سے پہلے فی علم اللہ مقرر ہو چکتی ہے۔ اور پھر ہر شخص دنیا میں اگر اسی کے مطابق

عمل کرتا ہے۔ ایک دوسری حدیث اور بھی ہے جبر کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی اہل جنت کا سامل کرتا رہتا ہے یہاں

کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک بالشت کا فضل رہ جاتا ہے۔ مگر چونکہ اللہ کے علم میں وہ شقی ٹھہر چکا تھا۔ کوئی گناہ

ایسا سرزد ہوتا ہے کہ انجام کار وہ دونوں ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک آدمی ساری عمر دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے

اور آخر کار جنتی ہوتا ہے ۱۲

۱۲ یہ بحث ہے جبر و قدر کی جس میں غور اور غوض کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ اس لیے کہ اس قسم کی باتیں عقل انسانی سے

بالا تر ہیں اور ان میں غور کرنا اسرارِ حرکت الہی میں حائل دینا ہے۔ خواجہ حافظ کہتے ہیں

گناہ اگرچہ نبود خستیار حافظ  
تو در طریق لب کوں کو گناہ نیست

ایک ہندی شاعر کہتا ہے: نیا ونہ کیس کیس ٹھکرانی + بن کینے لکھ لین برائی۔ یعنی انصاف تو کیا نہیں

نہی زبردستی کی کہ ابھی ہم سے گناہ سرزد بھی نہ ہوا تھا کہ ہمارے نامہ اعمال میں لکھا گیا۔ یہ بڑی خطرناک باتیں ہیں

اور تقدیر کے مسئلے میں بحث کرنے سے کفر کا خوف ہے۔ ۱۳

سمجھتے بھی ہو کچھ کہ کیا ہے اُخوت  
یہ بامِ ترقی پہ اُڑنے کا پر ہے  
یہی قوم کی جانِ روح و رواں ہے  
اکسی ہمیں بھی اُخوت عطا کر  
خدا نے رسولِ عرب کو بھیجا  
کہ ہم میں سے بعضے بڑے آدمی ہیں  
خدا اگر کسی کو سمیٹے بنا تا  
جب اس پاس کچھ مانِ دولت نہیں ہے  
خدا نے کہا تم ہو شدت سے احمق  
رسالت نہیں ہو مگر فضلِ باہمی

یہی ہے یہی ہے یہی اصل قوت  
یہی فوج و لشکر یہی زور و زہر ہے  
یہی جسم قومی کی تاب و توان ہے  
دکھا اپنی قدرت سے مُردے جلا کر  
لگا پکنے کھار کے سر میں بھیجا  
مگر وہ رسالت کے شایاں نہیں ہیں؟  
تو جبریل ان میں کسی پاس آتا  
تو اسکی رسالت رسالت نہیں ہے  
نہیں تم کو نفیید سے بہرہ بلاق  
یہ انعام ہے محض حمیت ہماری

۱۔ پیغمبر صاحب پر کافر امتراض تو بہتیرے ہی کیا کرتے تھے مگر جواب بھی ایسے سننے تھے کہ اُن کا جی ہی جانتا ہو گا۔ منجملہ اعتراضات کے اس مقام پر دو اعتراضوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک تو یہ کہ جزیرہ عرب میں مکہ اور مدینہ ہی دو شہر مشہور ہیں اور ان میں ہر طرح کے آدمی بستے ہیں سبب کیا کہ خدا نے پیغمبر ہی کے لئے ان کو ختم یا رکھا اور بڑی بڑی جگہ چوری عزت والوں کو محروم رکھا۔ لولا نزل هذا القرآن علی سجد من القرینین عظیم دوسرا اعتراض گستاخی میں اس سے بھی بڑھا ہوا تھا کہ جو فضیلت پیغمبر صاحب کو عطا ہوئی ہے۔ یہاں تک بھی ملے تو ہم ایمان لائیں بطلب یہ کہ ہم پر بھی وحی نازل ہوں تو من حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ سو جس طرح نظم میں دونوں اعتراض ایک جگہ بیان ہوئے اسی طرح دونوں کے جواب ایک ساتھ مذکور ہیں۔ پہلے اعتراض کا جواب ہے اہم یقسمون رحمة ربک و کیا لگے اللہ کی رحمتوں کو آپ تقسیم کرنے اور دوسرے اعتراض کا جواب ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (اللہ کو خوب معلوم) کیسی جگہ رسالت کو ودیعت رکھتا ہے ہم دنیاوی بکتوں اور رحمتوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بھی خدا کے علم و ارادہ لوگوں میں تقسیم ہوتی ہیں۔ ورنہ اپنی بہتری کے لئے کون کو کوشش نہیں کرتا تو منصب رسالت ہر سچے آدمی ۱۲

بقدر طلبِ گر خدا اس کو زردے	گورنمنٹ کو یہ مسلمان کر دے
مسلمان کلکٹر مسلمان کشنر	مسلمان ہر ایک صیفی میں افسر
یہی چیف جسٹس یہی سول جج ہوں	تو کس صوم چل کے مکے میں حج ہوں
خدا نے اسے عقل دی فکرِ ثاقب	نتائج سمجھنے لگا اور عواقب
تو دیکھا مسلمان پیٹے ہیں سب میں	مگر آگے ہیں خدا کے غضب میں
جگر جل گیا ہو گئے دل کے ٹکٹے	یہ وہ درد ہے جو کسے سل کے ٹکٹے
لگا روئے بالائے سر مات رکھ کر	وہ اور بیٹھتا مات پر مات رکھ کر
تفحص کیا کیا جو؟ کیوں کچر ہے؟ کیوں؟	کہ دنیا میں اسلام خوار و زبور ہے

۱۔ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ابھی حال میں ایک بنگالی صاحب بردوان کے کسٹرنٹر رہتے ہیں تو گھر مسلمانوں میں لیاقت و قابلیت ہو ان کو بھی عہدہ مانے جلیلہ مل سکتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کو غیر انہیں آتی ہے

جاتا ہے یا رتین بجف غیر کی طرف  
اے کشتہ ستم ستمی غیرت کو کیا ہوا

اس وقت تمام برٹش انڈیا میں صرف ایک مسلمان ہائی کورٹ بنگالہ کے جج ہیں اور بس۔ بنگال سدا اس اور بمبئی تینوں پریزیڈنسیوں میں ایک شرف بھی مسلمان نہیں۔ اور داد بھائی نوروجی جس مرتبہ عالی پر پونچے سب کو معلوم ۱۲۔ قرآن میں غضب کا لفظ صرف قومِ ہود کی نسبت آیا ہے حضرت علیہم السلام الذلۃ ایمنا تغفوا لا یجیل من اللہ وجعل من الناس باؤا بغضب من اللہ و حضرت علیہم السلام المسکنة (ان پر لازم کر دی گئی دولت کہیں گے) ہوں مگر اسد اور لوگوں کے سہا سے اور آگئے اسد کے غضب میں اور لازم کر دی گئی انکو خواہی، سو ہود کا کیا حال ہے کہ رنج و زنج کے ایک چپے پر انکی سلطنت نہیں چلاں ہیں سنیل و غوار گویا زمین انکو قبول نہیں کرتی اور اسو کے مسلمانوں کا حال ہوئے سے بہت باتوں میں مشابہ ہو گیا ہو اور ہوتا چلا جاتا ہو ویسے ہی مذہبی تعصبات ہیں ویسی ہی بد اقبال ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون



وگرنی کسے ہکوا اُس کا حد کیا  
کیا لطف و انعام و احسان یہ بھی  
بڑھا دے دریا کے جسم اتنی  
مسلمانوں کی قوم کا دل سے شیدا  
یہی اُس کا دیں ہو یہی اُس کا مذہب  
وہ بیچارہ کیا جانے فرض و ناسل  
تھائے ہی کارن لال فگار ہے یہ  
مگر کی ہے قومی پرستش اسی نے  
اسے جاگتے سوتے بس ایک دُھن ہے  
کہ ہے عاشق قوم اور قوم مردہ  
جو عاشق ہو وہ عشق کی قدر جانے  
تو سمجھے کہ ماں عشق ہوتا ہے ایسا  
ذرا پوچھئے زال قوم ان کی کیا ہے  
کہ جس طرح کی روح ویسے فرشتے

جو بالفرض بیسے مہر اُس سے کہ کیا  
بہر کیف اُسی کی تھی اک شان یہی  
کہ جب حد غایت کو پہنچی تباہی  
خدا نے کیا ہم میں اک شخص پیدا  
ہو اسلام کا بول بالا کسی ڈھب  
علم و محبت قومی میں ہرقت شاعِل  
یہ بے دین ہے یا کہ دین ار ہے یہ  
مرد و مہر پوجے میں تپھر کسی نے  
سخن قوم کا قوم سے ہی سخن ہے  
نہ کیونکر ہے گھر سڑی ل فزدہ  
سُنے ہیں بہت عاشقوں کے فسانے  
مگر جب سے پیدا احمد کو دیکھا  
محبت بجائے خودش بد بلا ہے  
مناسب طبیعت کے ہوتے ہیں رشتے

۱۵ یشل قرآن سے استنباط کی گئی ہے الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین  
الطیبین للطیبات زنا پاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں  
پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے اور یہی مطلب ہے کہ مذہم جنس باہم جنس پر وار کا۔ حاصل مطلب  
یہ کہ مرد و عورت کی طینت پاک تھی تو وہ مسلمانوں کی خیر خواہی کی طرف مائل ہوا ۱۴

مسلمان کہتے ہیں مانجے پچائے  
 یہ تعلیم ہے دین و مذہب کی دشمن  
 جو کلج میں دینے کو سمجھے اکارت  
 جو کہتے ہیں بے مصلحت ہر کلج  
 وہ دشمن خدا کا وہ دشمن نبی کا  
 غرض اہل اسلام میں ایک یہ ہیں  
 کہاں یہ لیاقت کہ دولت کمائیں  
 پھر آئی بھی گرفت کی بات دولت  
 نہ شرم و حیا ہے نہ غیرت نہ دیں ہے  
 ہو او ہو سنے جو ڈالے ہیں پھندہ  
 تعلق نہیں انکو مطلق خدا سے  
 تو ایسوں سے کلج کا تائیم کرانا  
 مگر اس نے ہمت خدا نے مدد کی  
 فقط غم صادق کے ہیں یہ نتیجے  
 پیسے لیکن سکے سکے  
 سو کلج کی حالت ابھی ڈھلج کی ہے  
 غضب ہے کہ مسجد پڑی ہے اُدھوری

کہ تعلیم کے نام چلتے انگٹے  
 دیا اور بنے نار و فرخ کے ایندھن  
 وہ اتنے کا اتنا ہی ہو جائے غارت  
 گرے ایسے بہ کٹنے والوں پہ فلج  
 ہمارا تمھارا خود اپنا سبھی کا  
 بدوں کا تو کیا ذکر ہے نیک یہ ہیں  
 خوشا وقت اُن کے کہ میراث پائیں  
 تو غفل خرد ہو گئی سر رخصت  
 بس اک آپ ہیں اور دیو لعین ہے  
 تو بس ہو گئے عیش و عشرت کے بندے  
 اگر قوم مٹ جائے ان کی بلے  
 جوئے شیر کا تھا حقیقت میں لانا  
 جلا کی پڑی آگ رشک و حسد کی  
 کہ آخر مسلمان ریجھے پیسے  
 زبان و دہاں تھاک گئے بجتے بجتے  
 بنی کیسیا پر کسر آج کی ہے  
 بتاؤ ضروری ہے یا نا ضروری

کھلی آخرش وجہ پستی حالت	جہالت اجمالت اجمالت اجمالت
زمیں بدلی بدلا ہوا آسمان ہے	زمانہ کی اگلی سی حالت کہاں ہے
یہ ریلیں سٹیمر کلیں تار برقی	بھلا ان کو کیا جانیں ہم لوگ شرقی
کوئی روز شاید کہ جاتا ہو خالی	کیوں پرکے لوگوں کے اذمان عالی
نہ کرتے ہوں اک تازہ ایجاد کوئی	ہے تم میں بھی اسے قوم ناشاد کوئی
وہی جانور ہیں وہی ہیں صفیوں	مسلمان سادہ راہی پرانی لکھیں
سرخشہ آبِ حیاں پیاسے	سبب کیا کہ لڑتے ہیں احمق خدا سے
گئے وقت شمشیر و تبر کے	بس اب در دور سے ہیں علم و ہنر کے
گو ٹرنٹ کے کابجوں نظر کی	تو پیٹر کی بولے جو پوچھی سر کی
یہ ٹھہری کہ کیوں بار منت اٹھائیں	مسلمان آپ اپنا کلج بنائیں
مگر اپنا کلج بنائیں تو کیسے	کہاں پائیں اسکے لئے نقد پیسے

۱۔ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ سید احمد خاں نے ولایت سے واپس آکر علی گڑھ محمدن کلج کھولنے سے پہلے ایک مضمون شہر کیا کہ مسلمان انگریزی تعلیم سے کیوں متنفر ہیں اور اس مضمون کے جوابوں پر انعام تجویز کیے۔ جواب مضمون کے بہت سے رسالے لوگوں نے لکھے اور آخر کار ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو ان کے اپنے کلج کی ضرورت ہے ۱۲

۲۔ تھیوستان قسمت راجہ سودا زہر کمال کہ خضر آبِ حیاں تشنہ می آرو سخن ر ۱۱۲

۳۔ سلسلہ سخن کے لئے مضمون کو یوں منتظم کر لو کہ جب مسلمانوں کی پستی حالت کی وجہ ان کی جہالت ثابت ہوئی تو خیال آیا کہ سکھوں نے تعلیم کا بیجا باری انتظام کیا ہے۔ جگہ جگہ سکول ہیں کلج ہیں یونیورسٹیاں ہیں غرض مسلمان تعلیم بہتر کچھ مہیا ہے۔ لیکن ان میں ایک نقص ہے جس کو آگے بیان کیا ہے ۱۲

نہ اسکی سی اعلیٰ عمارت کہیں ہو  
 پروفیسر اسکے گرجے برستے  
 ہر اک فن میں ہوان کو کامل بصیرت  
 ہر اک بورڈ پاس ایسا مکان ہو  
 بہت لوگ ہیں ہکوٹھ سرف بتاتے  
 ہمیں پاس اسلام کا پڑا ہے  
 تو جو چیز اسلام کے نام کی ہو  
 نہیں ہم کہ ہو جائیں غرض ال کھا کر  
 بہت دور ہیں ہم نراسوں کی آسین  
 رہیں گے تو ہم موکے برتر رہیں گے  
 اگر چند شخصوں نے زحمت اٹھائی  
 لگی نوکری خوب کھایا کھلایا  
 یہ سب مدد سے ہیں فضول اور زوائد  
 رہے ہم تو ویسے ہی بدتر کے بدتر  
 نہیں کہتے ہم ست پڑھاو پڑھاؤ  
 دلوں میں بھروان کے اونچے اراد  
 حیمت وہ اسلام کی جوش مارے

جو کلج کی خوبی ہو وہ سب یہیں ہو  
 اگر ڈبل پے پر بھنی مل جائیں ستے  
 ہوں انگریز لیکن مسلمان سیرت  
 کہ آسائشیں جسم و آرام جاں ہو  
 پر اے کاش وہ اصل مطلب پاتے  
 کہ اس کا خدا رکھے رتبہ بڑا ہے  
 وہ ایسی ہی عزت کی اور کام کی ہو  
 اگر ہم جتیں گے تو تر مال کھا کر  
 بجھیں اُنوسے روزہ داروں کی پسین  
 وگرنہ اسی رنج میں مر رہیں گے  
 اور آخر کو بالفرض ڈگری بھی پائی  
 مگر قوم نے اُن سے کیا نفع پایا  
 کہ شخصی منافع میں ذاتی فوائد  
 بنائیں گے یہ قوم کیا خاک تھر  
 مگر دوستداراں امت بناؤ  
 کہ لے بندے لے تجھ کو نیکی خدا سے  
 کہ سب اقیوں کو لگا دے کنارے

وہ کن کا خدا ہے کہ جس کا یہ گھر ہے	نہ دیوا ہے اور نہ چھت ہے نہ درہر
پراپنے گھروں سے ملا کر تو دیکھو	نہیں کہتے مسجد بن کر تو دیکھو
وہی پھیکا پکوان دوکان اوپنچی	یہ مسجد اور اللہ کی شان اوپنچی
وہ بے چارہ نے گھاٹ کا اور گھر کا	ٹھکانا نہیں ہے کہیں بورڈر کا
لکھانے پڑھانے سکھانے کے لائق	بہت سے ہیں تعلیم پانے کے لائق
تو کیا قوم ہے ان کا کچھ حق نہیں ہے	وے دسترس انکو مطلق نہیں ہے
کہ ہم تھک گئے نصف منزل پہاگر	کوئی لیچلو ہکو کندھے چڑھا کر
بنو خضر بڑا لگا دو کنارے	بہت پاؤں پیٹے بہت مات مارے
کہاں تک کھایت کسے کل انگوٹی	لب بام دور اور کھنڈ اپنی چھوٹی
ابھی ہسکود کار ساماں بہت ہیں	بہت آرزوئیں ہیں رماں بہت ہیں
ہو تعلیم کا اک چمکتا ستارا	یہ جی چاہتا ہے کہ کالج ہمارا
ہمیں اسل یورپ کا ثانی بنائے	کہ ہمکو ترقی کا راستہ دکھائے
اس حبسے ٹنگر کو پھر آباد کر دے	دلوں کو خوش و خورم و شاد کر دے
لگے لہلہانے کھڑی یا پڑی ہے	یہ لکھیتی جو مدت سے سوکھی پڑی ہے

یعنی یوں تو مسجد کے بنانے والوں کو جناب سول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ جو اللہ کے لئے دنیا میں مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اُسکے لئے جنت میں ایک گھر بنوا دے گا تو خیر اس بشارت پر عمل کرنے کو چاہئے جس عقیدت یگراتنا تو کر دے کہ اللہ کے اس گھر کو جو علی گڑھ محمدن کالج میں ہی بیٹے مسجد کو اپنے گھروں مقابلہ کر کے دیکھو کہ تمھارے گھر اچھے ہیں یا یہ خدا کا گھر جس کی نہ دیوا ہے اور نہ چھت ہے نہ درہر ہے ۱۲

سپاہی اور اہل تہلم ہو کے نکلیں	سٹوڈنٹس تیغ و دم ہو کے نکلیں
نخل جاتیں کو سول جو چلنے پر آئیں	محنت شقت سے جانیں چراتیں
طبیعت میں جودت حواسوں میں ہی	ہی ہے جو مشاقی صبح خیزی

جب سے مسلمانوں کی روئی دھنکی جانی شروع ہوئی یعنی جب سے رفاہر پیدا ہو کے لا اور بوٹھے ہیں تو کیا رفاہر کے لحاظ سے ابھی بچے ہی ہیں۔ جیسے سامنے جنم لیا اور ہمارے ہی سامنے بولنا کیلئے آئے اور صرف تب ہی سے مسلمانوں کے عیب و صواب پر نظر پڑنے لگی۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مذہبی اہم اور تعصبات انکو دنیا میں پنپنے نہیں دیتے۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ انجو انگریزوں سے اور ہر چیز جو انگریزوں کو چھو گئی ہے نفرت اور گریز ہے۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ مگر سے پیر باندہ کر دیا میں رہنا چاہتے ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ علوم جدیدہ سے جوش طر زندگی قرار پائے اور پاتے چلے جاتے ہیں نا وقت محض ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ کم ہمت بلکہ بے ہمت اور کال ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ ان میں خود غرضی اور پھوٹ اور نا اتفاقی ہے۔ غرض تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ مسلمان چیڑیاں بھرے کباب ہیں معلوم ہوئے پیچھے جھکے دلوں میں قومی ہمدردی اور اسلامی محبت تھی بعض اپنے دلی تقاضے سے اور بعض دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی اپنی جگہ رفاہر کی تدبیریں کرنے لگے۔ جگہ جگہ مدرسے بن گئے۔ انگریزی کلاسوں میں مسلمانوں کی شکلیں دکھائی دینے لگیں بعض نے ڈگریاں اور ڈگریوں کے ساتھ نوکریاں بھی پائیں۔ بعض نے میرے خلاف نئے انگریزی طو طریقے بھی اختیار کر لیے۔ کتنی آنجنیں بن گئیں۔ کتنی سوسائٹیاں کھڑی ہو گئیں۔ اخباروں کی حالت در نیکیو لریٹر پچر (زبان اردو کی ہلنا پردازی) کی ٹون (لے) بدل گئی۔ مذاق پلٹ گئے۔ سروں میں درہی کسج خیالات گونجنے لگے۔ غرض رفاہر کی لائین (رستے) میں کچھ بلکہ مجھے کہنا چاہیئے بہت کچھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ اور بیا محض کچھ سن جتنا چاہا ہے۔ مگر ایک سچا ہجو جس پر رفاہروں نے پورا پورا زور نہیں دیا۔ اور مسلمانوں کے کان اُسکے لیے اجماعی طرح سے نہیں کھولے گئے وہ کیا ہے؟ مارشل سپرٹ (سپاہیانہ مزاج) میں اسکو قوم کی لائف (زندگی) سمجھتا ہوں۔ یہ ہے تھرمائیٹس امر کی شناخت کا کہ قوم مگرئی یا زندہ ہے اور زندہ ہے تو اُسکیستنی جان ہے۔ قوموں کا عروج اور تزلزل ایک معمولی بات ہے۔ اور جب سے دنیا کا آغاز ہے تب ہی سے اس انقلاب کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مگر تاریخ ہکو پورا پورا یقین لاسکتی ہے

ہماری غرض اور غایت یہی ہے  
تو فرماتے کس کی منزل کڑی ہے  
ہم سے اور نکلے طریقے جدا ہیں  
اگرچہ ابھی کورس میں منحصر ہیں  
دکھائیں گے گراپ گئے مال زر ہم  
ہو کالج میں یہ امر بالشان مُستَم  
سٹوڈنٹس پر ایسی حاوی نظر ہو  
وہ دسپلن اور ضبط اوقات سیکھیں  
ہو عنوان خطبوں لگانے سے ظاہر  
جودل میں ہو صاف اسکا اظہار کریں  
ہو قومی محبت دلوں میں سمائی  
کیا ہو جو کالج نے ہمسوار کچھ  
نمونے ہوں شاگرد استاد دونوں  
کچھ ایسا وقار اُن میں آیا ہو پڑھ کر  
ہو کر حاصل مہند آمد کسی کی  
مطیع اولی الامر و منقاد ہوں وہ

ہم سے سفر کی نہایت یہی ہے  
ہمیں قوم کی۔ اِن کو اپنی پڑی ہے  
اکہ ہم عرش پر لوریہ تحت الشری ہیں  
اگر ہم فقط وقت کے منتظر ہیں  
اڑیں گے۔ بکالیں گے جب بان پر ہم  
اکہ تعلیم پر تربیت ہو عزم  
کہ گر خواب دیکھیں تو سب کو خبر ہو  
شریفانہ طرزِ مہاراست سیکھیں  
طبیعت کی نیکی قیافے سے ظاہر  
خطا ہو گئی ہو تو تدارک کر دیں  
وہ اسلام کے نام پر ہوں فدائی  
کریں اپنے بیگانے سب پیاراں کو  
تو پھر دین و دنیا ہوں آباد دونوں  
کہ آپ اپنی عزت کریں سب سے بڑھ کر  
نہ بن آئے اُن سے خوشامد کسی کی  
رحایے محکم و آزاد ہوں وہ



یہ چراغ ابھی تک ٹمٹما رہا ہے مگر چہم ان کو سخت ملامت بھی کرتے ہیں کہ وہ اس قوت سے اکثر نہایت نامناسب طور سے کام لیتے ہیں۔ مارشل سپرٹ فی نفسہ بڑی عمدہ چیز ہے اور اس میں بُرائی ہی تو یہ ہے کہ وہ نااہلوں کے لئے نہیں پڑی ہے۔ اگر اس بُرائی کی نظر سے مارشل سپرٹ کے دہانے اور کچل دینے کی صلاح دی جائے تو اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے بعض لوگ تعلیم نسواں کے مخالف ہیں اس خیال سے کہ ایسا نہ تو مستورات لکھنے پڑھنے کی قوت سے نامناسب کام لیں۔ تو کیوں نہیں ہاتھ خشک کر دیتے جائیں کہ ایسا نہ تو کسی کو ماریں۔ کیوں نہیں انھیں چھڑ دی جائیں کہ ایسا نہ تو نظر بُری جگہ پڑے۔ مگر مارشل سپرٹ کو عوام بے طور پر کام میں لاتے ہیں تو اس کا الزام کس پر ہے؟ خواص پر۔ جن کی مارشل سپرٹ آرام طلبی اور بُری دلی اور کابلی کی وجہ سے منطقی ہو گئی ہے۔ اور وہ اس کو ریوٹو (دوبارہ زندہ) بھی نہیں کرنا چاہتے اور نہ عوام کے لئے تعلیم کا سامان ہم پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں کہ انکو نیکہ بد کی تمیز ہو۔ مارشل سپرٹ لوگوں کے آئینہ (اندازہ) میں ایسی ڈیسل ہو گئی ہے کہ وہ اس کو عیب سمجھنے لگے ہیں دوں مرتب شرافت۔ اور جب تک وہ صرف عوام کے ہاتھ میں ہے بے شک عیب ہے۔ اور دوں مرتب شرافت بھی ہے۔ لیکن میں جان تک غور کرتا ہوں جتنے زراعت سے جاتے ہیں مارشل سپرٹ کا ریوٹو اور فارم کرنا سب پر مقدم ہے۔ ہر چند یہ محل پوشیدگی باتوں کے بیان کرنے کا نہیں ہے۔ اور نہ میں ان معاملات میں رائے زنی کی لیاقت رکھتا ہوں۔ مگر تناظر و جانتا ہوں کہ اب بھی مسلمانوں کو لگے یوں ہی سی وقت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو اسی مارشل سپرٹ کے لحاظ سے کیا شمار کیا دولت۔ کیا لیاقت کل عتبارت سے ہم ایسے ضعیف ہیں جیسے مجھے مگر مارشل سپرٹ کا ایک خداوند ہمارے پاس ہے گو وہ سانپ اور کچھ کا ساونک نہیں ہے مگر خدا کی خدمت میں چین کرنے کے لئے کافی ہے۔ جو شخص اخبار پر نظر رکھتا ہے وہ جان سکتا ہے کہ پور وین پور رز (سلطنت مانے یورپ) میں کس درجے کا محاسن ہے۔ ہر چند بعض صلح پسند شیشمن (مستظمان ملک) کی تدابیر سے یہ آگ دہی ہوئی ہے۔ لیکن کیا جانیں کب بھڑک اٹھے گی۔ اگر خدا نخواستہ بھڑکے تو مسلمان نے تماشائی نہیں ہوں گے لیکن کون مسلمان؟ وہی جن میں مارشل سپرٹ ہے۔ نہ ہم ہنسنے لکھنے چند کہ جن میں کا ایک میں ہوں۔ باوجودیکہ نو برس حیدرآباد رہا ہوں۔ اور یہی سی عمر ہے مگر آج تک اپنے ہاتھ سے بندوق چھوڑنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مارشل سپرٹ کے عتبار سے اس کو چاہو میری عمر کے کارناموں میں گن لو کہ میں بندوق کی آواز سے ڈرتا نہیں مگر ٹاں چونکتا پڑتا ہوں۔ اور یہ بہت بھی اس سے ہوتی ہے کہ ہمارے یہاں ہر خدا ایک چھوڑ دو دو تو میں چلتی ہیں۔ دوپہر کی ایک اور رات کے ساٹھے نو بجے کی ایک۔ مارشل سپرٹ کو جیتا جاگتا رکھنے کے لئے گورنمنٹ کی پالیسی (نشا) کے لحاظ

کہ مارشل سپرٹ ہی اس انقلاب کا فیکٹر (مدار و معیار) رہی ہے۔ اسلام نے بھی اسی ٹیپل قاعدہ سے ترقی کی تھی۔ یعنی اُس وقت کے مسلمانوں میں مارشل سپرٹ بڑے زوروں پر تھی۔ پھر جب وہ سلطنت پر کمیش و آرام میں پڑ گئے مارشل سپرٹ کم ہوتے ہوتے سلطنت اُنکے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور اب جو کہیں کہیں کسی قدر برائے نام باقی ہے۔ چونکہ مارشل سپرٹ سے اسکو کافی مدد نہیں ملتی اسکا بقا بالکل بھروسے کے قابل نہیں۔ علی شفا جو حد حد کنائے پر تیلی ڈسٹانک کے جکود یا کاشا چلا جا رہا ہے۔ ع اگر ماند شے ماند شے دیگر نئی ماند لیکن کیا سلطنت کے ساتھ ہکو مارشل سپرٹ سے بھی صبر کر لینا چاہیے۔ اگر ایسا کریں اور افسوس ہے کہ ہم انیسواں صدی میں تو اس کے معنی ہوں گے کہ ہم پرسوں کے شتے کل اور کل کے شتے آج اور آج کے شتے اب ابھی مٹنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم میں سے مارشل سپرٹ نکل گئی تو فارم کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکے گی۔ مارشل سپرٹ کے نکلے پیچھے ہم میں غیرت باقی رہے گی نہ حمت نہ سلف سپکٹ (خود داری) نہ سلف ہلب (آپ اپنی مدد) نہ ترقی کی لگدگی۔ یہ امن جو ہر کورنٹ کے قتل عافیت میں حاصل ہو چکے چکے مارشل سپرٹ کو گھٹاتا اور کمزور کرتا چلا جا رہا ہے۔ اور مارشل سپرٹ کے گھٹنے اور کمزور ہونے کے آثار ہم پر مرتب ہو چکے ہیں۔ نہ ہم میں اگلی نسلوں کی سی توانائیاں ہیں نہ ویسی پھرتی ہے نہ ویسی جھاکشی ہے نہ ویسے مل مضبوط ہیں غرض ہم مسلمانوں کی مارشل سپرٹ سیکڑوں برسوں سے رو بہ انحطاط ہے ہم اپنے زمانہ سلطنت میں منے سے پڑے اینڈ اکیے۔ اب اس عہد عافیت ہمد میں مارشل سپرٹ ایسی غفلت کی نیند پڑی سو رہی ہے کہ بیچارہ کو کر وٹ بد کی بھی نوبت نہیں آتی۔ آدمی تو آدمی ہم دیکھتے ہیں دیوار پر جس زوے گیند مارو اسی زور سے دیوار گیند کو اچا دیتی ہے۔ یعنی جمادات تک میں ایک قسم کی مارشل سپرٹ ودیعت رکھی گئی ہے اور جانوروں میں تو ظاہر بات ہے کہ میوٹی پر پاؤں پڑ جاتا ہے تو وہ بھی الٹ کر کالے بدن نہیں ہوتی۔ گواخ کر دب کر اُس کا کچلا ہی کیون ہو جا گیا عقل جائز رکھ سکتی ہے کہ ایک فحش ایک ضروری اور بکار آمد قوت جو حافظہ نظام دُنوی ہے جمادات کو ملے نباتات کو ملے۔ حیوانات کو ملے۔ اور انسان اشرف المخلوقات کو نہ ملے لیکن واقع میں ایسا نہیں ہے۔ یہی مارشل سپرٹ انسان کا ہتھیار ہے۔ مگر نہ بتقاضاے مصلحت انتظامی ہم لوگوں سے ہتھیار لے لیتے مگر یہ ہتھیار یہ مارشل سپرٹ کا ہتھیار نہ ہم سے لیا جاسکتا تھا اور نہ مگر نہ لے اسکے لینے کا قصد کیا بلکہ متعلق حفاظت خود اختیار کا تسلیم کیا جانا اس سلاح کے رکھنے کا لینس ہے۔ اگر صرف خواص کے ہوتے پر ہی تو مارشل سپرٹ اب تک کبھی کی مسلمانوں میں سے ناپید ہو گئی ہوتی۔ مگر ہم اپنے عوام کے ہتھ لگ کر انہیں لگائی بدو

<p>تو کیوں کر یہ اتنا بڑا کارخانہ  سوا ایسے ہی کالج کی تدبیر میں ہیں  بڑا بھی سنیں گے کڑی بھی سہیں گے  تمھاری سی قسمت ہمیں بھی خداد  کہاں یہ مقدر نصیب ایسے کس کے  مگر تجھ پہ پنجاب فضل خدا ہے  برہمن نے مکر رسوئی بنائی  لڑائی نہ ٹنٹانہ جھگڑا نہ قصہ  ہوئی ہے کسی کو بھی یہ بات حاصل  عمارت میں کیلے بس اک انیٹ باقی  اگر بے دیتے پکودیدو گے دھکے  مدینے میں جا کر کے ہم دیں گے حنا  رسول خدا سے شکایت کریں گے  نہیں تم ہماری طبیعت سے آگاہ  ہم اک اک سے اور اُسکے اچھے سے  نہ کیوں لیں کہ تعلیم کے پیشوا ہیں</p>	<p>کہ کھپ جائے قاروں کا اس میں خزانہ  اٹھائیں گے نخعے جو تقدیر میں ہیں  پہ کالج تو ہم بھی بنا کر رہیں گے  کہ لے قوم اور سید احمد و عابد  کہ اکیر مہمان ہو گھس میں جس کے  کہ نازل تیرے سر پہ قومی ہے  اور آخبر کو لالہ نے کھائی اُڑائی  ہو تکمیل کالج تمھارا ہی حصہ  الگا و لہو اور شہیدوں میں حنسل  پلاتے تے تو ہو درد بنستے ہو ساقی  تو فریاد لے جائیں گے ہم بھی سکتے  تو اُس وقت پر کوئی شکوہ نہ کرنا  نہ ہم پھر کسی کی رعایت کریں گے  ہم۔ اور بے یارے جا میں تنگ  برے دل سے دے یا کہ اچھے سے  ہیں ان کالج ہیں قومی گدا ہیں</p>
---	---

۱۷ من سے مراد وہ سخاوت میں عیب را کیا است کی سن ہے نہ وہ ہیں جو انگریزی قول  
کی متعارف ہے ۱۷

نہ شطرنج و کج سیفہ کی بازیاں ہوں	اچھل کود ہو اور کلا بازیاں ہوں
ہر اک بات میں اُن کی کردار مردی	نر لکت ہو اُن کے لینے عار مردی
تکلف سے دُور اور تصنع حاری	بجالائیں خود اپنی خدِ سگراری
نہ کاہل نہ عاجز نہ بے ست پائیں	یہی لوگ مخمُوم خادم نمائیں
یہ کلج ہے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں	کچھ اب سمجھ کیوں ہم قوم چاہتے ہیں
اگر ٹل ہے یا باغ ہے یا کو ا ہے	کوئی کام دنیا میں بے زر ہو ا ہے

۱۰

جو ہم کر سکتے ہیں اور جو چھو کرنا چاہیے یہی ہے کہ ہم مردانہ مار کھیلوں کو تعلیم کا کپلسری جھکٹ (مضمون جبری) قرار دیں جیسا کہ بمنے علی گڑھ محمدن کلج میں کر رکھا ہے۔ اس سے سُلمان لٹکے ڈل (داحی) اور آئیڈل (دشت) نہیں ہونے پائینگے۔ ان کی صحت بدنی محفوظ رہے گی۔ آئندہ نسلیں تو انا اور چونچال ہوں گی۔ بغیر یہ لوگ بٹے اور گیند سے کھیلیں گے اور آئندہ شاید ایسے مواقع پیش آئیں کہ بٹے کی جگہ تلوار ہو اور گیند کی جگہ سرنگر کن کے دشمنان ٹین گونز کے۔ غرض سپاہی اور اہل قلم سے میری مراد یہ تھی جو میں نے میان کی ۱۲

۱۵ یہی اچھل کود ہے جو کوشچ ابراہیم ذوق نے بڑی حسرت کے ساتھ یاد کیا ہے فرماتے ہیں ۷

عمد پیری نے چڑایا دوڑ چلا کودنا      ہائے طفلی کھینا کھانا اُچھلنا کودنا

اُچھلنے کودنے کا مثنوی ظفر نے کیسے عرصے لفظوں میں کہا ہے ۷

ایک وقت تھا کہ ٹوٹتے تھے دہت دو دو کے  
پھر ہو اگر زرنے لگی کھیل کود کے  
اب حال یہ ہے عالم پیری میں نے ظفر  
باقی نہیں عا س ہی گنت دشمنوں کے

۱۷ و سب سے اہم کے کانفرنس میں علی گڑھ محمد کلج کے تمام طلبہ باوجود کے کہ ان میں اکثر خوشحال اور معزز تھے کانفرنس کے مہمانوں کی کل خدمتیں اپنی ذات سے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ رات کی باجانی بختہ میں ان کو کوئلے برتنوں دیکھ کر علی گڑھ محمدن کلج کی قدر معلوم ہوتی تھی کہ یہ بھی کیا جگہ ہے جو ترکوں کو کھنے پھینے کے علاوہ جبری اور بے تکلف اور لٹسارے بنائے

یہ وہ لکچر ہے جو مولوی صاحب نے مدرسہ بیہی کے

پانچویں سالانہ جلسے پر دیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لیکن خیال میں نہیں آتا کہ کیا کروں  
قانون شیخ مولوی اور طب پڑھا کروں  
یعنی کہ بات بات چھب گڑوں کروں  
سالانہ امتحانوں میں اول رہا کروں  
تمغا ملے تو فخر سے زریب قبا کروں  
مشق علاج کے لیے نسخے لکھا کروں  
لیکن حیات کہتی ہے میں بھی فاکروں  
عبد الحمید خان کی مدح و ثنا کروں  
میں وہ نہیں کہ جھوٹ کہوں دعا کروں  
گو عمر بھر قصائد مدحی کہا کروں

آیا تو ہوں کہ کچھ حق خدمت ادا کروں  
کٹوا کے سینک خیر سے بچڑوں میں آلوں  
جو کچھ پڑھائیں کاوش و تحقیق سے پڑھوں  
تحصیل طب میں محنت و رحمت کی ادا دوں  
انعام میں کتاب اگر دیں تو صبر و شکر  
حاضر رہوں مطب میں بلانا صبح و شام  
آنکھوں کے بند کرتے گز جائیں پانچ سال  
اچھا اگر یہ ہوں نہیں سکتا تو کم سے کم  
یہ مدرسہ انھی کی عنایت کا فیض ہے  
ممکن نہیں ہے انکے فضائل کا عدد و حصر

از انجا کہ کلج کے ہم میں ٹرسٹی	ضرور آپڑی ہے ہمیں سرپرستی
ہم اپنے اُدھانے دیئے مانگتے ہیں	کہ تم سے تمہارے لئے مانگتے ہیں

بڑی گفتگو اور بہت بات ہوئی  
تو بھر دیجئے اب فقیروں کی ٹھولی

## حلاع

یہ لکچر منو زید طبع تھا کہ مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب نے ۲۸- اپریل ۱۸۹۴ء کی صبح کو مدرسہ طبابت ہری کے متعلق لکچر دیا۔ لکچر کے موقع پر صاحب فطی کشر بہادر اور صاحب ڈسٹرکٹ ج بہادر اور صاحب سرجن بہادر اور صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولس اور تقریباً کل حامیہ شہرینہ و مسلمان جمع تھے۔ مولوی صاحب اپنی علوت کے موافق بڑا لکچر دینے والے تھے مگر وقت اور موسم اور صاحبان انگریز کے لحاظ سے صرف ایک گھنٹے کی قدر لکچر دیا۔ لکچر میں روداد جلوسہ رطب سے شروع کیا گیا۔ مگر یہاں پر لکچر کی تکمیل کی غرض سے اپنے طور پر اس کا پھپھوانا ضرورتاً چھ لکچر معارف طبع لکچر ڈسپنشن دیا گیا۔ ہنسنے دونوں کو ساتھ کے ساتھ پھپھوایا۔ اور طبی لکچر کا جسم زیادہ بھی نہ تھا کہ اس کو برآسہا رسالہ جدا گانہ بنایا جاتا۔

راقم ہند محمد نذیر حسین عفی عنہ  
تاجر کتب ہری بازار دریا کل

کیا میرا سچا ہے کہ ناحق بگاڑوں  
بس اتنے کام کا ہوں کہ لکچر دیکھوں  
اس مدرسے کے حق میں خدا سے دعا کروں  
طبی سکول چھوڑ کے کلج بنا کروں  
دارالشفاء کو رد کش داراللبقا کروں

تجھ کو قسم ہے سننے کی اور مجھ کو بات کی  
القصد میں عجب عجب پیچکارہ ہوں  
سعی الرعیسم اگر نہیں جہد قتل تجھے ہے  
پیدا ہو غیب سے کوئی مرد خدا کیس  
انوسٹ کر دوں اُس میں کھایت کی قدر خند

اگر میں اس قسم کی باتیں کروں کہ مدرسہ طبیہ دہلی کا پانچواں سالانہ جلسہ ۲۸۔ اپریل ۱۹۹۷ء کی صبح کو مدرسے کے بانی مدرسے کے سکریٹری مدرسے کے پروفیسر مدرسے کے الفاؤم ٹیگاینے مدرسے کے ہم دوست اور ہمہ ازوست حکیم عبد المجید خاں کے مکان میں منعقد ہوا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر سب دہ کرسی صدارت اور اسکے صاحب اور ڈھکے صاحب اور فلاح صاحب یعنی کریم فدی سوسائٹی آف ڈہلی (روسائے شہر دہلی) محمد نزاریز ول آریز ہندو (مسلمان اور ہندو) رونق افغان جلسہ تھے۔ سکریٹری نے خوش کھانی کے ساتھ بے مکان رپورٹ پڑھی۔ صاحب ڈپٹی کمشنر نے اپنے دست خاص سے کامیاب طلباء کو تحفے اور انعام تقسیم کیے اور جلسہ بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ تمام ہوا۔ اگر میں اس قسم کی باتیں کروں تو میں آپ اپنے تئیں ملات کروں گا کہ میں لکچر اسکے ڈیوٹی کے ادا کرنے میں قاصر رہا۔ ایسی باتیں تو ایک سٹریٹ نیو اخبار کا ٹیکل رسالہ بھی کر سکتا ہے اور مجھ سے بہتر کر سکتا ہے میں چھلے بھی اسی مدرسے کے کسی سالانہ جلسے میں کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں اور خدا جانے کتنی بار اور کہوں گا کہ مدرسہ طبیہ کے جلسوں میں لکچر دینے کے لئے چاہیے فریوئل تین (طبابت پیشہ) اگر وہ طب یونانی اور انگریزی ڈاکٹری کا جامع ہو تو سبحان اللہ۔ نور علی نور۔ ورنہ نرا ڈاکٹر ورنہ نرا طبیب۔ گندم اگر ہم نرسو جو غنیمت ست۔ مگر نہیں معلوم ایسا لکچر ہم نہیں پہنچتا یا کسی مصلحت کے لئے لکچر نہیں کیا جاتا۔ لاکر کمر اکڑیتے ہیں مجھ کو۔ کہ میں خوش قسمتی یا بد قسمتی سے ڈاکٹر جو کچھ میں بے مد طبابت عمر طبعی کھائے آگاہوں میں تو اپنی خوش قسمتی ہی کہوں گا) غرض لاکر کھٹے لاکر دیتے ہیں مجھ کو۔ کہ میں اپنی خوش قسمتی سے اتنا بھی تو نہیں جانتا کہ طبابت ہی کس مرض کی دوا۔ اس مجبوری پر نظر کرو کہ گندم اگر ہم نرسو جو غنیمت ست کی جگہ یوں کہنا چاہیے گندم اگر ہم نرسو جو غنیمت ست۔ اب جو میں کہتا ہوں اس سے زیادہ نہیں کہ



احسان کا انکے کس سے عوض ہوسکے مگر  
لیکن نہ اپنا شیوہ خوشامد نہ ان کا عجب  
ایک کام اور بھی ہے اگر مجھے بن پڑے  
مل جائے کوئی گانٹھ کا بھر پور سادہ دل  
پھر بعد معرفت کے بڑھے اُس سے ربط و  
افسانے میں کہا کروں اور وہ سنا کرے  
صحبت ہو سازگار تو کدقت خاص میں  
طرز سخن میں جادوے بابل رنگ دس  
طبیہ مد سے کے بیاں کر کے فائدے  
وہ یا تو چھوٹتے ہی ٹکسا جواب دے  
یا وعدہ جو کہ تا بہ قیامت وفانہ ہو  
کیونکر ہو کس کے دل سے ہو سطحِ خفیا  
واللہ مجھ سے ہونیں سکتا دہو کار خیر  
گر کہنے پاؤں قوم کی خانہ خرابیاں  
دیوار و در کو جو بد ہو گجائیں چھپکیاں  
اے قوم تیری ہمت و غیرت کو کیا ہوا  
ہر قوم (ماے قوم) ہے مصلق صوم و حکم

بہر جزا حوالہ بذاتِ خدا کروں  
کیوں ترک وضع کر کے انھیں نہ مہر کروں  
پھر پکے اپنے آپ پہ صدقے ہوا کروں  
لگ چل کے اُس سے اپنے تئیں آشنا کروں  
وہ میسے دل میں اور میں سکے میں جا کروں  
مذکور وہ کیا کرے اور میں سنا کروں  
اظهارِ مطلب و عرض و دعا کروں  
الفاظ میں کرشمہ بمعجزہ بنا کروں  
چندے کی اُس سے آرزو و تہا کروں  
یا چپ رہے کہ میں اُس سے بیٹھا کروں  
کچھ خضر تو نہیں کہ ہمیشہ جیا کروں  
آئین و طرز و عادت و شان گدا کروں  
مثلِ فقیر نہ تھکے پسا روں صد اکروں  
محل میں شورشیوں ماتم بپا کروں  
گر حال زار قوم پہ قصدِ بجا کروں  
تو ہے قصور دار تو کس کا گلہ کروں  
ناخن کہاں سے لاؤں کہ عقدہ واکروں

ایک چلہ بھر کھاتو تا زسر فوجان ہو جاؤ۔ انگریزی اخبار میں بہت سی دعاؤں کے اشتہار نظر سے گزرتے رہتے ہیں مگر میں ہمیشہ ایسی ترغیبات کے دفع کرنے کے لیے دل میں کہہ لیا کرتا ہوں کہ میں لندورا ہی بھلا ہوں مجھے جینے تو دو۔ سو اگرچہ میں خدا کے فضل سے بہت کم بیمار ہوتا ہوں بلکہ نہیں ہوتا۔ لیکن بالانہمہ میں آپ کی حد آپ کے دست شفا کا ایسا ہی معتقد ہوں جیسے آپ کے سدا کے روگی میں اپنے اوپر آزماتا نہیں تو ہمیشہ دیکھتا اور ستارتا ہوں۔ آپ کے ایسے معرکوں کے حکمی علاج جنہوں نے مجھ کو طب یونانی کا گرویدہ بنے غرض کر رکھا پس میں آپ کا اسی قسم کا مرید ہوں کہ آپ کے ماتہ پر بیت تو کر لی اور آپ نے ریاضات اور مجاہدات کے رستے پر لانا چاہا تو آپ کا کلاہ و ثجرہ آپ کے حوالے کیا میں کیا۔ آپ کی نسبت کوئی شخص ہم بھی تو نہیں کر سکتا کہ آپ اتنی بات نہیں جانتے کہ آدمی کا بچہ کیونکر پرورش پاتا اور بڑا ہوتا ہے اس کو ایک وقت خاص تک و حملہ و فصا لہ ثلثون شہرا (اسکے ما کے پیٹ میں رہتے اور دودھ چھوٹنے کی مدت ڈھائی برس) غیب سے روزی ملتی ہے قطعہ

اے کریے کہ از خزانہ غیب	گروتر سا وظیفہ خورداری
دوستان را کجا کنی محرم	تو کہ بادشمنان نظر داری

پھر جوں جوں وہ بڑا ہوتا جاتا ہے اس کو نموا اور بالیدگی کے لیے خدا اور کار ہوتی ہے۔ اب ہم اس مثال کو منطبق کر کے دیکھتے ہیں آپ کے اس طفل دست پرورد در سبب سبب کی حالت پر۔ اس کی شیر خوارگی کے زمانے تک آپ کے پاس اپنی انفلوئنس (رسائی) کا الغاروں دودھ تھا لیکن اب اس بچے نے دانت نکالے ہیں کنار دایہ سے اتر کر دھڑنے پھرنے لگا ہے اور دودھ سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ نتیجہ کیا ہے اور اسکے سوا ہونا ہونا بھی کیا تھا کہ جیسا ہم نے اس کو اب سے دو ڈھائی برس پہلے دیکھا تھا دتنے کا دتنا ہی ہے۔ پھر مردہ۔ افسردہ مضحل۔ اونگھتا ہوا مکھی بھنک۔ میں جانتا ہوں کہ اگر دودھ کی کمی ہوتی تو آپ اے کو تاول پھنکو اگر بتیہ لڑودہ اٹا لیتے۔ مگر اس کو اب دودھ درکار نہیں تو فرمائیے کہ آپ نے اس معصوم بچے کے کھانے پینے کا کیا انتظام کیا ہے یا یہ بیچارہ سیطح مائے فاقوں کے تحلیل ہوا کرے گا۔

یہ لوگ جو جمع ہوئے ہیں بشمول سیران میں اکثر تماشائی ہیں آپ ہر برس رستکی سالگرہ کا جلسہ کرتے ہیں لوگوں کا کیا جاتا ہے مفت کرم و دشتن آئے۔ گپ شپ اڑائی۔ مفت میں لکھنے اٹھانے مبارکباد دے کر خدمت ہوئے۔ ان میں سے کسی کو اس بچے کی مانتا نہیں اور کس کو غیب کے بچے کی مانتا ہوا کرتی ہے۔ آپ تو مجھ سے بہت زیادہ عقل رکھتے ہیں گو عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں (زرنگی بقل ست زبال)

عام طور کے کچھ ریمارک کر دیتا ہوں۔ نہیں معلوم پروفیشنل مین انجوسٹین کرہنتے ہیں یا خوش ہوتے ہیں۔ پروفیشنل مین نمونے کے علاوہ ایک کڑا کاوٹ اور بھی ہے کہ طبیبہ سے کی سلور وگرس (دھیمی رفتار) یا کی بے سرو سامانی یا اسکی مایوسانہ حالت پر جو ریمارک کیئے جائیں ان کی نسبت ایسا خیال کیا جاسکتا ہے کہ اعتراض حق عبد المجید خاں پر اور ان کی کارروائی پر۔ اول تو میرا قصہ نہیں ہوتا لیکن اگر مہو بھی تو میں نہیں سمجھتا کہ عبد المجید خاں پورے کے ایسے ہلکے ہیں۔ اے جناب طبی مدرسہ اور عجیب طرح کا طبی مدرسہ۔ یونانی اور ویدکی اور انگریزی طبابت کو یکساں مرکب۔ جسکی نظیر نہ کبھی تھی اور نہ کہیں تھی اور نہ کہیں ہے۔ ایسا عجیب مدرسہ بنانے کا۔ یعنی ایجاد شکل بھی نہیں بلکہ ایجاد محال کل۔ بیڑا اٹھایا ہے تو اگلی میں سر دیئے پیچھے ہٹاؤں سے ڈرنا کیا۔ اگر آپ کا یہ خیالی پلاؤ پک گیا اور دنیا ایک عجائب خانہ ہو۔ اسچہ دروہیت نیا یاد کن۔ اس میں خیالی پلاؤ کا پاک جانا کچھ چنداں عجب بھی نہیں۔ اور پھر آپ کا خیالی پلاؤ۔ غرض آپ کا یہ خیالی پلاؤ پک گیا تو اسکا کریڈٹ (صلہ) بھی تو آپ ہی لیں گے۔ اس سچوں کے نسخے کے موجب بھی تو آپ ہی سمجھے جائیں گے۔ مسلمانوں کی چودھویں صدی کے بڑے رفیقا مراد بنی نوع انسان کے بٹے محسن اور بٹے شخص بھی تو آپ ہی کہلائیں گے۔ لیکن جب تک یہ خیالی پلاؤ پکے بگمانیوں کو دھواں اور اعتراضات کی چنگاریاں۔ اور طعن تشنیع کی حرارت یہ مصیبت بھی آپ ہی کو برداشت کرنی پڑے گی۔ کیا آپ قاعدہ جاری کرنا چاہتے ہیں کہ کڑوا کر ڈالتھو تھو اور بیٹھا بیٹھا ہپ ہپ۔ یہ طبابت نہیں کہ جو مریض مرنے لگا خدا کے نامہ اعمال میں لکھواتے اور جو اچھا ہوتا گیا اپنے خوارق العادات کی فہرست میں شامل کرتے گئے فیئر ڈیٹائی آف کالج بننا ہے۔ عشق ست ہزار گونہ خواہی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یکدم جو آپ نے شروع کیا ہو اسکا حال بھی آدمی ہی کا سا ہے۔ آپ کا مدرسہ عمر کا جو حصے کر چکا ہے اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اسکا انجام کیا ہونے والا ہے۔ قیاس کن زگلستان مین بہار مرا۔

اے حکیم عبد المجید خاں صاحب آپ مجھے معاف کیجئے گا کہ میں خدا خواستہ مخالفت یا شامت سے نہیں بلکہ دل سوزی سے کہتا ہوں کہ اس مسئلے کی افتاد توقع کے مطابق نہیں۔ اگر یہ مدرسہ سن طفولیت میں ایسا ٹھہرا ہوا ہے تو ہم اس سے بڑے ہونے کی اور بڑے ہو کر توانا و تندہرست ہونے کی امید نہیں کر سکتے ہیں خدا کے فضل سے نہ صرف علی الرغم طبابت یونانی۔ بلکہ ان سپاٹ آف انگلشن میڈسن ٹوڈ برغم انگریزی ڈاکٹری بھی بہت کم بجا رہتا ہوں بلکہ نہیں ہوتا اور اسکا سبب جہاں تک میں خیال کرتا ہوں یہی ہو گا کہ میں نے دوا اور علاج کا روگ اپنے پیچھے نہیں لگایا۔ مجھے بعض دست ترغیب دیا کرتے ہیں کہ فلاں جوب جاد میں

اہم پار ہے۔ سرکار جامی پڑانی ملکی عمارتوں کی مرمت کر کے انکو باقی رکھنا چاہتی ہے۔ سرکار ہندوستان کی صنعتوں اور دستکاریوں کو ترقی دینا چاہتی ہے سرکار ہمارے علوم و فنون کی بھی حفاظت کا دعویٰ کرتی ہے۔ سرکار جاتریوں حاجیوں کی آسائش تک کا انتظام کرتی ہے۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار ہمارے رسم و عراج اور سو پرشنز (اوانام) اور پری جوڈینز (تصبات) کا رپکٹ (دپاس) کتنی ہی تو طب یونانی نے اور خاص کر اس مدرسے کی طب یونانی نے جس میں انگریزی طبابت کا بھی کسیتدر شمول ہوا اور معتقد انگریزی طبابت کے معتقدوں سے اعضا فاضلہ زیادہ ہیں۔ ایسا کیا قصور کیلئے کہ اس کی امداد سے بالکل کھارہ کش ہے۔ مگر شاید گورنمنٹ کے کان تک پہنچا یا نہیں گیا۔ اور پہنچائے کون۔ یہی ہمارے ڈپٹی کمشنر۔ اچی گورنمنٹ تو بجائے خود میں کہتا ہوں کہ اگر لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ ڈپٹی کمشنر تہ دل اس مدرسے کی سرپرستی فرماتے ہیں تو مدرسہ طبیبہ آج سلف سپورٹنگ (دستنی پرمیننٹ) مستقل (گریڈڈ) (عظیم الشان) کا کج ہوا جاتا ہے۔ مگر اس بات کو لوگوں کے ذہن نشین کرنے کے لئے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر تہ دل اس مدرسے کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ سالانہ جلسوں میں شریک ہونے سالانہ جلسوں کی پریسیڈنسی کھنے سالانہ جلسوں میں انعام بانٹ دینے کے علاوہ کچھ اور بھی کرنا ہوگا۔ اور وہ کیا کرنا ہوگا۔ یہی ڈپٹی کمشنر صاحب ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری دانہ۔

اے حکیم صاحب فنڈز کی ونٹ آپکو ایذا تو ضرور دیتی ہوگی۔ مگر یہی فنڈز کی ونٹ ہی جس نے آپ کو میرے حلقوں سے بچا رکھا ہے کیونکہ میں جانتا ہوں مدرسے میں حبس خرابیاں ہیں سب فنڈز کی ونٹ کے سبب ہیں۔ اور میرا مونہ نہیں پڑتا کہ آپ پرمترارض کروں۔ اور جب خدا آپ کو فنڈز سے ستفنی کر دے گا تو پہلا شخص جو آپ کو تختہ چینیوں سے پریشان اور حق کرے وہ شاید آپ کا یہی نیاز مند ہوگا۔

کہتا تو میں بہت کچھ مگر صاحب ڈپٹی کمشنر مدرسے کی رعایت جب کریں گے تب کریں گے۔ میں تو سرورست انکی رعایت کرتا ہوں کہ انکو زیادہ ٹہیرنے کی تکلیف نہیں دیتا۔

آپ نے ضرور سمجھ لیا ہوگا کہ کس چیز کی وراثت اور کس بات کی کمی ہے۔ اسے جناب کی ہے حکومت کی انفلوئنس کی۔ ایک طرح کی حکومت خدا نے آپ کو بھی دی ہے۔ گلاب آپ کو تجربہ ہو گیا ہوگا کہ جس حکومت کو نصف الکرمیت کہتے ہیں وہ طبی حکومت نہیں ہے۔ بلکہ وہ حکومت ہے جو ہمارے صاحب ڈپٹی کمشنر لئے بیٹھے ہیں اور تفریح ہے الملک السیف پر۔ یہی وہ حکومت ہے جس کی ڈکشنری میں شکل و مصالح ڈمکلت اور اسپا بل اور اسپر بل اس قسم کے الفاظ ڈھونڈے نہیں ملتے بیشک ایسی مثالیں بھی ہیں کہ پرائیویٹ کوششوں سے بڑے کام سرانجام پا گئے ہیں۔ مگر اسے حکم صاحب ایسی مثالیں بھل گئی ہیں تو انگریزوں کی ولایت میں ہر میں کتا ہوں اور زور سے کتا ہوں۔ اور وثوق سے کتا ہوں اور مجھ کو کنسٹرکشن (مخالفات) کا ذابھی خوف نہیں کہ جیسے ہندوستان میں کوئی اس قسم کا کام بے مدد حکومت نہ چلا ہے اور نہ چل سکتا ہے۔ اور اگر کہیں پرائیویٹ کوشش کی کامیابی دکھائی بھی دے تو آپ بلا تحقیق یقین کر لیا کیجئے کہ حکومت اس میں ڈائریکٹری (بلا واسطہ) شریک نہیں تو انڈائریکٹری (بواسطہ) ضرور شریک ہے۔ آپ عام فائدے اور ضرورت کے کاموں میں کسی ایک کام پر بھی نظر کریں مثلاً ایک مختصر سی وارڈور کس ہی سہی کہ باوجودیکہ پانی مدارجیات ہو و جملناہن لاء کل شی جی۔ ہم لوگ بد رسوں کی کچھ تکاپو ہے اور پیتے ہی تھے اور پیسے کر کرتے اور مرتے ہی تھے مگر ممکن نہ تھا کہ وارڈور کس کا انتظام کر سکیں۔ اور یہی حال ہے مدرسوں کا۔ شفا خانوں کا۔ مشرکوں کا۔ پلوں کا۔ نہروں کا۔ ریلوں کا۔ نہ تو انہیں معلوم آئے ہوگا اثر ہے۔ یا اگلی ڈسپانک سلطنتوں کا نتیجہ ہے کہ سلف ہلپ کی صلاحیت سلب ہو کر ہم کچھ ایسے احادی ہو گئے ہیں کہ لا دو دو لادو لادنے والا ساتھ دو تب کہیں جگہ سے ہلیں تو ہلیں سرکار یعنی حاکم وقت کو ماباپ کنا ہمارے روزمرہ میں جنسل ہے۔ جسکے یہ معنی ہیں کہ ہماری تمام ضرورتوں کا مہیا کرنا سرکار کا کام ہے۔ ائے وہ ہمارے ہی پیسے سے کرے مگر کرے سرکار ہی۔

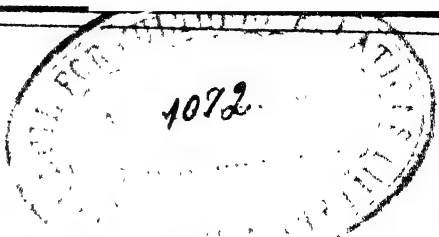
پس یہی آج کی بات آپ لکھ رکھیے گا کہ آپ کے منصوبے کی کامیابی موقوف اور منحصر ہے انضمام حکومت پر آپ کے مدرسے کے طالب العلم وقت کے جالینوس ہی کیوں نہ ہوں اور وہ حکمی علاج ہی کیوں نہ کریں اور تندرستی کے لیے ہی کیوں نہ لیں اور طب یونانی حنیفین فلیٹ سے نکل کر راج یقین ہی پر کیوں نہ پونج جاسے۔ اور سالانہ جلسوں کے عوض آپ روزانہ جلسے ہی کیوں نہ کریں۔ مارٹن طبیبہ جیسا کہ آپ چاہتے ہیں اور جیسے کا اپنے دنیا میں ڈھنڈو را پٹا ہو یہ تو بے انضمام حکومت چلتا چلتا نہیں آج کا آج اور کل کا کل۔ دی ڈیزاؤف دی گورنمنٹ آران کو پرنسپل جی کا ٹھیٹ ہندی ترجمہ ہے سکر کی نیل

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰																																																		

تصنیف حاصل اصل جناب قطب مولوی محمد زید احمد خان صاحب کی ترسیم شمع حواری جدیدہ کاغذ کی عمدگی اور  
چھاپہ کی صفائی نے خریداروں کے دلوں کو از سر نو شوق لایا ہے جن کے نام مع قیمت درج ذیل ہیں معصون سے خریدار

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۸	ایمانی یہ مولوی صاحب ممدوح کا جدید تصنیف کیا ہوا ہے	۲۴	مرآۃ السروس کاغذ ولایتی صفحہ ۲۴ مطبوعہ
۸	یعنی فرضی قصہ ہے ہمیں بیوہ عورتوں کے بکلی نہ کرنے کی	۸	النصاری دہلی (مضمون) مستورات کی فائزہ داری کے بیان میں
۱۰	دینی و دنیوی سہ بیان کھائی گئی ہیں قیمت فی جلد.....	۸	بنات النعش ترسیم شدہ کاغذ ولایتی مطبوعہ صبح الفضا
۴	رسم خط (مضمون) قواعد الملو انشا مبتدی بچوں کے لئے	.....	ایضاً کاغذ رسمی قیمت فی جلد.....
۲	نہایت عمدہ فائدہ پہنچا نیوالی اور بہت بکار آمد کتاب ہے قیمت	۸	توبۃ النصوح ترسیم شدہ مطبوعہ النصاری قیمت.....
۱۰	مالغیا کے الصرف عربی اردو زبان میں یہ کتاب	۱۰	محضات یعنی فائزہ بہت کاغذ ولایتی مطبوعہ مطبعہ النصاری
۸	مبتدیوں کے لئے نہایت بکار آمد ہے کاغذ ولایتی قیمت.....	۸	ابن الوقت مطبوعہ مطبعہ النصاری (مضمون) انگریزی
۵	ایضاً کاغذ رسمی قیمت.....	۱۲	وضع اور لانا بھی کے نقصان میں قیمت.....
۱۰	لکچر وکل مجموعہ یہ مولوی صاحب صوفیہ کے کل لکچر وکل	.....	موعظہ حسنہ مطبوعہ مطبعہ النصاری (مضمون) تعلیم مفید
۱۰	مجموعہ ہی جو انہوں نے وقتاً فوقتاً قومی مجموعوں انجمنوں اور مجلسوں	۱۰	نصیحت فرجام نامہ پیام قیمت.....
۴	میں لاہور دہلی اور علی گڑھ وغیرہ شہروں میں سے اور جبکہ	۴	مختار الحکایات (مضمون) حکایات و عجیبہ حال
۲	ایک حصہ بطور مجموعہ لاہور میں چھپا تھا مگر اُس میں صرف پانچ لکچر	.....	مطلب قیمت.....
۲	تھے اور ہم نے بڑی عزیزی اور محنت سے جون ۱۹۲۲ء کے کل لکچر	.....	چند پسند مطبوعہ مطبعہ افتخار دہلی (مضمون) ابدیوں کے
۲	بعد اصلاح و ترسیم مولوی صاحب ممدوح تیرہ لکچر وکل مجموعہ کر کے شخط	.....	پندرہ لکچر کی بعد کتاب میں اس لئے مفید مضامین جمع
۴	اور عمدہ کاغذ پر مطبعہ النصاری دہلی میں چھپوایا عربی اور انگریزی الفاظ	۴	کے میں قیمت.....
۱۲	کے بطور نوٹ کے لکھا ہیں کاغذ ولایتی قیمت علیہ ایضاً کاغذ رسمی قیمت.....	۲	صرف صغیر یعنی قواعد فارسی زبان اردو قیمت.....
۲	لکچر نمبر ۱۲ جو ستمبر میں مین ایجنٹ کے کثیر کے ساتویں سالانہ جلسہ پر	۱۰	نصاب خسرو یہ کتاب نصاب میں ہے قیمت.....
۲	لکچر نمبر ۱۵ جو ستمبر میں مین ایجنٹ کے ساتویں سالانہ جلسہ پر	۱	اتمام حجتہ یہ سالانہ نظم صلاح قوم کے بلے میں جو قیمت
۳	لکچر نمبر ۱۶ جو ستمبر میں مین ایجنٹ کے ساتویں سالانہ جلسہ پر	۸	مبادی احکامہ زبان اردو مطبوعہ افتخار دہلی (مضمون) علم
۲	لکچر نمبر ۱۷ جو ستمبر میں مین ایجنٹ کے ساتویں سالانہ جلسہ پر	۸	میں بہت عمدہ کتاب ہے جس کے صفحہ کو کثیر کاغذ انعام





## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دسمبر مہینا ہے تو سردی کا مہینا اور چاہیے تھا کہ ڈل (سست) ہوتا۔ لوگ اپنی اپنے گھروں میں آگ تاپتے  
 یار صابیوں اور سحافوں میں بے سکرے بیٹھے ہوتے۔ مگر برس کے بارہ مہینوں میں ایک ٹوٹی لینے دوڑ دوڑ پھرتا  
 شور و شغب غل غبار سے کا ایسا کوئی مہینا نہیں جیسا دسمبر۔ انگریز اگر اس مہینے کے آخری ہفتے عشرے میں  
 خوشی مناتے ہیں تو ان کا مذہب ہی تو مار ہے۔ نیوز (ہندوستانی) خوشی نہیں مناتے تو ان میں دو برسے بچھے  
 ہوتے ہیں ایک تو سی ایچ کیشنل کانفرنس جس میں یہ فقیر بھی اکثر حاضر ہوتا ہے۔ ثواب سمجھ کر نہیں کہ ان کی فقیہ  
 نہیں اور نہ صلاح دینے کی نیت سے کہ اتنی لیاقت نہیں۔ اور نہ لوگوں سے تجدید طاقت کے لئے کہ اسکا شوق نہیں  
 بلکہ سید احمد خاں کی ایک طرح کی عظمت دہلی میں بیٹھی ہوئی جو وہ بھی کچھ اسوجہ سے نہیں کہ سرہیں یاد اکثر ہیں یا سرکار  
 دربار میں ان کی بری لمبی چوڑی عزت ہے۔ یا ان کو مسلمانوں کا ایک گروہ من حیث المذہب رعاہ مانتا ہے  
 بلکہ اسوجہ سے اور صرف اسی وجہ سے کہ مسلمانوں کے سچے اور دلی خیر خواہ ہیں اور اپنی سمجھ کے مطابق  
 (اور جس نے اپنی سمجھ کے موافق کیا تو اس نے سب کچھ کیا) غرض اپنی سمجھ کے مطابق جہاں تک ہو سکا اور  
 ہو سکتا ہے افہام و تفہیم سے وعظ و پند سے دینے سے دلانے سے دلائل علی الخیر سے مسلمانوں  
 کی صلاحیت میں جان توڑ کوشش کرتے ہیں۔ یوں سید احمد خاں کی ایک طرح کی عظمت دہلی میں  
 بیٹھی ہوئی ہے۔ بلاتے ہیں تو نکال کر دیتے نہیں بن پڑتا۔ خیر تو نیوز کے دو برسے بچھوں میں سے جو دسمبر  
 میں ہوتے ہیں ایک تو یہ ہے ایچ کیشنل کانفرنس۔ اور دوسرا بھیڑ بھڑکے اور طعرات میں اس سے کہیں  
 زیادہ جس نے اپنا نام نیشنل کانگریس رکھ چھوڑا ہے۔ کچھ بھی ہو کانگریس ڈالے ہیں بڑے ہوشیار اور ان کو  
 بہت دور کی سوچتی ہے منجملہ اور تدبیروں کے جو یہ لوگ اپنی رونق کے لئے کرتے ہیں  
 ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے نام ایسا اختیار کیا ہے جس کو سن کر آدمی خواہی سٹھا ہی

# اشہاد

## رویائی صادقہ

اس وقت یہ سب اخیر ناول ہو جو مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب نے حال میں لکھا ہے اگرچہ مولوی صاحب کے کل ناولوں اور لکچروں میں مذہبی شان ہوتی ہو مگر اس شان کو عجب شان سے اختیار کیا ہے۔ صادقہ ایک عورت ہو جس کا دل غدا نے اس طرح کا بنایا ہے کہ وہ ہمیشہ سچے خواب دیکھا کرتی ہو اور ہر صادقہ علی گڑھ ٹیٹن کالج کا طالب علم فرض کیا گیا ہے۔ بی اسے پاس صادقہ ستر لزل العقیدہ ہے جیسا کہ عموماً انگریزی خواں طالب علم ہو کرتے ہیں صادقہ اور صادقہ ایک دوسرے کے ساتھ بیاہ گئے ہیں۔ میاں تو سنے والا بنارس کا ہے اور بی بی دلی کی بی بی کے تعلق سے میاں دلی میں رہنے لگا جہاں مذہبی اختلاف کا بڑا غل ہو۔ دلی کی سوسائٹی میں صادقہ کے مذہبی شکوک کو بہت ترقی ہوئی۔ شکوک کے ساتھ اس کی پریشانی بڑھی صادقہ نے ایک غائب کے ذریعے سے شکوک اور پریشانی کو رفع کیا۔ اس ناول میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ سچا اسلام بالکل عقل کے مطابق ہو۔ اور ہمیں شکوک اور شبہات کو دخل نہیں سکتا۔ قصہ کا خلاصہ یہ ہے۔ ضمناً قصہ میں جو دوسرے مفید مضامین آگئے ہیں وہ ناول کے دیکھنے سے معلوم ہونگے۔ ناول زیر طبع ہے غالباً یہ کاظم موسیٰ اے چار پانچ مہینہ میں چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ اس کی خریداری کی درخواستیں مطبع صدیقی دہلی میں بنام محمد نذیر حسین تاجر کتب آنی چاہئیں۔ ۶ شہرہ ۶۹۷ء

المشتر محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریا کلاں۔

ہاتھ سے نہ صرف ہماری بلکہ کسی کی بھی حق تلفی ہوئی نہیں اور ہوگی بھی نہیں۔ اور یہ جو بعض باتوں کی نم ہماری سمجھ میں نہیں آتی تو جب تک ہم خود گورنمنٹ کے پوزیشن (جگہ) میں نہ ہوں گورنمنٹ کی مشکلات کو ہم ہلانا نہ (بخوبی فہم) کر نہیں سکتے ہم پر گورنمنٹ کے احسانات اتنے ہیں کہ ہکوان ہی کی تشکرگداری سے فرصت نہیں ہونی چاہیئے پس سچاے اسکے کہ گورنمنٹ کی کاروائیوں پر بیٹھے نکتہ چینیوں کیا کریں ہمارے حق میں کہیں زیادہ مفید ہوگا کہ اس مبارک گورنمنٹ کی مہربانیوں اور فیاضیوں سے پورا پورا استفادہ کریں اور یوں آدمی ناحق ناروا بدگمانی کرنے پر آئے تو وہ ہر ایک بھلائی کو بڑائی پر ڈھال لے جاسکتا ہے۔ اب یہ تمھاری تعلیم ہی ہے کہ یوں گورنمنٹ نے ہمارے ساتھ بے انتہا ساوک کیئے ہیں مگر تعلیم کا سلوک گورنمنٹ کے احسانات کی بڑی لمبی فہرست کے سرے پر بڑے موٹے موٹے حرفوں میں جن کو اندھا بھی پڑھ سکے آپ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ یہ وہ سلوک نہیں ہے جو کبھی کسی بہتر سے بہتر حاکم نے اپنی رعیت کے ساتھ کیا ہے بلکہ وہ سلوک ہے جو کبھی کسی مہربان سے مہربان باپنے اپنے عزیز سے عزیز فرزند کے ساتھ کیا ہوگا۔ تاہم ایسے بہت لوگ ہیں خاص کر ہم مسلمانوں میں جن کے دل تعلیم کی طرف سے ابھی تک بھی صاف نہیں۔ یوں لوگوں میں طرح طرح کے اختلاف ہیں۔ زبانیں جدا جدا ہیں۔ ایک کی صورت ایک سے نہیں ملتی سب کی طبیعتیں یکساں نہیں۔

گھماے رنگ رنگ سے رونق جن | اسے ذوق اس جہاں ہے زیب اختلاف

لیکن یہ اختلافات باہمی دوستی اور محبت کے مانع نہیں ہوتے۔ یہ شریعت خدا نے کچھ مذہبی ہی اختلاف کو دیا ہے کہ اس کدورت کو کبھی دلوں سے نکلتے دیکھا ہی نہیں۔ برٹش گورنمنٹ ہندوستانیوں کے پیچھے کتنی ہی اپنی جان کیوں نہ مارے چاہیئے کہ یہ اسکا احسان حق قدرہ (جیسا ماننا چاہیئے) مانیں یا اسکی طرف سے پورے پورے مطمئن ہوں۔ کیا مذکور یہ نہیں کہ ہندوستانیوں کی طبیعتیں نا احسان مند اور بے مروت واقع ہوئی ہیں۔ نہیں۔ وہ کجخت مذہبی اختلاف اعتماد کے پیدا ہونے کا مانع ہے۔ اور کیوں نہ وجہ کہ اختلاف مذہب پر اختلاف ملک اختلاف قوم اختلاف زبان اختلاف رسم و عادی چند در چند اختلاف مستزاد ہوں۔ اور عام انسانی نیچرل و کینس (طبعی کمزوری) ہے اور خود انگریز اس سے کب بری ہیں الا ماشاء اللہ۔ سو ویسے ہی الا ماشاء اللہ ہم میں بھی ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ جو سید احمد خاں کو چھو بھی گیا ہے وہ بھی الا ماشاء اللہ میں ہے۔ جو لوگ گورنمنٹ کی طرف سے

دھوکے میں آجاتا ہے۔ خاص کر اہل یورپ جنکو سمجھنا مشکل ہے کہ دنیا میں ایک بد نصیب ملک ہندوستان بھی ہے جہاں نیشنلسٹ کا نام نہیں۔ اور اختلاف مذاہب کی وجہ سے خدا نے چاہا تو کبھی ہونے کا بھی نہیں۔ رفارمرٹس ۶ دماغ پیسہ بخت و خیال ہلست کیا کریں۔ اور یہی تو بڑا سبب ہوا کہ ہم مسلمانوں کو اپنی ڈیٹا اینٹ کی جدی مسجد بنانی پڑی ورنہ کیا اتنے لوگوں کا سر بھرا تھا کہ کانگریس میں تو نہ جائیں جہاں جیسا سنا جاتا ہے آتے جاتے کا کرایہ ملے ملے قدر مر تب ہر ایک کی آؤ بھگت اور مدارا ہو اور آئیں تو کہاں اس نخوس ٹ پونجے کانفرنس میں کہ سید احمد خاں ایک بلا و اتو بھیج دیتے ہیں وہ بھی شاید نام بنام نہیں اور پھر آئے پیچھے کوئی اتنا بھی نہیں پوچھتا کہ کون ہوا اور کہاں آئے ہو جہاں جکے سینگ سائیں پڑ رہا اپنی گرہ سے کھاؤ مہری کے چند سے دواہ جتنی توفیق ہو دینے والوں کی نہیں بلکہ لینے والوں کی بڑے میاں کی مذکر و اور رخصتہ۔ سید احمد خاں کا ماٹو (شعار) بھی سنا ہے آئے تو کیا لائے اور جاؤ گے تو کیا دیکر جاؤ گے چکو تھیون اور آسائش یعنی مہمان نوازی پر نظر کرو تو ایجوکیشنل کانفرنس میں آنے کے موجبات ترغیب کچھ بھی نہیں مگر شکر ہے کہ مسلمانوں کو اپنے نیک و بد کے سمجھنے کی عقل اگئی ہے یا اپنی عقل نہیں آئی تو ان میں ایک صحیح مرد آخر میں مبارک بندہ الیست سید احمد خاں ہیں اور مسلمان و بنیات میں نہیں تو دنیاوی امور میں اور سب نہیں تو جو سمجھ دار ہیں ان کی رائے پر عمل کرنے لگے ہیں۔ ہکو خدا نخواستہ ہندوؤں کے ساتھ ضد نہیں عداوتہ نہیں کچھ ہم ان کی مد مقابل نہیں۔ مردم شماری میں دولتیں بیاوتہ میں خدا نے انکو ہم پر برتری دی ہے تلک الا یام نذاولھا بایں الناس (یہ دنوں کے پھیر ہیں کہ لوگوں میں ہمنے ان کا چکر باندھ رکھا ہے) لیکن یہ ایک نیچرل (طبعی) بات ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی ہندیا کی خیر سناتا ہے۔ اگر ان لوگوں نے اپنے کچھ خاص حقوق قرار رکھے ہیں اور کانگریس ذریعہ سے ان حقوق کو لینا چاہتے ہیں تو چشم ماروشن دل ماشاد وہ جانیں اور ان کا کام جاسنے صحیح ہر کے مصلحتہ خویش بحومی داند۔ ہم تو ابھی اسی فکر میں پڑے ہیں کہ اپنے تئیں کسی حق خاص کا اہل بنائیں۔ غرض ہم میں اور ہمارے ہندو بھائیوں میں اتنا بڑا تفاوت ہے کہ وہ علوا خور دن کی کوشش میں ہیں اور ہم روئے باید کی۔ اور روئے باید بے تعلیم کے ہونے والا نہیں جس کے لیے یہ تمام دوسرے کیا جارہا ہے۔ لیکن اگر خدا کبھی وہ دن کرے گا کہ ہم روئے باید حاصل ہوگا تو کیا علوا خور دن کے لیے ہم اسی طرح چھلیں گے۔ ہر گز نہیں۔ ہکو برٹش گورنمنٹ پر پورا اعتماد ہے کہ اس کے

دھبہ نہیں گیا۔ ورنہ اصلی خوشی تو اُس دن ہوگی اور اُسی دن ہوگی جب تعلیم کو اور ٹھکرا اور پکا کر کر  
کیوں نہ کہوں انگریزی تعلیم کو مسلمان طلب العلم خریضہ علی کل مسلم (ہر مسلمان پر علم کا سیکھنا فرض  
ہے) کے نکتے میں داخل سمجھیں گے مگر وہ دن افسوس ہے کہ زمانے کی پچھل رفتار کے لحاظ سے اتنا دور  
معلوم ہوتا ہے کہ اس نسل اور اُس نسل کی نسل اور اس نسل کی نسل کو تو شاید دیکھنا نصیب ہو  
سجھا اگر پبلک مینٹلز (مجامع عام) میں شریک ہوئے کا شوق ہونا اور محکومیر کا شنس (ایمان) اُس  
کانگریس میں شریک ہونے کی اجازت بھی دیتا جو ان دنوں کا لے پانی کے اس کنارے مدراس میں  
جمع ہے یا سید احمد خاں کے سے قوی جانیے کا کوئی شخص ہوتا اور محکومیر بدست پکڑ بلاتا تو اس کانگریس  
میں یہ تو ضرور پز و پوز (تجویز پیش) کرنا کہ مسلمانوں کے لئے انگریزی تعلیم کو کمپلسری (جبری) کر دیا  
جائے ورنہ ان مسلمانوں کے اختیار میں چھوڑ دیا جائے گا تو بس یہ ایسے ہی کندہ ناتراش ہے  
جیسے ہیں یہ وہ ٹونہیں جو باگ کے اٹا سے چلیں۔ لگام کی ٹھکی سے چلیں۔ ٹھکاری سے چلیں  
ایڑے چلیں مہینے سے چلیں یا تازیانہ سے چلیں۔ ان کو چاہیے ادھی جوان کے ٹپوں کا مار کے قیمہ  
کر دے سو گورنمنٹ تماشا، اندایسی ڈرپوکے یا ڈرپوکے لفظ سے بوسے بخاؤ آتی ہو تو ڈرپوک  
نہ سہی محتاط ہے کہ جھوٹوں بھی مذہب کا نام آیا اور اسکے بدن میں تھر تھری چھوٹی۔ تو اس اڈیل ٹوکوا نکلیں  
زہا نکلیں سید احمد خاں۔ سو اُنھوں نے اپنی سی بہیری کی۔ بارے خدا کر کے وہ چھپے ہٹنا تو گیا ٹو  
آگے کو پانٹو بھی ڈالے گا مگر جھپکتے جھپکتے۔ سو یہ جھپک مذہبی جھپک ہے۔ نکلے بھی یا نہ بھی نکلے۔ کیوں  
جی اگر ہمارے دل کانگریس والوں کے سے ہوں تو کیا ہم شبہ نہیں کر سکتے کہ گورنمنٹ جو تعلیم کو  
کمپلسری (جبری) نہیں کرتی اسکی اصلی وجہ مذہبی تفریس (مداخلت) سے بچنا نہیں ہے بلکہ اصلی  
وجہ یہی ہے کہ گورنمنٹ ڈیڑی ہو کہ کہیں ہندوستانی تعلیم پا کر برابری اور مہتری نہ کرنے لگیں۔ وہی  
ہی آزادی کے دعویدار ہوں جو رعایا سے یورپینے بزور لے رکھی ہے۔ صناعی اور ہنرمندی کے بل  
پر یورپ کو مارکٹ سے مارہٹائیں اگر ایسا ہو تو یورپ کے حق میں قیامت آجائے وہاں کی خلق بھوکوں  
مرنے لگے۔ یہ اللہ تے جو یورپ میں ہو رہے ہیں سب متفرع ہیں ہندوستان کی جہالت پر کہ انکو سوئی  
اور پچک اور دیا سلائی اور ضرورت کی کل چیزوں کے لئے یورپ کے آگے ہاتھ پھیلا نا پڑتا ہے۔ رہی مذہبی  
مداخلت تو کچھ نئی بات نہیں۔ کیا گورنمنٹ نے سستی اور دختر نشی کے رواج کو حکماً موقوف نہیں کر دیا

بدگمان ہیں اگرچہ ناحق بدگمان ہیں ملک کی سرسبزی اور رونق اور امن اور اطمینان اور عافیت اور ترقی سے  
توانکار کر نہیں سکتے۔ وہ نہ آسمان کا بھوکا اٹا منہ پر آئے یہ مکہ مکرمہ کے پھولے پھولیا کرتے ہیں  
کہ انگریز سرسبز لکڑی کھانے والے ہیں۔ کوئی کام نہیں جس میں انکی ذاتی منفعت مضمر نہ ہو یعنی جو کچھ ظاہر  
میں ہلک کے فائدے کے لئے کرتے ہیں اس میں بھی تو پہلے اپنا فائدہ سوچ لیتے ہیں۔ یا اگر  
یہ تاویل بھی کرتے نہیں بن پڑتی تو جو چیز بوج و تحسین کے لائق ہے اسکی داد کے دینے میں بخل و  
مضاہقہ کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ مجھی سے لڑائی ہوتے ہوئے رہ گئی۔ انگریزوں کی صنعت و ایجاد کا  
مذکور تھا ریل کا نام آیا تو ایک صاحب بولے کہ خدا جانے کن مدتوں سے قسطنطنیہ میں حضرت سلطان  
روم کے جہ طبل کی لید وغیرہ اٹھانے کے لئے ریل کام میں لائی جاتی ہے کسی انگریز کی نظر  
پڑ گئی اور وہ ہنسنے لگا اٹھایا۔ بات تو کچھ نہیں مگر ایسی ہی ایسی باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ انگریزوں کی  
نسبتہ لوگوں کے کیسے خیالات ہیں۔ اور جب ایسے خیالات ہیں تو کیا وہ انگریزی عملداری کی قدر  
کریں اور کیا اسکی برکتوں سے مستفید ہوں۔ آدمی جب پریچوڈ سڈ (بدگمان) ہوتا ہے تو اس کو  
ایسی ہی ایسی بے نیکی سوچھا کرتی ہے۔ تعلیم پر تو بدگمانی کرنے کی خاطر اکوئی وجہ تھی مگر نہ ہی تعصب  
کی آگ بھڑکتی ہے تو زور و خشک بھی کوجلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ تعلیم پر جیسے جیسے حملے ہوئے  
اور ہو رہے ہیں کوئی سید احمد خاں کے دل سے پوچھے۔ اگر تعلیم شرط نوکری نہ ہو تو پارسیوں  
اور بنگالیوں کی تو کسی نہیں جانتی مسلمان بھائی تو بھول کر بھی اس رستے نہ چلیں۔ حال تو یہ ہے تو  
کیا کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی زمین میں تعلیم کے پودے نے جڑ پکڑ لی ہے۔ ہرگز نہیں کھینچا  
خبیثۃ اجتذت من فوق الارض ما لها من قرار (جیسے گندی جڑی بوٹی مٹی کے کلوں پر اوجھ  
کھڑی ہوئی جبکی جڑ نہیں) اس سے کہ علی گڑھ محمدن کالج ماشاء اللہ چشم بدو ریوٹا فوٹو مارونف پکڑنا جاتا  
ہے طلبہ کا شمار بڑھ رہا ہے نئے بورڈنگ ہوسوں (طلبہ کے رہنے کے مکانوں) کی سخت ضرورت  
ہے یا اس سے کہ یہاں کی دیجھا دیجھی برٹش انڈیا میں ہر طرف تھوڑی یا بہت تعلیم کی تحریک  
مسلمانوں میں ہو رہی ہے ان باتوں سے اتنی خوشی تو بیشک ہے کہ نوکری کی طبع ہی سے سی لایج  
ہی سے سی وہ اگلی سی مخالفت کچھ تو کم ہوئی کہ انگریزی تعلیم انگریزی نوکری انگریزی وضع یعنی ہر چیز  
انگریزوں کے ساتھ کسی طرح کی نسبت رکھتی ہے سب کو کفر و ارتداد سمجھا جاتا تھا رنگ تو کٹ گیا مگر

انگریزی تعلیم مراد ہے۔ لیکن میں ایک دم قطعاً طوری پر ظاہر کیئے دیتا ہوں کہ مطلق سے ہمیشہ فردِ کامل مراد ہوتا ہے اور اقسامِ تعلیم میں سے صرف انگریزی تعلیم ہی کو فردِ اکمل کہہ سکتے ہیں تو اب میں انگریزی تعلیم نہیں بلکہ مطلق تعلیم کہوں گا اور اس سے انگریزی تعلیم ہی مراد ہوگی۔ اسی طرح میں مطلق مذہب بولوں گا اور اُس سے میری مراد ہوگی اسلام کیونکہ میں بھی مسلمان ہوں اور میرے مخاطب بھی مسلمان ہیں اور جو طرح اقسامِ تعلیم میں انگریزی تعلیم فردِ اکمل ہے اسی طرح اور میں اس سے کہیں زیادہ قوت اور وثوق کے ساتھ یقین کرتا ہوں کہ دنیا میں جتنے مذہب کبھی تھے یا اب ہیں یا آئندہ ہوں گے سب میں فردِ اکمل اسلام ہے۔ ان الدین عند اللہ الا سلام (اللہ کے نزدیک دین تو بس دین اسلام ہی ہے)۔ اب پھر اصل مطلب کی طرف عود کرتے اور دیکھتے ہیں کہ تعلیم اور مذہب یعنی وہی انگریزی تعلیم اور مذہب اسلام دونوں رکنسائل (متفق) ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں اور اس میں کلام کرنا زری ہٹ دھرمی ہے کہ تمام مذاہب کی غرض و غایہ ایک ہے۔ اس غرض و غایہ کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کر سکتے ہیں مگر ہم اسکے لئے عام اور مختصر الفاظ اختیار کرتے ہیں۔ انسان کی معاش اور معاہد کی اصلاح کسی ایک مذہب کا نام لو جس کو کم ضعیف سے ضعیف اور مخیف سے مخیف سمجھتے ہو اور پھر انصاف سے دیکھو تو پاؤ گے کہ اسکے بانی کا یہی مقصد تھا اور بس۔ چونکہ دنیا اور مافیہا کی حالت میں تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں اور سب سے زیادہ انسان کی۔ ممکن ہے کہ کسی مذہب کی کوئی خاص بات ایک وقت کے لئے مناسب ہو اور دوسرے وقت کے لئے نامناسب۔ لیکن اس سے اُس مذہب کی غرض و غایہ پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اس مذہب کے شارع نے اپنے نزدیک اپنے عہد میں وہی قاعدہ جو اُس نے قرار دیا انسان کی اصلاح کے لئے بکار آمد سمجھا۔ اگر وہ قاعدہ اب بکار آمد نہیں رہا تو اس سے کہ وہ وقت نہیں رہا ویسے آدمی نہیں رہے ویسی اُن کی حالت نہیں رہی۔ یا بہت سے بہت جو تم کہہ سکتے ہو یہ کہ اس مذہب کے شارع نے غلط سمجھا نہ یہ کہ اُس کا ارادہ فاسد تھا اور انسان کی اصلاح اُس کو مقصود نہ تھی۔ نہ صرف یہ کہ آدمیوں کی حالتِ مروت زمانہ سے بدلتی ہے بلکہ ایک ہی عصر میں اختلاف امر جبہ اختلاف آب و ہوا اختلاف مراسم و عادات کی وجہ سے لوگوں کی حالتوں میں اس قدر تنوع دیکھا جاتا ہے کہ گویا وہ ایک آدم کی اولاد نہیں۔ ایک قانون جو ایک ملک میں امن کے قائم رکھنے کی کافی ضمانت ہو سکتا ہے شاید دوسرے ملک میں اُسکا اتنا بھی رعب نہ ہو جتنا انجیل کے گودر سکولوں (ادنے درجہ کے مکتبوں) میں



ابھی چند روز کی بات ہے کہ ہندو بہتیرا ہی غل مچاتے رہے چھوٹی عمر میں لڑکیوں کے بیاہ کو سنگین جرم ٹھہرا ہی دیا۔ یا کچھ یوں اور عدالتوں میں شرع و شاستر پر کونسا پورا پورا عمل ہو رہا ہے۔ مگر یوں کہو کہ تعلیم کے عام کرنے کو کسی اور وجہ سے جی نہیں چاہتا۔ بہانہ یہ نکال کھڑا کیا کہ لوگ کپلسری (جبری) تعلیم کو مذہبی انٹرفیرنس (مداخلت) سمجھ کر نارضا مند ہوں گے۔ اور یہ بات گورنمنٹ کے فنڈ منٹل پرنسپلز (اصل الاصول) کے خلاف ہے۔ لیکن گورنمنٹ لوگوں کے ایسے بیودہ اور بے اصل اشتباہات سے اب بھی کب محفوظ ہے۔ خیر یہ تو کانگریس والوں کی ہی باتیں ہیں اور یہ محل ان کے کہنے اور ظاہر کرنے کا کاتھا بھی نہیں۔ گورنمنٹ پر اپنا کچھ زور نہیں نہ وہ ہمارے سمجھانے کی محتاج ہے ہمارے اور گورنمنٹ کے تعلقات کا ذیل (مخلصانہ) رہنے کے لیے حافظ شیرازی کی وہ نصیحت بس کتنی ہے۔

رموز مصلحہ ملک خسرو ان دانند	گد ملے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش	سنگ
------------------------------	----------------------------------	-----

اچھا گورنمنٹ کے سامنے تو ہم نے اپنا کان امیٹھا کہ اسکے خلاف ان شاء اللہ ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکلا مگر مسلمان چاہیں کہ انگریزی ان کو چین سے بیٹھنے دیں تو یہ ہونا نہیں یہاں تک کہ انگریزی ایسا رواج پا جائے جیسے کبھی عربی فارسی مروج تھی۔ یہ بات تو بالاجماع طے پا چکی ہے کہ انگریزی سے مسلمانوں کے گریز کرنے کی وجہ ان کے مذہبی سکروپلز (شکوک) ہیں۔ آج میں اس مسئلے کے مالہ اور ماحلیہ پر ذرا کسی قدر تفصیل کے ساتھ نظر کرنی چاہتا ہوں کہ ان سکروپلز (شکوک) کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں۔ اگر ان کی کچھ اصل نہیں اور یہ لوگوں کا زراوا ہمہ جی واہمہ ہے تو کچھ خوف کی بات نہیں۔ واہمے کا ثبات بس اتنا ہی ہو سکتا ہے جیسے بچوں کو بیچا کا خوف کہ ایک وقت تک اسکے نام سے ڈرتے پھر تمیز آئے پیچھے اس کی آنکھوں میں انگلیاں کرتے۔ ادھر زمانہ مجبور کر رہا ہے ادھر سید احمد خاں نے دھوم مچا رکھی ہے کیا یہ نگاہیں بچی بچی اور پورا پر جائیں گی۔ لیکن اگر کہیں مسلمانوں کا انگریزی تعلیم سے بدکنا واہمہ بے اصل نہیں اور مذہب میں کسی جگہ پانی مرتا ہے تو بھی زمانے کی زبردستی سے تعلیم تو رواج پا کر رہیگی مگر کہیں سینکڑوں برسوں میں جا کر ادھر بھی وہی عام اور سونڈ (پختہ) اور سالڈ (مستحکم) نہیں ہوگی جیسی کہ ہم چاہتے ہیں اور تسلیم جب تک عام اور سونڈ اور سالڈ نہ ہو ملک اور قوم کے حق میں چنداں مفید نہیں ہو سکتا خصوصاً اس کا پٹیشن (منافستہ) کے زمانے میں کہ لوگ ترقی کے کسی پرچ (شاخ) میں کسی حد پر تفلن نہیں مچکوا بار بار انگریزی تعلیم انگریزی تعلیم کہنا پڑتا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ تعلیم یہیں لکچر دے رہا ہوں اس سے

کو خارج کر رکھا ہے سو خیریزی خودکشی اور بدکاری اور دغا بازی اور انواع و اقسام کے فسادات اس قدر شائع ہو گئے ہیں کہ آخر کار مدبران ملک مان گئے ہیں کہ مذہب کو آئین منسٹریشن میں شامل کیئے بدون ملک کی حالت ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ غرض دنیا کی درستی کے ساتھ چلنے کے لئے مذہب کا ہونا ضروری ہے کوئی سام مذہب بھی ہو۔ لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ مذہب جس کی غرض و غایت ہے اصلاح وہی لوگوں میں فساد کا موجب ہو جیسا کہ ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے۔ تو جو لوگ صلح کل ہیں اور دنیا ایسے لوگوں سے کبھی خالی نہیں رہی وہ غرض و غایت کو دیکھتے اور مذاہب کے اندرونی اختلافات پر نظر نہیں کرتے۔ ہندوؤں کے ویدانت اور مسلمانوں کے تصوف میں یہی رنگ جھلکتا ہے۔

بسم اللہ بابر بہن رام رام

جنگ ہتھکود و دلتہ ہمہ را عذر بہن چون نذیرند حقیقہ رہا نہ زدند

اور اگر ان دونوں فرقوں میں زہد کا تشدد نہ ہوتا تو یہ بڑے کام کے فرقے تھے مگر زہد کی سختیوں کے مارے ان کے دائرے سکڑے ہی ہوئے رہے اور ان کو اپنے ایم (مقصود) کے حاصل کرنے میں اگر ان کا ایم وہی رہا ہو جو میں نے سمجھا ہے بجا ہے کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی اور کثرت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال نہ کر سکے اس واسطے کہ انہوں نے اپنا ماثور کھا بخر اور گوشہ گیری اور یوں بھی غرض و غایت پر نظر رکھ کر مختلف مذہبوں کے کنسائل کرنے کا ارادہ اس سے زیادہ کیا کامیاب ہو سکتا تھا جیسے کوئی شخص طب یونانی اور طب انگریزی کو یکساں کرنا چاہے صرف اتنی بات پر کہ دونوں کی غرض و غایت دفع مرض اور حفظ صحت ہے۔ غرض و غایت کے متحد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو مختلف ذریعے اس غرض و غایت کے حاصل کرنے کے لئے کام میں لائے جا رہے ہیں وہ سب یکساں طور پر پرموصل الی المطلوب بھی ہیں۔ اگر صرف شرائع کا اختلاف ہوتا تو شاید وہ چنداں پروا کرنے کے لائق نہ تھا اور شرائع کا حسن و قبح شاید ہم دنیا میں بھی معلوم کر سکتے تھے مگر مذہب کے ساتھ ایک دوسرا جزواہم صلاح معاد کا بھی لگا ہے اور جو طریقے صلاح معاد کے لئے عمل میں لائے جاتے ہیں ان کی صحت اور غلطی ہم پر اس ہستی میں متکشف ہو نہیں سکتی وہ طریقے متعلق ہیں اس ہستی سے جسکو آخرۃ یا عاقبتہ کہتے ہیں۔ اس آنے والی ہستی کے بارے میں ہماری ذاتی معلومات کچھ بھی نہیں۔ روئے زمین کی وسعت پر نظر کریں تو اسکا بہت ہی تھوڑا حصہ ہمارا چشم دید ہے

ایک شیچر (معلم) کا ہوتا ہے جو مارنا پیٹنا تو درکنار لڑکوں کی طرف نظر تیز سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ لاہور میں لارڈ لارنس کا شیچو (بٹ) کھڑا ہے ان کے ایک ہاتھ میں قلم ہے اور دوسرے میں تلوار اور شیچو کے نیچے لکھا ہے یہی یا اس کے مماثل کوئی دوسری عبارت ڈیو لائٹنگ ٹوبی گورنڈ بائی پن اور بائی سو وڈ (ان دو باتوں میں سے تمکو کو کسی بات پسند ہے کہ تمپر قلم کے زور سے حکم رانی کی جائے یا تلوار کے زور سے) اس عبارت کا اس کے سواے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ آدمی بعض قلم کا دباؤ مانتے ہیں اور بعض تلوار کا کوئی کین (بید) سے ہانکا جاتا ہے کوئی آئرن ہواڈ (لوہے کی سلاح) سے۔ امیر کابل جو پچھلی دفعہ راول پنڈی کے دربار میں شریف لائے سنا کہ بعض انگریزوں نے محض بقا ضناے خلوص ان کو صلاح دی کہ حکومت کے پیچ کو ذرا ڈھیلا کریں امیر نے کہا کہ میری کرسی پر بیٹھو تو جانو کہ مجھ کو پیچ کے زیادہ کسنے کی ضرورت ہے پیچ کو ذرا ڈھیلا کر دوں تو اس کے یہ سنے ہیں کہ کابل کی حکومت سے دست بردار ہو جاؤں۔ اوپر سچ بھی تو ہے ایسا ہی کانگریس جیسا ان دنوں مدراس میں ہو رہا ہے کابل میں ہو تو ملک میں اس سرے سے اس سرے تک آگ لگ جائے جب یہاں میں اور کابل میں اتنا فرق ہے تو یورپ اور ایشیا اور افریقہ اور امریکا یعنی ساری دنیا کے لوگ کیونکر ایک ہو سکتے ہیں۔ اور جب آدمی ایک سے نہیں تو مذہب کا وہ حصہ جو صلاح معاش سے متعلق ہے کیوں کیساں ہونے لگا۔

سب سے بستر ہوتا کہ مذہب دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتا۔ مگر یہ ممکن نہ تھا۔ انسان کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ شخص ایک مصیطر چاہتا ہے جو کرنا کا تبین کی طرح ہمہ وقت اُسکی گروں پر سوار رہے اور وہ نہیں ہے مگر مذہب۔ باوجودیکہ مصیطر مذہب ہر ایک کے ساتھ لگا ہے اذیت لفظی و تعلقیان عن الیمن وعن الشمال فعید ما یلفظ من قول الالد یہ دقید عتید (جب دو دوسٹے والے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے جو کچھ وہ کہتا ہے سنے جاتے ہیں کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر پاسبان اُسکے پاس موجود) اس پر بھی انسان کج مشرت بدی اور عناد سے باز نہیں آتا دنیا کا کیا حال ہو اگر لوگ قید مذہب سے آزاد ہو جائیں۔ اُس وقت تو سید احمد خاں کو بھی چار دنا چار جہنم کا قائل ہونا پڑے

یورپ میں فرانس اور اعلیٰ دو سلطنتیں ہیں جنہوں نے زکیم	کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار ہے
منسٹرین (طرز حکومت) سے مذہب	

اب اگر کوئی جانور ہمارے سامنے آئے جسکو ہم نے کبھی نہ دیکھا ہو اسی کلیہ کل حیوان تھیں انہی کے بنا پر ہم یقین کر لیں گے کہ اسکا بھی نکت اسفل عند المضغ متحرک رہتا ہو گا گو ہم نے اسکو مضغ کرتے نہ دیکھا ہو۔ اور جب ہم اس کو مضغ کرتے اور نکت اسفل ہلاتے دیکھتے ہیں تو ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ ہم نے کلیے کے بنانے میں غلطی نہیں کی یہ حاسہ عقل ہی تو ہے جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلایا اور وہ اشرف المخلوقات ہے بھی۔ ورنہ بعض بعض باتوں میں جانور بمذاج اس سے افضل ہیں۔ ایک ذرا سی بات ہے قوت پرواز۔ وہ ذرا سی ہے اس لئے کہ چیل اور کوئے اور چھپر اور بھنگے تک بے تکلف اڑتے اڑتے پھرتے ہیں۔ مگر انسان کے لئے وہ ایسی مشکل ہے کہ یورپ کے بے چین لوگ ہاتھ پاؤں بہتیرے مالتے ہیں مگر آج تک تو کوئی پرواز پر قادر نہ ہوا انہیں۔ لیکن کیا اس ایک پرواز سے طیور انسان سے افضل ہو گئے؟ حاشا وکلا۔ لاکھوں کروڑوں طیور انسان کے ہاتھ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں اسکی قید میں ہیں۔ تو انسان کی فضیلتہ کا ہے میں ہے۔ اس کے حاسہ عقل میں۔ کہ گو اس کا جسم پرواز نہیں کر سکتا مگر اس کے ذہن کو ہلاکی قوت پرواز دی گئی ہے۔ ۵

باوجود اسے کہ پرو بال نہ تھے آدم کے دماغ پہنچا کہ فرشتوں کا بھی مقتد ورنہ نھا وہ ذہنی پرواز کیا ہے یہ کہ وہ پرندوں کی پرواز کی لکینک (ساخت) کو دریافت کرتا ہے کہ پرندوں کے جسم کی ترکیب کس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ وہ پرواز کر سکتے ہیں۔ گو آدمی اڑ نہیں سکا مگر اس نے بے اڑنے کے علم دریافت کر لی ہے اور اس سے کچھ دور نہیں بے پر کی تو وہ اب بھی اڑاتا ہے کسی نہ کسی دل آپ بھی بے پر کے اڑنے لگے۔ کیونکہ پرواز سے بہت زیادہ زیادہ عجیب عجیب کام اس نے کیے ہیں اور کر رہا ہے۔ لیکن یہاں آدمیوں کا مذکور ہے یعنی اہل یورپ کا نہ ہم نیوز کا کہ ہم تو ان کے مقابلے میں جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ ہماری پرواز کی حد تو یہیں تک ہے کہ علی گڑھ کا ج کے شریجی ہال میں جلسہ ہونے کو ہو اطالعہ الم ایک ایک اور پھدک پھدک کر اوپر گیلری میں جا بیٹھے بغیر تو غرض یہ ہے کہ انسان میں حاسہ عقل بڑی چیز ہے اور اور کات عقلی سکوا ایسا ہی یقین دلا سکتے ہیں جیسے مشاہدات۔ اور دنیا کے تمام کاروبار اسی بنا پر چل رہے ہیں۔ تو اگر ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ خدا ہے اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ ہماری روح فانی نہیں۔ اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ دنیا میں نیکی اور بدی دو چیزیں ہیں ضد یکدگر۔ اور ان کے نتیجے ہیں اچھے اور بُرے۔ اور جس طرح ہم اوپر سے فنی چیز گرائیں اور وہ

اسپر بھی علم جغرافیہ کے ذریعے سے ہم زمین کے چپے چپے کا حال معلوم کر سکتے ہیں کیونکہ اگر ہم ساری زمین کا احاطہ نہیں کر سکتے تو کسی حصے میں زید کسی میں خالد کسی میں ولید پہنچا ہے اور ان لوگوں کے مشاہدات کتابوں میں مدون ہیں اُس آنے والی ہستی میں گئے تو میثرا آدمی مگر کسی کو لٹ کر آنا نصیب ہو حال عدم نہ کچھ کھلا گزرے ہر فنکاں پہ کیا کوئی حقیقت آن کر کہتا نہیں بُری بھلی سرے سے اس ہستی کا ہمارے پاس کچھ ثبوت نہیں اور ہے تو بس اسی قدر کہ ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ ہماری روح فانی نہیں اور دنیا کا انتظام متقاضی ہے کہ انسان کو اس زندگی کے بعد ایک طرح کی ہستی ہو اور اُس ہستی میں اُسکو اپنے کیئے کا بدلہ ملے۔ مذہب کی اتنی بڑی وسیع عمارت بس اس ایک خیال پر مبنی ہے اس خیال کو اگر کوئی واہمہ سمجھے تو یہ ایسا واہمہ ہے کہ دنیا میں کوئی یقین اس کے درجے کو نہیں پہنچتا۔ یقینیات کا انحصار ان ہی چیزوں میں تو نہیں ہے جو ہم کو اپنے حواس ظاہری سمع و بصر وغیرہ کے ذریعے سے دریافت ہوں۔ حواس ظاہری کے علاوہ ہم کو حواس باطنی بھی عطا ہوئے ہیں مگر یہاں تک مبدی فیاض حیل و غلاشاں کا فیضان عام ہے جس سے کوئی جاندار محروم نہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ حواس ظاہر و باطن کے علاوہ ایک حاسہ عقل اور بھی ہے کہ وہ انسان کے سوا کسی مخلوق کو عطا نہیں ہوا۔ جو معلومات ہم حواس کے ذریعے سے جمع کرتے یہ حاسہ عقل ان میں طرح طرح کے تصرفات کرتا ہوا انجملہ جزئیات سے کلیات کا استنباط کرنا اور پھر کلیات سے نئی نئی جزئیات پیدا کرنا۔ اور دنیا میں جتنی ایجادیں ہوئی ہیں اور ہوتی ہیں وہ سب متفرع ہیں اسی اصول پر۔ یہ نہیں کہ سکی توضیح مزید کے بیٹے میں سائنس (علوم حکمہ) کی کوئی مثال نہیں دے سکتا۔ ایک دو نہیں۔ بہت سی مثالیں دے سکتا ہوں۔ مگر وہی دنیا نوئی مثال کیوں نہ لوں جس سے ہم مسلمانوں کے کان اُباعن جدا آشنا ہیں۔ کل حیوان تخرک فکد الاسفل عند المضغ (بھٹنے جاندار میں کھاتے وقت اُن کے منہ کا نیچے کا جبر حرکت کرتا ہے) ایک کلیہ ہے۔ ہم نے بہت سے بہت جانور دیکھے ہوں گے تو فرض کرو کئی سو قسم کے اور دنیا کے تمام آدمیوں نے ابتدا سے بیکرا اب تک کئی سو نہیں الٹی ہزار سی لیکن سو ہوں یا ہزار یا لاکھ یا کروڑ ہم کو کلیہ بنالینے کا منصب نہیں تا وقتہ کہ کل جزئیات ہمارے مشاہدے میں نہ آجائیں اور یہ ہونہیں سکتا تو معلوم ہوا کہ مشاہدہ جزئیات کی ایک حد ہے جسپر پہنچکر ہم کلیہ بنا لیتے ہیں۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ جو حیوانات ہماری نظر سے گزرتے نہیں دیکھے ہوئے جانوروں کے قیاس پر ہم اُن پر بھی حکم لگا دیتے ہیں

سینے میں قلم کو لے قطرے کا قطرہ رہا۔ بل بے سوائی تری اُن سے سمندر کے چور  
 خدائے آنے والی ہستی کی اس کو ایک جھلکی تو دکھا دی کہ اس کے دل میں اُس کی گواہی موجود ہے  
 اور کسی مصلحت سے بچشمِ سر دکھانے میں کیا مضائقہ۔ طبیعت تو اس کی بے چین تھی ہی اب اس کا حال یہ  
 ہے کہ نہ تو اس خیال کو چھوڑ سکتا ہے کہ طبیعت نہیں مانتی اور نہ اُس ہستی کی پوری پوری کیفیت معلوم کر سکتا  
 ہے کہ وہاں تک رسائی نہیں۔ پس اس کی مثال اُس انجینئر کی سی ہے جو ایک نئی نگل کے بنانے کی فکر  
 میں ہے منصوبے تو بہتیرے ذہن میں ہیں مگر آلات مساعد نہیں کہ کسی منصوبے کو عمل میں لا کر دیکھے  
 اور یہ کلیں جو ایسا ہوا کرتی ہیں تو ان کا یہی قاعدہ ہے کہ ایک منصوبہ ذہن میں آیا اس کو بنا کر دیکھا  
 بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ سوچا کچھ اور نکلا کچھ آخر کار بن گیا کہ ایک بات پیدا ہو جاتی ہے اور اُس میں  
 اصلاح و ترمیم ہوتی رہتی ہے۔ مذہبی منصوبوں میں یہ بڑی قباحہ ہے کہ ان کا صحیح و غلط ہونا ہم کو اس  
 زندگی میں معلوم نہیں ہو سکتا۔ یعنی مذہبی منصوبوں پر کوئی چک (روک) نہیں۔ بشرطیکہ ایک منصوبہ جو بنا  
 ہے اگر وہ صحیح ہے تو دوسرے سے اُس کی صحت تسلیم کرانی مشکل اور غلط ہے تو اس کی غلطی کی  
 گرفت دشوار۔ یہ اصلی سبب ہے کہ کیوں مذاہب میں اس کثرت سے اختلاف ہے اور کیوں اختلاف  
 مذاہب یوماً فیوماً بڑھتا چلا جا رہا ہے ولو شاء اللہ لمجعلہم امة واحدة ولا یزالون مختلفین الامن  
 رحمہ ربک ولذلت خلقہم (اور اگر خدا چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی مذہب کا کر دیتا اور ہمیشہ آپس  
 میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر چہ خدا کی مہرج اور اسی لئے انسان کو پیدا کیا ہے) اختلاف مذاہب  
 کو بڑھتا ہوا دیکھ کر لوگوں کی طرف سے بدگمان نہیں ہونا چاہیئے کہ دنیا میں بے دینی پھیلی جاتی ہے۔  
 نہیں۔ اختلاف کی ترقی اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ کثرت سے دین پر متوجہ ہیں۔ اختلاف  
 مذاہب میں لوگوں کا قصور نہیں۔ قصور اگر ہے اور میں اس کو قصور تعبیر بھی کر سکوں تو نفس مذہب  
 کا ہے۔ وہ مضمون ہی ایسا ہے جس کے شکوک اس دنیا میں حل ہو ہی نہیں سکتے۔ اگرچہ یقیناً  
 معلوم ہے کہ اختلاف مذاہب تا قیامتہ رفع نہیں ہو سکتا اور اسی لئے روز قیامتہ کا دوسرا نام ہے  
 یوم الفصل اور اس کی وجہ تسمیہ بھی قرآن میں جا بجا اور بار بار بیان فرمادی ہے فینشککہم بما کنتم  
 فیہ تختلفون (جن جن باتوں میں تم لوگ اختلاف کر رہے ہو قیامتہ کے دن خدا سب تم کو بتا  
 دے گا) غرض اگرچہ اختلاف مذاہب تا قیامتہ رفع ہونے والا نہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا

فاصلہ اور وزن کے لحاظ سے اوپر یا سویر زمین پر گر کر رہے گی۔ اسی طرح نیکی اور بدی کے نتیجے ظاہر ہو کر رہیں گے اور جس دن وہ نتیجے کا مل طور پر ظاہر ہوں وہی آخرۃ یا عاقبتہ یا قیامتہ ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ ان باتوں کو فیکٹس (واقعات نفس الامری) ماننے کے لئے ہر کوئی ثبوت کی بھی ضرورت ہے۔ جس طرح ہم کو ایک چیز سفید دکھائی دیتی ہے اور ہم یقین کرتے ہیں کہ واقع میں وہ سفید ہے جس طرح ہزاروں عقلی باتیں ہم کو سوجھتی ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ واقع میں وہ ویسے ہی ہیں جیسے ہم نے سمجھیں تو کیوں ہم خدا کے ہونے اور روح کے باقی رہنے اور آخرۃ کے آنے کا یقین نہ کریں۔ ہماری فطرۃ۔ ہماری بناوٹ۔ ہماری ہستی جیسے مشاہدات کا ثبوت ہے ویسے ہی ادراکات عقلی کا بھی ثبوت ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مشاہدہ مابعد سے دوسرے ادراکات عقلی کی تصدیق ممکن ہے ان ادراکات مذہبی کے لئے دنیا میں ایسی تصدیق کا موقع نہیں اور جب تصدیق کا وقت آئیگا تو اٹ کر اس مقدم زندگی دنیا پر اپنا اثر نہیں ڈال سکیگا یوم یأتی بعض آیات دلت لا ینفع نفسا ایمانھا لعلت امانت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیدا (جس دن پروردگار کی نشانیوں میں سے قیامتہ کی نشانی آمو جو ہوگی تو اگر کوئی شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا یا اُس نے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہیں کی اب اس وقت اُس کو ایمان لانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا) دنیا میں مذہبی ادراکات عقلی کی تصدیق مشاہدہ نہ ہو سکنے کی وجہ سے بہت سے لوگ لگے عاقبتہ سے انکار کرنے۔ مگر ان کا یہ انکار من چاہے منڈیا ہلائے کیا مستند ہو سکتا ہے جب کہ اندر سے ان کے دل بول رہے ہیں کہ قیامتہ آتی ہے واذ اقبل ان وعد الله حق والستار لا ریب فیہا قلتم ما ندری ما الساعة ان نظن الا ظنا و ما لنحن بمستیقنین (اور جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامتہ کے آنے میں ذرا شک نہیں تو تم اسکا جواب دیتے ہو ہم کو تو محکوم نہیں۔ ہاں ایک یوں ہی سا خیال تو ہم کو بھی ہے مگر جس کو یقین کہتے ہیں وہ نہیں) ذرا ان لفظوں پر خیال کرنا ان نظن الا ظنا انکار نہیں ہے مگر ویسی تسلیم بھی نہیں جو ایک ادراک عقلی کی نسبت ہونی چاہیے جس جس پہلو سے دیکھتے ہیں انسان حقیقتہ میں عجائب المخلوقات ہے۔ اس کے ارادے اس کے حوصلے اس کی ہمتہ کو دیکھو تو عرضہ زمین آسمان اس رنگی کر رہا ہے اور جیسے آپ ضعیف پسینا میں معلوم۔ ہستی محض بے ثبات قوتیں ناقص ناتمام

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہے شور فرش سے لے عرش تک کر رہا ہے اپنا زور



مذہب کا یہ اصول ہے کہ اگر تیرے ایک کلمے پر کوئی ظالم مارے تو دوسرا بھی اُس کے آگے  
 کر دے کہ اس پر بھی دست شفقت پھیرا اور جب تک آدمی ایسی موٹی مٹی نہ بن جائے آسمانی  
 باپ کی بادشاہت میں خصل ہونے کے لائق نہیں کرو سڈ (عیسائیوں کے جماد) کے ماربل کا نیپونیز  
 (خوفناک نتائج) سے قطع نظر کرو۔ یہ عیسائی اگر ایسا مزاج رکھتے ہوتے تو انڈیا میں دو اکوڑ دھونڈ  
 نہ ملتے۔ مین از دی مین آل دی ورلڈ اور (تمام دنیا کے آدمی کچھ ایک ہی طرح کے نہیں ہیں) ۵  
 ہر یکے ناصح برا سے دیگران ناصح خود یا قسم کم در جہان

الغرض مذہب کا یہ بڑا خطر عاجل ہے کہ وہ لوگوں میں التیام و ارتباط قائم نہیں ہونے دیتا  
 اور نا اتفاقی ایسی بد بلا ہے کہ شخصوں شخصوں میں ہو تو اور قوموں قوموں میں ہو تو دونوں ہی فریق  
 اس سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ تو اگر ہم اس آگ کو بالکل بجھانہ سکیں کم سے کم اننا تو کریں کہ اس کو  
 اور زیادہ نہ بھڑکنے دیں۔ مگر سخت افسوس کی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس آگ کو بجھانا چاہا  
 پانی کی جگہ لگے کرو سن آئل کی بھر مار کرنے پس اب وہ آگ ایسے زوروں پر ہے کہ شاید سمندر  
 کا پانی بھی اس کو نہیں بجھا سکتا۔ آپ سمجھ کہ کرو سن آئل سے میں نے کیا مراد رکھی ہے۔ کرو سن  
 آئل سے میری مراد ہے مذہبی مناظرے۔ کہ مناظرے کے جو طریقے مناظرین نے اختیار کیے  
 دلوں کے دکھانے والے اور ضد اور مخالفت کے پیدا کرنے والے تھے۔ اور بجائے اسکے کہ متاع  
 سے التیام کی کوئی صورت پیدا ہو اور میں قائم ہو گئیں۔ وہی جیسا ابراہیمؑ نے فرمایا تھا ابد ا  
 بیننا و بینکم العداۃ و البغضاء ابد ا (ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے کھلی دشمنی ہو گئی) اگر  
 مذہب دنیا سے سروکار نہ رکھتا ہوتا تو کچھ بھی بات نہ تھی موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود۔ مگر بڑی  
 مشکل یہ آکر پڑی ہے کہ بے مذہب کے دنیا کا کام چل نہیں سکتا۔ انسان اس طرح کا منہ زور ٹو ہے  
 کہ مذہبی لگام کے بدون کسی ڈھب سے قابو میں آنے والا نہیں۔ یہ جو اتنا امن دنیا میں دیکھتے ہو  
 گو سلطنت اور حکومت کو بھی اس میں کسی قدر دخل ضرور ہے مگر بڑا دخل مذہب کا ہے۔ ایک  
 ملک فرض کرو جس کے باشندوں کو نہ خدا کا خوف ہو نہ عاقبت کا اندیشہ پھر دیکھیں نو کون سے  
 منظم گو وہ انگریز ہی کیوں نہ ہوں اس کا انتظام کیئے لیتے ہیں۔ غرض مذہب سے تو کس طرح چھٹکا  
 نہیں۔ آدمی ہے تو جسطرح وہ بادی البشرۃ مستقیم القامہ عریض الاظفار ہے رحیم (مذہبی) بھی

چاہیے کہ ہم رفع اختلاف میں کوشش نہ کریں۔ اس اختلاف کے خطرناک نتیجے عاقبتہ میں قیامت  
ظاہر ہوں گے تب ہوں گے کہ ایک مقام پر فرماتے ہیں ذلک یم مجموعہ للناس وذلک یم  
مشہور ومانثرخدہ الا لاجل معدود یم یأت لا تکلم نفس الا باذنہ فمنہم شفٰی وسعید  
فاما الذین شفوا ففی النار لھم فیہا زفیر وشفیق خالدین فیہا مادامت السموات والارض  
الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید واما الذین سعدوا ففی الجنة خالدین فیہا مادامت  
السموات والارض الا ما شاء ربک عطاء غیر محذوذ (یہ وہ دن ہے جس میں سب آدمی  
ایک جگہ جمع کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہے جس کو سب آدمی دیکھ لیں گے اور ہم اُس کے  
لانے میں دیر بھی کر رہے ہیں تو معدود سے چند دنوں کی جس وقت وہ دن آمو جو دہو گا کسی کو بات  
کرنے کی مجال نہ ہو گی مگر خدا کے حکم سے۔ پھر لوگ بعض بد بخت ہوں گے اور بعض خوش نصیب  
تو بد بخت لوگ دوزخ میں جائیں گے اور دغاں چلائیں اور دغاڑیں گے اور اسی حالت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے  
جب تک آسمان و زمین قائم ہیں مگر جو خدا کو منظور ہو خدا جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور جو خوش نصیب  
ہیں وہ بہشت میں ہوں گے اور اُسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہے مگر جو خدا  
کو منظور ہو۔ یہ بخششیں ہیں جن کو نفع طاع نہیں) غرض اختلاف مذہب کے خطرناک نتیجے عاقبتہ میں تو  
جب ظاہر ہوں گے تب ہوں گے اس اختلاف نے دنیا ہی کے برباد کرنے میں کیا اٹھا رکھا ہے  
سب سے بڑا جرم جس کا انسان مرتکب ہو سکتا ہے قتل اور غور زری ہے اور غور زری کے متعدد اسباب  
ہو سکتے ہیں لیکن تمام اسباب کثیر الوقوع اور نادر الوقوع ایک طرف اور اختلاف مذہب ایک طرف  
اس پر بھی اختلاف مذہب ہی کا پلہ بھاری رہے گا۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ جتنے خون ابتدا سے  
دنیا سے آج تک اختلاف مذہب کی وجہ سے ہوئے ہیں اگر سب کا جمع کیا جانا ممکن ہوتا تو ایک  
دریا سے خون بہتا ہوتا لیکن مذہب ایسا سفاک ہے کہ وہ اس کو بھی دیکھ کر پکار اٹھتا اھل من حزید  
(کچھ اور بھی ہے) بات یہ ہے کہ لوگ اس قدر مستعجل ہیں کہ قیامت کے فیصلے کا انتظار نہیں کر سکتے  
اور ہر مذہب والا چاہتا ہے کہ دوسرے مذہب کے لوگوں کو صفحہ ہستی سے محذوم کر دے۔ مسلمان تو ناحق  
میں بدنام ہیں گودی ڈاگ لے بیڈ نیم اینڈین لک ہم اوٹ (کتے پر ناحق الزام لگاؤ اور لات مار کر  
باہر کرو) کوئی ایک مذہب والا تو کہے کہ اس نے موقع پاکر ٹالرشین (تھمل) دکھایا ہے عیسائی جن کے

مذاقوں کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فقیر اپنی اسی پرانی وضع کو نباہتا ہے چلا جاتا ہے اور  
 مجھ کو اسی میں آسائش بھی ملتی ہے اس پر صرف اتنے تعلق سے کہ کانفرنس میں برسوں دن اگر  
 لکچر دے دیتا ہوں وہ بھی طوعاً نہیں بلکہ کرہاً اور اپنے زعم میں سید احمد خاں کی لاگ پیسٹ  
 کی بھی کوئی بات نہیں کہتا مگر چونکہ کانفرنس کی ابتدا سید احمد خاں سے ہے اور سید احمد خاں مسلمانوں  
 میں انگریزی کا رولج دینا چاہتے ہیں اور انگریزی انگریزوں کی زبان ہے اور انگریز نصاب ہے اس  
 اور نصاب سے مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں اور کافر مستوجب ناپہن اتنے تعلق سے اگر اس کو تعلق  
 کہہ سکتے ہیں تو فقیر کو لوگ کافر بتاتے ہیں اور کافر نہ بھی کہیں مگر قسم کھانے کی بات ہو کہ مسلمان تو نہیں سمجھتے  
 ایک مومن باصفا و ادب کا فر پس درمہ ملک یک مسلمان نبود  
 کفر تو اپنے بہت سے ہوں گے مگر میرے کفر مسلسل کو دیکھیے گا کہ کیسا درجہ بدرجہ فلتہر ہوتا چلا آیا  
 ہے۔ کافر بہت مگر کوئی ایک تو کفر کا ایسا شجرہ دکھائیے۔ مجھ کو اپنے کفر کے سلسلے پر بچوں کی ایک  
 حکایت یاد آئی کہ ایک چڑیا کہیں سے ایک دانہ اناج کا اٹھالائی اور وہ دانہ اُس نے لاکر کسی ایک  
 کڑی پر رکھا کہ اطمینان سے بیٹھ کر کھائے کڑی میں تھاف کاغذ وہ دانہ درز میں چلا گیا اب یہ بہتر  
 جتن کرتی ہے چونچ دانے تک نہیں پہنچتی۔ نا امید ہو کر بیچاری فریاد کرتی پھرتی تھی۔ کاٹ دانہ  
 دیتا نہیں چکوں سو کیا۔ کو سے لئے کہ یہ بڑا سیانا جانور ہے اور اس کے بیان پت کا نتیجہ بھی معلوم  
 ہے اس کو صلاح دی کہ کسی بڑھی سے جا کر کہہ وہ کاٹ چیر دے گا اور تیرا دانہ بھجول جائیگا چڑیا  
 دوڑی دوڑی بڑھی پاس گئی اس نے کاٹ کے چیرنے سے انکار کیا تو چڑیا ہر ایک سے فریاد کرتی  
 پھرتی تھی بڑھی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چکوں سو کیا۔ پھر وہ راجہ پاس گئی کہ بڑھی پر  
 ڈنڈ کرے۔ راجہ نے بھی اس کی فریاد نہ سنی تو وہ کہتی تھی راجہ بڑھی ڈانڈتا نہیں بڑھی کاٹ  
 چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چکوں سو کیا۔ پھر چڑیا رانی پاس گئی کہ راجہ سے روٹھ جاؤ اس نے بھی نہ مانا  
 تو چڑیا کہتی تھی رانی راجہ سے روٹھتی نہیں راجہ بڑھی ڈانڈتا نہیں بڑھی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ  
 دیتا نہیں چکوں سو کیا۔ اسی طرح چڑیا چو ہے اور بلی اور کتے اور لاکھی اور آگ اور پانی کے پاس فریاد  
 لے گئی اور کاٹ سے دانہ اگلا کر رہی۔ میں دیکھتا ہوں تو اس کی فریاد کا سلسلہ میرے کفر کے سلسلے  
 کے متوازی چلا جاتا ہے۔ غرض کیا ہندو کیا مسلمان آزادی کے ضبط کرنے کا ظرف نہ ان کا تھا

ضرور ہے اور لیجن (مذہب) ہے تو لیجن کے ساتھ اختلاف بھی ضرور ہے۔ اور اختلاف ہے تو اس کے ساتھ کشمکش بھی ضرور ہے۔ یہ کشمکش ہمارے اس بد نصیب ملک میں چند روز سے بہت ہی اشتداد پکڑ گئی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمان جن کا چولی دھن کا ساتھ ضرب لپٹل تھا۔ اب ایک جگہ امن سے نہیں رہ سکتے اور سچ بھی تو ہے جب تک انگریز کھے تھے چولی اور دامن کی ضرورت تھی اب نئی قسم کے کوٹ چل پڑے ہیں جو چولی اور دامن دونوں سے بے نیاز ہیں۔ کبھی آپ صاحبوں نے اس بات میں غور کیا ہے کہ بر غم ماہی منی ہندو مسلمانوں کے جھگڑے کیوں از سر نو تازہ ہو گئے ہیں۔ ہم کو تو یہ توقع تھی کہ انگریزی تعلیم ہمارے لڑکوں کو سکھاتی اور تعصب و جہالت کی ظلمتوں کو دور کرتی ہے عجب نہیں رفتہ رفتہ ہندو مسلمان ایک ہو جائیں۔ مگر وحشت بتا رہے ہیں کہ ایک ہونا کیسا ہندو مسلمان دو خط ہیں متفرق الملاقاة لیکن ہندو مسلمان اس ملک میں کوئی نئے آکر نہیں بے دونوں مذہبوں میں کوئی انوکھی بات پیدا نہیں ہوئی سلطنت جس کے پیچھے ایک کو ایک کھائے جاتا تھا خدا لے دونوں سے لے کر میرے حقدار کے حوالے کر دی پھر یہ بیٹھے بٹھائے ہوا تو کیا ہوا کہ کبھی کی اگلی بھولی بسری خصوصیتیں از سر نو تازہ ہو گئیں۔ ہاں تو ہوا تو یہ کہ انگریزوں نے دونوں کی بائیں ڈھیلی چھو دیں۔ آزادی کے خط سے تو کوئی انگریزی دماغ خالی نہیں۔ اپنی ولایت میں انھوں نے دیکھا تھا کہ دنیا میں لاکھ دولتوں کی ایک دولت آزادی ہے اور یورپ میں ساری رونق اور خوش حالی اسی آزادی کے دم قدم سے ہے۔ رعیت پروری کے جوش میں آکر اس بات پر تو نظر کی نہیں کہ نیوز کو اس نشے کی سہا رہی ہے یا نہیں بے سوچے سمجھے سب کو خود مختار کر دیا۔ پس انگریزوں اور ہندوستانیوں کی ویسی ہی مثال ہو گئی کہ ایک نادان مانے دودھ پیتے ننھے بچے کو قوی قوی غذائیں کھلائی شروع کیں کہ جلدی سے بڑا ہو جائے۔ بچہ قوی غذاؤں کو ہضم نہ کر سکا اور آخر کار ہلاک ہو گیا۔ انگریزوں کی سلطنت کو ایسے کون سے قرن گزر گئے تھے چند اور صبر کیا ہوتا ہندوستانیوں میں انگریزی مذاق اچھے طرح سے پچ جاتے تو بتدریج ان کو آزادی دینے کا مضائقہ نہ تھا۔ انگریزی مذاقوں کا حال یہ ہے کہ محدود سے چند کو تو ڈالو پھاڑیں ہندو اپنے سولے سہی کو بھر شٹ (ناپاک) سمجھتے ہیں ازاں جملہ انگریزوں کو بھی رہے مسلمان سوا ان

کی نگرانی اور خیالات کی اصلاح کی جاتی ہے اور مجکو پورا بھروسہ ہے کہ ان شاہدہ لوگ سید احمد خاں کی سرپرستی میں تعلیم پا کر ایجوکیٹڈ جنٹلمن (تعلیم یافتہ شریف) کے عمدہ نمونے ہونگے اور کالج کی ناموری کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھیں گے۔ آئیں۔ اب میں انگریزی خواہ طالب علموں کو عموماً اور علی گڑھ کالج کے طالب علموں کو خصوصاً تعلیم کے ایک اور خطرے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ طالب علموں ذرا متوجہ ہو کر سنو۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر ہوئی مذہبی اختلاف کو آگ سے اور مذہبی مناظرے کو کروں آئل سے تشبیہ دی تھی۔ اگر مذہبی اختلاف آگ اور مذہبی مناظرہ کروں آئل ہے تو جس خطر کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں کمبسٹبل میٹر کے سولے میں ہی اس کا دوسرا نام تجویز کر نہیں سکتا۔ سر جارج ایڈمنسٹن کے زیر نظر انڈین پیپل کوڈ کے ترجمے میں شریک مغلوب میں بھی تھا اس وقت کمبسٹبل میٹر کا وینیکولر کوئیو لینٹ (مراد اردو) رکھا گیا تھا پھک سے اڑ جانے والا مادہ۔ مدتوں کی بے تعلقی کے سبب اس کا ترجمہ بھول گیا غرابہ لفظ کی وجہ سے جب کبھی کمبسٹبل نظر سے گزر جاتا ہے فوراً اس کا ترجمہ بھک سے اڑ جانے والا یاد آ جاتا ہے۔ پہلے ہی سے ہمارے ملک میں خدا کے فضل سے مذہبوں کی کچھ کمی نہ تھی معلوم نہیں اور ملکوں کا کیا حال ہے مگر یہاں تو مذہب انڈے بچے دیئے چلا جاتا ہے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے بہت سے نئے مذہب پیدا ہو گئے۔ بلکہ یہ عمل داری مذہب کو کچھ ایسی سازگار آئی ہے کہ مذہب کی اس حال کی نسل میں کچھ اچھل کو زیادہ معلوم ہوتی ہے یا تو بچپن کا تقاضا ہے یا جہاں سب چیزیں اپنی اپنی جگہ ترقی کر رہی ہیں مذہب نے بھی نسل میں ترقی کی ہے۔ نئے مذہبوں میں جس نے بڑی اوجھم مچا رکھی ہے سائنٹفک مذہب یعنی فلسفہ ہے جس کو لوگ نیچر کے نام سے پکارتے ہیں۔ سائنٹفک کہو یا نیچر مطلب ایک ہی ہے۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ لوگ لفظ نیچر کی بڑی مٹی پلید کچھ ہیں اور اب تک بھی کرتے ہیں اور یہ لفظ بتقاضاے بشریہ نیچروں کے سامنے پر ضرور گراں گزرتا ہوگا۔ لفظ سائنٹفک میں سولے اس کے کہ انگریزی ہے اور کوئی عیب نہیں۔ اختلاف مذہب تو ایسی بد بلا ہے کہ اتنے بڑے ہندوستان میں صرف دو ہی مذہب ہوتے اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تو سارے ہندوستان کو بے چین رکھنے کے لیے بس کرتے تھے نہ کہ کوڑیوں مذہب اور سب میں پھوٹ۔ اسپر شریف لائے نئے سائنٹفک صاحب کہ بڑے میاں سو بڑے

نہ ان کا۔ انگریزوں نے اگر پلا دی آزادی کی دو آتشہ برانڈی۔ پینا تھا کہ لگے بٹکار نے۔ کچھ تو مدد اس میں پڑے بہک رہے ہیں۔ یقین نہ ہو تو جا کر سن آؤ۔ ڈر ہے کہ کہیں سمندر میں نہ گر پڑیں۔ کتنوں کو مہفلش (رسالوں) اور آرٹیکلوں کی بُلگی ہے یہ تو گورنمنٹ کے احسانات کی تحریری مکافاتہ ہے رہی زبانی سوا انگریزی خوانوں کی گفتگو کا معمولی ٹاپک (مضمون) گورنمنٹ کی بدیوں کا رونا ہے اور بس۔ اس آزادی بے ہنگام نے گورنمنٹ اور عایا کے باہمی تعلقات کو تو بیوں ریشہ بند (مقبض) کیا اور آپس میں رعایا بارعایا جیسی کچھ جوتیوں میں لال بنٹ رہی ہے اعظم گڑھ غازی بھی پونا جو ناگڈھ برا کے افسوسناک واقعات اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ اس پر بھی گورنمنٹ ہندوستانیوں کو آزادی کا دینا جائز رکھتی ہے تو یوں سمجھو کہ گورنمنٹ آپ اپنی خرابی کر رہی ہے اور اپنے ساتھ ہندوستان کی بھی۔ مذہب کے لحاظ سے جس ملک کی یہ حالت ہو جو سارے ہندوستان کی ہے کہ کوئی سر مذہب کے خط سے خالی نہیں کسی میں ماریشن کا نام نہیں جتنے آدمی و تنے مذہب اور ہر شخص بجائے خود مطلق العنان کہ دوسرے مذہب والوں کی بدتر سے بدتر مذمت لکھے اور مشہر کرے سر بازار پکار پکار کر بُرا کہے کسی طرح کی ممانعت نہیں۔ ایسے ملک کے امن کا خدا حافظ۔ مگر ایک بار میں آپ صاحبوں سے پھر پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم ہندوستانیوں کے یہ مذاق گہرے تو کیوں گہرے۔ گہرے انگریزی تعلیم سے۔ اس سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ میں انگریزی تعلیم کا مخالف ہوں میں کچھ کرتا نہیں اور مجھے کچھ ہونہیں سکتا اور محکوم انگریزی آتی بھی نہیں۔ یہ باتیں تو ہیں دوسری میں انگریزی تعلیم کی ضرورت کو مسلمانوں کی تمام دنیاوی ضرورتوں پر مقدم رکھتا ہوں بشرطے کہ اسکی تعلیم علی گڑھ کالج کے طور پر ہو لوگ انگریزی بھی پڑھیں اور بھلے مانس بھی رہیں نہ تو گورنمنٹ کو انکی طرف سے کسی طرح کا کٹھکا ہوا اور نہ ہمایوں کو ان سے کسی قسم کی ایذا پہنچے۔ لکچر پر خود بخود ایڈیٹنگ کا نگرس کا سارنگ آگیا اگرچہ میرا یہ مقصود نہ تھا۔ لیکن میں اس کو کانفرنس کا لیجسٹ (باقاعدہ) کام سمجھتا ہوں کہ وہ تعلیم مروجہ کے نتائج میں غور کرے۔ میں نے علیگڑھ کالج کی تعلیم کے علاوہ عموماً تمام تعلیم کو کندہ (تبیج) کر دکھایا ہے سو یہ کچھ سید احمد خاں کی مونہہ دیکھنے کی بات نہیں ہے۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو سر آکلنڈ کا لون جیسا سٹیشن (مدتہا) اس کی تصدیق کر گیا ہے اور سب سے بڑی تصدیق تو ان طالب علموں کا ٹریننگ (تربیت) ہے کہ پڑھانے لکھانے کے علاوہ اسکا اخلاق کی تہذیب چال چلن

مستناع فیہ یہی دو چار ہیں اور بس لیکن نیچری ٹھیرے گھر کے بھیدی یہ ہول اور فروع جہاں کہیں  
فی زعمہم ضعف پائے ہیں حملہ کئے بد دن نہیں رہتے اور اسلام اور نیچریوں کے جھگڑے کا ایک  
طو مار بن گیا ہے اور سید احمد خاں کی کل مصنفات نیا پڑانا تہذیب الاخلاق اور نو مسلموں کے نام  
کیا گنواں۔ مولوی مہدی علی اور مولوی چراغ علی کے تمام ملفوظات اور میں اپنے تئیں بھی  
اکیں مستثنیٰ کروں خدا گناہوں کو معاف کرے کبھی نہ کبھی نیچریوں کی سی کوئی نہ کوئی بات میرے  
قلم سے بھی ضرور نکلی ہوگی یہ سب ملا کر نیچریوں کے مذہبی لٹریچر کا بجائے خود ایک کتاب خانہ ہے  
اُس سب کو کریدنے اور پھندہ ڈرنے کے لئے تو مدتیں چاہئیں مگر میں اس مقام پر صرف ایک  
یاد دہی رمارک کرنے چاہتا ہوں۔ مجھ کو خوب معلوم ہے کہ یہ کافر نس مذہبی کافر نس نہیں ہے اور  
یہاں دین و مذہب کی گفتگو آنی چاہیے نہیں۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مسلمان ہر ایک بات میں  
مذہب کو لے دوڑتے ہیں۔ اور تعلیم پر تو ساری بھر مار مذہبی توپ خانے سے ہو رہی ہے جس  
اپنے نزدیک مذہب حق کی شناخت یہ قرار دے رکھی ہے کہ اس کے احکام ناممکن التعمیل ہوں  
اور مذہب اسلام کی حقانیت کی طرف سے جو میرے دل کو تسلی ہوتی ہے تو زیادہ تر اسی سے ہوئی ہے  
کہ میں اسلام کے کسی حکم کو ناممکن التعمیل نہیں پاتا۔ اسلام نے نیکی کا ایسا سٹینڈرڈ رکھا ہے کہ آدمی  
وقتی ضرورتوں اور خواہشوں کی بلاؤں میں مبتلا رہ کر بھی آسانی کے ساتھ اُس درجے پر پہنچ سکتا  
ہے۔ انسان کی ایک خاص طبع کی بناوٹ ہے اور گودہ اشرف المخلوقات ہے پھر بھی محذوریات  
ہیں مجبوریات ہیں کم زوریاں ہیں خلق الانسان ضعیفا انسان کو ضعیف بنانا اور اُس پر احکام  
سخت کا اتنا بوجھ لا دنا جس کا وہ متحمل نہ ہو سکے ظلم صریح ہے تعالیٰ عن ذلک علوا کبیرا۔  
ان الله لا يظلم الناس شيئا۔ ان الله ليس بظلام للعبيد۔ وما الله بريد ظلما للعالمين۔  
ان الله لا يظلم متقال ذرة۔ پھر ناممکن التعمیل کے پیرائے ہیں دو عملیات میں یہ کہ ہم تعمیل  
نہ کر سکیں مثلاً فرض کرو کوئی مذہب ہو ایسے روزے کا حکم دے کہ ایک ہفتے تک نہ کچھ کھاؤ نہ پیو تو یہ روزہ خود کشی  
کا مرادف ہوا۔ مجرد ایسے روزے کا حکم منکر ہو یقین کر لینا چاہیے کہ نہ یہ حکم خدا کا حکم ہے اور نہ یہ مذہب مذہب  
حق اسطرح مستحقات میں کوئی بات ناممکن یقین تو ہم اسکو بھی ناممکن التعمیل ہی کہیں گے اور وہ ناممکن  
التعمیل ہے بھی۔ مثلاً فرض کرو کوئی مذہب تعلیم کرتا ہو کہ زمین گول نہیں ہے تو مجرد اتنی ہی بات



میاں چھوٹے میاں سجان اللہ۔ انھوں نے تو آتے کے ساتھ کل مذہبوں پر چھاڑ دھیرنی شروع کی۔ مسلمان جو انگریزی سے بدکتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے۔ انگریزی میں کیا دھڑا ہے خدا کا نام لگا ڈکھا۔ بس کی گانٹھ تو سائنس ہے۔ اور یہ جیسا اسلام کا دشمن ویسا ہی ہندوؤں کے مذہب کا۔ اور مسلمان یہ سنکر برا تعجب کریں گے ویسا ہی بلکہ سب بڑھکرو دا انگریزوں کے مذہب عیسائیت کا۔ اگر مسلمان سائنس کو جانتے ہوتے تو ایسی لغو اور بے اصل بات کبھی بھی منہ سے نہ نکالتے کہ لوگوں کو عیسائی کرنے کی غرض سے انگریزی پڑھوائی جاتی جو۔ انگریزی پڑھکر مسلمان مسلمان رہے یا نہ رہے قسم کھانے کی بات ہے کہ عیسائی تو نہیں ہو سکتا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی کو سائنس چرگیا اور اُس نے دیکھا اسلام کی آنکھ میں ناخن تو وہ عیسائیت کو دیکھے گا دو نو دیدے پٹ۔ مسلمان تو بھلا انگریزی پڑھکر کیا عیسائی ہو گا جو اصل نسل کے عیسائی ہیں ہم کو تو اُن کے عیسائی ہونے میں بھی تامل ہے۔ اور یوں مذہب کو قوم کا مرادف سمجھا جائے تو لا مُشالَحة فی الاصطلاح بچارے نیچریوں ہی نے ایسا کس کا باپ مارا ہے کہ ہمیں کھا کھا کر اپنے تئیں مسلمان کہیں اور ان کو مسلمان نہ سمجھا جائے۔ ابھی لوگوں پر نیچریوں کی حقیقت ہی منکشف نہیں۔ نیچریوں کے اصل معتقدات تو کتاب الملل و النحل میں لکھے ہوں گے یا اس سے اتر کر (نہیں اُس سے بڑھکر) سرسید قبلہ کو معلوم ہوں گے مگر جہاں تک سُننے سُنانے کا معاملہ ہیں اس کی رو سے نیچری مسلمانوں میں وہ مذہبی فرقہ ہے جو اسلام اور سائنس میں توافق دینا چاہتا ہے۔ ان کی نیت کے بخیر ہونے میں تو ہر کہ شک آر د کا فر گرد۔ مگر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ اسلام اور سائنس میں توافق پیدا کرنے کے لئے ان لوگوں نے جو اصول اختیار کیے ہیں ٹھیک بھی ہیں یا نہیں۔ اگر ہم ان باتوں کی فہرست بنانی چاہیں جو اسلام میں اور دیگر مذاہب میں مختلف ہیں تو شاید ہر ایک مذہب کے مقابلے میں چند آئٹم (مادات) سے زیادہ اس فہرست میں نہ ہوں۔ مثلاً ہم اسلام اور عیسائیت میں مقابلہ کرتے ہیں تو جن باتوں میں جھگڑا ہے اسی قدر ہیں کہ عیسائی تشکیث کے قائل ہیں ہم نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح ؑ مصلوب ہوئے ہم کہتے ہیں نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں خدا عدل اور رحم کو جمع نہیں کر سکتا جس کی وجہ سے کفائے کی ضرورت واقع ہوئی ہم کہتے ہیں کہ سکتا ہے اور کفارہ کوئی چیز نہیں۔ مقدمہ تو اس قدر پیچیدہ ہے کہ تیرہ سو برس سے آج تک فیصل نہیں ہوا مگر اب

جہیر الصوت انھوں نے بھاگتوں کو ڈانٹا کہ لوگوں کو ہر چلے جا رہے ہو پیغمبر صاحب ثوبہ موجود ہیں بارے پھر مسلمان سمٹ آئے اور لڑائی سنبھل گئی مگر چونکہ مسلمانوں کے بہت آدمی ضائع ہو چکے تھے کچھ شکست ہی سی رہی جس کی وجہ سے مسلمان بہت ہی شکستہ خاطر ہوئے لڑائی کا شکست ہو جانا چنداں پروا کی بات نہ تھی مثل مشر سے انحراب سبجال (لڑائی کنوئیں کا ڈول ہے اس سے کہی کوئی پانی بھرتا ہے کبھی کوئی) مگردلوں کا شکست ہو جانا غضب تھا چنانچہ جب لوگ جھینپتی ہوئی صورتیں لیکر پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے مواعظ بلوغ سے ان کی بڑی تسلی کی اور یہ بھی فرمایا کہ تم نے حکم لادلو ہمد اکاد باد کا نقص نہیں کیا بلکہ تمھارا جگہ سے ٹل جانا تمھارا قتال اور متحذالی ذمہ کی قسم کا تھا جس طرح لوگوں نے جنگ احد کے نتیجے کو اسلام کی ذمیت سمجھا اور پیغمبر صاحب نے اس کو سشن قرار دیا۔ یہی حال سائنس اور اسلام کی لڑائی کا ہے کہ عالمِ علمانِ نیچریوں کی تاویل اور توفیق کو اسلام کی ذمیت سمجھتے ہیں مگر وہ ذمیت ہی نہیں بلکہ رسشن ہے اور رسشن بھی آنرل رسشن۔ بالیں ہمہ نیچریوں کی کارروائی کی نسبت میرا ایک خیال ہے جس کا ظاہر کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ یہ لوگ خیر خواہی اسلام کے جوش میں کسی قدر حد اعتدال سے اکیڈ (مجاز) ہو گئے ہیں اور انکا اکیڈ ہونا میرے نزدیک اسلام کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یہاں اسلام سے میری مراد اسلام متعارف نہیں کہ وہ تو اگر نیچری لاکھ جتن بھی کرتے سائنس کے زور سے محفوظ رہ نہیں سکتا تھا بلکہ وہ سچا اسلام وہ خالص اسلام پیور خالص سونڈ (محکم) اینڈ پکٹ (کامل) اسلام مراد ہے جس کی بنیاد اس قدر محکم اور مضبوط اور ستوار اور مشید ہے کہ سائنس کے کیسے ہی جھکڑ چلا کریں اس کو خبر بھی تو نہیں ہوتی۔ دو مخالفوں میں التیام کرنے کا یہ دستور ہوتا ہے کہ کچھ اس کو دیا کچھ اُسکو دیا دو ٹوٹ مخالف ایک بات پر رضامند ہو گئے مگر میں دیکھتا ہوں نیچری ہر ایک بات میں اسلام ہی کو دبا چلے جاتے ہیں۔ پس یہ حکم کا ہے کہ میں خاصے سائنس کے کویل ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ سائنس اور اسلام کے نزاع کی روداد ایک طرف ہے اس لیے کہ سائنس کی طرف ثبوت میں نامکن التزید سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ سائنس کے بعض مسائل قطعی طور پر ثابت ہو چکے ہیں اور اگر کسی ایسے ایک مسئلے سے بھی اسلام مخالفت کرے اور اسلام تو کیوں مخالفت کرنے لگا تھا مگر یوں کہو کہ اسلام متعارف جس کو لوگوں نے اسلام سمجھ رکھا ہے مخالفت کرے بے شک بے تامل سائنس کی جانب داری

سے ہم سمجھ لیں گے کہ یہ مذہب خدائی مذہب نہیں۔ سائنس اور اسلام میں جو تنازع اگر قائم ہوا ہے وہ اکثر اسی قسم کا ہے کہ جو باتیں سائنس کی رو سے پایہ تحقیق کو پہنچی ہیں۔ اسلام جیسا کہ عموماً لوگوں نے سمجھ رکھا ہے ان کے خلاف ظاہر کرتا ہے اور مشکل یہ اگر پڑی کہ سائنس کے مسائل مبنی ہیں مشاہدات پر جس سے لازم آتا ہے کہ اسلام کو ناممکن یقین سمجھا جائے اب سمجھے سائنس اور اسلام یعنی اسلام متعارف میں کیا جھگڑا ہے۔ اس روداد سے تو ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ سائنس برسرِ حق ہے کیونکہ سائنس جو بات کہتا اُس کا مشاہدہ کر اویتا ہے اور مشاہدے سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ثبوت ہو نہیں سکتا۔ جب تک سائنس اور مذہب دونوں کی حقیقت کو سمجھا اور دونوں کی نزاع کو بھی سمجھا تو اب تم کو نیچریوں کی قدر آئے گی کہ یہ ملعون فرقہ اسلام کی کیسی خدمت کر رہا ہے۔ فیکٹس (واقعات نفس الامری) کو تو کوئی زرسٹ (وضع) کر ہی نہیں سکتا تھا اور بدی ہوئی بات تھی کہ سائنس کے مقابلے میں اسلام متعارف کی دھیت (شکست) ہو۔ نیچریوں نے اپنی تدبیر سے اس دھیت کو آئریبل ریشن (عزہ کے ساتھ لوٹ جانا) بنا دیا کہ اس کو بھی ایک طرح کی ظفر ہی سمجھو۔ تاکہ تم دھیت اور ریشن میں فرق کر سکو۔ میں قرآن کی ایک آیت مناسب مقام پر دھتا ہوں۔ یا ایہا الذین امنوا اذ القیتہ الذین کہنوا زحفاً فلا تولوہم الادبار ومن یولہم یومئذ دبرہ الا متحرفاً لقتالٍ وفتحیلاً الی فذہ فقد باء بغضب من اللہ وما اداہ یجھنم وبئس المصیر۔ (اے مسلمانو جب کافروں سے سب مل کر لڑو تو دشمن کے سامنے سے بھاگو مت اور جو بھاگے گا تو خدا کے غضب میں آگیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے) فلا تولوہم الادبار میں دھیت یعنی نہریمتہ کی طرف اشارہ ہے اور متحرفاً لقتال وفتحیلاً یعنی دشمن کی طرف سے متحرفاً یعنی دشمنوں کی ابترائی لڑائیوں میں احد کی لڑائی بگڑ گئی تھی اور اسے بگڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ پیغمبر صاحب نے مسلمانوں کے ایک دستے کو ایک ناکے پر متعین فرما کر حکم دے دیا تھا کہ لڑائی بنے یا بگڑے تم اسی جگہ جمے رہنا۔ دوسرے دستے نے دشمنوں کو ہتھیاروں کے ناکے والے سمجھے کہ بس لڑائی جیت لی جگہ سے ٹل گئے دشمنوں نے ناکہ خالی دیکھ مسلمانوں پر ایسا دباؤ ڈالا کہ سب کے پانوا کھڑے ہو گئے اور ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ پیغمبر صاحب کی بھی خبر نہ لی۔ یہی وہ لڑائی تھی جس میں پیغمبر صاحب زخمی ہوئے اور دشمنوں نے تو یہاں تک اڑا دی تھی کہ مارے گئے چند مسلمان پیغمبر صاحب کے ساتھ سے الگ نہیں ہوئے تھے انہیں حضرت عباسؓ بھی تھے اور یہ آدمی تھے

تو اس کی چھت میں کڑیاں کتنی دیکھیں۔ تم کہتے ہو کہ یہ لوگ درمی بچھائے جو اکیلے رہتے تھے تو درمی میں کس رنگ کی کتنی دھاریاں تھیں زید کا منہ کس طرف کو تھا۔ دروازے میں سادہ کام دا کتنی جوتیاں تھیں سو لھویں کتنی ساڑھ سو لھویں کتنی بعض گواہ جو واقع میں سچے ہوتے کہتے کہ ہم نے ان باتوں کا خیال نہیں کیا یا ہمو کیا دہیں یا جو جس کو یاد ہوتا بیان کرتا تو گواہوں میں ہوتا اختلاف مجسٹریٹ اس اختلاف کو رد شہادت کی دلیل قرار دیتا حالانکہ اس قسم کے اختلاف کو گواہوں کے صدق کی دلیل ہونا چاہیے۔ قریب قریب ایسا ہی حال ہے اختلاف احادیث کا۔ لوگ اختلاف سے گھبراتے ہیں اور میں یہی اختلاف دیکھ کر حیرت کا گردیدہ ہوتا ہوں کہ نہ ہونا اختلاف کا دلائل کرتا ہے قطع پر تو مطلب یہ ہے کہ سائنس کی تحری کو جو یقین کی سی قطعہ دی جاتی ہے یہ ایک عامۃ الورد و غلطی ہے جس کی وجہ سے اسلام کی بڑی حق تلفیاں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ اب مثلاً ابتداء آفرینش کی بحث جو چھڑی ہوئی ہے کہ پہلے اجزلے صغار دمیاطیسی (جھکو تو کم نخت نام بھی یاد نہیں کہ دمیاطیسی یا دقیا نوسی) رہے ہوں گے پھر ان کے اجتماع سے پانی ہوا ہوگا پھر پانی کے تہج سے کف او کفول کے متحج ہو جانے سے زمین اور اجزلے ارضی کے اجتماعات خاص سے نباتات اور حیوانات اور اجزلے حیوانات بندر اور بندر سے آدمی اور یہ انقلابات کہیں لاکھوں کروڑوں برسوں میں جا کر ہوئے ہوں گے یہ ایسے منصوبے ہیں کہ میں تو ان کو تحری کہتے ہوئے بھی شرماتا ہوں۔ پھر اس بنیاد پر اس بنیاد ضعیف پر جو نتیجوں کی عمارت کھڑی کی جائے اس کا استحکام دیکھنے کی لائق ہے کثل العنکبوت المتخذات بیتا دان اوھن البیوت لیبت العنکبوت۔ (جیسے مکڑی کہ اُس نے ایک گھر بنایا اور سب گھروں سے زیادہ بودا مکڑی کا گھر) ۷

مذہب ان کا سیر کے قابل

نے کہے نے دیر کے قابل

ایک زمانہ پری ہسٹارک کہلاتا ہے یعنی تاریخ منضبط کرنے کا دستور تو بہت بعد کو چلا ہے۔ آدمی پر کتنی صدیاں گزری ہیں بلکہ کتنے ہزار برس کہ کسی نے ان وقفوں کی تاریخ نہیں لکھی تو اس زمانے کے حالات مرد و دہور کی وجہ سے غیب بن جاتے ہیں جس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا لا یعلم الغیب الا اللہ۔ جب ہم پری ہسٹارک ایجز (منضبط تاریخ کے پہلے کے زمانے) کا حال معلوم نہیں کر سکتے تو ابتداء آفرینش کے اسرا کیا ہم خاک معلوم کر سکیں گے۔ اہرام مصر کیسے کچھ عجیب اور پایدار مینار ہیں کہ ہزاروں

کرو اور عوام کو پڑا بجھنے دو۔ لیکن سائنس اسی حساب اور جبر و مقابلے اور اٹلیس کا نام تو نہیں ہے سائنس ایک دریائے ناپید کنارہ جس کی نسبت سائنس کا گرد گھنٹال سر آیزک نیوٹن کو تعجب ہے کہ تم لوگ اس شخص کا نام سن کر تعظیماً کھڑے نہیں ہو گئے نہ کسی نے فقرہ خوشی بلند کیا اور نہ ہتیلیوں کے پٹنے کی آواز آئی) یہ سر آیزک نیوٹن کہہ رہا ہے کہ میری اور سائنس کی ایسی مثال ہے کہ ایک نادان لڑکا سمندر کے کنارے بیٹھا گھونگے اور سپدیاں جمع کر رہا ہے اور اپنے جی میں خوش ہے کہ حاصل بھر پوری چند گھونگے اور سپدیاں ہیں اس کو ان میں بہا موتیوں کی خبر ہی نہیں جو قعر دریا میں مدفون ہیں۔ زمانہ ترقی کر رہا ہے اور روزنی نئی باتیں نکلتی چلی آتی ہیں۔ بہت سی باتیں ہنوز زیر تحقیقات ہیں لوگ اٹکیں دوڑا رہے ہیں دیکھئے گو نہ مقصود داتا لگتا بھی ہے یا نہیں۔ ماہر مدائن من علم ان ہما لایظنون (ان کو اس کا علم نہیں مگر نرا گمان ہی گمان ہے) یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہم ان لوگوں کی تنہا دھڑکی کو بھی قطعی الثبوت میں دخل لیں۔ یہ تو ویسی ہی بات ہوئی کہ دنیا میں تاریخ کی سینکڑوں ہزاروں کتابیں ہیں نہ تو ان کے مصنفوں کا حال معلوم نہ ان کی صداقت کا یقین نہ ان کا مانعہ متعین۔ بایں ہمہ ان کے رطب و یابس کو کان دبا کر تسلیم کر لیا جاتا ہے اور انگریزی خوانوں کو ہم ان کی روایات سے استشاد کرتے دیکھتے ہیں۔ اور ایک مذہبی تاریخ ہم مسلمانوں کی حدیث سے جس کے پیچھے بڑے بڑے متقی پرہیزگار لوگوں نے عبادۃً سمجھ کر عریض صرف کر دی ہیں ان کی اتنی بھی توقعہ نہیں جتنی انگریزی ناوولوں (افسانوں) کی۔ اس واسطے کہ ان نیک بندوں نے صرف حدیث کی تنقیہ کے لیے دو دروازوں کے سفر کیے ہزاروں راویوں کے لائف تحقیق کی کہ ان کی دیا نہ کیسی تھی انہی حافظہ قوی تھا یا ضعیف پھر جس سے روایت کرتا ہے اُس سے اس کو ملنے اور حدیث سننے کا اتفاق بھی ہوا تھا یا نہیں پھر روایت کے وقت دونوں کی عمر کیا تھی اس طرح ایک بات کی بال کی کھال نکالی جانے لگی تو اس میں ایسا تو کیا ہے کہ اختلاف نہ ہو تو جو اختلافات تحقیق ہووے بھی ان بزرگواروں نے بے کم و کاست ظاہر کر دیئے۔ اب ان ہی اختلافات کی وجہ سے حدیث بے اعتبار رہے ایک مجسٹریٹ تھا اور اُس کو عام گواہوں کی طرف سے تھی بے اعتباری۔ جب کوئی گواہ اس کی رد و پیش ہوتا وکیل خصم کی طرح اس کے پیچھے پڑ جاتا اور گواہ سے ایسے ایسے سوال کرتا کہ تم اس مکان میں گئے

جیسی جیسی ہدایتیں ہکو شارع سے ملی ہیں ان میں سے تھوڑا سا بیان کروں۔ خدائے عقل کو مدار تکلیف قرار دے کر قرآن کے متعدد مقامات پر عقل انسان کی رسائی کی ایک حد باندھ دی ہے کہ اس سے آگے نہ بڑھے۔ مثلاً روح کے بارے میں فرمایا یثقلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتہم من العلم الا قلیلاً (اے پیغمبر تم سے لوگ روح کا حال دریافت کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ روح خدا کا حکم ہے اور تم کو تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے)۔ پس مسئلہ روح کی نسبت ہم کو صاف طور پر منہ کر دیا کہ یہ باتیں تمہاری سمجھ سے باہر ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا عندہ مفالتم الغیب لا یعلمھا الاھو (غیب کی کنجیاں خدا ہی کے پاس ہیں اس کے سولے کسی کو اس کی خبر نہیں) اور فرمایا توضیح کے لئے غیب کی مثالیں بھی بیان کر دیں ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بائی ارض تموت ان اللہ علیٰ عینہ (قیامت کا علم خدا ہی کے پاس ہے اور وہی منیہ برساتا ہے اور پیٹ کے بچوں کو جانتا ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل اس کو کیا پیش آئے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کس جگہ میرا گاؤں سب باتوں کا علم اسد ہی کو ہے اور وہی سب باتوں سے خبردار ہے) لیکن انسان حرمیں علی ما منعہم لوگ کیا باز آنے والے تھے شروع سے غیب کے پیچھے پڑے ہیں۔ نجوم اور رمل اور جفر یا ہمارے زمانے کے مثلاً میڈیٹر و لاجکل آبر ویشتر وغیرہ یہ سب کیا ہیں اسی غیب کی جستجو اور تلاش ہے جس کو خدا فرما چکا کہ تمہارے بس کا نہیں۔ سائنس کی شوخیاں تو اس حد کو پہنچیں کہ میٹھے ہرے کا وقت تو وقت لوگ خود منیہ کو اپنا تابع فرمان کرنا چاہتے تھے کہ جب چاہا اور جہاں چاہا اور جتنا چاہا برسایا۔ اس سے بڑھکر یہ سنا کہ لوگوں نے مرغی کو انڈے سے دیکھ کر سمجھا کہ مرغی اس کے سولے کرتی گئی ہے کہ ایک وقت خاص تک دن رات انڈوں کو دبائے بیٹھی رہتی ہے تو انہوں نے پہلے اس حرارۃ کا اندازہ کیا جو مرغی کے جسم سے انڈوں کو پہنچتی ہے پھر چاہا کہ کسی تدبیر سے وہی ہی حرارۃ خارج سے انڈوں کو پہنچا کر چوزے پیدا کر لیں۔ بہتیرے جتن کیئے جس انڈے پر غاج سے عمل ایصال حرارۃ کیا گندہ مطلب یہ کہ نہ پانی برسا سکے اور نہ چوزے پیدا کر سکے مگر ٹال اوگوں پر یہ ظاہر کر دیا کہ انسان کے خطہ کا بھی کچھ ٹھکانا نہیں۔ ان سے کچھ تعجب نہ سمجھو کہ مرغی کے سینے سے دن رات انڈوں سے چوزے نکلوانے کی جگہ کوئی تجویز سوچیں کہ آپ ہی انڈے بھی دے لیا کریں تو محکوم سائنس کی

برس سے کھڑے ہیں اور آج تک ان کی ساخت سمجھ میں نہیں آئی۔ باوجودیکہ ان پر کتبہ بھی ہیں مگر صفحہ ہستی سے ان کے سمجھنے والے معدوم پیغمبر صاحب کیسے نام و نمود کے شخص ہو گزرے ہیں کہ آج ۲۶ کروڑ آدمی ان کا کلمہ بھرتے ہیں ان کی ولادت میں اختلاف عمر میں اختلاف وفات میں اختلاف اور ابتدائے آفرینش کے مقابلے میں یہ گویا کل کی بات ہے۔ عرب کے لوگوں کو انساب پر بڑا فخر تھا اور کسی قوم نے عرب کی طرح انساب کو محفوظ نہیں رکھا اس پر پیغمبر صاحب عدنان تک اپنے نسب نامے کو صحیح فرماتے ہیں اُس سے اوپر خدوش۔ جب گزشتہ واقعات کے دریافت کرنے میں انسان عاجز ہے تو آئندہ کے وقعت کو اس کا علم کیونکر احاطہ کر سکتا ہے اور آئندہ کے واقعات بھی وہ واقعات جو اس کے مرے بعد واقع ہوں گے جیسے قیامت کے حالات جہنم اور دوزخ کی کیفیت۔ ثواب عقاب کی نوعیت۔ بے شک انسان کی قوتوں میں سے ایک قوت کیوری آسٹی بھی ہے کہ وہ ہر ایک چیز کی گنتہ کو دریافت کرنا چاہتا ہے اور یہی قوت ہے جو پرواز ترقی کے لئے بال و پر کا حکم دیتی ہے اگر یہ قوت نہ ہوتی تو انسان بھی دوسرے جانوروں کی طرح فطری حالت سے ایک پاخ بھی آگے نہ سرک سکتا۔

مرنگ اربضہ برون آید و روزی طلبد آدمی زادہ نذر دوزخ و عسل و تمیز

اں بنا گاہ کسی گشت و پیمز سے رسید وین تکمین و فضیلہ بگذشت از نہ چیز

لیکن مارل فلاسفی (علم اخلاق) کی کتابوں میں سچاے خود شناسی ثابت کر دکھایا گیا کہ انسان کی کوئی سی بھی قوت جب تک درجہ اعتدال میں ہے فضیلہ ہے اور درجہ اعتدال سے گھٹی بڑھی اور زلیہ ہوتی۔ مثلاً قوت غضبی توسط کے مرتبے میں شجاعت مدوح ہے افراط میں تہور تفریط میں جبن کہ یہ دونوں مذموم ہیں۔ اسی طرح کیوری آسٹی حد سے بڑھ جائے تو اس کو کرپری کہتے ہیں اور میں معافی مانگ کر آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ انگریزی خواں اکثر اس قوت کیوری آسٹی کا ابوز کرتے ہیں یعنی جہاں مسلخ عقل نہیں وہاں بھی عقل کو لے دوڑتے ہیں اور سلام سے اور ان لوگوں سے جو نہیں بنتی تو زیادہ تر اسی کیوری آسٹی کی وجہ سے ابوز سے نہیں بنتی پیغمبر صاحب جن کے مشن کا خلاصہ تھا تسمیم مکارم خلاق انت لعلی خلق عظیمہ انھوں نے اس قوت کیوری آسٹی کے ضبط کی نسبت بہت کچھ فرمایا مگر افسوس ہے کہ ہم لوگوں کو اُس پر نظر نہیں اور اس کا ضرر عاجل یہ ہے کہ بہت سے لوگ گم راہی کے کنارے پر آگئے ہیں مجاہد تقاضاے وقت نے مجبور کیا ہے کہ اس بار سے میں

پرنظر کرو کہ اس پر میں جلوہ گر ہوں گا اگر پہاڑ اپنی جگہ جارا تو عجب نہیں تم جگہ دیکھ سکو۔ پھر جب خدا پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑے جب ہوش آیا تو بول اٹھے کہ تو قید جسمانیہ سے پاک ہے اور میں تیری جناب میں یوں کرتا ہوں اور سب سے پہلے تجھے ایمان الایا) نہیں اپنی طرف سے مذہب کے بارے میں تحقیقات کو نہیں بلکہ کرپزی کو منع کرتا ہوں قرآن میں اس کی سخت ممانعت ہے ایک جگہ فرماتے ہیں ہوالذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ہن امر الکتاب واسخرفمشاہدہ

فاما الذین فی قلوبہم رذیخ فیدبعون ما تشاہ منہ ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اصابہ کل من عند ربنا وما یدکر الا اولوا الالباب (اے پیغمبر خدا) وہ ذات پاک ہے جس نے تم پر قرآن اتارا اس میں بعض آیتیں تو صاف ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور دوسرے مشتبہ ہیں۔ تو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فساد کی تلاش اور تاویل کی جستجو کے لئے مشتبہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں حالانکہ ان کی تاویل خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور جن لوگوں کی معلومات غائر یعنی گہری ہے وہ بول اٹھتے ہیں ہمارا اس پر ایمان ہے یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کے یہاں سے اُتر ہے اور خدا منہ لوگ ہی نصیحتہ مانتے ہیں) بات یہ ہے کہ مذہب اصل مذہب تو محتاج کاوش و تفتیش ہے نہیں یہ سب خدع نفس ہے کہ لوگ محکمات کو چھوڑ کر مشابہات کی اُدھیڑ میں لگے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس کمال دینداری یہی ہے۔ جیسے کوئی بڑا شاطر گھر میں بیٹھا بیٹھا شطرنج کے مشکل سے مشکل نقتے حل کیا کرے اور جائے کہ میں بڑا جڑل ہوں۔ دین اور دین سے میری مراد ہے اسلام ان الدین عند اللہ الاسلام چند خیالات میں فطری ان کو نہ بہت ساری عقل و کار ہے اور نہ بُری معلومات کی ضرورت ہے۔ مولانا سے روم ملتے ہیں۔ ۵

گر با استدلال کا ردیں بُدے      فخر رازی رازدار دیں بُدے

اور حدیث شریف میں پیغمبر صاحب نے دین العجاز والکتاب کی مدح فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینداروں کی نظر میں استدلال کی کیا وقعت ہے۔ انسان عقل رکھتا ہے نوا استدلال اس کا خاصہ طبیعتی ہے مگر میرا مطلب یہ ہے کہ اس خاصے کو حد سے زیادہ کلٹیوٹ (تختہ مشق) نہ کیا جائے نہ کہ آپ ہی آپ شکوک پیدا کرنا جن کی طرف معمولی ذہن خواب و خیال میں بھی منتقل نہیں ہوتے اور آپ ہی ان کے جواب دینا۔ اور پھر جواب کا مرتبہ تاویل کا مرتبہ ہے اور بسا اوقات تاویل سے پوری تسکین نہیں بھی



بے قدری کرنی منظور نہیں اور سائنس کی بے قدری کر نہیں سکتا الا من سفہ بنفسہ مگر ہاں  
نوجوان انگریزی خوانوں کو یہ بات سمجھا دینی ضرور ہے کہ سائنس کی اس قدر وقعت نہ کریں جبکہ  
وہ سخت نہیں اور یہ بھی سمجھیں کہ ہر جگہ سائنس چل سکتا ہے۔

نہ ہر جگہ مرکب تو اناختن کہ جانا سپر باید انداختن

مذہب میں اکثر باتیں ایسی پاؤ گے جو سائنس کی رسائی کی حد سے باہر ہیں۔ مذہب میں زیادہ تر  
ایسے حالات ہیں جو انسان کو بعد مرگ پیش آئیں گے۔ مذہب ان مستقبلات کی پیشین گوئی کرتا  
ہے جو قیامت کے وقت یا اس سے کچھ پہلے اشراط الساعہ کے طور پر آئندہ واقع ہوں گے  
مذہب خدا کے صفات کے متعلق کچھ عقیدے تعلیم کرتا ہے اور یہ سب معاملات ایسے ہیں کہ عقل  
کی عینک سے ہم کو دکھائی دیتے ہیں مگر اس قدر دھندلے کہ دیکھے نہ دیکھے برابر ہم اپنی فطرۃ  
کی رو سے اتنا تو بے دلیل جانتے ہیں کہ ہم کو مرے پیچھے ایک طرح کی ہستی ہوگی مگر کیونکر ہوگی  
اور کیسی ہوگی یہاں عقل کچھ کام نہیں کرتی اور یہی توجہ داعی ہوئی ہے کہ مذہب ہو اور نور  
وحی ہم کو اس ورطہ خیرت سے نکالے۔ اب جو کچھ ہم کو خدا نے بتایا اس میں چون و چرا کرنا۔ یا  
اُس سے زیادہ کا حوصلہ کرنا یہی کرپزی ہے۔ اور سائنس اس طرح کی غذا ہے کہ کرپزی کی خلط  
فاسد کی طرف کو جلد متحیل ہو جاتی ہے۔ سائنس کے سے ثبوت دیکھتے دیکھتے ان لوگوں کا بنت  
آف مائند (رجحان طبع) اس طرح کا ہو جاتا ہے کہ بدن اس قسم کے ثبوتوں کے ان کو تسلی نہیں ہوتی۔  
اور یہ تو نہ آج تک کوئی کر سکتا ہے اور نہ آئندہ کوئی کر سکے گا۔ بے تسلی کا سوال ہے  
جو یہود نے موسیٰ سے کیا تھا اور اللہ جھٹکا (یعنی خدا کو سامنے لا کر دکھاؤ) لیکن موسیٰ یہود کو کیا  
خدا کا دیا رکھاتے جب کہ ان کا اپنا وہ حال ہو گیا تھا جس کا بیان سورہ اعراف میں ہے ولما  
جاء موسیٰ لم یقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی وکی انظر الی الجبل  
فان استقر مکانہ فسوف ترانی فلما اتجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخذ موسیٰ صعقاً  
فلما افاق قال سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین (اور جب ہمارے وعدے پر  
حاضر ہوئے اور خدا نے ان سے باتیں کیں تو موسیٰ نے عرض کیا اے خدا اتنی اجازت دے  
کہ میں تجکو ایک نظر دیکھ لوں خدا نے فرمایا تم مجکو نہیں دیکھ سکو گے مگر ہاں سامنے کے پہاڑ

جائزہ میں مقام تھا۔ ایک بنگلہ ہم لوگوں کے لئے خالی کر لیا گیا تھا اس میں ہم سب لوگوں کے سینگ نہ سما سکے تو میں اور مولوی ذکاء اللہ پاس کے پاس ایک دوسرے بنگلے میں جا چڑے جس میں صاحب مکان بھی رہتے تھے اور وہ تھے عیسائی اور عیسائیوں میں بھی پادری اور ہم کو ایسا ویسا مسلمان لپنے یہاں ٹھہرنے بھی کیوں دینے لگا تھا۔ صاحب خانہ کو یہ تو معلوم تھا کہ ہم لوگ سید احمد خاں کے ساتھ ہیں تو یہ بھی ضرور جانا ہو گا کہ نیچری ہیں اور نیچری ہیں تو آدھے کر شان بھی ہوں گے رات کے وقت مجھے باتیں ہونے لگیں تو انہوں نے اسلام پر وہی معمولی بودے پھپھسے اعتراض کرنے شروع کیے جو عیسائی کیا کرتے ہیں ازاں جلد انہوں نے بہشت کا بھی تذکرہ کیا کہ مسلمانوں کی کیسی لغو اور بہودہ بہشت ہے خدا کے تقدس کے بالکل خلاف میں نے تو چلتا ہوا سایہ جواب دے دیا تھا کہ دنیا ہی کے پیدا کرنے سے خدا کے تقدس میں کوئی تفرق آگیا ہے کہ بہشت کی وجہ سے آجائے گا۔

مضمون میں نے ایسا وسیع اختیار کیا ہے کہ میں اس پر بہت کچھ کہہ سکتا ہوں اور مجھ کو بہت کچھ کہنا چاہیے بھی مگر وقت وسیع نہیں اور لوگ مذہبی باتوں سے بددلتول بھی ہو جاتے ہیں۔ میں نے اس قسم کے خیالات میں ایک ناول لکھا ہے اور اس کا نام ہے رویاے صادقہ وہ پبلک کے روبرو پیش ہو گا۔ اور لوگ آپ اپنی جگہ فیصدہ کر لیں گے کہ میرے مذہبی خیالات درست ہیں یا نادرست۔ طبیعت میری بھی نیچریوں ہی کی سی واقع ہوئی ہے۔ اتنا فرق ہے کہ نیچری حتی الوسع سائنس کی طرف داری کرتے ہیں اور میں حتی الوسع اسلام کی۔ دینا لا ترخ قلبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب

ہوتی اور شبے کا کچھ نہ کچھ اثر طبیعت میں رہی جاتا ہے اور جب بار بار اکثریت سے ایسے مواقع پیش آتے ہیں تو شک کو ترقی ہوتے ہوئے آدمی صاف و صریح باتوں میں بھی بے اصل شبہات کرنے لگتا ہے یہ ہے وہ خطرناک حالت جس کو بے دینی اور لاد مذہبی کی تہید کہنا چاہیے اور جس سے متنبہ کرنا میرا مقصد ہے فکروا علی حذر۔ وہ شیطان اور فرشتوں کا جھگڑا جس کا بیان قرآن میں ہے تمثیل ہی ہی مگر اُس سے جو بڑے کام کی بات مستنبط کی جاسکتی ہو یہ ہے کہ اسی استدلال اسی کرپڑی اسی کٹھجی کی وجہ سے شیطان راندہ جا چکا ہے اُس کو حکم دیا گیا کہ آدم کو سجدہ کرے اور وہ لگا بجٹ کرنے انا خیر مذبذبه خلقتی من نار و خلقتہ من طین۔ علم جس کے درجے کو کوئی فضیلہ نہیں پائی کرپڑی کے رنگ میں اگر ایسی نفعہ بختا تو جس سے فوٹر کوئی زربا نہیں العلم حجاب الکبریم دیکھتے ہیں کہ جناب سول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اصحاب کو بڑی سختی اور تاکید کے ساتھ ایسی باتوں سے روکتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ صحابی صفحہ میں بیٹھے ہوئے قضا و قدر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اتنے میں حضرت برآمد ہوئے اور یہ معلوم کر کے کہ قضا و قدر میں بحث ہو رہی ہے سخت ناخوشی ظاہر فرمائی کہ کیا میں ایسے ہی جھگڑے تمہارے لیے لیکر آیا ہوں ایسی ہی باتوں میں پڑ کر تم سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں تم بھی لگے ان ہی کی پلں کرنے خبردار جو آگے کو کبھی میں نے کسی کو ایسا کرتے دیکھا ہوگا۔

ایک ایمان وہ تھے کہ پیغمبر نے کمارات ہم ساتوں آسمان کی سیر کرائے ان کی اس بات کا ایسا یقین کر لیا کہ اٹ کر یہ بھی تو نہ پوچھا کہ کیونکر گئے اور کس طرح پر آئے اور جو کسی نے دریافت کیا کہ انکو کیونکر یقین آگیا ہوگا تو کیسے کھلے دل سے کہتے ہیں پیغمبر کے فرمانے سے۔ ایک ایمان وہ تھے کہ کسی نے کلیدِ دمنہ کی سی حکایت بیان کرتے کرتے بھٹیڑیوں اور بکریوں کی کچھ گفتگو نقل کی پیغمبروں کی بھی بڑی پرانی کھوپریاں ہیں مستعین میں کوئی نیچری طبیعت کا بھی آدمی رہا ہوگا اس نے تعجب سا کیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا خدا کی قدر سے کچھ بھی بعید نہیں میرا تو یہی عقیدہ ہے اور ایسا ہی عقیدہ ابوبکر اور عمر کا بھی ہے۔ اور ایک ایمان یہ ہیں کہ گزشتہ اور موجودہ واقعات بھی نہیں واقعات مستقبل یعنی عاقبہ کے متعلق خلاف عادی ذہنی سی کوئی بات سن پائیں تو مانے اعتراضوں کے انکو دریں۔ پچھلی گرمیوں میں جو سید احمد خاں کے ساتھ پنجاب جانے کا اتفاق ہوا تو لوٹتیوں کو ایک دن کے لیے

# کچر نمبر ۲۱۔ اخواتِ اسلامیہ

جسکو جناب مولانا و الفضل الرحمن مولوی حافظ محمد زید احمد خاں صاحب نے  
انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے دسویں سالانہ جلسے میں دیا

مع

# کچر نمبر ۲۲۔ متعلقہ طبیب و ہل

جسکو

جناب مولوی صاحب صفی نے اپریل ۱۹۹۵ء کو مدرسہ طبیب و ہل کے

پچھٹے سالانہ جلسے میں بیان فرمایا

مدرسہ طبیب و ہل بازار درسیہ کلاں کی فہرست سے

شمارہ

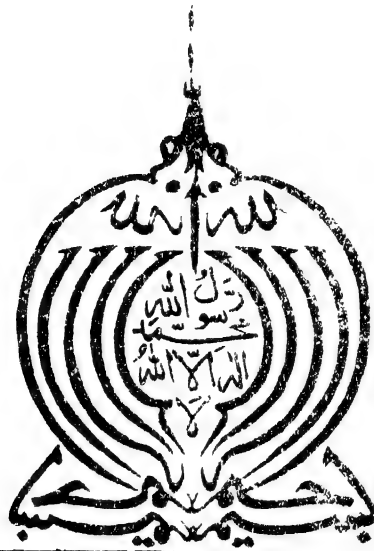
مطبوعہ فی اربعہ ہفتوں میں چھپا



# شہار

## رویائی صادقہ

اس وقت یہ سب اخیر ناول ہے جو مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب نے حال میں لکھا ہے اگرچہ مولوی صاحب کے کل ناولوں اور لکچروں میں مذہبی شان ہوتی ہے مگر اس شان کو عجب شان سے اختیار کیا ہے۔ صادقہ ایک عورت ہے جس کا دماغ خدا نے اس طرح کا بنایا ہے کہ وہ ہمیشہ سچے خواب دیکھا کرتی ہے۔ ادھر سید صادقہ علیگڑھ مجنوں کا جج کا طالب علم فرض کیا گیا ہے۔ بی اے پاس۔ سید صادقہ متزلزل العقیدہ ہے جیسا کہ عموماً انگریزی خواں طالب علم ہوا کرتے ہیں۔ صادقہ اور صادقہ ایک دوسرے کے ساتھ بیاہ گئے ہیں۔ میاں تورہنے والا بنارس کا ہے اور بی بی دلی کی بی بی کے تعلق سے میاں دلی میں رہنے لگا جہاں مذہبی اختلاف کا براغل ہو دلی کی سوسائٹی میں صادقہ کے مذہبی شکوک کو بہت ترقی ہوئی شکوک کے ساتھ اسکی پریشانی بڑھی صادقہ نے خواب کے ذریعہ سے شکوک اور پریشانی کو رفع کیا۔ اس ناول میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ سچا اسلام بالکل عقل کے مطابق ہے اور اس میں شکوک و اشتباہات کو دخل نہیں سکتا قصہ کا خلاصہ یہ ہے ضمناً قصہ میں جو دوسرے مفید مضامین آگئے ہیں وہ ناول کے دیکھنے سے معلوم ہونگے۔ قیمت کاغذ ولایتی (عہر) کاغذ رسمی (عہ) اسکی خریداری کی درخواستیں مبلغ صدیقہ دلی میں بنام محمد نذیر حسین تاجر کتب آئی چاہئیں



ہر سخن و تے و ہر مکملے دارد

یہ کہ ان میں بعض تاعہ، کتبہ جو آپ زرتے لکھنے کی لائق ہے آپ سب عاجوں کے ساتھ ہو گا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس موقع پر اس کے لیے کیا کیا جائے۔ اس مکان کو انہیں حمایت اسلام کا مکان ہے۔ اور وقت اس کے حالانہ جلد ہے تو جو کچھ کیا جائے۔ درجہ کہ اس مکان اور اس وقت کے مناسب ہو یعنی ہر ایک بات سے اسلام کی حمایت کی جائے۔ لیکن اسلام کی حمایت کے لیے اس کے میں مختلف ایک وقت تھا کہ لوگ اسلام کے نام کو صفحہ روزگار سے نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے۔ یہ یوں دن اذ یطغوا انو اللہ باقواہم ویابی اللہ الا ان یلمنوا و لو کرہ الکفر و ان وقت اسلام کو فوجی قوت کی ضرورت تھی اور اسلام کی حمایت اسی میں منحصر تھی کہ فوجی طاقت سے اس کی تائید کی جائے چنانچہ ایسا ہی حکم بھی تھا و عذر اللہ ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترہون بید اللہ وعدہ کرم و الخیرا من و نفہم لا تملوہم اللہ یعلیہم و ما تنفقوا من شیء فی سبیل اللہ یوف الیکم و انتم لا تظلمون۔

ابھی وہ بڑا لکچر دیتے ہوئے نہیں گزرے کہ میں لگا عربی بگھانے۔ یہ قہر مجھ پر چلے اور ہمیشہ پیش آتی ہے۔ کہ کیا چاہئے کہ یہی ٹوٹی پھوٹی عربی تو اپنی ساری عمر کا سطر یہ ٹھہری۔ اور لکچر دینے پڑتے ہیں اسلام پر مسلمانوں کی تعلیم پر مسلمانوں کی انجمنوں پر۔ تو چار و ناچار قرآن حدیث سے استہسا و کرنا ہوتا ہے۔ اتنا وقت نہیں ملتا کہ یہ عربی پڑھوں پھر اس کا ترجمہ کروں۔

۱۷۰ کا فر جانتے ہیں کہ ایک نور کو مونہ سے پھینکنا، کچھ بھاد میں مگر اسد اپنے نور کو پورا ہی کر کے رہے گا۔ اس میں کافروں کی بڑائی تو کچھ ہے اور کافروں کے عقائد کے لئے جہان تک ترسنا ہوا ان میں سے کسی سے زور نہیں بچتا اور اگھڑے باندھ کر ایسا کر دے تو دشمنان خدا اور منہ سے دشمن دہان کے سولے دوسرے مخالف جن کو کہ نہیں جانتے اللہ عرب بانٹا ہے تہ ذہن کے اور کچھ یہی اللہ کی راہ میں خرچ کر دے گیات کے دن نکلے راہ ابو احمد کا نام اور کسی طرح تباہی حق نکلے ۱۱

# مختصر فہرست کتاب و کان محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریا بہ کلاں علاوہ اس کے ہر ایک قسم کی کتابیں فرمائش آنے پر بذریعہ ویلوپے ایل روانہ ہوتی ہیں محصول خیر

نام کتاب	نام کتاب	نام کتاب	نام کتاب
سیرۃ النعمان میں	کے لوگوں کے لیے فائدہ بخش تصنیف	دلفریب یعنی ابن ناول میں	اور سلمانوں کی سچی حیرت اسلامی
سوانح عمری حضرت امام عظیم	کی ہے اب صنف مروج سے بیکر	شہداء کے غدر کے حالات	اور ایک بار ساعورت کا چاشن
رحمۃ اللہ علیہ قیمت فی جلد	عمر کوئی اس بہادری کی سوانح عمری	اور ایک شریف خاندان کی جنگ	دیو وغیرہ بیچ ہے اسکے صنف
حسن الدیان فیما فی سائر النعمان	کیا کھیکھ میت بھی کچھ کران میں	بے بسی اور بیکسی کی تصویریں پرت	بھی ہوئی جہاں حکیم صاحب شر میں
یکتا بہ سیرۃ النعمان کی تردید پر	ہے صرف فی جلد	سے ایک عجیب اثر ہوتا ہے	دنگش حصہ اول۔ ناول عجیب
سیرۃ الفادوق یعنی سوانح	تذکرہ تیمور دینی سوانح عمری	حسن الجلیلا آئینی میہ ناول	دیو ہے شروع کرو تو بغیر خرم کیے ہیں
عمری حضرت عمر فاروق رضی اللہ	ابن تیمور شاہ صاحب قرآن فی جلد	جس میں ترکوں سے رمیوں کی آئی	نہیں آتیمیت فی جلد
اسلام لانے کے وقت سے اخیر	تذکرہ الحسنین دینی مامون	اور برائوں کا جوش اسلام سے	دنگش حصہ دوم۔ فی جلد
نارائے خاندان کا ذکر ہے فی جلد	رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری فی جلد	ترکوں کی مدد کو ناول اور دوسروں	بزم خیال۔ یہ ناول ہی دیکھنے
شرف المناقب یعنی سوانح	سوانح عمری شیخ ابو الفضل علا	کو سوار ترکوں کی مدد پر فتوحاتیں	کے قابل ہے
عمری بر علی شاہ قلندر بابائی	سوانح عمری راجہ بریل فی جلد	جس کرنا اور پھر رانیوں کے ترکوں	تھکا آنکھوں کی پیرت مشو پے ہٹ
روضۃ الاقطاب میں	تذکرہ بابائینی سوانح عمری	کا باہم مذہبی فساد ہوا وغیرہ	کا ترجمہ قیمت فی جلد
سوانح عمری خواجہ قطب الدین گنگا	باب شاہ قیمت فی جلد	مروج ہے یہ بھی ایک نظم ناول ہے	عشرہ دیانت اس کتاب میں
کا کی رحمت اللہ علیہ فی جلد	تذکرہ خوند یعنی سوانح عمری	منصور و صوفیوں کا ناول	آداب فرنگ مغیہ الملائین دیو
انجینہ سکندر کے سوانح	دلفریب جات لانا خوش علی	سے جس سلطان محمود غزنوی کے	کی کیفیت بطور ناول کے فی جلد
عمری سکندر عظیم شاہ مقدونیہ	صاحب قیمت فی جلد	جوش اسلامی اور ہندو راجہ جیر	ناول دلفریب کمالی شہر زان
سوانح عمری عمر و عیار۔ یہ کتاب	معین الادراج یعنی سوانح	کی بہادری کی سچی تصویریں نظر	چپ بندش پاکیزہ خیالات پرست
بہت عمدہ ہے	عمری حسین الدین جن بخاری شہ	آئی ہیں قیمت فی جلد	ہوئے فقرے سوز و غم شان و در و گھر
سوانح عمری نونچھان بیکہ	اجیری رحمۃ اللہ تعالیٰ فی جلد	صلوات العزیز و درجنا	رام کمالی بیچے جانے تصویریں عری
پہلا اسکے ایک کتاب ہے جہاں کی	الماحون یہی ایک قابل مد	یعنی یہ وہ ناول ہے جس میں اسلامی	کی مشکلات و مصائب کا فوٹو زان
سوانح عمری میں لکھی گئی ہے مگر وہ	قیمت اسکی لمحاظ ضخامت	شان و شوکتا در دین اسلام	فرز و شہیدا و ریکھیاں۔ جد الغبت
مفصل نہیں یہ کتاب حال میں	کرت ناول وغیرہ	بی نظیر ناول نظر آتے ہیں	از محمد شیش دل پھر آخر پاکبازی
دہلی کے مشہور مصنف میرزا میرت	تذکرہ بابائینی ایک حسرت صہیب	شہید و فانیسی نہایت ہی پرت	یکلی اور محبت کے صلیب کا سیالی نہ
صاحب تصنیف کا ہے اور ایسے	کی پروردگمانی۔ عاشق و فگار	اور دہلیہ حصہ اسپین کی تاریخ	صرف لکھ چلا جائے بلکہ جو کجی
مفصل اور مدلل حالات و بیچ کیے	کی افسوسناک سرگزشت	لیکھو راکھی وضع میں لکھا گیا ہے	اور شانت کو بھی ساتھ لیے جو کجی
ہیں جسے ثابت ہے کہ اسلام میں	کدیر فاطمہ یا ارباب ملکا	اردو میں صرف ہی ایک ناول ہے	عشق کے جنون پیدا کرنے والے خیالات
سفرات بھی تری طیل القدر	ہے ایک سلمان لہدی کی	جسے ذریعے سے نظر آتا ہے کہ	ہی بلکہ عبرت انگیز اور دانی کا بن
اور اوپر لکھ گدڑی ہیں اور جاجا	سرگزشت قیمت فی جلد	اہل عرب کے زوال کی قوت ہستیا	دینے والے حالات بھی خندہ گرد
نہ جہاں کی نسبت انگیزہ و حرکت	عصمتی یہ بھی ایک عمدہ	عظمیٰ میں سلمانوں کی کیمالات بھی	بھی اپنے اپنے موقع پر نہایت موند
اقوال اور رائیں ہیں میرزا صاحب	ناول ہے قیمت فی جلد	درگیش نندنی	اور سناست شروع کر کے تمہیں خبر
سے یہ کتاب بہت عمدہ اور زمانہ حال		مردوں ہے جس اجماعی کتاب	چھوڑ نیکی جو نہیں چاہتا ثابت کائنات

دہلی محمد علی بازار دریا بہ کلاں

قریب قریب ایسا ہی حال میرا ہے۔ لکچر دونگا تو عربی ضرور ہوگی سبھو یا نہ سبھو۔ مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ بھی عربی پڑھو تو وہ اُلتا بُرا مانتے ہیں۔ کیوں جی آج کسی ادنیٰ درجے کے حاکم کا سمن آتا ہے یا کوئی ادنیٰ درجے کا حاکم کسی کے مقدمے میں فیصلہ صادر کرتا ہے تو کوئی تم میں ایسا بے پروا ہے کہ پڑھنا جانتا ہو اور اُسکو نہ پڑھے یا پڑھنا نہ جانتا ہو اور اُسکو پڑھو اگر نہ سُنے۔ اور سمن اور فیصلے کو بھی چلے میں الو۔ کبھی تارا جاتا ہے تو اُسکے پڑھنے اور پڑھولنے تک گھر کے سارے کام بند ہو جاتے ہیں۔ ایک پیسے کے کارڈ کی بھی کچھ حقیقت ہو بے پڑھے نہیں رہا جاتا۔ لیکن قرآن حکم الحاکمین کا فرمان تیرا سو برس کا آیا ہوا رکھا ہے اب اپنی اپنی جگہ سمجھ لو کس کس نے پڑھا اور کس کس نے پڑھو اگر نہ۔ اور اپنا اسلام کے لیے چڑے دعوے اور بڑے جوش و خروش اور اگر کسی مسلمان بھائی کا دل جلے دل ہی تو ہے نہ سنگِ خشت درد سے بھرنے آئے کیوں \* اور وہ ٹکوتختی سے عربی کے پڑھنے کو کہتے تو تم اُسکا مونہ کھسوٹنے کو موجود ہو جاؤ \*

تم ہندو کیا خوش ہوئے۔ آخر ہوتو اسی ہندوستان کے مسلمانوں نے عربی کی قدر نہ جانی تو تم سے سنسکرت کی اور بامقوس ہے کہ دونوں زبانیں کلاکل (ام اللسنہ) تھیں اور کلاکل بننے کے علاوہ غضب یہ کہ مذہبی اب حال یہ ہے کہ سنسکرت کے لیے جرمن جاؤ اور عربی کے لیے فرانس۔ اس سے بڑھ کر بے عزتی اور مصیبت کی کوئی اور بات بھی ہو سکتی ہے۔ نتیجہ کیا ہے کہ ہندو اپنے وید سے بالکل بے خبر ہیں اور یہی حال مسلمانوں کا ہونے والا ہے کہ اگر عربی کی طرف سے یہی غلطہ رہی تو الجھت اور الجھت پر لڑا کر نیگے اور کوئی اتنا کہنے والا نہ ہوگا کہ صحیح لفظ الجھت ہے تم بڑھے طوطے تو اب کیا پڑھ سکتے ہو لیکن اپنی نسلوں کو کیوں برباد کر رہے ہو۔ اچھا بھائیو جو تمہاری سمجھ میں آئے سو کرو۔ اپنا کام تو کوئی نہ کرنا ہے وہ بھی اس سبب کہ ہلکا کر کے ملواتے ہو۔ تمہارے سبب میں تو اپنی وضع کو چھوڑنے والا نہیں۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ایک وقت تھا کہ لوگ اسلام کے نام کو صفحہ روزگار سے نیست نابود کر دینا چاہتے تھے اسوقت اسلام کو فوجی قوت کی ضرورت تھی اور اسلام کی حمایت اسی میں منحصر تھی کہ فوجی طاقت سے اُسکی تائید کی جائے چنانچہ ایسا ہی حکم بھی تھا۔ واعدنا اللہم ما استطعتم من قوت ومن سرباط الخیل ترہبون بہ عدواللہ وعدکم واکثرین من درہم لاتعلونہم اللہ یعلمہم وما تنفقوا من شیء فی سبیل اللہ یوف اللہکم وانتم لاتظلمون۔ میں اس آیت کے جزو اخیر کی طرف آپ صاحبوں کی توجہ کو زیادہ تر صرف کرنا چاہتا ہوں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت جہاد ہی سبیل اللہ تھا اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے یہی ایک معنی تھے کہ جسکو جب نامقدور ہو ساز و سامان حرب کے بہم پہنچانے میں خرچ کرے ہتیار خریدے اونٹ گھوڑے مول لے



اس پر محکوم اسداتِ خاں غالب یاد آئے کہ وہ بڑے مشکل گو شاعر تھے۔ وہ ابتدا میں فارسی کہا کرتے تھے بلکہ فارسی بھی نہیں پاری اور پارسی بھی ناآئینہ تباری سپہا نوکھے استعارات اچھوٹی تشبیہات لفظی تعقیدات تو ان کا کلام مشکل ہوا ہی چاہے۔ کوئی شخص کہتا تھا کہ ایک مرتبہ ان ہی کے شعر کے ان سے معنی پوچھے تو کچھ دیر تامل کرنے کے بعد فرمایا بھی اس وقت تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہا تھا۔ ان کو اپنی فارسی پر بڑا ناز تھا اور ریختہ گوئی کو بہت نڈل و دروڑوں مرتبہ سمجھتے تھے چنانچہ ایک ریختہ گو معاصر کی طرف اشارہ کر کے ایک قصیدے میں تعریفاً فرماتے ہیں ع اپنے فخر تست در گفتار آن نگ من ست + لیکن انگریزی عملداری کی وجہ سے جو انقلاب عظیم واقع ہونے والا تھا اسکی صبح نمودار ہو چکی تھی اور زمانہ کہہ رہا تھا کہ مرزا صاحب اس بہا ط کو تہ کیجے کہ زبان فارسی نہ تو ہندوستان کی ملکی زبان ہے اور نہ اس میں علوم ہیں۔ کیوں آپ اسکے پیچھے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اگلے لوگ کچھ مستقل مزاج بھی زیادہ ہوتے تھے مرزا صاحب مدتوں تک اسی فارسی کو پھڑکے رہے۔ مگر زمانے کے ساتھ کسی کی ضد کیا چلے۔ خاص شاعری تو پیٹ بھرے کے مشغلے ہیں اسوقت جیسا کچھ شاہی دربار تھا وہاں ریختہ ہی کی قدر تھی۔ ناچار مرزا صاحب نے بھی بادل ناخواستہ ریختے کا نمونہ چڑانا شروع کیا۔ میں صرف نمونے کے طور پر انکے اسوقت کے چند شعر ٹپٹا ہوں۔ اشعار

عض ناز شوخی دندان براے خندہ ہے	دعویٰ جمعیتہ اجاب جاے خندہ ہے
ہے عدم میں غنچہ معجوبہ راجہ انجام گل	یک جہاں زانو تامل در تھاے خندہ ہے
کلفہ افسردگی کو عیش ریتابی حرام	ورنہ دندان در دل افشردن بتاے خندہ ہے

ایک اور۔ تاکہ یہ خیال نہ ہو کہ میں قصداً اتفاقی بندشوں کو چھانٹ کر لایا ہوں +

لب خشک در تشنگی مردگان کل	زیارت کہد ہوں لآ زندگان کل
ہمنہ نا امیدی ہے بد گمانی	میں ل ہوں خرب فاجر دگان کل

مرزا صاحب کی شاعری اس بات کا نمونہ ہے کہ زمانہ کیونکر اپنی جستری میں سے لوگوں کو نکالتا ہے وہ مرزا جو ریختہ گوئی کو ننگ سمجھتے تھے آخر آخر اپنی اردو سے سلی پر فخر کیا کرتے تھے مرزا کے نمونے اردو شاعری کے کالے کالے لفظ ناعت بدایا اولی الایضا۔ خیر توجہ ان کی شکل گوئی کی مشق مندروں پر تھی اسکے بائے میں فرماتے ہیں

مشکل ہے زبں کلام میر لے دل	سُن سُن کے اسے سخنوران کامل
اساں کہنے کی کرتے ہیں فرمایش	گویم مشکل و گرنگویم مشکل

والے لڑیں جھگڑیں کچھ پروا کی بات نہیں خدا کا کام کسی طرح اٹکانہ رہے پیغمبر صاحب کے غزوات میں اخیر غزوہ تبوک کا تھا۔ تبوک ملک شام کا ایک شہر تھا جس پر پیغمبر صاحب چڑھ کر گئے تھے۔ لہذا یانہ قسم کی ہوتی ہیں۔ دُفنو کہ دشمن چڑھ کر گئے اور اُسکو مار کر ہٹا دیا جائے۔ دوسری آفسو کہ ہم کسی چرسٹھ ہکر جائیں۔ غزوہ تبوک ظاہر میں آفسو معلوم ہوتا ہے۔ مگر نہیں وہ بھی پیغمبر صاحب کے تمام غزوات کی طرح دُفنو تھا۔ ملک شام بادشاہ روم کی عہداری اور وہ تھا عیسائی۔ دشمنوں نے وہاں پیشہور کر دیا تھا کہ پیغمبر صاحب نے تو انتقال فرمایا اور ملک عرب میں قحط پڑا ہے اس بادشاہ روم کو حوصلہ پیدا ہوا اور اُس نے عرب کی طرف اپنا لشکر روانہ کرنا چاہا۔ پیغمبر صاحب کو اسکی خبر لگی تو اپنے مناسب جہاں ہم ہی سبقہ کریں تو اُسکو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہوا۔ اُن دنوں سخت گرمی پڑ رہی تھی اور مینے کے نخلستان کہ یہی اُن لوگوں کی معاش تھی پکے ہوئے پیلا رتھے۔ بے سامانی اس دُعبے کی۔ سواری کیسی مینے میں سپاہیوں میں اور سپاہی کون یہی صحابہ باربر داری کا شکل سے ایک لونٹ۔ رسد کا پتہ نہیں۔ درختوں کے پتے کھا کھا کر رہ جاتے۔ مگر مینے ایسی قوی تھیں کہ فوج روم چرسٹھ کر گئے تھے جس سے بہتر راستہ اور سامان فوج اُسوقت رومے زمین پر کسی کی نہ تھی کیوں جی ذرا انصاف کرو اگر ہم جیسے مسلمان اُن وقتوں کے بھی ہوتے تو آج شاید اسلام کا کوئی نام بھی نہ سنا۔ یہ اُن ہی مسلمانوں کا طفیل ہے کہ خدا کے فضل سے آج تین اکتیس کروڑ آدمی رومے زمین پر اسلام کا کلمہ بھرتے ہیں۔ کیا اُن بزرگوں کا اتنا بھی حق نہیں کہ ہم ادب و احسانندی سے اُن کا ذکر خیر کریں شاید اٹامے کا اناؤہ شریف کا مذکور ہے اور شہداء کے غدر سے پہلے کا۔ میں نے اٹامے کو شریف اس جہ سے کہا کہ وہ محسن الاسلام محسن القوم نواب محسن الملک بہادر کا وطن ہے۔ جن کو تین ڈینس (حاضرین) میں دیکھ کر مارے خوشی کے جامے میں نہیں ساتا۔ اناؤہ کے مینے نے اناؤہ شریف کہا تو سہی مگر بن کو خیال آیا کہ ایک بار دلی میں فتوے نکلا تھا کہ اجیر اور کچھوچھ اور تونہ کو شریف کہنا درست بھی ہے یا نہیں ایک شخص نے مجھے بھی یہ مسئلہ پوچھا میں نے اُسکو یہ جواب دیدیا تھا کہ اگر مزاج شریف کہنے میں شرعاً مضائقہ ہو سکتا ہے تو بیشک اجیر شریف میں بھی تامل ہے بہرے شاید اناؤہ شریف کا مذکور ہے اور شہداء کے غدر سے پہلے کا کہ وہاں شیعہ سُنی مدلول سے اس طرح ملے جُلے ہوئے ہیں جیسے کچڑی میں اُل چاول۔ ایک ہی گھر میں میان سُنی بی بی شیعہ۔ ایک باپ کے چار بیٹے دو شیعہ دو سُنی۔ بلکہ ہم تو دیکھا کہ اناؤہ کا ایک ہی شخص ایک وقت شیعہ ایک وقت سُنی۔ یہ ہمارے نواب محسن الملک بہادر ہی پہلے تھے پھر سُنی ہوئے اور اب شیعہ سُنی دونوں سے بڑھ کر پھری۔ اسکے بعد پھر اُن نے اپنے ایک ہاتھ کی چار انگلیاں پھیلا کر لوگوں سے کہا کہ یہی انگلیاں نہیں ہیں جو ایک ستمیہا کسی اندھے کی آنکھیں بنا کر پوچھا کرتا ہے کہ تباؤ کو انگلیاں ہیں

جو مسلمان بھائی آپ جہاد کی طیاری نہیں کر سکتے اُنھیں ایسے ضرورت کی چیزیں مہیا کر دے۔ چنانچہ جنابِ عملِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذکورہ غیرہ سے جو کچھ آپ کی ذاتی آمدنی ہوتی وہ اور جو کچھ مسلمانوں سے زکوٰۃ و صدقات کا وصول ہوتا وہ سب ہی تنجیمِ جیش کی مد میں صرف فرما دیا کرتے تھے۔ زکوٰۃ و صدقات کا وصول ہونا سن کر خیال نہ کر لیا کہ پیغمبرِ صاحبِ رقبوں میں سے کچھ اپنے خرچ میں لاتے ہو گئے۔ حاشا! کھانا۔ ان کو آپ فرماتے تھے گوگوں کے مال کا منیل۔ اور زکوٰۃ و صدقات کو نہ صرف اپنے اور اپنی نسل کے لیے حرام طعمی کرکھا تھا بلکہ تمام نبی ہاشم یعنی اپنے چھدی قرابت مندوں کے لیے بھی۔ زکوٰۃ و صدقات کے مصرف معین تھے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ

وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبِهِمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وہ پکارے کہتے تھے لَا اسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا میں خدا کا حکم پہنچا دینے کے صلے میں تم سے کسی معاوضہ کا طالب نہیں) تو کیونکہ ہو سکتا تھا کہ زکوٰۃ و صدقات کو اپنی معاش کا ذریعہ قرار دیتے۔ یہی زکوٰۃ و صدقات ہیں یہی لوگوں کے مالوں کی سیل ہیں جنکو علماء اور مشائخ کے مذہبی گروہ نے اپنی وجہ معاش ٹھہرا رکھا ہے پیغمبرِ صاحبِ رقبوں کے روازے کو اپنے اور اپنی نسل اور اپنے قرابت مندوں جہی پر نہایت مضبوطی کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پابند کر دینا کچھ ٹھوڑی بات نہیں۔ اس میں ہجو پیغمبرِ صاحب کی صداقت اور سبب بازی اور دیانتہ کی بڑی عمدہ اور مستحکم دلیل اور بے چون و چرا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دعویٰ رسالت کرنے میں انہی کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔ بہر کیف زکوٰۃ و صدقات میں سے تو پیغمبرِ صاحب کبھی ایک کوئی ایک جہاں اپنے صرف میں نہیں لائے۔ اپنی ذاتی آمدنی میں سے بھی صرف ضرورت کی قدر گھر کا خرچ نکال لیا کرتے تھے۔ سوکنا خرچ۔ برس بھر کا غلہ جو زمین میں پیدا ہوتا تھا وہ بھی اس جزیرہ کے ساتھ کہ اُمّات المؤمنین ہمیشہ عسکر کی شاکی را کرتی تھیں یہاں تک کہ ایک بار اسی بات پر ناخوش ہو کر ان لوگوں میں رہنے کی قسم کھالی تھی جسکو اصطلاحِ شرع میں ایلا کہتے ہیں اور اسی تقرب میں وہ آیہ اتری تھی عَسَىٰ أَن يَبْعَثَ اللَّهُ فَوْزًا مِّنْكُمْ ان بیدلہ ازواجاً خیراً امنکم مسلمات مؤمنات فائزات ثابتات عابدات ساجدات ثیبات و ابکرات ایلا بھی ایک قسم کا ترک ہے مگر ترک موقت مطلب یہ ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ گھر میں تنگی ہو گھر

۱۔ صدقات تو بس فقیروں اور محتاجوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کی تحصیل وصول پر مامور ہوں اور ان لوگوں کے لیے جن کے مانوس کرنا اور خرچ و باجانے اسکے علاوہ صدقات کو خرچ کیا جائے علاموں کے آزار کرنے میں لوگوں کا قرض چکانے میں اور اسکے رستے یعنی جہاد میں اور سافروں کی امداد میں۔ یہ مصرفِ اہل کے نہیں ہے۔ ہونے میں اور اہل سبکے حال سے واقف اور تیر والا ہے ۱۲ منہ

۲۔ پیغمبر کی تہ و تاب اس کو کچھ دور نہ پہنچا کہ اگر پیغمبر نکو طلاق دے دیں تو تمھارے بدلے میں خدا ان کو تم سے بہتر سیبیانِ غایت کو دے مسلمانین والیاں جسکے بردار خاکی جناب میں تو بیکر سے والیاں اُس کی عبادت کرنے والیاں سفد سے رکھنے والیاں دو ماں جہیں اور گواریاں ۱۳ منہ

ڈپٹی صاحب کے ساتھ ہیں اور منصوبوں کی کچڑیاں پک رہی ہیں۔ اور اس طرح کے ہنگاموں کا کچھ دستور بھی ہے کہ ان کی ابتداء ایسے ہی عقل لوگوں کی طرف سے ہو کرتی ہے۔ چنانچہ بمبئی کے ہندو مسلمانوں میں جو فساد حال میں ہوا تھا اسکے بارے میں گورنر لارڈ ہیرس نے یہی رائے قائم کی تھی۔ اور لارڈ ہیرس اس رائے میں منفق نہ تھے ہر جگہ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ جو لوگ فرضوں کی پروا نہیں کرتے نفلوں کے لئے مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں ابھی چند روز کی بات ہے۔ ہماری دلی میں آمین پر قتل و غارتگریوں میں خوب سرچھٹول ہوئی۔ لوگوں پر جبر مانے ہوئے چمکے لئے گئے اور مقتدمات شاید لاہور تک آئے۔ اور میں نے سنا ان لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے بھوکہ بھی خدا کو سجدہ نہیں کیا۔ اسی طرح ایک شخص رمضان میں روزے تو رکھتا تھا مگر سحری اور فطاری کا بڑا اہتمام کرتا۔ کسی نے کہا کہ تم کو سحری اور فطاری کی کیا ضرورت ہے تو کہتے کیا ہیں واہ روزے نہیں رکھتے تو کیا سحری اور فطاری بھی نکریں نہ کہافر ہی ہو جاتیں۔ غرض ہنگاموں اور خانہ جنگیوں میں بات کچھ بھی نہیں ہوتی لوگ نادانی سے اس کل بنگلہ بنالیا کرتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ہنگاموں کی کون کسے ششہاء کے بڑے ہنگاموں کا سامان میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ بازاری خلق نے اس آگ کو سلگایا اور آخر کار ایسا بھڑکی کہ ہزاروں ناکرہ گناہ خاندان کے خاندان اس کی پیٹ میں لگے۔ ایسا ہی ایک واقعہ جناب سول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی ہوا تھا کفتح مکہ کے چند روز بعد جنین کی لڑائی ہوئی۔ اس میں مال غنیمت بہت کثرت سے آیا تھا اور جیسا کہ قرآن سے آیا تھا ویسا ہی پیغمبر صاحب نے خوب جی کھول کر لوگوں کو دیا بھی تھا۔ مکہ تھوڑے دن ہونے کو فتح ہوا تھا اور وہاں کے لوگوں کے تالیف قلوب کی ضرورت تھی شدید پیغمبر صاحب نے صلحہ وقت سمجھ کر اہل مکہ کو یابیوں کو کہ قریش کو مال غنیمت سے زیادہ حصہ دیا۔ تالیف قلوب کے معنی ہیں استقامت۔ پرچانا۔ ملانا۔ یہ ہندی کی چندی میں نے اس غرض سے کی کہ اب اس طرح کے الفاظ مسلمانوں کی دشمنی میں ڈھونڈے نہیں ملتے اور مسلمان سازگاری کے مفہوم ہی کو نہیں سمجھتے۔ خیر تو جنین کی غنیمت سے قریش کو زیادہ حصہ ملا تو اس پر بعض انصار کو حسد ہوا اور انھوں نے ایسا خیال کیا کہ پیغمبر صاحب اپنی قوم کی رعایت فرماتے ہیں۔ لگے کہنے قریش کو مال غنیمت سے زیادہ حصہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کے خون بھی تک ہماری تلواروں میں پٹے ٹیکے ہے ہیں۔ یہ ماجرا پیغمبر صاحب کے سمع مبارک تک پہنچا اور آپ نے روسا انصار کو جمع کر کے پوچھا انھوں نے عرض کیا کہ ہم میں بعض نادان نوجوانوں نے ایسی شکایت کی تو آپ مگر اپنی بات پر نہ جائیں ہم میں جو صاحب الرائے ہیں انکو تو کسی طرح کی شکایت ہے نہیں۔ بات دبے باگنی۔ تو جس طرح کھنڈاؤ القوم نے انصار اور مہاجرین میں فساد ڈلوانا چاہا تھا اسی طرح کے سفہاء القوم نے بمبئی کے ہندو

میسری یہ انگلیاں مذہبی نردبان ہیں۔ سب سے نیچے کی انگلی بنصر مطلق مذہب ہے۔ اس سے اوپر کی خضر مذہب اسلام۔ اس سے اوپر کی وسطی دہائیہ اور سب سے اوپر سے وہ نیچریت کی جگہ کو دکھاتی ہے۔ یعنی پہلے آدمی مطلق مذہب کا خیال کرتا ہے۔ پھر مذہب کے خیال میں ترقی کرتا ہو تو اسلام میں آتا۔ پھر اسلام میں ترقی کرتا ہے تو وہ اس طرح کے عقائد بہم پہنچاتا ہے جنکو لوگ تعنتاً (جکڑ) دہائی کہتے ہیں۔ پھر وہ دہائیہ میں ترقی کرتا ہے تو آخر کار نیچریت ہوتا ہے اسکے بعد دخل انجنت کا مرتبہ ہے۔ مگر نیچریت سے وہ نیچریت مراد ہے جو اسلام اور دین حق کی مراد ہے اور جس کی صراحتیں تھوڑی دیر بعد کرونگا۔ اور میں نواب محسن الملک کو اسی طرح کا نیچریت خیال کرتا ہوں اور اسی سے انکی غلط فہمی سے ذہن میں ہے خیر تو اٹا وہ شریف میں شیعی سنی مدتوں سے اس طرح ملے جلے ہوئے ہیں جیسے کچھڑی میں دال چاول۔ ایک ہی گھر میں میاں سنی بی بی شیعہ۔ ایک باپ کے چار بیٹے دو شیعہ دو سنی۔ شیعوں کی مجالس میں سنی شریک۔ سنیوں کی مذہبی تقریبات میں شیعہ موجود۔ ایسے اختلافات ہوں تو مسلمانوں میں بہتر نہیں بہتر ہزار فرقے صبح بہتر فرستے شام چشم ماروشن دل شاد۔ یہاں تو بڑی مصیبت یہ ہے کہ تل برابر مذہبی اختلاف ہوا اور ایک دوسرے کی آبرو کا دولت کا جان کا لاگو بنا۔ اور جب تک ہندوستانیوں کا یہ حال ہے ہندو ہوں یا مسلمان عیسائی ہوں یا برہمن یا آریہ کوئی بھی ہوں اور کسی شان میں بھی ہوں **ہیت** بہر رنگ کے کہ خواہی جلوہ گر باش کہ سن آں قدر عنائی شناسم با جب تک ہندوستانیوں کا یہ حال ہے اور جب تک مذہب کے پنجہ آہنی میں یہ لوگ موم کے ناک میں جدھر کو چاہا پھیر دیا ان میں سے کسی ایک کو نہ فلاح ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ انگریزی نہیں تم خود انگریز بھی بن جاؤ۔ تاہم جیسے بد نصیب اب ہو ویسے ہی بد نصیب انگریزی پڑھ کر نہیں (انگریز بن کر) بھی رہو گے **ہیت** تھی دستان قسیمہ راجہ سودا زہر ہر کامل کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرو سکنہ ررا با ہاں اٹاے کے سنی شیعوں کا سا اختلاف کھو گے کہ عقائد مختلف اور پھر ایک کے ایک تو مبارک تم مبارک تمھارے اختلاف۔ خیر تو اٹاؤے کے سنی شیعی آپس میں ملے جلے رہتے تھے کبھی کسی نے یہ بھی نہ جانا کہ کتنے دو مذہب ہیں۔ بد نصیبی سے کہ یہ بلاد توں سے مسلمانوں کے شر سوار ہے کوئی ڈپٹی صاحب اس شہر میں بدل کر آئے اور وہ تھے شیعہ اور شیعہ بھی متعصب ڈپٹی صاحب کو بدلے ہوئے تھوڑی مدت ہوئی تھی کہ وہ جو کہتے ہیں کوڑھ میں کھنچ محرم اپنچا۔ انھوں نے دلدل نکالنا چاہا جو کبھی نہیں نکلا تھا۔ چکی بکلی بجانا چاہی جو کبھی نہیں بکلی تھی۔ بھوسا اڑونا چاہا جو کبھی نہیں اڑا تھا۔ مجالس میں علی الاعلان تبرک کرانا چاہا جو کبھی نہیں ہوا تھا۔ مگر یہ تدبیریں ابھی چپکے چپکے ہو رہی ہیں حکام انگریزی کو کچھ خبر نہیں اور نہ اچھی طرح سنیں ہی کو معلوم۔ مگر ماں چندنا عاقبت اندیش نوجوان شیعہ زیادہ تر ڈپٹی صاحب کی خوشامد اور کسی قدر مذہبی خیال سے بھی

موقع دو۔ ان کو جلد جلد بدلت۔ دھنستہ کو لیا قہ کا سٹینڈرڈ (معیار) بناؤ۔ اور اسکو داسی کی مدارتی ٹھیکر  
 پھر خانہ جنگیاں اور ہنگامے ہوں تو ان کا ذمہ دار میں۔ بائے اٹاف کے اسٹنٹ صاحب فریقین سے دریافت  
 کر کے بڑی دیر میں ایک یا دو شہرت کی اور پھر دوڑے دوڑے جا الماری سے ایک انگریزی تاریخ نکال لائے  
 اور اسکو دیکھتے اور یادداشت سے ملاتے رہے۔ اور پٹی صاحب اور کوتوال ہیں کہ دونوں حکم خیر کے منظر بیٹھے ہیں خیر  
 تو اس اسٹنٹ نے دلائل وغیرہ کے نکالنے کی تو مانعہ کر ہی دی کہ یہ چیزیں اس شہر میں کبھی نہیں نکلیں اور پٹی  
 صاحب پر بھی بہت تعجب کیا کہ آپ ملمان ہو کر جنرل عہد کی اسلامی خدمتوں کا کچھ شکر نہیں ادا کرتے اور ہم  
 جانتے ہیں کہ شاید اسی وجہ سے مسلمانوں کی سلطنت پر زوال آیا ہے۔ جب ایک قوم اپنے فتنہ جنرل کی خدمتوں کی  
 قدر نہیں کرتی تو یہ اُس قوم کے ادبار کی نشانی ہے۔ اس لوگوں کے دل شکستہ اور ان کے دھنستہ ہوجاتے  
 ہیں۔ ہم پوک آف ولنگٹن کو جسے واٹر لو کی مہم کو فتح کیے پنولین شاہ فرانس کو قید کر لیا تھا ہم لوگ اُس ٹیوک  
 آف ولنگٹن کو دیوتا کی طرح مانتے ہیں۔ یہ اسٹنٹ اگرچہ کوئی بڑا عمدہ دار نہ تھا مگر آخر تھا تو انگریز اور ایک دن  
 چھوٹے جسے یا بورڈ آف رونیو کا ممبر یا فٹ گورنر ہونے والا تھا بات اس نے لاجواب کی۔ اسی طرح کا ایک  
 مذکور میں نے حال کے اخبار میں دیکھا ہے کہ بئی کے گورنر لارڈ ہیرس کی میعاد ملازمہ ختم ہو کر وہ ولایت جانے  
 لگے تو بیکار کھڑے ہوئے دعوہ دی۔ دعوہ میں جیسا ان لوگوں کا دستور ہے تندرستی کے ہام پئے گئے پیچیں ہوئیں  
 ایک پیچ ایڈمرل کیسٹنی کی بھی تھی۔ انھوں نے بھلا اور باتوں کے ایک بات یہ بھی بیان کی کہ ایک بحری غاش  
 ہوئی تھی تو اُس شہور نس کے کسی ٹوکرے دہت دکھانے کے لئے لوگوں نے بھیجے تھے۔ ظاہر ہے کہ آدمی کے  
 دانتیں طرح زندگی میں مونہ کی ڈیبا میں بنا ہیں اسکے مرے پیچے بھی ایک ڈیبا میں آسکتے ہیں اور یہ بھی تحقیق  
 نہیں کہ بچائے نس کے دہت اکھاڑیئے گئے ہوں۔ اس پر بھی لوگوں نے نس کی ایسی قدر کی کہ کسی کو اس کا  
 جھوٹا یا سچا دہت ماتہ آگیا تو اُس کو تبرک کی طرح محفوظ رکھا۔ قوم اس طرح پر قدر دانی کرتی ہے تو لوگ قوم پر  
 اپنی جانیں تار کر دیتے ہیں۔ ایک ہمارے قوم ہے کہ جو شخص انکے فائدے میں کوشش کرے اُسے اسی کے سر  
 ہوں گا بیاں دیں کافر بنائیں مرتد ٹھہرائیں تاکہ آگے کو کوئی انکے فائدے کا نام نہ لے۔ میں نے اٹاف  
 کے اسٹنٹ کی حکایت کچھ اس غرض سے بیان نہیں کی کہ مجھ کو سنیوں کے حق میں ایک انگریز اسٹنٹ کی رائے  
 استہادہ کرنا منظور تھا۔ یہ بچارہ اسٹنٹ تو کس شمار میں تھا میں تو لیبی طبیعت کا آدمی ہوں کہ ڈیونپورٹ اور  
 لائل اور گبن اور کولیم اور ب جیسے لوگوں سے استہادہ کرنے کو بھی دہن اسلام سمجھتا ہوں۔ استہادہ کا کبھی

مسلمانوں کو لڑا مارا اور اسی طرح سفہاء القوم اٹا دے کے ڈپٹی صاحب کے بھرتے میں آگے ضلع کا مجسٹریٹ خالی الذہن۔ کبھی سُنی شیعوں میں تکرار ہوا ہو تو خیال بھی آئے۔ کسی تازہ ولایت اسٹنٹ کو چارج دے سکا کہ تشریف لے گئے۔ یہاں جوں جوں محرم نزدیک آتا جاتا ہے سُنی شیعہ دونوں اپنی اپنی جگہ طیاریاں کمرہ ہیں گرو دل اور بھس اور چکپیوں کے ارادے از خود شیعوں کے دل سے پیدا ہوئے جوتے تو سنی شاید چنداں پروا بھی نہ کرتے۔ مگر چھ ڈپٹی صاحب محکم تھے سنیوں نے جانا کہ حکومت کے بل بوتے پر سنیوں کے چھوڑنے کے لئے یہ تجویز کی گئی ہیں دنیا میں کوئی چیز حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر مذہب یا زبردست ہو کہ جب کبھی اس کا اور حکومت کا مقابلہ آپڑا ہے ہمیشہ حکومت ہی ہاتھ دیکھا ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے جو نیوٹرلٹی (بے تعلقی) کی دہشتناک پالیسی (تدبیر) اختیار کر رکھی ہے کہ اسکو کسی کے دین و مذہب سے کچھ بحث ہی نہیں وہ بھی اسی پرنسپل (اصل) پر مبنی ہے۔ کہ کیوں مذہب سے چھڑ چھا لکی اور کیوں اپنی بیٹی کر لائی۔ میں تو کسی نیو (ہندوستانی) رئیس کا رعیت ہوں نہیں مگر مجھ کو معلوم ہے کہ پنجاب میں نیو ریاستیں بہت ہیں اور عجیب نہیں ان ریاستوں کے باشندے بھی آؤئیں میں ہوں تو جس سے بن پر اور جس طرح بن پر اپنے رئیس کے گوش گزار کر دینا اور رعیت گری کا حق ادا کرنے کا اس سے بہتر کوئی پیرا نہیں کہ اور باتوں میں برٹش گورنمنٹ کی پیروی کرو یا نہ کرو مگر مذہبی نیوٹرلٹی سے بال برابر اُدھر اُدھر کھسکے اور ریاست پر زوال آیا۔ افسوس ہے کہ اٹمے کے ڈپٹی صاحب نے مذہبی تعصب کے جوش میں آکر اتنا بھی نہ سمجھا ڈپٹی کلکٹری کیا خاک کرتے رہے ہونگے۔ مگر انگریزی عہداری میں وہ زمانہ جاہلیہ تھا جیسے سید سادے ہندوستانی حکام جوتے تھے ویسے ہی بھولے بالے انگریز۔ بائے کو تو ال شہر نے تاراک لوگوں کے تیور بگڑے ہوئے ہیں اور چونکہ وہ تھانسی ڈپٹی صاحب کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ وہ اور تو کیا کر سکتا تھا مگر اُس نے روز ناچے رنگنے شروع کیے اور اسٹنٹ صاحب ہر کہ سمجھتے بوجھتے خاک نہیں۔ آخر اُس نے شاگرد پیشوں کی معرفت صاحب کے کان میں ڈالا کہ شہر میں بڑا بھاری بلور ہونے والا ہے تب تو صاحب بڑے سٹ پٹائے اور وہ جو کہتے ہیں اُلٹا چور کو تو ال کو ڈانڈے کو تو ال کے سر پہنے کہ تنے ہکو طلاع کیوں نہیں کی۔ کو تو ال نے عرض کیا کہ حضور میرے روز ناچے سنگو اگر دیکھیں میں دو دو ہفتے سے برابر لکھ رہا ہوں۔ صاحب کو اُس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سُنی شیعوں میں کیا اختلاف ہے۔ انگریزی عہداری میں سب خوبیاں ہیں مگر رعایا کے اندرونی حالات سے حکام انگریزی کا ناواقف ہونا بڑا غصہ ہے۔ بیشک اس کا انتظام ہے مشکل مگر ایسی ہی شکلات پر غالب آنے کا معاوضہ ہے۔ سلطنت اور یوں ٹوٹا پھوٹا انتظام کیا پہلے نہ تھا۔ یا اب ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ حکام کو رعایا کے ساتھ احتلاط



یہ وقت ہمیشہ رہا ہے اور ہمیشہ رہیگا کہ اُسی کے مٹنے والے جاوہ اعتدال ہے سخر ہوتے رہتے ہیں۔ سو اس مرض کی دو ابھی معلوم ہے مگر ذرا پرانی ہو گئی ہے اور اُسیں انگلی سی قوت نہیں رہی۔ وہ دو اکیلا ہے یہی ہمارا مذہبی پیشوا مولوی واعظ مشائخ۔ دنیا کے عہد بار سے دیکھا جائے تو ملک کے امن میں فتنہ ڈالنے والے دہم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو بیرونی دشمن جو باہر سے چڑھ کر آئے اُسکے دفع کے لیے شاہی فوج ہوتی ہے۔ دوسرے اندرونی دشمن چور اچکے ڈاکو قطع الطريق۔ جن کی سرکوبی کے لیے پولیس اور عدالت ہے۔ یہی حال مذہب کا ہے کہ اُسپر خراج سے بھی حلقے ہوتے ہیں اور حائل سے بھی۔ اور صیبت یہ ہے کہ دوسرے دوسرے حلقے اور ان کو دفع کرنے والے ایک علماء۔ اور اسے کاش علماء سچ سمجھ کر حلوں کا مقابلہ کریں۔ سو خراج کے حلوں میں سے برازبردست حملہ سائنس (علوم جدیدہ) کا ہے۔ یہ چارے علماء کو اسکی خبر ہی نہیں کہ سائنس ہے کیا چیز۔ اور وہ کہتا کیا ہے۔ پس سائنس نے خالی میدان پالیا ہے۔ اسلام پر بے محابا دار چلار رہا ہے۔ ادھر سے کوئی جواب دینے والا نہیں رہے اندرونی حلقے۔ سوان کو دفع کرنے کی عوض علماء باہم اختلاف کر کے خود ہنگاموں کو اشتعالکے تیتے میں کیا حال ہو ملک کا جبکہ پولیس جبکہ کام ہنگاموں کو رکنا دانا ہے آپ ہنگامے برپا کرنے لگے۔ اب ہکو دیکھنا ہے کہ اسلام کی حالت کیا ہے آیا وہ اچھا بچھا تندرست ہو یا اسکو کچھ روگ ہے اور وہ کیا روگ ہے اور اسکی کیا سبب واقع ہوا ہے اور اسکی علاج کیا ہے۔ اور ان باتوں کے معلوم کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ اگر واقع میں اسلام محتاج مدد و حمایت ہو تو ہم اُسکی ویسی ہی مدد و حمایت کر سکیں جیسی مدد و حمایت کی اسکو حاجت ہے ورنہ وضع الشی فی غیر محلہ کرنے سے ہماری محنت ناعاق رائگاں جائے گی۔ اور اسلام کو بھی ہم کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ سو معلوم ہے کہ اسلام نہ ضرر بیمار ہے بلکہ بیمار مختصر۔ ہر خطہ بعض لوگ اسکا سبب زوال سلطنت کو ٹھہراتے ہیں مگر اپنی تو میں کہتا ہوں کہ مجھ کو سلطنت کے جاتے رہنے کی اتنی بھی تو پروا نہیں جتنی کسی کو مٹی کے ایک کھڑے کے ٹوٹ جانے کی ہوتی ہے جو حلوائی ایک پیسے کے دودھ دہی کے ساتھ مفت دیدیا کرتے ہیں۔ سلطنت کے ساتھ اگر ختبیارات ہر توفیق اختیار کے ساتھ ذمہ داریاں بھی ہیں۔ اب وہ زمانے نہیں ہے کہ حق ناسخ جو کچھ بادشاہ کے دل میں آیا کر گزرا کوئی اُس سے باز پرس کرنے والا نہیں۔ نہ ملنے نے ڈسپانک گورنمنٹ یعنی شخصی سلطنت کا بیج مار دیا ہے اور پبلک اوپینن (عام لوگوں کی رائے) کی ایک قاهرہ حکومت قائم ہو گئی ہے۔ کہ دنیا کی مجموعی سلطنتیں بھی اُس کی متابعت نہیں کر سکتیں۔ یہاں تک کہ جن سلطنتوں سے ہکو کچھ بھی تعلق نہیں ہم اُنکے معاملات میں بھی آزادی کے ساتھ رائے زنی کرتے ہیں۔ روئے زمین پر ایسا کوئی بادشاہ نہیں جسکے افغان اقوال پر جرح نہ کی جاتی ہو پس



خیال بھی آتا ہے تو ذہنِ مقل ہو تا ہے بی بی خدیجہ کی طرف۔ بلالؓ کی طرف۔ عمار بن یاسر کی طرف۔ یا ایسے ہی دوسرے بزرگوں کی طرف۔ مگر ان میں یہ کہہ سکتا تھا کہ اسلام پر ایک وقت ایسا گزرا کہ وہ فوجی قوت کا محتاج تھا اور اس وقت جہاد ہی ایک متعین پیرایہ اسلام کی حمایت کا تھا۔ اس ضمن میں غزوہ تبوک اور لشکر اسلام کی بے سامانی کا خیال آگیا۔ مسلمانوں کا لشکر جو تبوک پر چڑھ کر گیا تھا بے سامانی ہی کی وجہ سے جیش العسره (لشکر بے سامان) اور غزوہ تبوک ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہے۔ اول تو ان دنوں مسلمان ہی کتنے تھے اور جو تھے اکثر بے مقدم و بے ہمت بھی جتنا جس سے بن پڑا اپنے اوپر کشش کی اور خدائی لشکر کا بھرنا بھرا رہے بڑا چنہ۔ حضرت عثمانؓ کا تھا کہ انھوں نے بھلا آج کل کے بڑے مقتدر مسلمانوں کی ہمتوں پر قیاس کر کے بتا دیا تو سہی کیا دیا ہو گا۔ اور یہ بھی خیال کر لینا کہ تبوک ہی کی ایک ضرورت نہ تھی ایسی ضرورتیں ہر روز پیش آتی رہتی تھیں۔ آئے دن خدا کے نام سے قرض مانگا جاتا تھا۔ ۱۔ الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضاً عافاً لہ اضاعاً فاکثیرۃ جکوئن سن کر یہود کہتے تھے ید اللہ مغلولۃ قومی کا سور کھ سہرا انجام ایسا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ تم اپنی اس انجمن حمایت اسلام ہی کو کیوں نہیں دیکھتے کہ جتنا دیتے جاتے ہو ان کی ضرورتیں بڑھتی جاتی ہیں اور ابھی یہ کیا بس کرتے ہیں۔ اور پھر یہ انجمن ان وقفوں کی ضرورتوں کے آگے کیا چیز ہے۔ بہر کیف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس بیس چاس نہیں ایک دم سے تین سو اونٹ با ساز و سامان لشکر تبوک کی تجویز میں دیئے اور صحیح روایت کے مطابق ایک ہزار اشرفیاں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں لا کر ڈال دیں۔ اشرفیاں دیکھ کر ان حضرات کا تو یہ حال ہوا کہ ماسے خوشی کے آپ کا چہرہ چمک اٹھا۔ آپ ان اشرفیوں کو اچھالتے اور فرماتے جاتے تھے بس عثمانؓ کو اب کسی عمل کے کرنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی بھائی شمس دین کو اشرفیاں دے تو ہم بھی دیکھیں کہ یہ کیوں مکر غش ہوتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ جس طرح آدمی کی شخصی ضرورتوں کا کچھ ٹھکانا نہیں بھوکا ہے تو محتاج خدا ہے ننگا ہے تو محتاج لباس ہے ہمارے تو محتاج دوا ہے پیادہ ہو تو محتاج سواری ہے اور جبکی جو ضرورت ہے اس کا رفع کر دینا اسکی امداد و حمایت ہے۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً اسلام کی ضرورتیں مختلف ہوتی رہی ہیں اور جو لوگ اسلام کے خدائی اور خیر خواہ رہے ہیں انھوں نے ان ضرورتوں کو رفع کر کر دیا تو ایک وقت اسلام کی فوجی امداد کا تھا اور ان وقفوں کے مسلمان فوجی طاقت سے اس کی مدد کو کھڑے ہو گئے۔ اور ایک وقت وہ تھا کہ فلسفہ یونانی نے اسلام کو بیخ و بن سے مستحیل کرنا چاہا تو ان وقفوں کے علماء نے علم کلام سے اس کی مدد کی۔ اور ایک وقت اسلام ہمیشہ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اسلام کی خصوصیت نہیں ہر ایک مذہب پر

۱۔ کوئی جو خدا کو قرض جس دے کہ خدا قیامت کے دن اسے قرض کو کوئی گونا کر کے ادا کرے ۱۲۔ اللہ خدا کا ہاتھ تنگ ہوتا ہے ۱۳۔ وہ لڑائی جس میں سپاہی چھیڑے پھینٹے ہوئے تھے ۱۴۔

حالت میں تھا۔ تو جن دنوں میں حیدرآباد میں تھا خدا اس سلطنت کو کہ سلطنتوں کا ذریعہ فخر ہے اور میرے لیے تو  
 قیام کی ڈیڑی ہے قیام دنیا تک قائم رکھے۔ چونکہ ایک مشورہ یہ ہے یورپ کے علاج کنزرواں آتے جاتے  
 ہیں اور جب کوئی شہزادہ یا لارڈ یا شاہیہ میں سے کوئی اور شخص آتا ہے تو سرکار نظام کی طرف سے علی قدر مراتب  
 بڑی سیرتشی اور فیاضی سے اسکی مہمان نوازی ہوتی ہے۔ کمتر کوئی سال ایسی دعوتوں سے خالی نہ جاتا ہوگا۔ مجھ کو بھی  
 اور دعوتوں میں بار بار شریک ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ اب یاد نہیں کہ کون آیا تھا مگر تھا کوئی بڑا جلیل القدر انگریز  
 معمول کے مطابق انکو ڈیرہ لایا اور انھیں زر پٹنسی اور سٹیٹس کے اعلیٰ انگریز مردوزن اور سرکار نظام کے تمام غریزین  
 تھے۔ ایوان وزارت میں دعوت تھی۔ ترتیب کے ساتھ میزبان لگائی گئیں۔ بہتہ نواب فتح الملک سرالار جنگ اول  
 نشین تھے۔ ان کے دائیں بائیں بڑے بڑے انگریز اور ان کی لیڈیاں۔ مجھ کو جس سینر پر جگہ ملی وہ ایسے طور  
 پر واقع ہوئی تھی کہ میری پشت کسی قدر سرالار جنگ کی طرف کو ہوتی تھی۔ تو میں بے ادب کے اور کسی قدر کیوری  
 اسٹی رشوق کی وجہ سے بھی بار بار مڑ کر سرالار جنگ کو دیکھتا جاتا تھا۔ ڈنر کا ساز و سامان کیا بیان کر دوں البتہ  
 معلوم ہوتا تھا کہ سرالار جنگ کو یا تخت سلطنت پر اجلاس فرمایاں۔ گاس کی روشنی نے رات کا دن کر دیا ہے  
 ساڈ سلور رٹھوس چاندی کی قبوں کا در چل رہا ہے۔ بینہ کی آواز دلوں کو گدگد رہی ہے۔ ہنسی مذاق کی باتیں  
 ہوتی ہیں کھانے کے بعد بن بن کے پٹاخے جھوٹ رہے ہیں۔ پھر تھکڑ کا تماشا ہے۔ آتش بازی ہے۔ انگریزی  
 ہندوستانی ناچ ہے۔ یہ سن کر سب کے دل تو ضرور بھر بھرا کے ہوں گے۔ مگر نہیں۔ ذلک متاع الحیوۃ الدنیا  
 واللہ عندہ حسن المذنب۔ تو جو وقت میں مڑ کر سرالار جنگ کو دیکھتا تھا۔ نواب حسن الملک بہادر سے کہ  
 میں اور یہ دونوں ایک ہی سینر پر تھے کہنا جاتا تھا کہ اگر قیام کوئی سکے کے دل کو دیکھے مارے خوشی کے  
 ڈبل سائز (دو چند مقدار کا) ہو گیا ہوگا۔ اللہ اللہ سرالار جنگ مرحوم و مغفور کس ہمارے کاٹنے والے  
 سٹیٹس میں (میر) تھے۔ اُس مجمع میں میرے برابر دیکھنے کو دیکھا اور اگلے دن نواب حسن الملک پوچھا۔ اٹھو  
 نے بے کم کا ستہ عرض کر دیا۔ تو فرماتے کیا ہیں ماں جی آدمی دوسرے کی حالت کے اندازہ کرنے میں ہمیشہ غلطی  
 کیا کرتا ہے۔ ان کے نزدیک میں دکن میں سب سے زیادہ خوش ہوں اور میرا حال یہ ہے کہ ان رات کے چوڑے  
 آنکھوں میں مجھے چوبیس منٹ بھی کبھی بے فکری نصیب نہیں ہوتی۔ یہ حال تھا اُس شخص کا جو تھا تو وزیر۔ مگر  
 خود مختاری کے اعتبار سے اسکو بادشاہ کہا جاسکتا تھا کیونکہ حضور نور نے ہنوز زمام سلطنت دست مہارکت

اب سلطنت چھو لوں کی سچ نہیں رہی۔ بادشاہ کو پبلک اوپینین کی بیچ (حالہ) کے روبرو ہر ایک بات کی جوابدہی کرنی پڑتی ہے۔ اُس سے پیسے پیسے کا حساب لیا جاتا ہے۔ اوریوں بھی ملکہ اسی ایک بلائے لئے رہا ہے۔ سب سے زیادہ طعن ہماری برٹش گورنمنٹ۔ سواہر کراں دنوں کیا حال ہو۔ روپے کی قیمت گھٹتی چلی جا رہی ہے اور ملک میں اس سرے سے اُس سرے تک غل سا مچا ہوا ہے۔ سکرٹری آف سٹیٹ نے روٹی کو ڈیوٹی زخمی کر دیا تھا آخر پبلک اوپینین نے اُسکا گلابا کر ڈیوٹی لگوائی پر لگوائی۔ پھر بھی سکرٹری آف سٹیٹ ایک چال چل گئے کہ ویسی ہی ڈیوٹی ہندوستان کے بنے ہوئے کپڑے پر بھی لگا دی۔ اس پر اخباروں پر سکرٹری آف سٹیٹ کی وائس کے کی وائس کے کی کونسل کے ممبروں کی جیسی گت بنائی جا رہی ہے اخبار کے پرنسٹنٹس نے سختی نہیں اور آج کا آج امریکل کاکل یہ بڑی لمبی پوٹش کے حکام کہ ان ہی کو من وجر بادشاہ سمجھنا چاہیے۔ پبلک اوپینین کے مطیع ہو کر رہیں تو سی۔ فرانس اور روس کے ساتھ بکشدگی ہے۔ وہ ایک بدی ہوئی بات ہو۔ ہر چند پرنس آف ویلز نے زار روس کی تعزیر کی تقریب میں موقع پا کر بہت کچھ تو تھمو کر دی ہے۔ خدا ان کو راستہ دے۔ مگر پرنس آف ویلز اور زار روس میں کیا چیز جب تک دونوں قوموں کے دل صاف نہ ہوں اتنا ہی نہیں۔ رات دن یہی کابل کی خبر سناتے گزرتی ہے۔ پنجاب کی حسد پر جو کچھ ہو رہا ہے آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ سٹریٹس چین اور جاپان اور تمام یورپ کی سلطنتیں اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے کہ دیکھیں یہ رات کس کروٹ بیٹھا ہے کہیں ایسا نہ آئے کے ساتھ گھن پسنے لگے۔ پھر مصر اور افریقہ اور سوڈان کا۔ اس کا حال نام لوں۔ مع تن ہمدوغ و داغ شہنشاہ کجا کجا انہم بہ ٹھنڈی ہوا تو کسی طرف سے بھی نہیں آتی۔ یہیں مشین، ٹورنہ انہم خروارے وہ چند معدودے چند وقتیں جنہیں ان دنوں برٹش گورنمنٹ مبتلا ہے۔ سچ کہا ہے۔ اُن اپنی لائبریری دی ہڈ ہو دیر زوی کر دین (جو سرتاج اور صتا ہے ہمیشہ دکھتا ہی رہتا ہے) میں ہوں کہ مجھ کو انگریزی گورنمنٹ سے سوائے اسکے کہ ان کے ملک میں رہتا ہوں کچھ تعلق نہیں اور جن دنوں تعلق تھا بھی تبھی یونیٹل معاملات میں مجھے کونسا دخل تھا اور نیٹو کتنے ہی بڑے درجے کا کیوں نہ ہو اور ملکی میں اُسکو اس کی زیادہ دخل ہو سکتا ہے جیسا ہندوؤں کی رسوائی میں کمار کو کہ چوکا دے کمار برتن دھوئے کمار لگ سلگائے کمار چوکے کے باہر سے وال چڑھائے کمار آٹا گوندھے کمار روٹی گھر کر لالہ صاحب کو دے کمار۔ لالہ صاحب کیا کرتے ہیں کہ کمار کے ماتھے سے روٹی لی تو سے پر تو سے اتاری موند میں۔ مگر ہاں مجھ کو ایک ہندوستانی ریاستہ کی ملازمت کا اتفاق ہوا ہے۔ تھا تو وہاں بھی کچھ الگ تھلگ ہی سا مگر پھر بھی یہاں کے ہندوستانی عمدہ دار سے بہت بہتر

کے کارنامے سن کر شیخی میں آجاتے اور اپنے منظر سلوم سمجھ کر ناحق کا غصہ کرنے لگتے ہیں اور معلوم ہے کہ مکرور کا غصہ مار کھانے کی نشانی۔ مسلمانوں کی بے دولتی کے جہاں اور سبب اب ہیں ازاں جلد ایک جھوٹی شیخی اور ناحق کی نمود بھی ہے۔ دنیا کے بھی کاموں کا دستور ہے کہ خاص کر ابتدا میں پھوڑی یا بہت ذلت ضرور لکھ کر کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً نوکری کہ ایک دم سے کوئی اکسٹرا اسٹنٹ یا اسٹنٹ کسٹر نہیں ہو کر تاجر ایک کو پہلے چھوٹی سی چھوٹی نوکری ملتی ہے۔ پھر تدریج ترقی کرتے کرتے لوگ بڑے درجوں پہنچ جاتے ہیں۔ اگر اس وقت فرض کر دو کہ کوئی لفٹنٹ گورنر یا چیف کورٹ کلج ہے تو وہ ابتدا میں ضرور اسنے درجے کا اسٹنٹ کسٹر ہوگا۔ اسی طرح جن سٹور کو ڈپٹی کسٹر یا ڈسٹرکٹ یا ڈویژنل جج دیکھتے ہو وہ شروع میں شاید قلعنویس ہوئے ہوں گے یا ہنگامی محرم جو مائٹری طور پر رومی چھانٹنے کے لئے مقرر کر لیے جاتے ہیں۔ غرض ابتدائی نوکریوں میں پتے کو بہت مارنا پڑتا ہے۔ اور مسلمان اگر ایسا قی کی وجہ سے بڑی نوکریوں سے محروم ہیں تو شیخی کی وجہ سے وہ چھوٹی نوکریوں میں رہ نہیں سکتے۔ ممالک مغربی شمالی میں ایک ضلع ہے جو نیپور اور اسکا ایک پرگنہ مچھلی شہر یہ مچھلی شہر ایک مشہور مقام ہے اور اسکی شہر کی وجہ علماء کا ایک خاندان ہے۔ یہ لوگ علماء مستندین کے علاوہ دنیاوی عروج بھی ایسا کچھ رکھتے تھے کہ مولوی شکور مولوی ظہور چار بھائی ایک دم سے چاروں صدقہ اتفاق سے ایک مسلمان تحصیلدار کو رکھو رکھا ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوا۔ اور گورکھپور جا تیوں کو اسکو مچھلی شہر سے ہرگز گزرنا تھا۔ اور وہ مچھلی شہر سے ہو کر گزرا۔ ممکن نہ تھا کہ مسلمان ڈپٹی کلکٹر مچھلی شہر سے ہو کر گزرے اور ان بزرگوں نے ملے۔ ایک نے مانے وہ تھے اور ایک وقت یہ آیا ہے کہ دو صاحب جج کو گئے میں ایک کو وہابی کہنا چاہتا تھا تو کو بدعتی۔ مگر نہیں ایک تھے غیر مقلد یا الہی بیٹ اور دوسرے مقلد یا خفی۔ ابھی جہاز ہی میں تھے کہ مدینہ طیبہ جانے کی صلاح کرنے لگے کہ جج سے پہلے ہوائیں یا جج کے بچا چلیں۔ غیر مقلد نے کہا کہ مدینہ جانا کچھ داخل ارکان جج تو ہے نہیں میں نہ پہلے جاؤں نہ پیچھے۔ مقلد اسے کاش یہ کہتا کہ بندہ خدا مدینہ جانا داخل ارکان جج نہ سی مگر کب اس ملک میں آنا نصیب ہوتا ہے۔ اس بڑے حکیم مروتی اور حق ناشناسی اور ناشکری اور کیا ہوکتی ہے کہ ہم عرب آئیں اور اس غنیمت کے مرقہ مبارک کی زیارت نہ کریں۔ جسکی جوتیوں کے صدقے میں ہماری دنیا اور آخرت دونوں درست ہوتیں۔ لیکن غیر مقلد کی ضد میں اس مقلد نے یہ کیا کہ ہمارے اتر سید حامد نے پہنچا اور وہیں سے بے جج کیے گھر کو لوٹ گیا۔ شاباش ہے ہمارے دوست نے ڈپٹی کلکٹر کو کہ بزرگان مچھلی شہر کو علماء دین سمجھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایک بزرگ سے یہ بھی درخواست کی کہ مجھ کو دنیا اور دین کے متعلق نصیحت فرمائیے دین

نہیں لی تھی۔ اور ایسے بکیر کو کچنٹ انتظام میں کسی طرح کا دخل نہیں دیتے تھے۔ پس اتنی بڑی ریاست میں کہ آج ہندوستان میں اسکا ثانی نہیں سکا۔ جنگ جو چاہتے تھے سو کرتے تھے۔ سلطنت اور حکومت کی یہ چند وقتیں جو میں نے بیان کیں دنیاوی خرشوں کے لحاظ سے بیان کیں اور اگر مواخذہ عاقبت کی نظر سے دیکھا جائے تو شاید سلطنت سے بڑھکر دنیا میں کوئی مصیبت نہ ہو۔ اور جن لوگوں نے مواخذہ عاقبت کا صحیح صحیح اندازہ کیا وہ ہمیشہ اس سے نفور رہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا حال تو سنا ہوگا کہ خلیفہ وقت نے اُن کو قاضی القضاۃ بنانا چاہا۔ اُن دنوں کی قضا ایسی تھی جیسی آج کل کی مدارالمہامی کیونکہ کل معاملات شرع شریف کے مطابق تصفیہ پاتے تھے۔ امام نے انکار کیا۔ خلیفہ بدگمان ہوا۔ امام نے قید بھگتی کوڑے کھائے۔ ان صدموں کی وجہ سے تپ آئی مہر گئے۔ موت کی قضا ختمیار کی اور مدارالمہامی کی قضا نہیں عجب نہیں مولانا سے روئے ان ہی امام ابوحنیفہ رحمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوں کہ فرستے ہیں۔

گفت نائب قاضیا گر نہ رحیت وقت شادی و مبارکبادت در میان آن دو عالم جاہلے قاضیے سکس چہ دانزدان و بند چوں رود و خون شان مال شاہ	قاضیے نشانہ دومی گرسیت ایں نہ وقت گریہ و فریادست گفت آہ چوں حکم راند بیایے آن دو خصم از واقع خود و قہنہ جاہل ست و غافل ست از حال شاہ
--	--

ایک وہ تھے جو حقوق العباد کا اس قدر پاس رکھتے تھے کہ عاقبت کی جواب دہی کے ڈر سے حکومت کو فتنہ ابتلا سمجھتے تھے اور ایک ہمہ گیر کہ حقوق العباد کو کھیل سمجھ رکھا ہے اور مردم آزاری کے مواقع کو دھونڈتے پھرتے ہیں اور نہ یہ ہے کہ ابوحنیفہ اور ابوسعید اودھم سے کہیں زیادہ خدا کی باز پرس سے مطمئن ہیں جس طرح ایشیائی شاعروں کے مضامین معین ہیں کہ وہ اُن کے دائرے سے باہر نہیں جاتے۔ گل و بلبل و قلع و جبر شمع و پروانہ ہما و خزاں شوق و تظلم و رتبہ اشخ استخفاف مذہب و روح ام الخباثت یاد و چار اور ساسی طرح آج کل کے لکچر نویس کے مضمون مقرر ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کی عظمت اور شان و شوکت یاد دلانی جاتی ہے جیسے سنتے ہیں کہ چپے کو شکار کے لیے لے جاتے ہیں تو اُس سے کہتے جاتے ہیں کہ تیرے باپ نے فلاں لٹری اور دوا نے فلاں خیر کو شکار کیا تھا۔ مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کی عظمت کا یاد دلانا خیال تو اچھا ہے کہ غیرت کے لیے اس سے زیادہ کاری تازیانہ ہو نہیں سکتا۔ مگر اس کا ایک پہلو بہت بُرا بھی ہے کہ مسلمان اپنے بزرگوں

بٹھائے تین روپے مل گئے۔ یہ تو میں جانتا ہوں نوکروں سے اچھے پڑ رہتے ہو۔ بھلا خیر یہ ایک چھوٹا سا نقشہ ہے مہربانی فرما کر فری اسکو تو بنا دیجئے +

امیدوار بس مجھ کو تو ایسے حلاص سماعت فرمائیے +

سررشتہ دار۔ یہ تو آپ کو ہماری خاطر سے بنانا ہی پڑے گا +

امیدوار۔ منشی جی تم تو بھوکو بہت ہی ستاتے ہو (نقشہ دیکھ کر) اقول نقشہ ہے کہ شیطان کی اثری ہے نہ صاحب یہ سیکر بچنے کا نہیں +

سررشتہ دار۔ ذرا صبر تو کیجیے یہ سارا نقشہ آپ کو نہیں بنانا پڑے گا۔ یہ صرف چار خانے آپ کو بھرد میں بستہ بردار تھیں لا لاکر آپ کے سامنے رکھ چکا۔ آپ ان چار مدول کی کھٹونی کر ڈالیئے +

امیدوار۔ آپ نے تو ایک ٹکا بھری جتو (زبان) ہلادی آپ سمجھتے بھی ہیں کہ یہ چار خانے کا تھان کن گز کا لبا ہوگا۔ بھلا کتنے دنوں میں نقشہ دکا رہوگا +

سررشتہ دار۔ بہت سے بہت چار پانچ دن +

امیدوار۔ کیا خوب آپ کو خبر بھی ہے آج کے پندرہویں دن رمضان شریف کا پہلا روزہ ہے سو روزے میں تو بندے کے حواس بر جا رہتے نہیں۔ بعد رمضان بات سوبات +

امیدوار تو نقشہ کو ہاتھ ہی نہیں لگاتا تھا لیکن لوگوں نے کہا ارے میاں کیوں عذر کرتے ہو کچھ کام بھی ہو نقشہ لیلو ایسا ہی ہوگا تو ہم تمھاری مدد کر دیں گے۔ جبراً قہراً نقشہ لے بڑھڑاتے ہوئے نکلے نہ دانہ نہ گھاس

سواری دو وقت لعنت اس امیدواری پر اور لعنت اس کچھری پر۔ سو واقع میں جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا۔ سارے رمضان میں شیرے شکل ہی نہ دکھائی۔ نقشہ تو کیا رک سکتا تھا۔ بیچارے سلامتہ راسے رام آدھین

غریب داس نے لگ پٹ کر وقت سے پہلے اسکو پوچھا۔ مسلمان بھائی عید کے بھی کوئی دس دن بعد مکان پر تشریف لائے اور دور ہی سے السلام علیکم کہہ کر باسی تو اسی بھی نہیں دسو اسی عید کے معافقے کے

لیئے آگے بڑھے۔ ناچار اٹھنا پڑا نہ صرف مجھ کو بلکہ پندرہ میں اور بھلے مانسوں کو بھی جو اس وقت موجود تھے اور غالباً ایک بھی ان کا روشناس نہ تھا۔ معافقوں سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے ساری محفل کو ایک نظر

دیکھا میں تو حقہ پیتا نہیں مگر ایک مہمان عزیز آئے ہوئے تھے اور وہ حقہ پی رہے تھے۔ امیدوار صاحب کے لالچ سے یا اباہا الذین امنوا اذا قبل لکم نفسھوا فی الجہاں فاضھوا فیعمہ اللہ لکم کما کرزبردستی ان کیچی میں

متعلق جو کچھ فرمایا ہو معلوم نہیں مگر دنیا کے بارے میں ارشاد کیا کہ حتی الوسع ہندو علی رکھنا۔ اس ٹی کلکٹر کو جیو ہوئی کہ مولوی صاحب پیشوائے اسلام ہو کر ہندوؤں کی سفارش فرماتے ہیں۔ نہ رہ سکا اور پوچھا ہی پوچھا کہ اسمیں کیا مصلحت ہے۔ فرمایا اللہ شہاد مومن۔ میری بہت سی عمر نوکری میں گزری ہے۔ اور جتنی عمر نوکری میں گزری ہے اُسکا اکثر حصہ حکومت کی نوکری میں۔ تو مجھ کو عملوں سے بہت مشرک رہا ہے اور میں نے ہندوؤں کو بہت متفاد اور جفاکش پایا ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی ایک حکایت بیان کی کہ میں فلاں جگہ صدر الصدور تھا۔ اتفاق سے صدر دیوانی عدالتہ (مانی کوٹ) کے حکام نے ایک بڑا طویل الذیل نقشہ طلب کیا۔ اور یہ اعلیٰ درجے کے حاکم خالی بیٹھے بیٹھے اکثر ایسے ہی خواب پریشان دیکھا کرتے ہیں۔ اور کام کی یہ کثرت کہ بیچارے معمولی عملوں کو سر کھجانے کی فرصت نہیں۔ میں تو بہت گھبراہٹ کا عملہ زائد کی درخواست کرتے ہوئے بہت ڈر لگتا ہے۔ یہ نقشہ کام کیسے سر انجام ہوگا۔ مگر سر رشتہ دار نے کہا کچھ تردد کا محل نہیں۔ یہ امیدوار لوگ جو حاضر رہتے ہیں ان سے مدد لی جائے گی غرض نقشے کے کئی ٹکڑے کر کے امیدواروں کو تقسیم کر دیئے گئے۔ ازاں جملہ ایک ٹکڑا ایک ہندو امیدوار کو دیا جانے لگا تو اُس نے خود درخواست کر کے ایک ٹکڑا اور لیا اور میں نے دیکھا کہ اُسی وقت سے اپنے کمر سے قلمدان نکال مانتھرس کے رنگ لود چاقو سے سر کندھے کا قلم بنا اپنا کام شروع کر دیا۔ باوجود کے کڑے ہفتے کی مہلت تھی مگر اُسے کوئی چوتھے پانچویں ہی دن اپنے جھٹے کے دونوں نقشے نہایت عمدتہ اور صفائی کے ساتھ بنائیں کر دیئے اور اٹھانتہ پذیر ہوا۔ منہ منہ کہ خدمتہ سلطان ہی کنہم ۴ منہ شناس نو کہ بخدمتہ بہار۔ سر رشتہ دار نے ایک چھوٹا اور آسان سا ٹکڑا ایک مسلمان بھائی کے لئے بھی رکھا تھا اُن کو کہیں پہلے سے اس بیگار کی خبر لگ گئی۔ اب بھلاتے ہیں تو ٹیلے ٹیلے پھرتے ہیں۔ باسے لوگوں کے سمجھانے سے آئے تو آئے کے ساتھ کر لیا۔ مگر سر رشتہ دار سے بولے کیوں منشی جی یہ کس جرم کے لئے میرے نام کا وارنٹ جاری ہوا ہے۔ عوضیاں، ہونہ، تالانہ بھائی گھر سے بلانے جائیں اور بیگار ہو تو ہم پکڑے پکڑے پھر ہیں۔ اور میں اجلاس کے کمرے میں آگیا بیٹھا ہوا بچہ بزرگ لکھ رہا ہوں۔ میں نے سر رشتہ دار کو کہتے سنا کہ ازبرائے خدا فرا آہستہ بولو صدر اعلیٰ صاحب تجویز لکھ رہے ہیں ۴

مسلمانان امیدوار۔ تم نے تو صدر اعلیٰ کو خدا سے بھی بڑھا دیا کہ اُسکے یہاں بھی پانچ خانوں میں تین جہری ہیں۔ شن نہیں گئے تو بندہ کچھ ان کا دیا نہیں کھاتا ۴

سر رشتہ دار۔ ارے یار کیوں ناشکر ہی کرتے ہو ابھی اسی مہینے میں تم کو اُس تقیم کے مقدمے میں بیٹھے

تو اس کا ہے کہ مسلمانوں میں علم و ہنر نہیں یعنی وہ علم و ہنر جنے یورپ کو حقیض ذلت سے اٹھا کر معراج کمال  
عزت پر پہنچا دیا ہے۔ اور نہ صرف یہی کہ مسلمانوں میں ایسا علم و ہنر نہیں سپر میٹ لینے کی بات ہے کہ اُس علم و ہنر کے  
حاصل کرنے کا جیسا چاہیے شوق بھی نہیں اور شوق ہو تو کہاں سے ہو ابھی انھوں نے اسکی ضرورت ہی کو  
نہیں سمجھا۔ اور اس سے کہ مسلمانوں میں تعلیم کی کچھ تحریک ہو رہی ہے میں نہیں ماننا کہ ان کو شوق ہے جیسا  
شوق ہونا چاہیے اور انھوں نے علم کی ضرورت کو سمجھا ہے جیسا سمجھنا چاہیے۔ ہمارے خاندان کو دستور ہے  
کہ جب تک بچوں کو صرف کہہ دینا کافی ہوتا ہے اُن کو کہہ کہہ کر نماز پڑھوائی جاتی ہے۔ پھر جب عمر کی اُس حد  
کو پہنچتے ہیں کہ صرف کہنا نہیں کرتا تو اُن کو لالچ دیا جاتا ہے یعنی پیسہ یا ٹکنا نماز مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ  
پیسوں کی طرح سے نماز پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ بڑے ہو کر خدا کے فضل سے بڑے پکے نمازی ہو جاتے  
ہیں۔ اور بعض صاحب ترتیب بھی ہوئے ہیں۔ و الحمد للہ علی ذلک۔ اور ماں پیسوں کا لالچ دینے کے علاوہ ہم انکو  
اپنا نمونہ بھی دکھاتے ہیں ورنہ ہم بے نماز ہوں تو کہنا اور لالچ دکھانا کچھ بھی کام نہ آئے۔ تو اگر مسلمانوں کو یعنی  
بعض مسلمانوں کو تعلیم کا شوق ہے بھی تو وہ اسی قسم کا شوق ہے جیسا لالچی بچوں کو نماز کا۔ جس طرح وہ نماز پڑھنے  
کے لالچ سے پڑھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ نوکری کے لالچ سے تعلیم پڑھتے ہیں۔ نہ انکی نماز نماز ہے نہ انکی تعلیم  
تعلیم۔ شوق ہمیشہ نتیجہ ہوتا ہے قدر کرنے کا۔ تو جو بچے لالچ سے نماز پڑھتے ہیں۔ اگر کہا جاسکتا ہے کہ انھوں  
نے نماز کی قدر جانی اگر کہا جاسکتا ہے کہ انکو نماز کا شوق ہے تو جو لوگ نوکری کے لالچ سے تعلیم پڑھتے ہیں  
انکو بھی کہا جائے گا کہ انھوں نے تعلیم کی قدر جانی کہا جائے گا کہ ان کو تعلیم کا شوق ہے۔ نوکری اول تو اس  
کثرت سے ہر نہیں اور ہر سکتی بھی نہیں۔ اور وہ بھی تو وہ ایک نہایت متبادل منفعت ہے جو تعلیم پرست فخر ہو سکتی ہے  
بشرطیکہ تعلیم تعلیم ہو یعنی اعلیٰ درجے کی۔ اور تعلیم جو ہو رہی ہے شاید نوکری کے لئے تو کافی ہو بھی مگر قومی  
ترقی کے لئے تو میں اس کو تعلیم کی اسجد سے بڑھ کر نہیں سمجھتا۔ انسان کی طبیعت ایسی تنگ چشم واقع ہوئی ہے  
کہ یہ ساری فضیلتوں ساری برکتوں ساری نعمتوں کو اپنے لئے اور خاص اپنے ہی لئے سمیٹنا چاہتا ہے  
وہ حضرات الافاض الثم تو شکل سے اُسکے ذہن نشین کیا جاسکتا ہے کہ شخصی فائدوں سے قومی فائدے کیسے  
زیادہ سود مند اور قابل قدر ہیں۔ مثلاً اہل یورپ کے حال نظر کرو کہ ایک گورا ایک لوبار ایک سوچی سیر  
تک کہ ایک لوفر (گدا) بھی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بڑے شہروں کے بڑے بازاروں میں شام



نقشے۔ اور مجھے مخاطب ہو کر بچے عید کی مبارکباد کے سوا سب محکوم ایک امر اور بھی عرض کرنا تھا کہ بڑھتی ہوئی  
 نے ایک نقشہ مجھے بنانے کو دیا تھا۔ وہ بیچارہ ہندو رمضان کی کیا قدر جانے عجب نہیں نقشے کا منتظر ہو کر آچکا  
 تو ماہ مبارک کی صحتوں کا خود تجربہ ہوا ہوگا۔ رمضان میں تو کچھ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر بندہ شہ عید کا بھی  
 پابند ہے۔ غرض الحمد للہ اب روزوں سے فرلغ حاصل ہوا صرف تکان ہے سو ہفتے عشرے میں مزاج بحال  
 ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ شوال ہی شوال میں نقشہ حاضر کروں گا۔ شوال گیا ذی قعدہ گیا ذی الحجہ گیا محرم میں  
 نقشے لائے تو کیا بیان کروں رول تک یہ صاف تھا جا بجا سیاہی پڑی ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کسی کم سواد لٹکے  
 سے لکھوایا ہے۔ سو واقع میں مسلمانوں کے سر پر ایک یہ بھی شامت سوار ہے کہ چھوٹی حالت میں ان سے رہا  
 نہیں جاتا اور بدو ان کے گز نہیں۔ تو جو لوگ مسلمانوں کی حالت کو درست کرنا چاہتے ہیں ان کو ضرور ہے  
 کہ مسلمانوں سے بھوٹی شیخی اور بے جا تعظیم طلبی کی عادت ترک کر لیں۔ بڑا مشکل کام ہے کہ طبیعت میں نافرمانی اور  
 کینگی بھی نہ آنے پائے یعنی خود داری رہے اور غرور بھی نہ ہو۔ سو محکوم مسلمانوں کے پچھلے کارنامے سب کچھ  
 یہ خدشہ واقع ہوا کرتا ہے کہ کہیں مسلمان شیخی میں نہ آجائیں۔ میں نے بھی سلطنت اسلام کا تذکرہ کیا مگر اسکے نواک  
 اور وہ بھی اس پر لپے میں کہ سلطنت کے جاتے رہنے کی میں اتنی بھی تو پروا نہیں کرتا جتنی ایک مٹی کے کلہر  
 کے ٹوٹ جانے کی ہوتی ہے جو حلوائی دودھ دھکی کے ساتھ مفت دیدیا کرتے ہیں۔ سلطنت کے ساتھ اقتدار  
 تو ویسے ہی اسکے ساتھ بکھڑے بھی ہیں۔ دنیا اور دین کی عافیت تو اسی میں ہے کہ نہ سلطنت کے جاتے رہنے  
 کا افسوس ہو اور نہ اسکے حاصل ہونے کی آرزو۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ سلطنت خوشی کا صرف ذریعہ نہ تھی تو بڑا  
 ذریعہ ضرورتی۔ اب علم و ہنر کا دور دورہ ہے۔ اسی کی سلطنت ہے اسی کی حکومت اسی کی دولت اسی کی خوشحالی  
 اسی کی عزت غرض اسی کی دنیا اور میں پکارے کہتا ہوں اسی کا دین۔ اب سلطنت بھی بے علم و ہنر کے نہیں چل  
 سکتی ماوراء صرف سلطنت بلکہ سچ پوچھو تو بے علم و ہنر زندگی حرام ہے۔ اور جیسی زندگی ہم لوگ کر رہے ہیں کہ سولی  
 اور چپک اور دیو اسلامی یعنی ضرورت کی کل چیزوں کے لیے یورپ کے دست بگر میں تو اسکو زندگی نہیں  
 سمجھتا۔ جنکو جینے کا سلیقہ نہیں ایسے نااہلوں کو اہل تو سلطنت ملنے ہی کیوں لگی۔ ع دولت نہ بد خدا کے  
 را بگزارف + اور بغرض محال مل بھی جائے تو جانو کہ ملک کے حصے کی قیامت آگئی۔ تو محکوم مسلمانوں کی سلطنت کے  
 جاتے رہنے کا ذرا بھی افسوس نہیں وہ ایک جانیوالی چیز تھی اور گئی تو خوب ہوا اچھا ہوا بہتر ہوا۔ مال فوس

قومی تعلیم کے نہ تم فائدے سمجھتے ہو نہ تم اسکی قدر کرتے ہو۔ اور جب سر سے قدر ہی نہیں کرتے تو اسکے یلئے کوشش کیوں ہو۔ ہم میں جو بڑا روشن خیال ہے وہ یہ تو کہے گا کہ اپنے بیٹوں بھتیجیوں رشتہ داروں کو تعلیم دینا چاہتا ہے۔ غرض اُس کی کوشش اسکے گھر کے اندر محدود ہے مگر قوم اسکے گھر کے باہر تمام ملک میں پھیلی ہوئی اسکا ذہن ہی اس طرف منتقل نہیں ہوتا کہ اسکے عزیزوں کے تعلیم پاجانے سے قوم تعلیم یافتہ نہیں ہو جائے گی اور جب تک قوم تعلیم یافتہ نہ ہو شخصی تعلیم کی بکتریں بھی محدود رہیں گی۔ جیسے وہ تعلیم خود محدود ہے۔ اس وقت کی تعلیم میں یہ بڑا نقص ہے کہ اسکی غرض دغا یہ تو کہی ہے اور ابھی سے لوگوں نے بڑبڑانا شروع کر دیا ہے کہ تعلیم یافتہ بھی بے معاش پڑے پھرتے ہیں شکر ہے کہ بے معاش نہیں پڑے پھرتے۔ اور یہ شکایت بالکل صحیح ہے تعلیم کی گدگدی پیدا ہوتے دیر نہیں ہوتی تھی۔ کہ سی ایکشن (اٹا لٹنا) شروع ہو گیا یعنی تعلیم کی طرف سے لوگوں کو الٹی بے دلی ہوتی جاتی ہے اور اسکل علاج کرنا نہایت ضرور ہے۔ جس طرح سے جلے ہوئے کو آگ سے سینکتے ہیں وہ بے دلی جو تعلیم کی طرف سے پیدا ہو چلی ہے اسی کا علاج ہے تعلیم میں اسکی دینی سنی سنہین لکھتا ہوں ایک شخص کو دوستوں کی شکایت تھی وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوا پوچھنے آیا۔ اُن لوگوں کو آں حضرت کے ساتھ عقیدہ ہی اس قسم کی تھی کہ دنیا اور دین دونوں میں پیغمبر کو اپنا راہ نما سمجھتے تھے اور واقعہ میں وہ تھے بھی اب ایسے مسلمان رہ گئے ہیں کہ پیغمبر کی دینی تعلیم میں بھی چون چر کرتے ہیں۔ نص صریح دیکھتے ہیں اور اُن کو تسلی نہیں ہوتی۔ خیر تو وہ شخص دوستوں کی دوا پوچھنے آیا۔ آپ نے شہد کے پینے کو فرمایا اسلئے کہ خدا نے شہد کے حق میں فیہ شفاء للناس فرمایا تھا۔ شہد کا پینا تھا کہ دست اور بھی چھوٹ پڑے۔ پھر دوڑا ہوا آیا۔ آپ نے فرمایا وہی شہد پیئے جاؤ۔ جوں جوں شہد پیتا تھا دست زیادہ ہوتے جاتے تھے اور وہ بار بار شکایت کرتا تھا اور ادھر سے شہد ہی ہدایت ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ نے فرمایا تیرا پیٹ جھوٹا ہے۔ جا شہد ہی پیئے جا۔ آخر جب کامل تنقیہ ہو چکا دست آپ آپ بند ہو گئے۔ کسر کے رہتے شہد سہل تھا مادہ فاسد کے اخراج کے بعد وہی شہد قابض بن گیا۔

اسی طرح ایک شخص نے عسقر کی شکایت کی اور وہ تھا مجروح۔ آپ نے فرمایا نکاح کرلو۔ فانکم الایامی منکم والصلیاء من عبادکم واماءکم ان یکونوا افقاء یغنیهم اللہ من فضلہ نکاح کیا تو جو رو کے نان نفقے کا بوجھ بڑھا۔ اور تنگی ہوئی۔ پھر شکایت کی۔ فرمایا ایک نکاح اور۔ غرض آخر کار قعدہ نکاح سے خدا نے اسکو برکت دی۔ ایسا معلوم

ایک اور اپنی رابطوں اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں میں سے جو نیک بخت ہوں انکے نکاح کر دو اگر محتاج ہوگی تو اللہ اپنے فضل سے غنی کر دینا ۱۲ سنہ

کے وقت لوگوں کا یہ عجز ہوتا ہے کہ کھوسے سے کھواچھلتا ہوتا ہے اور رستم چلنا دشوار میں نے ایک نواب صاحب کو دیکھا کہ دو گھوڑوں کی بگھی پر سوار ہیں۔ دو سوار آگے دو پیچھے۔ سائیں اور سوار ہتیرا بھیرا کو ہٹانا چاہتے ہیں لوگ ہٹو بڑھو کا غل سُن کر پیچھے کو مڑ کر دیکھ تو لیتے ہیں مگر جگہ سے نہیں ٹلتے۔ اتنے میں تو ایک گورا آتا ہوا دکھائی دیا۔ اکیلا۔ سونہ میں پہنپ اور ماتہ میں تین چارٹ کا بید۔ وہ نہ ہٹو کہتا ہے اور نہ بڑھو کہتا ہے۔ اور مزہ یہ کہ سیٹی بھی نہیں بجاتا۔ مگر لوگ ہیں کہ آپ سے آپ کا کافی کی طرح پھٹتے چلے جاتے ہیں۔ یہ کیا۔ قومی حکومت قومی رعب پھر ان کی قوم کا چار بھی ہے تو بھی کھلائے گا صاحب ہی۔ یہ کیا۔ قومی غرہ قومی ادب۔ پھر ہمارے فقیر پھر لو کھڑے چلا یا کریں۔ دعائیں دیں بنا جاتیں سنائیں جمانی روگ کھائیں۔ کسی نے بہت دیا تو ایک پیسہ بھی جمعہ رات کے دن۔ لیکن اگر انگریزوں پر جا کھڑا ہو تو دور سے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوں اور بے دریغ کم سے کم ایک ابض منقوش اُس کی نذر کریں۔ یہ کیا۔ قومی اقبال قومی تمول۔ تو معلوم ہوا کہ جب ایک قوم کی اکثر افراد کو ایک نفعہ حاصل ہوتی ہے اُس قوم کی ساری افراد پر کمابیش اُس نعمت کا اثر پڑتا ہے۔ اگرچہ محکوم ساری عمر انگریزوں کی سلاخی میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر طالب علمی کے زمانے میں نوکری کی حالت میں انگریزوں سے سابقہ پڑتا رہا ہے اور اب کہ محکوم اتنی انگریزی آتی ہے کہ ہر قسم کی کتابیں اور اخبار سمجھ لیتا ہوں تو جتنی دیر انگریزی کتاب یا اخبار دیکھتا ہوں تو میں ہی سمجھتا ہوں کہ اتنی دیر انگریزی سوسائٹی میں ہوں۔ اور اُن نیچر یوس ملاقات ہے دوستی ہے گو کھان پان نہیں۔ ان کی سوسائٹی بھی من وجہ انگریزی سوسائٹی ہے بلکہ انگریزوں سے تو ایکٹ اور ادب مجلس کا کوئی فریضہ متروک بھی جائے نیچروں سے کسی متجب کا متروک ہونا بھی ممکن نہیں۔ بشرطیکہ پانی جیسی نو مسلم سے ہو سکتی ہے موروثی مسلمان سے نہیں ہو سکتی۔ غرض انگریزوں کے حال سے محکوم پوئی گئی نہیں تو محض نادانیت بھی نہیں۔ میں نے بعض انگریزوں کو نہایت لائق دیکھے اور اکثر ہماری طرح کے معمولی آدمی۔ تو محکوم حیرت ہوا کرتی تھی کہ یہی لوگ ہیں اور ایسے ہی لوگ ہیں تو یورپ میں طوفان ترقی کہاں سے آگیا ہوگا جیسا کہ ان لوگوں کی صنعت و ایجاد سے ظاہر ہوتا ہے۔ آخر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ آدمی تو عموماً ہماری ہی طرح کے ہیں کچھ ایسا بڑا تفاوت نہیں مگر ان میں تعلیم یافتہ اکثر ہیں اور عموم تعلیم کا سوسائٹی پر ایسا اثر پڑا ہے کہ جو دکان کا جاہل ہے وہ صرف اس وجہ سے جاہل سمجھا جاسکتا ہے کہ اُس نے سبقاً سبقاً سکول یا کالج میں تعلیم نہیں پائی۔ مگر وہاں کی سلاخی بجاے خود معلم کا حکم رکھتی ہے اور چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے باتوں باتوں میں لوگ ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں۔ تم لوگ جو تعلیم کے لئے کوشش کر رہے ہو شخصی تعلیم کے لئے کر رہے ہو وہ بھی سسک سسک کر

ومن تحت ارجلهم کہیں اقامو التورۃ والانجیل وما انزل الیہم من ربہم کے یہی معنی تو نہ تھے کہ سائنس چلے  
کیونکہ اکلوا من فوہم ومن تحت ارجلہم تو اس درجے کا ہے کہ خدا انحرے کہیں تھمہ نہ جائے۔ غرض اسلام کی  
حایت کا ایک پیرایہ تو انگریزی تعلیم کا رونق دینا ہے۔ سوائس لائن (رستے) میں جو کچھ تم لوگوں نے کیا ہے  
وہ اسی درجے کا نہ کرنے سے کچھ بہتر ہے مگر چاہو کہ اس سے حصول مدعا ہو سو ہونا نہیں۔ اب سلام کی حایت کا  
ایک دوسرا پیرایہ اسے اور وہ تعلیم کے رواج دینے سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ اور اگر یہ خود ہی بات نہیں تو اس  
پیرایے میں اسکو میں اوکڑنا چاہتا ہوں وہ اتنا تو ضرور نیل ہے کہ میں نے نہ دیکھا نہ سنا۔ میں پوچھتا ہوں دنیا میں  
اسلام کے جاری کرنے سے خدا کا کیا مطلب تھا۔ بے شک پیغمبر صاحب آخر الزمان کی بعثت کے وقت ادیان کی  
ہست ہی تباہ حالت تھی۔ عمل تو ہے دوسرے درجے میں اہل کتاب تک کے معتقدات خراب ہو گئے تھے اور معتقدات  
بھی جنبہ اور رونق اور آسمان اور زمینوں اور شیطان کے بے میں نہیں بلکہ خود بڑی کالہ یعنی خدا کے بارے  
میں وقالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصارى مسیح ابن اللہ اس سے زیادہ اہل کتاب کے معتقدات کا  
خفا و معلوم کرنا ہو تو قرآن کی طرف رجوع کرو۔ غرض تمام ادیان کیا اہل کتاب اور کیا غیر اہل کتاب سب جاوے  
استقامت سے منحرف تھے۔ اور خدا جو اپنے بندوں پر ہمیشہ سے مہربان ہے اور ہمیشہ مہربان ہے گا کتب  
علی نفسہ الرحۃ ان کی یہ تباہ حالت دیکھ نہیں سکتا تھا اور زمانے کا رنگ پکار رہا تھا کہ کسی سنجیدہ کا نا ضرور  
اور وہ پیغمبر **محمد** تھے جنہوں نے ملک عرب میں ظہور کیا اسلئے کہ عرب خرابی اور تباہی  
فسادات کا سنٹر (مرکز) تھا۔ غرض اسلام کے جاری کرنے کا ایک مطلب یہ تھا۔ لیکن ایک مطلب اہم اور بھی  
مضمون تھا جسکی طرف میں آپ صاحبوں کی توجہ کو مصنف نے کرنا چاہتا ہوں۔ میں ابھی اسکو بیان کروا گل۔ لیکن  
لوگوں کے شوق کو ذرا مشتعل ہو لینے دو اور لکھ چرانے اس وقفے میں گھوڑا کرنے کو چاہئے پی)

ہوتا ہے کہ وہ حد درجے کا کابل رہا ہوگا۔ خانہ داری کی جنتری میں سے نکلا سیدھا ہو گیا۔ اسی طرح میں کتا ہوں کہ اگر تعلیم تنگی معاش کا سبب ہو تو اور پڑھو یعنی ہزار نے پڑھ کر فائدہ نہیں اٹھایا تو ہزار اور پڑھیں اور اسی طرح ہزار ہزار پڑھتے جائیں یہاں تک کہ سب پڑھ جائیں۔ پانی کو جمع ہونے دو وہ اپنا رستہ آپ کر لے گا۔ جب لوگ کثرت سے تعلیم یافتہ ہوں گے اور نوکری ملے گی نہیں تو وہ آپ معاش کے دوسرے دوسرے ذرائع ڈھونڈ نکالیں گے اور تبھی قوم کو آسودگی اور ترقی ہوگی۔ کیونکہ لال عقلی کے منظر ہو۔ سبھی سی بات یہی کیوں نہیں دیکھتے کہ ہم اور یورپینز میں کوئی وجہ فارق نہیں۔ جیسے آدمی وہ دیے آدمی ہم۔ اگر وہ سرد ملک کے رہنے والے اور گوے میں اور ہم گرم ملک کے رہنے والے اور کالے۔ تو مقام اور رنگ کے اختلاف کو ترقی میں کچھ بھی دخل نہیں۔ پھر وہ کیا چیز ہے جو ان میں ہے اور ہم میں نہیں۔ اور جو ان کی ترقی اور ہماری پس ماندگی کا سبب واقع ہوئی ہے۔ ماں تو فیض تعلیم ہے کہ وہ ایجوکیشنڈ (تعلیم یافتہ) اور ہم ان ایجوکیشنڈ (جابل) ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قوم ایک رستے پر پڑھنے سے کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچ گئی ہے تو ہم کو بھی آکھ بند کر کے اُسی رستے پر پڑھ لینا چاہیے۔ یعنی راستہ اور اس نمانے میں اسلام کی حمایت کا یہی ایک متعین پیرایہ ہے کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم کو تعلیم دینے کی کوشش کی جائے۔ سو کچھ کوشش ہو بھی رہی ہے مگر کوانٹی (مقدار) اور کوالٹی (درجہ) کے لحاظ سے ناکافی۔ کچھ خبر بھی ہے وہ وقت سر چلا آ رہا ہے کہ جس علم کے حاصل کرنے کے لیے تم سے کہا جاتا ہے اور تم نہیں سنتے ایک دن وہی علم جہل کی طرح بے قدر ہوگا۔ اس واسطے کہ دریافت اور ایجاد کے عہد بار سے اہل یورپ کا کچھ بہرہ سا کھل گیا ہے یورپ کے مقابلے میں تو نہ الکی طرف سے اسکو فیصل شدہ سمجھو کہ تم ان کے غبار کو بھی نہیں پاسکتے اور کیونکر پاسکو گے کہ تم ابھی جگہ سے کھسکے تاک نہیں اور وہ لوگ تم سے سو برس یعنی کم سے کم دنوں کے پہلے۔ کے چلے ہوئے ہیں پہلے پہل تھے پھر سوار ہوئے اور سوار ہوئے تو پہلے کام پھر دلی پھر سرپٹ اور اب تو اکسپرس (سب سے زیادہ تیز ریل) میں اُسے چلے جاتے ہیں کہیں ہی تو نہ ہو جائے جیسا عوام کو شبہ ہو اٹھا کہ تاریخ اندر اندر جاوے گی تیلیگراف دور ترقی ہیں۔ اور جب ہم تاریخی شینری (دکن) ہی سے وقف نہیں تو ہم سے عوام بہتر کہ انھوں نے آخر ایک ٹھکانہ لگھو گھر تو لیا تھا۔ پس اگر کسی نے تعلیم کی غرض غایت یہ بھی ہو کہ ہم اہل یورپ کی برابر ہو جائیں تو اسکی نسبت میں یہی کہہ سکتا ہوں۔ ع ایں خیال سے محال ست جنوں + ماں اہل یورپ تعلیم کے جس درجے پر اب ہیں اُسے آدھے تہائی چوتھائی پر بھی ہم پہنچ جائیں تو ہمارے بذعصب ملک ہماری بذعصب قوم کے بھاگ کھل جائیں وہی جیسا خدا نے اہل کتاب کے لیے فرمایا تھا۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَحْمَةٍ وَلَا يَكُونُ لَكُمْ رَحْمَةٌ

رشار) بلکہ اسلام کا مرادف اس وجہ سے لوگ لاکھ لاکھ اللہ سے بھٹاتے ہیں۔ ورنہ جتنے خدا کے ماننے والے ہیں سب لاکھ لاکھ اللہ کے قائل ہیں۔ لاکھ لاکھ اللہ کے معنی یہی ہیں کہ خدا ہے اور خدا ہے تو وہ اپنی ذات اور صفات میں یگانہ بھی ہے۔ ورنہ وہ خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ دو بادشاہ در اقلینے گنجد۔ اسی قاعدے کو ذرا اور پھیلاؤ۔ ذرا اس میں اور تقسیم کرو تو کیا ہو جائے گا دو خدا اور عالم گنجد لو کان فیہما اللہ لا اللہ لفصدنا۔ بات وہی ہے دو بادشاہ در اقلینے گنجد۔ کاکیل چھوٹا ہے اور لو کان فیہما اللہ لا اللہ لفصدنا کاکیل بڑا۔ غرض خدا ہے تو وہ کیلا ایک بھی ہے۔ وحدہ لا شریک لہ۔ وہی ہمارا پیدا کرنے والا جلانے والا اور روزی دینے والا ہے۔ یہ سب لوازم خدائی ہیں۔ اور پیرا کرنے والا جلانے والا روزی دینے والا ہے تو وہ ہماری سب سے بڑی تعظیم سے زیادہ احسان مندی اور شکر گزاری کا مستحق ہے۔ اور عبادت ہے یہی پیش ہے اور یہی پوجا ہے۔ بس یہ اسلام ہے اور یہ لاکھ لاکھ اللہ ہے۔ جس کا اتنا سا رغل پڑا ہوا ہے۔ اس وقت آڈینس میں سبھی قسم کے لوگ موجود ہیں کوئی ایک تو اپنی نسبت کھڑا ہو کر کہے کہ میں خدا کو نہیں مانتا یا مانتا ہوں تو اس کو مستحق تعظیم نہیں جانتا۔ اور اس آڈینس پر کیا موقوف ہے اس سرے اُس سر تک ساری دنیا چھان مارو ایک قنص کو منکر خدا نہ پاؤ گے۔ مگر یہ کہ اُس کے دماغ میں فتور ہو۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنے ارادے سے پیدا ہوا اپنے ارادے سے زندہ ہے اور اپنے ارادے سے مرے گا۔ وہی پانی برساتا وہی مخلوق کو روزی دیتا ہے اقلہ فی نظر وافی ملکوت السموات والارض اوتے نال میں انسان کو اپنی دماغی اور بے اختیار کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ اور یہی درمندی اور بے اختیار کا کو منواتی ہے حقیقت میں میری سمجھ میں نہیں کہ تاکہ جو شخص خدا کا قائل ہو وہ کیوں اسلام کا قائل نہ ہو۔ کیوں اپنے تئیں مسلمان نہ سمجھے اور کیوں اپنے تئیں مسلمان نہ کہے۔ اور کیوں مسلمان اس کو مسلمان نہ سمجھیں۔ بیشک اسلام میں خدا کے ماننے کے علاوہ اور بھی باتیں ہیں مسلمانوں کی عبادت کے خاص طریقے ہیں مسلمانوں میں بعض چیزیں حلال ہیں اور بعض حرام۔ غرض مسلمانوں کی شریعت ایک علیحدہ شریعت ہے۔ لیکن اصل اسلام وہی لاکھ لاکھ اللہ یعنی خدا کا مانتا ہوا اور بس۔ اگر کسی مسلمان بھائی کو ہمیں عذر ہو تو مہربانی کر کے ذرا تکلیف کریں اور کھڑے ہو کر میں قائل لاکھ لاکھ اللہ دخل الجنة کے معنی سمجھیں۔ جو لوگ اصل نسل کے مسلمان ہیں ان میں بھی بعض خدا کے بندے بلکہ

۱۔ زمین و آسمان میں کئی خدا ہوتے تو دونوں کبھی کے برباد ہو گئے ہوتے ۱۲  
۲۔ کیا لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر نظر نہیں کی ۱۳  
۳۔ جو لاکھ لاکھ اللہ کا قائل ہے جنتی ہے ۱۴

جس دن پیغمبر صاحبِ جبرہ کر کے مدینے تشریف لائے تو عبد اللہ بن سلام کہتے ہیں کہ سائے مدینے میں غل تھا اور لوگ جوق جوق حضرت کے دیکھنے کو چلے آتے تھے۔ میں اپنے مغلستان میں تھا۔ میں نے جو پیغمبر صاحبِ آناؤنا تو مجھے نہ رہا گیا اور میں بھی پیغمبر صاحبِ دیکھنے گیا۔ بس دیکھنا تھا کہ میں سے دل نے گواہی دی کہ واللہ ما هذا بوجہ کذاب اور فی الحقیقتہ خدا نے آدمی کے دل اور اس کے بشرے میں ایک تعلق رکھا ہے کہ بشر کے دل کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور اسی پر مبنی ہے علم قیافہ۔ اور اسی سے فرمایا ہے اَنْتُمْ اَمِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَانَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ تَوْجَسُ طَرَحُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ نَعِيْمٌ صَاحِبٌ كُوْدِيْكَيْتُ هِيَ جَانُ لِيَا تَحَاكَ اِسْ شَكْلُ وَصُورَةُ كَا اَدَمِي جُوْثَانِيْمِمْ هُوْ سَكْتَا مِيْنِ نَعِيْمٌ جَبْرَاتٍ سَعِيْقُ لُظْرُ كَرِيْكَيْ دُوسَرِي دُوسَرِي وَجُوْهَ سَعِيْقُ صَاحِبِ كِي صَدَا قَتِي كِي طَرَفِيْ سَعِيْقُ مَطْمُنٌ كَرِيَا هُوْ۔ اَزَاں جَمْلَهِيْ كَه تَامِ دُنْيَا مِيْنِ كَا سِنْ بَرُوْرِيْ قَا كَمُ كَرْنِيْ كَا عَمْدَه اُوْرُوْ سِيْعُ خِيَالِ عَنِيْبِيْ كِي سُوْلِيْ مَاوْ شَا كَسِيْ كِي دِل مِيْنِ اَبِيْ نِيْمِيْنِ سَكْتَا۔ سَعِيْقُ كَرِيْ كَسْ بَقْدَرِ هِمَتِ اَوْسْتِ دُوْ اَنْ كَا سِيْنِيْ خُذَا نِيْ كَهْوَلِ دِيَا تَحَا۔ اَللّٰهُ نَشْرَحُ لَكَ صَدْرَكَ تُوْ يَسِيْعُ هِيْ عَالِيْ اَنْكِيْ خِيَالَاتِ تَحِيْ۔ اَبَرِيْ يَا بَاتِ كِيْ نَعِيْمِيْ صَحَا نِيْ اِسْلَامِ كِيْ جَارِيْ كَرْنِيْ سَعِيْقُ نِيَا مِيْنِ اِيْكِيْ كَا سِنْ بَرُوْرِيْ قَا كَمُ كَرْنِيْ چَا هِيْ تَحِيْ اِسْ كَا ثَبُوْتِ۔ مَاں تُوْ اِسْ كَا ثَبُوْتِ هُوْ عُوْمَرِ رَسَالَتِ۔ دُمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَا فِلْ لِنَّاسِ اُوْرِ قُلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مَلَاٰتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ حَيُّ دِيْعِيْتِ سَارِيْ دُنْيَا كَا اِيْكِيْ خُذَا اِيْكِيْ نَعِيْمِيْ اُوْرِ سَارِيْ نِيَا كَا اِيْكِيْ بِيْنِ هُوْ اُوْرِ اُسْ دِيْنِ كَا اَصْلِ لْاَصُوْلِ هُوْ اَمَّا الَّذِيْنَ مِنْ اَخُوْ قُوْ يِيْ سَارِيْ دُنْيَا كِيْ كَا سِنْ بَرُوْرِيْ هُوْ۔ اَتِيْ اُوْ كَحَا نَا چَا پَتَا هُوْں كِيْ نَعِيْمِيْ صَحَابِيْ اِسْ كَا سِنْ بَرُوْرِيْ كِيْ قَا كَمُ كَرْنِيْ كِيْ لِيْ كِيْ كِيْ سِيْ تَدِيْرِيْ خِيَا كِيْ تَحِيْ سَبِيْ تَدِيْرِيْ تُوْ يَتَحِيْ كِيْ اَتُحُوْلُ اِسْلَامِ كِيْ نِيَا دِلِيْ اَسَا نِ اُوْرِ سِلْسِلِيْ اُوْرِ عَامِ فَمِ عَقِيْدِيْ پَرِ كَحِيْ جِسْ سَعِيْقُ فَرُوْ بَشَرِ كُوْ اِنْكَارِ هُوْ هِيْ نِيْمِيْنِ سَكْتَا۔ اُوْرِ وَهٗ عَقِيْدَهٗ سَارِيْ دُنْيَا كَا جَمْعِ عَلِيْهٖ هُوْ۔ وَهٗ كِيَا عَقِيْدَهٗ هُوْ اَلَا اَللّٰهُ اَسْ كِيْ لِيْ نَهٗ كَسِيْ لُوْ يَلِ كِيْ ضَرُوْرَةُ هُوْ اُوْرِ نِيْ كِيْ ثَبُوْتِ كَا مَتَلَجِ هُوْ۔ يَمَكُنُ نِيْمِيْنِ كِيْ كُوْنِيْ شَخْصِ حَا بِيْ بَشَرِيْ تَرِيْ پِيْنِيْ اُوْرِ لَّا اَللّٰهُ اَلَا اَللّٰهُ كَا مَعْقُوْدِ نَمُوْ۔ اِنْسَانِ كِيْ خَلْقَتِ هِيْ اِيْ طَرَحِ كِيْ وَاَقِعِ هُوْنِيْ هُوْ كِيْ اِسْ كَا دِلِ خُوْدِ بَخُوْدِ لَّا اَللّٰهُ اَلَا اَللّٰهُ كِيْ گُوْ اِيْ دِيَا هُوْ اَرْبَابِ لَهٗ سَلَامِ غَيْرِ مَذْهَبِ بَلْ كِهٖ مَذْهَبِ مُخَالَفِ سَبْجَا گِيَا هُوْ۔ اُوْرِ لَّا اَللّٰهُ اَلَا اَللّٰهُ تَحِيْرِ اِسْلَامِ كَا مَا لُوْ

۱۔ بخدا اس شخص کا منہ جو نے آدمی کا منہ تو نہیں ہے ۱۲ منہ ۱۳۔ ایمان دار کی اٹھل سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ خود خدا کی روشنی سے دیکھتا ہے ۱۴۔ اے پیغمبر کیا اپنے تمام خیالات وسیع نہیں کئے ۱۵۔ اے پیغمبر مجھے تو تم کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے ۱۶ منہ ۱۷۔ اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ میں تم سب کی طرف خدا کے یہاں سے بھیجا گیا ہوں وہ خدا جو آسمان و زمین کا مالک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی جلالت اور مانتا ہے ۱۲ منہ ۱۳۔ مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ۱۴ منہ

لناس لا یعلمون اور حدیث میں آیا ہے کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام ثم ابواہ یهودا نہ او ینصرانہ او مجسمین  
تو قرآن اور حدیث سے کیا معلوم ہوا کہ تمام آدمی فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتے ہیں اور فطرۃ اسلام وہی خدا کا  
ماننا ہے اور بس۔ اور فطرۃ بدلی نہیں جاتی۔ اور جو خدا کو مانے وہ جنتی ہے۔ فران مقدمات کو ذہن میں  
جمع کرو تو نتیجہ کیا نکلے گا کہ سب آدمی جنتی ہیں۔ مگر یہ تو ویسی ہی بات ہوئی کہ ایک مرتبہ بڑا نعل مچا کہ پہاڑ  
بچہ دینے والا ہے۔ یہ سن کر ایک خلقہ ٹوٹ پڑی کہ ماں کا یہ بچہ ملاؤ ہے تو دیکھیں بچہ کتنا بڑا سہول ہے  
آخر انتظار بسیار کے بعد ایک چوہیا نکلی۔ لوگ کھیانے ہو اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔ مذہب نے دنیا  
میں ایسی ہی حل چار رکھی ہے اور ٹوٹا تو بات کیا نکلی کہ دین اسلام دین قیم ہے اور انسان اُسپر مجبور و  
ہے۔ لیکن میں نے کوئی آیت نہیں بنالی اور میں پچارہ کم سوا دیکھا آیت بنانا جب بڑے بڑے فصحاء عرب  
دم نہ مار سکے۔ تو میں نے کوئی آیت نہیں بنالی کوئی حدیث وضع نہیں کر لی مجھ کو من کذب علی متعہ اقلیتہ و  
مقعدہ من النار کا وعید یاد ہے نتیجہ جو نکالا جس کی جی چاہے اُسکو منطق کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے۔ ہمیں بھی  
شک کرنے کی جگہ نہیں کہ ہم اپنی جگہ غور کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ خدا کی گواہی انسان کی فطرۃ میں داخل ہے  
و فی الارض آیات للوقنین فی انفسک اور جب خدا کو منظور تھا کہ اسلام یونیورسل راجن ہو یعنی ساری دنیا کا  
ایک دین ہو اور اسکا نام ہو اسلام تو ضرور تھا کہ اسکے لیے اصول بھی ایسے عام اختیار کیے جائیں کہ کوئی فرد  
بشر انکے احاطے سے باہر نہ رہنے پائے اور ایسے اصول بے انضمام فطرۃ بن نہیں سکتے۔ اور ہم قرآن پر نظر  
کرتے ہیں تو اُس میں اسلام کے فطری ہونے کی دلیلیں اس کثرت سے ہیں کہ گویا سارے قرآن کا یہی ایک مطلب  
ہے یا ایک مطلب نہیں تو ترجیح نہ ہونے میں تو شک بھی نہیں۔ اور کیوں نہ ہو نزول قرآن کی غرض غایت  
یہ تھی خدا نے استدلال کا طرز ہی اختیار کیا ہے کہ وہ انسان کی فطرۃ سے گواہی دلو اگر اپنی ذات و صفات  
کا اقرار کرتا ہے میں بخونے کے طور پر قرآن کا ایک مقام صرف ایک مقام پڑھتا ہوں اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ  
وَالْاَرْضِ وَاَنْزَلَ لَکُم مِّنَ السَّمَاءِ مَآءً فَانْبَثْنَا بِهِ حُلُلًا اَنْهَارًا وَاَجْعَل لَّہَا رِیَاسًا وَاَجْعَل لِّیْلِیْنَ یَکْیُفُزُہَا وَاَلْہِیْ  
ہم قمر یعد لون۔ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَاَجْعَلْ خَلَالَہَا اَنْهَارًا وَاَجْعَل لَّہَا رِیَاسًا وَاَجْعَل لِّیْلِیْنَ یَکْیُفُزُہَا وَاَلْہِیْ

۱۔ جتنے لوگ پیدا ہوتے ہیں سب اسلام کی فطرۃ پر پیدا ہوتے ہیں پھر ان کے ماں باپ چاہیں انکو سیویں یا نہیں یا نصرانی بنائیں یا مجوسی بنائیں ۱۲۔ جتنے  
مہر پر جھوٹ بولے وہ پہلے دوزخ میں اپنا ٹھکانا کر لے ۱۳۔ یقین لانے والوں کے لیے زمین میں اور خدا کے ہاتھ میں خدا کی قدرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں  
۱۴۔ بھلا کس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی برسا یا پھر پانی سے خوشناباغ اگے کے تہ سے تونہ بن پڑتا کہ باغوں کی دشت اگلیں  
کرتے کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے نہیں بلکہ یہ لوگ راہ حق سے پھرے ہوئے ہیں ۱۵۔ بھلا کس نے زمین کو لوگوں کے چھینے کی جگہ بنایا اور کس  
انکے بیچ میں دریا بہائے اور کس نے زمین کو خدا نازل قرار دیا یا کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے  
نہیں بلکہ ان میں گمراہی کو سمجھ نہیں ۱۶



اگر خدا کے بندے نماز نہیں پڑھتے روزے نہیں رکھتے اور بہت کام خلاف شرع کرتے ہیں۔ بایں ہمہ وہ مسلمان سمجھے جاتے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی سی مدارا کی جاتی ہے۔ لیکن ہنرے دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں ہمیشہ مضائقہ کیا ہے۔ گویا ہم ایک طرح کے ہندو ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ کوئی فرد بشر منکر خدا ہو سکتا مگر یہ کہ اُس کے دماغ میں فتور ہو سولا پروائی اور غفلت اور غلط فہمی کو کہیں انکار نہ سمجھے۔ لیکن گاہ قرآن میں انسان کی فطرۃ کا بیان کئی جگہ ہے ازاں جملہ ایک مقام پر فرماتے ہیں: **هُوَ الَّذِي يَهْدِي كُوفِي الْبَرِّ وَالْجَوْحَىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْغَلَاتِ** وجرین بھریم طیبہ و فرحان ہا جاء تعاریم عاصف و جاء ہم للموج من کل مکان و وطناً انهم احيط بهم دعوا لله مخلصین له الدين لئن ابغیتنا من هذه لنكونن من الشاکرین فلما انجاهم اذا هم یبغون فی الارض بغیر الحق یا ایہا الناس انما بئیکم علی انفسکم متاعاً الحیوة الدنیا ثم الینام جعک فنبئکم بما کنتم تعملون۔ اس سے کیا معلوم ہوا کہ آدمی خوشحالی میں خدا کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ ہاں جب اُس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اُس کی اصلی فطرۃ کھل پڑتی اور وہ خدا کے آگے ناک رگڑنے لگتا ہے۔ اور یہی سبب ہوا کہ بزرگان دین نے بڑی مصیبتہ مند زندگیاں بسر کی ہیں۔ اور نہیں تو ریاضات اور مجاہدات کی مشقتیں خستیار کر کے اپنے سین تکلیف میں رکھا ہے۔ ہم تو منکر خدا اُسکو سمجھیں کہ حتیٰ اذا بلغت الذرقاق وقیل من راق ووطن اذہ الفرق والتفت الساق بالساق کا وقت ہو اور یہ اپنی بیگڑی پر جا ہے ورنہ قطعہ شب الارام سے گزرتی ہے + صبح اٹھ جام سے گزرتی ہے + عاقبت کی خبر خدا جانے + اب تو آرام سے گزرتی ہے + یہ ساز و سامان ہیں تو خدا کا ہے کو یاد آنے لگا۔ یہی حال تو فرعون کا بھی ہوا تھا کہ ساری عمر انا ربکم الاعلیٰ بتکارا + مرنے کو ہوا تو ساری شیخی جھڑ گئی۔ حتیٰ اذا ذکرہ العزقی قال امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنی اسرائیل وانا من المسلمین اور فرعون کی کیا تخصیص ہے + یہ کس ازما کم از فرعون نیست + لیکن اور اعون ماراعون نیست سزا کوئی دوسرا خدا نہیں اور میں اس کا حکم مانوں گا +

ع تصنیف راصنف نیکو کند بیاں + خدا جو انسان کی فطرۃ بیان کرے وہی صحیح الایعلم من خلق وہ فرماتا ہے فاتم وجهک للادین حنیفا فطرۃ اللہ الی ظہر الناس علیہا لا تبدیل تخلق اللہ ذلک الدین القیم ولكن اکثر

۱۷ ویں صدی تک خوش کنی میں ادیبانی میں چلتا پھرتا ہے چنانچہ حب کشی میں سوار ہوئے ہو اور وہ مکو باد و مافوق کی مدد سے لیکر جلتی ہے اور لوگ خوش ہوئے ہیں کیا کہ بادِ سخت کا جھونکا کشی کو اٹھاتا ہے اور اس میں کہ رطبت لوگوں پر آنے لگتی میں اور خیال ہوتا ہے کہ اب تو بڑے اٹھکے تو بچے و بزرگین خدا کو کیا بنائے لگتے ہیں کہ اگر مکوس بلا سے تھماؤ تو ہم تیرے شکر گزار بنیں ہو کر میں گئے پھر جب خدا انکو بچا لیتا ہے تو خشکی پر پہنچ کر نایابا بقاء دے کر دیتے ہیں لوگوں اس بقاء کا دل ہل تم پر پڑ گیا خدا کی زندگی کے چند روزہ فائدے اٹھا لو پھر تو مکو ہمارے پاس لٹ کر آئے اس وقت ہم مکو تبادس گئے کہ دنیا میں تم کیسے عمل کرتے رہے ہو ۱۲۰۷ھ میں ایک کعبہ جان بدن سے نکل کر چند گردن میں گر کر ایک جگہ اُور مرنے والے کے پیادہ اچھا آتشیں کو کسی کو ایسا ستر بھی یاد ہے کہ کیا کرکچا کچالے اور خود دیکر یقین ہو جا کہ بس ان بیات سفارتہ توبیٰ اور ایک پانوں کی پیٹھ لی و دسگر پانوں کی پیٹھ سے لکھ گئے بیٹھے ۱۷۰۸ھ کیا ہو سکتا ہے کہ بعض اُمتوں کو پید کرے وہی حقوق کے حال سے واقف نہ ہو ۱۷۰۹ھ تو اسے سیر ایک خدا کے ہو کر اس میں انہی کی طرف کو اپنا رخ کر لیا یہی خدا کی بنائی ہوئی ساخت ہے جسکے مطابق لوگوں کو بنایا ہے اسکی ساخت کو کوئی نہیں بدل سکتا یہی حکما دین ہے کہ اگر تم لوگ اس بات سے منہ جبر میں ۱۲



مع الله بل اكثرهم لا يعلمون۔ امن يهيب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء ويجعلكم خلفاء الارض، الله مع الله قليلا ما تذكرون امن يهديكم في ظلمات للبر والبحر ومن يرسل الرياح بشارا بين يدي رحمة الله، الله مع الله تعالى الله عما يشركون امن يبذل الخلق ثم يعيده ومن يرزقكم من السماء والارض، الله مع الله قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين۔ ويكفو تو خدا کی ہستی اور توحید کیسی ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ اگر اس قسم کی آیتیں بالاستیعاب پڑھ سناںی چاہوں تو اس سے کہیں زیادہ آسان ہوگا کہ پرسوں اترسوں سے رمضان شروع یعنی واللہ ہے۔ جا بجا حافظ نماز تراویح میں قرآن سنائیں گے تم انکے پیچھے دھیان کرتے جانا کہ کس کس دھبے خدا اپنی ہستی اور قدرت اور اپنی وحدانیت کے ثبوت دیتا ہے مگر حاصل سب کا وہی ہے جیسا میں نے کہا کہ خدا انسان کی فطرہ سے گواہی دلو اگر اپنی ذات اور صفات کا اقرار کرتا ہے لیکن عربی نہیں سمجھتے تو حافظ کے پیچھے دھیان ہی کیا کرو گے۔ مجھے ترجمہ پوچھنا چاہو گے اول تو میں ٹھیرنے والا نہیں اور ٹھیرنا بھی تو نہ بتاتا میں نے تو اس کو اپنی چٹرنارکھا ہے کہ مسلمان کو عربی کے معنی سمجھاؤں۔ کوئی شخص مسلمان ہو کر عربی کیوں نہیں پڑھتا۔ بے شک تم عربی سن کر ترجمے کے لیے بیقرار ہوتے ہو۔ مگر بلاست۔ میرے اختیار میں تمھارے عربی نہ جاننے کی اتنی ہی سزا ہے۔ وہ تو میں نے کر مہو گے برا مانو یا بھلا مانو۔ غرض اسلام کے فطری پہنے میں تو کچھ بھی کلام نہیں۔ اب ہی یہ بات کہ اسلام فطری ہے تو ساری دنیا مسلمان کیوں نہیں ہو گئی۔ اس میں زیادہ تر ان ہی لوگوں کا قصور ہے جن کو اسلام سے گریز ہے۔ اور کی قدر خود مسلمانوں کا بھی۔ واقع میں بڑی حیرت کا مقام ہے کہ کیوں لوگوں نے اسلام سے گریز کیا اور کیوں ابھی تک گریز کر رہے ہیں۔ اگر لوگ دو اور دو کا چار ہونا بلا غدر تسلیم کرتے ہیں تو کیوں نہیں اسلام کا دین حق ہونا تسلیم کرتے ہیں تو دونوں باتوں میں کچھ بھی فرق نہیں پاتا جیسا دو اور دو کا چار بدیہی ویسے ہی اسلام کا دین حق ہونا بدیہی۔ مگر یہی تو انسان کی اصل حقیقت کھلتی ہے کہ وہ کیسا استعصب اور ضدی اور جھگڑا لوار خود پسند اور سوسائٹی اور رسم و رواج کا مغلوب ہے۔ میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ جس دن خدا نے پیغمبر صاحب کو خلعت پیغمبری سے سرفراز فرمایا انھوں نے بتقاضاے بشریت ایسا سمجھا ہو تو عجب نہیں کہ جس خدمت پر میں مامور ہوا ہوں

۱۔ بھلا کوئی بے قرار ہو کر ہم اپنی مدد کے لیے دوسرے کو بلاتا ہے کون ہے جو اس کی فریاد سننے اور اس کی شکایت رفع کر دے اور مکرر زمین میں پھیل کر جائزین کے لیے کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے نہیں بلکہ تم لوگ سوچتے نہیں ۲۔ بھلا کون ہے جو تم کو کھلی اندری کی تاب نہ لے کر میں ماہ دکھائے اور کون ہمارے آگے آگے ہواؤں کو بارش کی خوش خبری سنائے کے لیے بیہوش کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے تمہارے شرک سے اللہ کی شان بہت بلند ۳۔ بھلا کون چلی بار پیدا کرنا اور پھر اسے پیچھے دو بارہ پیدا کرتا ہے اور کون آسمان وزمین سے تم کو دعویٰ دیتا کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے ۴۔ پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ پیچھے ہو تو اپنی دلیل لا پیش کرو ۱۲

کیا نام رکھوں مگر میں کتابوں اور جن جبر کے دروازہ کھلا ہے جو چاہے آئے۔ اسلام کو اسکلوسو بنانے کا پیغمبر صاحب کامرگز نشا نہ تھا اور نہ اسلام میں اسکلوسو ہونے کی کوئی بات ہے۔ اس میں کھانے پینے کی چھو نہیں۔ شریف و زریں کا تفرقہ نہیں۔ آقا اور نوکر کا امتیاز نہیں۔ یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اور جب اسلام کو یونیورسل ربح بنانا منظور تھا تو وہ اسکلوسو ہی نہیں سکتا تھا۔ دنیا میں جس بنی ایجادیں ہو کرتی ہیں۔ اکثر تنکے کے اوچل پہاڑ ہوتا ہے ایک ری سی بات ہو میک کانپو میں تھا کہ سلف ایکٹنگ ٹی ایجاد ہوئی یعنی خن کی ٹی جو اپنے تنے آپ چھڑک لیا کرے۔ گرم ملکوں میں اسکی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ میں بھی سلف ایکٹنگ ٹی کو دیکھنے گیا تو دیکھتا ہوں کہ دروازے کے اوپر کی طرف ڈیڑھ دو فٹ کا ایک چھجہ سا نکال دیا ہے۔ اُس میں سوراخ ہیں۔ سوراخ پر پانی کے تنکے رکھے ہیں۔ اُن سے پانی رستا ہے۔ چھجے کے تلے ٹین کی نالی لگی ہے۔ مشکوں کا پانی اُس نالی میں جمع ہوتا ہے۔ نالی کامرگز نقل اس طرح پر رکھا ہے کہ جب نالی بھر جاتی ہے آپ سے آپ ٹی پر الٹ پڑتی ہے۔ سلف ایکٹنگ ٹی بن گئی۔ میں دیر تک خیال کرتا رہا کہ ایسی آسان بات آج تک کسی کا ذہن اس طرف کو کیوں نہیں متقل ہوا۔ یہی حال ہے اسلام کا کہ شروع سے دنیا میں اس کے قائم کرنے کی ضرورت ہے لوگ اس کی تدبیریں بھی سوچتے اور کرتے ہیں۔ لیکن مخمبہ مائے پیغمبر صاحب کے حصے کا تھا کہ ساری دنیا میں کامن بروڈ ہٹ کے قائم کرنے کی تدبیر نکالی۔ آسان اور آسان کے علاوہ مذہبی کہ کوئی فرد بشر مذہب کے بے نیاز نہیں۔ خدا دل میں انصاف کے توصاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے سولے ساری دنیا میں کامن بروڈ ہٹ کے قائم کرنے کی کوئی اور تدبیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اسلام ہی کا عقیدہ ایک عقیدہ ہے جس پر تمام دنیا کے لوگ جمع ہو سکتے ہیں پیغمبر صاحب نے اپنی طرف سے بہتیری کی کہ میں دنیا میں کامن بروڈ ہٹ قائم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں میری طرف سے کوئی بات اصل مطلب کے خلاف نہیں ہونی چاہیے۔ دس برس مشرکوں اور بت پرستوں کے نئے میں گزار دیے۔ ان کا تو مذہب ہی کیا تھا مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوهن البیوت لبیت العنکبوت۔ مذہب کچھ تھا تو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا تھا سو پیغمبر صاحب نے یہاں تک اُنکے ساتھ استیام رکھنا چاہا تھا کہ اُنکے پیغمبروں کو پیغمبر مانا اُنکی کتابوں کا منزل من اللہ ہوتا تسلیم کیا

۱۰ لوگو ہم نے تمکو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حواء) سے پیدا کیا اور تمہارے گروہ اور جنے بنائے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لو  
۱۱ ایک تم میں جس سے زیادہ پرہیزگار وہی خدا کے یہاں سے زیادہ عزیز  
۱۲ جس کو اللہ کے سوا کوئی دوسرے کارساز بنا کرے میں ان کی کماؤت مکر کی ہے کہ اُنے ایک گھر بنایا اور گروہ میں سے بودا گھر مکر کی کا

ذرا خیال کرنے کی بات ہو کہ تمام جزیرہ عرب میں قوم قریش کے لوگ بڑے مغز اور قابل ادب سمجھے جاتے تھے ایسے کہ یہ لوگ بیت اللہ شریف کے مجاور تھے اور اگرچہ عرب بت پرستی کے ماٹھ میں ڈبے ہوئے تھے مگر ابرہہؓ کے بنائے ہوئے اس معبد کی تعظیم میں ان لوگوں نے کبھی کمی نہیں کی اور اسی معبد کی وجہ سے قریش کی بھی آؤ بھگت ہوتی تھی کہ یوں اسے ملک میں کسی مسافر کو امن نہ تھا لیکن قریش سے کوئی متعرض نہ ہوا تھا لایلاف قریش ایلا فہم رحلة الشتاء والصیف فلیعبدوا رب هذا البیت الذی اطعمہم من جوع وامنہم من خوف حاجیوں کو پانی پلانا ان کی مہانداری خانہ کعبہ کی بستی و کشادہ سب خدمتیں ان ہی لوگوں میں تھیں اور خود پیغمبر صاحب کے آبا و اجداد سربراہ اور وہ مجاوران بیت اللہ میں سے تھے۔ ان لوگوں کو حسد اور غرور جو تھا سو تھا اس کا بھی تو بڑا اندیشہ تھا کہ اگر اسلام پھیلا تو بت پرستی موقوف اور بت پرستی نہیں تو خانہ کعبہ جو اس وقت سب سے بڑا تاجانہ تھا اور جسر قریش کی عزت اور حاشیہ انحصار تھا کچھ چیز نہیں۔ مجرور ہی روادو پیغمبر صاحب کی صداقت کے لیے بس کرتی ہے کہ انھوں نے حق کے مقابلے میں اپنے خاندانی ذریعہ عزت اور وسیلہ معاش کی ذرا بھی پراہنہ کی۔ حضرت کے چچا ابوطالب کی معرفت لوگوں نے پیغمبر صاحب کو طرح طرح کے لالچ دکھائے کہ ہمارے بتوں کے حال سے کچھ بحث نہ کریں اور ابوطالب نے بھتیجے کو سمجھایا بھی مگر پیغمبر صاحب نے صاف دو ٹوک بات کہہ دی کہ چچا جان اگر یہ لوگ آفتاب کو بھی آسمان سے اتار کر میری گود میں لے آئیں گے تاہم میں خدائے واحد کی منادیا کرنے سے تو باز آنے والا نہیں۔ جب اہل مکہ نے دیکھا کہ اسلام چپکے چپکے پھیلتا جا رہا ہے اور لوگوں کے تیور کچھ بدلے ہوئے سے دکھائی دیتے ہیں تو انھوں نے آخر الداء لکی پر عمل کرنا چاہا کہ بہت سے آدمی مل کر پیغمبر صاحب کو مار ڈالیں بہت ہو گا تو دینہ دینی آجائے گی سب چنہ کر کے بھر دینگے۔ واذ بک الذی کنہ و لیتبتک اذ یقتلک اویحزجک مگر پھر وہی چراغے راکھ ایزد بر فرزند + کسے کو یف زند ریش بسوزو یہ سونہ دیکھتے ہی ہے اور پیغمبر صاحب رات کے وقت چپکے سے نکل بیٹھے جابر ابے۔ یوں مسلمانوں میں اور مخالفین اسلام میں لڑائی کی بنیاد قائم ہوئی۔ مذہب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک اکسکلو سولہ (نافع) جس میں غیر قوم کا آدمی دخل نہیں ہو سکتا جیسے ہندوؤں کا مذہب۔ اور دوسرا اسکے برخلاف میں نہیں جانتا اس کا

۱۱۱ اگرچہ قوم قریش پر خدا کے چند درجنہ احسان ہیں لیکن انکو چاہیے کہ صرف ایک احسان کی شکر گزاری میں کہ انھو جاڑے گرمی کے سفر تبارہ کا خرگروہ خانہ کعبہ کے خدائی عبادہ کریں کہ انھوں نے ان کو بیکہ میں کھائے کو دیا اور لوٹ مار کے خوف سے اس دیا ۱۲

۱۲ زعم کا آخری علاج وضع دیا ہے ۱۲ اور اسے پیغمبر وہ وقت پاؤں کر کہ کافر تمہارے لیے تدبیریں کر رہے تھے کہ تم کو قید رکھیں یا مار ڈالیں یا دیس سے نکل باہر کریں ۱۳

بھارت ہے۔ مسلمان دوسری چیز اسلام دوسری چیز کیا کسی دشمن آدمی کا کام ہے کہ دوسرے کی ضد سے اپنی ناک کٹائے۔ وہی جیسا شیعہ اپنی قوم سے کہتے تھے و یقین لایہر متکرم شقاق ان بھیہیکم مثل ما اصاب قمر نوح او قوم ہوا قوم صالح و ما قوم لوط منکم بمعید دنیا نے مسلمانوں کے ایجاد کیے ہوئے علوم جبر مقابلہ کیسیا بیباک تالیخ وغیرہ سے فائدے اٹھائے اور اب تک فائدے اٹھائے جارہے ہیں۔ اسلام کو بھی اسی طرح کا مسلمانوں کا ایجاد کیا ہوا ایک علم سمجھا ہوتا۔ ناسخ کی ضد اور ہٹ دھرمی کا تو کوئی جواب نہیں جس آدمی کے سر میں عقل ہو کسی مذہب اور کسی قوم کا کیوں نہ ہو وہ ضرور اتفاق کی منفعتوں سے واقف ہوگا وہ ضرور چاہتا ہوگا کہ دنیا میں امن ہے۔ مگر کوئی تو بولو اور بڑے خدا کوئی تو بولو کہ اسلام کے سوائے اتفاق اور امن کی کوئی اور بھی تدبیر ہے۔ دنیا میں مذہب ہی تمام فسادات کی جڑ ہے۔ یہی وہ حضرة ہیں جنہوں نے خدا جھوٹ نہ بلوائے دنیا میں کروڑوں خون کر لئے ہیں۔ اور یہ ایک فضیل شدہ بات ہے اور اسکو گھر جا کر اپنی جگہ اچھی طرح سوچ لینا کہ جب تک دنیا کا ایک مذہب نہیں ہوگا ممکن نہیں کہ لوگوں میں یکدلی اور اتحاد پیدا ہو۔ اچھا تو وہ کون سا مذہب ہے جسکو ساری دنیا آسانی کے ساتھ قبول کر سکتی ہے۔ وہ نہیں ہو مگر اسلام۔ از روے فطرۃ مسلمان اختیار کی بات نہیں۔ آدمی ہو تو وہ عقل بھی رکھتا ہے اور عقل رکھتا ہے تو وہ خدا کو بھی مانتا ہے اور خدا کو مانتا ہو تو وہ مسلمان ہے۔ مانتا اختیار کیا بات ہو کہ کاسن بردہ کی جو سوسائٹی پیغمبر صاحب نے قائم کی اور اس کا نام رکھا سوسائٹی اسلام۔ تم اس سوسائٹی کے ممبروں میں اپنا نام لکھو او یا نہ لکھو او۔ لیکن اگر تم اسلام کی سوسائٹی کے ممبروں میں اپنا نام نہیں لکھو تو گے یعنی ہونہ سے مسلمان ہونے کا اقرار نہیں کرو گے تو سوسائٹی تم کو اپنے ممبروں میں شمار نہیں کرے گی۔ اور یہ بالکل وہی بات ہو۔ لیکن تم عجب عقل کے آدمی ہو گے کہ ممبری کا چنڈہ اور ممبر نہ بنو خدا کے معتقد ہو اور اپنے تئیں مسلمان نہ کہو۔ اور مان سمجھ رہنا کہ عقلی کے سحلے تم پر خود سری اور نا احسان مندی کا الزام بھی عائد ہوگا کہ ایک شخص نے ایسی عمدہ اور مفید سوسائٹی قائم کی تھی تم نے اس کے شمول سے انکار کیا اور بانی سوسائٹی کا کچھ حق نہ مانا۔ آخر سر سید احمد خاں کو علی گڑھ محمدن کلج کا بانی بھائی شمس الدین کو انجمن حمایت اسلام و مائتعلق بہا کا بانی مانتے ہو اور غالباً احسان مندی سے مانتے ہو اور انہیں بھی مانتے تو آپندہ چل کر مانو گے اور ضرور مانو گے تو پیغمبر صاحب نے ایسا کیا قصور کیا ہے کہ انکو اسلام کا بانی امن عام کی تدبیر کا موجد اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا رحمن یعنی رحمۃ اللعالمین تسلیم نہ کرو۔ لوگو انصاف بھی

لے لو گیری ضد سے گناہ کے مرتکب ہو سدا تم پر وہ آفتاب آوازلی ہوں جو قوم فوج یا قوم ہونو یا قوم صلح یا نائل ہوں اور ہوں تو قوم کو کٹائی ہوئی ستیا  
یہی تم سب کے دشمن ہیں ۱۶

اور اس شہر و مد کے ساتھ کہ توراۃ کے حق میں فرماتے ہیں اَنَا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى نُورٌ پھر تھوڑی دیر  
 آگے چل کر خلیل کی نسبت وَ قَفَيْنَا عَلٰی اَنَا رَهْمَ بَعِیْسِ بْنِ مَرْیَمَ مَصْدَقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَ اَتَيْنَاهُ  
 الْاِنْجِلَ فِيهِ هُدًى وَ نُورٌ مَّصْدَقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَ هُدًى وَ مَوْحِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ اُسکے علاوہ مسلمانوں کو  
 تاکید کی کہ لَا تَجْلُوْا لَوَ اَهْلِ الْکِتَابِ الْاَبَاقِیَّ هِیْ اَحْسَنُ الْاَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُلُوْا اٰمَنَّا بِالَّذِیْ اَنْزَلَ الْبِیِّنَاتُ  
 وَ اَنْزَلَ الْبِکْرَ وَ اَلْهٰنَا وَ اَلْهٰکُمْ وَ اَحَدٌ وَ لَعَنَ لَهٗ مَسْلُوْنَ۔ میں نہیں سمجھتا کہ دوسرے مذہب والوں کے ساتھ  
 سازگاری پیدا کرنے اور سازگاری رکھنے کے لیے پیغمبر صاحب اس زیادہ کیا کرتے اور کیا کر سکتے تھے اور  
 کوئی کیا کرتا اور کیا کر سکتا تھا اُن کا معاملہ بت پرستوں کے ساتھ اُس پنج پر تھا جیسا کہ شاعر کہتا ہے  
 دِل نے ملا دیں خاک میں سب وضع داریاں + جوں جوں کے وہ ملنے سے ہم بیش تر ملے + اور اہل کتاب کے  
 ساتھ میل جل کی یہ کیفیت تھی + مجھ میں اُن میں ربط ہے اسے ذوق مثل بوو گل + وہ رہا غوش میں لیکن  
 گریزاں ہی رہا + عرض اسلام نہ اکلوسو تھا اور نہ اکلوسو بننا چاہتا تھا۔ مگر لوگوں نے زبردستی دھکے  
 دے دے کر اسکو اکلوسو بنایا۔ اسلام نے تھکنے کے لیے پٹھوں پر ہاتھ رکھنا ہی چاہتا تھا کہ انھوں نے  
 بے طرح دلتیاں جھاٹنی شروع کیں پیغمبر اور مسلمان بچائے اپنی جانیں بچا بچا کر گھر بار مال و منہاں  
 دھن و دولت زن و فرزند چھوڑ چھوڑ کر مدینے نکل بھاگے اور لوگوں کے ساتھ میل ملاپ کی امیدیں منقطع ہو گئیں اور  
 اب اسلام پورا پورا اکلوسو بنا۔ لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن وہ جو کہتے ہیں۔ ع عدو شود سبب خیر  
 اگر خدا خواہد سب سے اس غرض سے کہ اسلام کو نصرت و نالود و کردیں اور اسلام اُس رخت کی طرح جو قلم کرنے  
 سے اور پھٹتا اور پھوٹتا پھلتا ہے۔ یوما فیوما اپنا احاطہ وسیع کرتا گیا۔ ہوا لَذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهَدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ  
 لَیَنْظُرَ عَلٰی الدِّیْنِ کُلِّہٖ مَکْرُوْسَہٗ احاطہ کے ساتھ ساتھ کم بخت اکلوسوس کا رنگ بھی گہرا ہوتا جاتا تھا یہاں  
 تک کہ نبوت کی جگہ خلافت اور خلافت کی جگہ سلطنت آئی۔ اور سلطنت بھی آئی تو شخصی اور بادشاہوں نے اساتذہ اسلام  
 کو ملک گیر کاحیلہ بنایا۔ وہ دن اور آج کا دن کہ لوگ ناحق اسلام کی طرف بدگمان ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ  
 دشمنی سی عداوت سی تیر سی مخالفت سی اور مسلمانوں ہی کا ظلم سی اُن ہی کی زیادتی سی مگر اسلام نے کسی کا

سلطہ ہم نے توراۃ اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے ۱۲؎ اور ہم نے مریم کے بیٹے یسے کو مرسلین سابقین کے قدم بقدم چلایا کہ وہ توراۃ کی جو  
 اُس کے وقت میں موجود تھی تصدیق کرتے تھے اور اُن کو یہی انجیل فانیہ کی جہں میں ہدایت اور نور ہے اور انجیل ہی توراۃ کی تصدیق کرتی ہے جو اُن کے  
 نزول کے وقت موجود تھی اور خود ہی پرہیزگاروں کے حق میں ہدایت و ہند ہے ۱۴؎ اور مسلمانوں اہل کتاب کے ساتھ بحث ہی کرے تو عمدہ طریقہ ہے  
 اور اُن سے کہو کہ جو کتاب پہر تیری (قرآن) اور جو کتاب میں تیرا تیرا (توراۃ و انجیل و غیرہ) ہمارا تو ہے ہر ایمان ہے اور ہاں تمہارا خدا ہی کیسے اور ہم اس کا علم  
 داشتہ ہیں ۱۳؎ اسی خدا نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ سب دینوں پر اس کو غلبہ ہے ۱۱؎



تو ہم بھی اپنی جگہ تھے۔ پیغمبر صاحب اہل کتاب کی آسمانی کتابوں سے استدلال و استشہاد کرتے تھے  
 فَاَتُوا بِالْقَوَافِلِهَا۔ مَصْدَقًا لِّمَا مَعَكُمْ۔ مَصْدَقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ۔ ہننے ان کتابوں کو ردی سے زیادہ  
 بے قدر سمجھا۔ کیا عہد عتیق اور عہد جدید کے ہزار ہائے پٹھوں اور پٹانوں میں نہیں صرف ہوتے اور مسلمان ان  
 کتابوں کی ایسی بے حرمتی کو ثواب نہیں سمجھتے۔ ذرا مسلمانوں کے علم کلام کی کتاب میں کچھ وہ کہتے ہیں کہ  
 اصلی کتابوں کو ہمیں یہ نہیں اور یہ جو یہودی اور عیسائی لیے پھرتے ہیں یہ سب ان کی اپنی بنائی ہوئی ہیں  
 اس سے زیادہ دل کا دکھانے والا اور کون سا الزام ہو سکتا ہے۔ جھوٹی دستاویز بنانے کی نزاسات سب  
 کی قید ہے نہ کہ آسمانی کتاب اور کلام الہی میں جل کرنا۔ بے شک نہ صرف ہم مسلمانوں کو بلکہ میں کتابوں  
 ساری دنیا کو قرآن کے ہوتے کسی آسمانی کتاب کی ضرورت نہیں اور جسے عہد عتیق اور عہد جدید اور قرآن  
 کو انصاف کے ساتھ پڑھا اور سمجھا ہو گا وہ خود بول اٹھے گا کہ واقع میں قرآن عمدہ اور موثر ہونے کے علاوہ  
 آدمی کو کامل دیندار اور نیک بنانے کے لیے کافی اور دانی ہے۔ مگر قرآن کی خوبیوں کا بیان کرنا اور چہرے اور  
 دوسروں کی قابلِ دہ کتابوں کو غلط اور جھوٹا اور نامعتبر اور جعلی کہنا بالکل دوسری چیز کتاب جقدر پرانی  
 اُس بقدر نامحفوظ الاقرآن کہ اسکی حفاظت کا خدا نے غیب سے ایک سامان مہیا کر دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس کے  
 زبانی یاد رکھنے کا شوق ہے حافظ قرآن ہونا مسلمانوں کا ایک بڑی فضیلت ہے جیسے حاجی ہونا اور کہتے  
 ہیں کہ حافظ کی سات پشتیں بے حساب بخشی جائیں گی۔ پس مسلمانوں میں کثرت سے قرآن کے حافظوں کو  
 ہونا حقیقت میں ایک بڑا زبردست چک (روک) ہے کہ قرآن میں نہ کوئی تصرف کر سکا ہے اور نہ آئندہ کوئی  
 تصرف کر سکے گا۔ مگر سوائے قرآن کے اور کسی کتاب کو اور اس عموم میں پچھلی آسمانی کتابیں بھی آگئیں یہ سب  
 یہ فریقہ حاصل نہیں۔ کتاب جنہی پرانی اُس بقدر نامحفوظ۔ لوگ گستاخ کو کہتے ہیں کہ اس میں سعدی کا ایک لفظ  
 بھی باقی نہیں۔ اور پھر ترجمے کو تبدیل اور تصحیف اور تحریف جو چاہو کہہ سکتے ہو۔ جو شخص ترجمے کی مشکلات  
 وقف ہے وہ بے تامل اسکی تصدیق کرے گا کہ کتاب تو بڑی چیز ہے ایک جملے کے ترجمے میں کیا سے کیا  
 ہوتا ہے۔ علاوہ ہیں پیشین گوئیاں ہمیشہ سبھم ہوا کرتی ہیں۔ اپنے ہی یہاں کے امام مہدی اور دجال وغیرہ  
 کی پیشین گوئیوں کو کیوں نہیں دیکھتے۔ غرض قدانہ اور ترجمہ اور ابہام کی وجہ سے پچھلی آسمانی کتابوں میں کچھ تصرف  
 ہوا ہو تو تعجب نہیں مگر ایک م سے ان کو جعلی بتانا اور یہ کہنا کہ لوگوں نے بے ایمانی سے جعل کیا دلو کو محض

لے قرآن لے آؤ انا کو پڑھ کر سناؤ ۱۱۔ جو کتاب تمہارے پاس ہے میں تو اسکی تصدیق کرتا ہوں ۱۲۔ پیغمبر ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے زمانے  
 میں ہیں ۱۱



کوئی چیز ہے۔ اور کامن برادر سوسائٹی لینے اسلام کے ممبروں کی فہرست میں نام لکھوانے اور مونہ سے اقرار کرنے کی ضرورت بھی اوجہ سے واقع ہوئی کہ تم ہی لوگوں نے اس سوسائٹی کو اسکلوسوسائٹی بنایا ورنہ بانی سوسائٹی نے تو سبھی کو سوسائٹی کا ممبر سمجھ لیا تھا۔ وہ جو میں نے کہا کہ اسلام فطری ہے تو ساری دنیا مسلمان کیوں نہیں ہو گئی اس میں زیادہ تر ان ہی لوگوں کا قصور ہے جنکو اسلام سے گریز ہے اور کسی قدر مسلمانوں کا بھی سولوگوں کا قصور تو سن چکے مسلمانوں اپنا قصور سنو۔ تم نے پیغمبر صاحب کی رسالت کے اصلی مطلب کو یا تو سمجھا نہیں یا ان مقاصد کی تکمیل میں تم نے مدد نہیں دی۔ اس رسالت کا اصلی مطلب کیا تھا۔ وہی کہ اسلام یونیورسل رجن ہو اور اسکے ذریعے سے تمام دنیا میں ایک مسلمان برادر قائم کیا جائے اچھا پھر اسلام یونیورسل رجن ہو گیا اور تمام دنیا ایک مسلمان برادر قائم ہو چکی؟ میں کچھ جواب میں تھا کہ ٹوٹے ٹوٹے نہیں سننا چاہتا کہ یہ ہائے افسوس سے خارج ہے۔ یہ فرماؤ گئے اس میں کیا کیا۔ بلاتلخیص بات نہیں جہاں تک میں خیال کرتا ہوں تم نے تائید کے عوض اسٹنگے لگائے۔ پیغمبر صاحب تمکو اپنا مونہ دکھا گئے تھے کہ اس مطلب کے حاصل کرنے کے لئے کیا تدبیریں کرنی ہوں گی۔ پیغمبر صاحب کی ہجرہ سے پہلے کی زندگی اور سیدھی بات یہی کیوں نہ کہوں رسالت کی عمر کا پہلا نصف ہم مسلمانوں کے لئے ایک سبق ہے جو ہر مسلمان کو ازبر ہونا چاہیئے۔ خاص کر ان کو جو اسلام کی حمایت کا دم بھرتے ہیں۔ ہماری حالت کو پیغمبر صاحب کی ہجرہ کی بعد کی زندگی کے ساتھ تو کچھ بھی مناسبتہ نہیں۔ کہاں اس وقت کے مسلمان اور ان کی فتوحات اور کہاں ہم۔ اوروں کی رعایا اوروں کے محکوم اوروں کے مستامن مگر ہاں ہجرہ سے پہلے کی زندگی میں ہمکو بہت سی بدہمتیں مناسب حالت ملتی ہیں۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر مخالف کھنٹتے تھے پیغمبر صاحب ٹھیل دیتے پہلے جاتے اور سیدھا انکی طرف کو بھگتے تھے تاکہ انکو گریز و وحشت نہ ہو۔ شروع شروع میں ایک دم سے شروع کا بوجھ نہ ڈالا۔ ہجرہ تک صرف خدا شناسی کی تعلیم کرتے رہے۔ پھر جوں جوں اسلام کی خوبیاں لوگوں کے ذہن نشین ہوتی گئیں طریق معاشرت میں اصلاح کی عبادت کی رغبت دلائی۔ اور شریعت میں اسکے سوا کچھ کیا یہاں تک دیکھو جو منظر تو تھا کہ حکیم کو جانتے تھے کہ جزو کعبہ اور داخل کعبہ ہے مگر چونکہ ایک زمانے میں خانہ کعبہ کی تجدید کرتے وقت بیمقدوری کی وجہ سے قریش نے اتنی جگہ چھوڑ دی تھی آپ نے بھی اسکو چھوٹے ہی نماز پڑھا ہے ہیں اور باہر سے کسی بچے کے رونے کی آواز آئی اس خیال سے کہ ایسا نہ ہوا اسکی ماں میرے پیچھے نماز میں ہو جلدی جلدی کر کے سلام پھیر دیتے تھے۔ ایک مدت تک بیت المقدس کی طرف کو نماز پڑھا کیئے تاکہ اہل کتاب تبدیل قبلہ سے چوکے نہ ہوں۔ اب اس متوازی ہمنے کیا کیا کہ لوگ ہم کچھ

کر دکھائیں تو سہی۔ لیکن لا رٹو براسی نے یہ خیال غلط کہاں سے پیدا کیا۔ ہونہ ہو یہ اُن کا مذہبی خیال ہے اور مسلمانوں کی اُن ہی جلی کٹی باتوں سے پیدا ہوا ہے جو تکلمین علم کلام کی کتابوں میں لکھا کر کرتے ہیں۔ نہ تو لا رٹو براسی ہی نے اوپیم کمیشن کے پریزیڈنٹ ہو کر اپنی بات کے نتائج پر نظر کی کہ عام مسلمانوں پر ایک غلط اور بے اصل الزام لگادیا۔ اور نہ مسلمان بھائی ہی اپنی اس بات کے نتائج پر نظر کرتے ہیں کہ بے تامل پچھلی آسانی کتابوں کو جھوٹا اور جعلی کہہ بیٹھتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی یہ حرکت بانی اسلام کے منشاء کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن نے اہل کتاب کے کھانے کو درست بتایا کہ یہ عورتوں کے ساتھ نخل کی اجازت دی۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن ثَمَرِهَا إِذَا كَانَ ثَمَرُهَا حَلٰلًا** اور **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا زَوَّجْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ مِمَّا زَوَّجْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ مِمَّا زَوَّجْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ مِمَّا زَوَّجْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ** اور **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا زَوَّجْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ مِمَّا زَوَّجْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ مِمَّا زَوَّجْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ**۔ یہ کیوں؟

یہ اسلئے اور میں کہتا ہوں اسی لئے کہ اہل کتاب میں اور اہل اسلام میں اختلاط و ارتباط پیدا ہو۔ مسلمانوں نے ہمارے مجھے کہنا پڑتا ہے مسلمانوں نے اختلاط و ارتباط پیدا کرنا کیسا اہل کتاب کی طرح کھانے اہل کتاب کے سے لباس پہننے کو بھی حرام بلکہ موجب کفر سمجھا یقین نہ تو حرمہ اور کفر دونوں کے قوسے سید احمد خاں کے پاس ضرور محفوظ ہونگے کہ وہی تو انکے سچے مسلمان ہونے کے سرٹیفکیٹ ہیں لیکر دیکھو۔ پینیر صاحب کو بڑی تمنا تھی کہ مسلمان کثرت سے ہوں اور فرمایا کرتے تھے ابابھی جبکہ الامم سو مسلمانوں نے اچھا اس تمنا کو نبھایا کہ غیروں کو اپنے میں ملانے کی کوشش تو درکنار اگلوں کی محنت سے جو صورتیں اسلام میں دکھائی دیتی ہیں ان کے نکلانے کے پیچھے پڑے ہیں۔ اس وقت اسلام میں جتنے فقہ ہیں خیر یوں کو چھوڑ کر کہ تم بھی انکو مسلمان نہیں سمجھتے اور وہ بھی اس سے خوش ہیں ہر ایک فرقے کے مولوی کو سامنے بٹھاؤ اور مسلمانوں کی مرقم شمار کا رجسٹر رکھو آگے اور جو جسکو کافر کہنا جائے کاٹتے چلے جاؤ۔ انجام یہ ہوگا کہ خدا نے چاہا سارے مسلمانوں میں ایک متنفس مسلمان باقی نہیں رہے گا۔ سنیوں کو شیعے کافر کہیں گے شیعوں کو سنی۔ وہابیوں کو عتقی بدعتیوں کو وہابی مقلدوں کو غیر مقلد غیر مقلدوں کو مقلد محکوم تمکو میں۔ **وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا**۔

تکوئی اکالذین تفرقوا واختلغوا کی کیا خوب تمیل ہے۔ کیوں جی ولا تفرقوا کے لئے کیا ہیں۔ مسلمانوں میں جو تفرق واقع ہوا ہے اختلاف رائے کی وجہ سے واقع ہوا ہے اور رائے اپنی ہو یا غیر کی اختیار سی بات نہیں۔

۱۔ مسلمان آج تمہارے لئے تمام سحری چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے اور تمہارا کھانا اہل کتاب کے لئے حلال ہے۔ عورتیں اور ان لوگوں کی عورتیں جو تمہارے کتاب دی جا چکی ہے تمہارے ساتھ جو بشرطیکہ ان عورتوں کے ہمدرد اور گھربانا مشغور نہ ہوں صرف سنی کھانا اور شیشائی کھانا ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳

ٹھٹھے کر دینے کی بات ہو۔ اسی پر چاہتے ہو کہ اہل کتاب تمہاری طرف کو جھکیں۔ کچھ تو مسلمان بادشاہوں کی دست درازیوں نے اور ماسہا مسلمانوں کی ایسی دلخراش باتوں نے اسلام کو لوگوں کی نظروں میں مبعوض ٹھیرا دیا۔ میں نے ابھی حال میں لارڈ براسی کی ایک تقریر انگریزی اخبار میں دیکھی ہے اور وہ میرے دل پر اس طرح نقش ہو گئی ہے جیسے کسی نے نوک نشتر سے گود دی ہو۔ ولایت سے ایک کمیشن اس بات کی تحقیق کے لیے ہندوستان میں آیا تھا کہ افیون کے استعمال نے لوگوں کی تندرستی اور ان کے اخلاق پر کیا اثر کیا ہے اور گورنمنٹ نے جو افیون کی کاشت امانی کر رکھی ہے مناسب یا نامناسب۔ لارڈ براسی اس کمیشن کے پرنسپل تھے اور پرنسپل ڈپٹی کی حیثیت سے ہندوستان میں تشریف لائے اور کچھ چلے پھرے بھی اور چندے ہندوستان میں مقیم رہے۔ اب وہ وکٹوریہ کالونی کے گورنر مقرر ہوئے ہیں۔ دستور کے مطابق انکو لندن میں ذریعہ گیا اور اس تقریب میں لوگوں نے تقریریں کیں۔ ازاں جملہ لارڈ براسی نے بھی ایک تقریر کی جس میں انھوں نے فرمایا اور فرمایا بھی تو اس وثوق کے ساتھ کہ گویا وہ ہندوستانیوں کے حال سے خوب واقف ہیں۔ اس واسطے کہ وہ ہندوستان میں چند سال نہیں بلکہ چند روزہ گئے ہیں۔ مگر ہے کہ لارڈ براسی نہ سکرٹری آف سٹیٹ ہیں نہ وائسرائے نہ ہندوستان کے کوئی اور حاکم یا اختیار۔ لیکن اگر برٹش گورنمنٹ کو ایک ریاض فرض کریں تو ہم پھیلیاں میں اومچھلیوں میں بھی جھینگے۔ اور لارڈ براسی ایک مگر مجھے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا محمد زہیو نورین اینڈ نور کین بی فلی رکنس ملڈ ٹو اسے کنڈیشن آف سبارڈنیشن ٹو اسے کرچن پو۔ یعنی مسلمان عیسائیوں کے ماتحت ہو کر رہنے سے نہ کبھی پورے پورے رضا مند ہوئے اور نہ آئندہ کبھی رضا مند ہو سکتے ہیں۔ لارڈ براسی کے یہ لفظ کانٹے کی طرح میرے دل میں چبھے اور میں تابیر سکتے کی حالت میں رہا کہ یہ تو ایک طرح کا حملہ اسلام پر ہے کیونکہ انھوں نے مطلقاً مسلمانوں کو الزام دیا۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کا فکر تنک کے پاس بھی جا کر نہیں ٹھہرتے ہوئے نہ اس خیال سے کہ لارڈ براسی اور ان کی طرح کے دوسرے ناواقف انگریز کیا خیال کرینگے بلکہ کانگرس کی شرکت سے ہمو خدا کا وہ فرمان و کلام تھا اور اب بھی روکتا ہے جہاں اُس نے ارشاد کیا ہے اَطِيعُوا لِلّٰہِ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولٰٓئِیْہِ اَمْرٌ مِّنْکُمْ ہم اگر برٹش گورنمنٹ کی دل سے قدر کریں تو ہم مردۃ اور حق شناسی اور احسان مندی اور انسانیت یعنی اسلام کے نصیب دار لارڈ براسی نے تو عام مسلمانوں کی دل شکنی کرنے میں کوئی کسر نہیں کی مگر ہم بھی ان کو ایسا فضیحتہ کریں کہ وہ بھی یاد رکھیں یعنی پہلے سے بھی برٹش گورنمنٹ کی دو گنی چو گنی خیر خواہی اور اطاعت گزاری اور فرمان داری

عطا ہوا تھا یا وہ ہے یا نہیں۔ وقت نہیں ہے ورنہ اسی مضمون میں اقرشہ و مد کے ساتھ پھر بیان کرتا اور پھر تم سے کوئی اور پھر کرتا ہوا سا خطاب لیتا اور عدالت میں مقدمہ دائر کر کے اُسکی رجسٹری کرتا۔ میں نے بار بار کہا ہے اور پھر کرتا ہوں اور جب تک مقدمہ دائر کر نیکیے لئے میری جیب میں پیسے ہیں نہیں بلکہ جب تک زندہ ہوں کہا کروں گا کہ ہم مسلمانوں کی ہم نبی موحّد کا کلمہ بھرنے والوں کی توحیب بھی ویسی ہی اور اُسی کے قریب قریب ترزل رہے جیسی اہل کتاب کی اور جیسی اُن لوگوں کی جنکو ہم مشرک اور بت پرست بتاتے ہیں فرق اگر ہے تو یہ قدر کہ اُنھوں نے اپنے بزرگوں کو بڑھایا چڑھایا اور ہم نے اپنے بزرگوں کو وہ بھی تاویل میں کرتے ہیں ھو لا۔ شفعاً و ناعناً اللہ ہم بھی تاویل میں کرتے ہیں۔ بھلا اس ہیکڑی کا کہیں ٹھکانا ہے کہ جن افعال کی وجہ سے ہم دوسروں کو مشرک اور بت پرست قرار دیتے ہیں اور ویسے ہی افعال ہم کریں اور پھر پختے مسلمان پکتے موحّد۔ کیونکہ اسلام نہیں ہے مگر توحید اور توحید نہیں ہے مگر اسلام۔ بات یہ ہے کہ ہم آدمی آدمی سب یکساں ہیں خلق الانسان ضعیفاً کے کُتھے سے ہم خارج نہیں اور لوگ بھی خارج نہیں اسباب کے جال میں جیسے ہم پھنسے ہیں اور بھی پھنسے ہیں۔ اور خدا کا پتہ لگانا ہے جسکو آج تک کسی فرد بشر نے اور نہ صرف فرد بشر نے بلکہ فرشتوں نے بھی دیکھا تک نہیں۔ جبریل جیسے فرشتہ مقرب حامل وحی کی ندرانی تو سعدی کے بیان سے ظاہر ہے کہ وہ فرماتے ہیں **نظم**

چٹا گرم درتیر تیرتیر براند	کہ جبریل در سدرہ زو باز ماند
بدو گفت سلا بیت احرام	کہ اے حامل وحی برتر حرام
کہ چوں و طلب صادق م یافتم	عناقم رجوبتہ چرا تافتم
بگفتا فدا تر مجالم نماند	بماندم کہ نیر و سئے بالہم نماند
اگر یک سر سوبے برتر پریم	فروغ تجبلی بسوزد پریم

اور ہم نبی آدم میں سے تو ایک حضرة موسیٰ نے ایسی جرأت کی تھی رَبِّ ارْنِی الْفِطْرَ لَیْکَ سِوَاکَ وَبھی خدا نے پہلے ایک ڈانٹ بتائی لیکن تیرانی پھر اُن کا اصرار دیکھا تو فرمایا وَلَکِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجِبْلِ فَاَنْ اَسْتَقِرَّ مَکَانَہُ فَسُوفَ تَرَانِی اِسپر بھی موسیٰ اُسے رہے تو دیکھا جو دیکھا فَلَا تَقْلُ رَہْہَ الْجِبْلِ جَعَلْہُ کَا وَحْرَ مِوْی صَبْغاً اِیْنِی جِرَاۃَ کَا

۱۷ خدا کے یہاں یہ ہمارے سفارشی ہیں ۱۷ انسان کم زور پیدا کیا گیا ہے ۱۷ اے خدا مجھے ایک نظر اپنے تئیں دیکھ لینے دے ۱۷ تم ہرگز ہم کو نہیں دیکھ سکو گے ۱۷ لیکن پہاڑ کی طرف نظر کرو اگر پہاڑ اپنی جگہ ٹھہرا تو شاید تم ہی دیکھ سکو ۱۷ جب خدا پہاڑ پر جلوہ افروز ہوا تو پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ پھاڑ لگا کر گرے ۱۷

تو کیا لا تفرقوا معاذ اللہ حکم ٹھل ہے یا خدا جسے طلب محال کرتا ہے۔ نہ حکم ٹھل ہے اور نہ طلب محال ہے بلکہ لا تفرقوا کے یہ معنی ہیں کہ گو تم میں اختلاف ہوں بھی تاہم تم ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجھو ان اختلافات سے نفس اسلام میں کوئی خلل نہیں آتا پیغمبر صاحب نے تو بس ایک ہی بات پکڑ رکھی تھی لا الہ الا اللہ اور وہ اہل کتاب سے پکارتے کہتے تھے تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشترک بہ شیئاً ولا یخذ بعضنا بعضاً ادباً یا من دون اللہ فان تو لو افعلوا الشہدوا باننا مسلمون ایک صحابی نے کسی قصہ پر اپنی لونڈی کو طمانچہ مار دیا پیغمبر صاحب کو خبر ہوئی اور اُس لونڈی کا کفر و اسلام بھی شتبہ تھا آپ نے اُس لڑکی کو بدوا کر پوچھا کہ تو خدا کو بھی جانتی ہے اُس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے پوچھا اور میں کون ہوں۔ بولی آپ اُسی کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اس پر پیغمبر صاحب نے اُن صحابی سے فرمایا یہ تو اچھی خاصی مسلمان ہے اسکو آزاد کرو۔ سبحان اللہ اسلام کا کیسا آسان امتحان تھا۔ خدا نہ کرے کہ آج کل کے مولوی اگر انہریوں تو یہ جیسے جید مسلمان کو بھی قیل کر دیں۔ یہ مجھے کہلو کر دیکھیں دوا اور ذوا تو میں کیا بتاؤں۔ دوا اور ذوا تو کیا ادا ہوگا جسے تم پنجابیوں کی طرح پھانی تو کہا ہی نہیں جاتا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا حضرة میں کاشتکاری کرتا ہوں دن بھر کھیتی کام کلج میں لگا رہتا ہوں رات کو تھکا ماندہ آتا ہوں تو صبح سویرے میری آنکھ نہیں کھلتی یعنی نماز صبح قضا ہو جاتی ہے اور یوں بھی مجھے پانچ نمازیں نہیں ہو سکتیں۔ فرمایا ایک دو جو تم سے ہو گئے کیا اس سے یہ ٹھلا کہ پانچ وقت کی نماز ضروری نہیں۔ نہیں۔ بلکہ یہ بھی پرچانے کی ایک تدبیر تھی کہ طلاق نماز کا خواہ ہو گا تو رفتہ رفتہ اسکو نمازیں فرو آنے لگے گا اور فرو آنے پہچھے پانچ نمازیں کیسی یہ تو بڑے کا صلوة التیمیم تھا۔ سندن ان تدبیروں اور حکمتوں سے آشنائی نہیں۔ جب دیکھو جنت کے دروازے پر لٹھے لیے کھڑے ہو کسی نے اندر جانے کا نام لیا اور تم نے لٹھے سی کیا۔ یہ تو تم نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ دین کا لب لباب لا الہ الا اللہ یعنی خدا شناسی۔ لیکن عالم اسباب میں اس خیال کا قائم رکھنا ذرا ہے مشکل۔ اور یہی تو پانی کے مرنے کی جگہ ہے۔ اور یہیں سے شرک اور بت پرستی نے نشوونما پایا ہے۔ سو یہ بھی انسانی طبیعت کا ایک ضعف ہی اور ہمارے وقتوں کے مسلمان خود کو اب اس ضعف سے خالی ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں میں توحید کے بارے میں ہر سال کچھ کچھ کہہ جاتا ہوں اور یہی وہ مضمون ہے جسے صلی میں تمہارے اسی شہر سے مجھ کو بھیجی بجاؤ کا خطاب

۱۵ اے اہل کتاب آؤ ہم تم کیساں طور پر ایک بات تسلیم کریں کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کوشت رکب بنائیں اور نہ خدا کے سوا کسی آدمی کو خدا ماننے اس پر ہی اہل کتاب بخیرین تو ان سے کہہ دو کہ سن رکھو ہم تو اسی ایک خدا کے فرماں بردار ہیں ۱۲



نہ آواز نہ ہے نہ بانگ دہل ہے  
نہ رقاص ہے اور نہ ساقی نہ مل ہے  
ان ہی میں کسی نے ولے کا قل ہے  
وہ بزم میلاد ختم الرسل ہے  
کہ اتنا بڑا صحن لوگوں سے فل ہے  
تو کیا ان کے پیروں میں حق کی فل ہے  
یہ تقریب معمول و معلوم کل ہے  
کھلا اسکے گلشن میں یہ تازہ گل ہے  
طب اُس پر سے ہو کر گرنے کا فل ہے  
کہ محفوظ و مامون جنس السبل ہے  
تو یہاں شعل زندگانی ہی گل ہے

یہ کیا شور و غوغا ہے کا ہے کا غل ہے  
نہ کچھ ساز و سامان دل بستگی ہے  
سنا تھا کہ دل قوم کے مر گئے ہیں  
محرم کی مجلس ہے میں اُس کا ذکر ہے  
نہ یہ ہے نہ وہ ہے تو پھر کیا سبب ہے  
اگر بے سبب ٹوٹ آئی ہے خلقت ہے  
نہیں۔ مدرسے کا ہے سالانہ جلسہ  
طبابتہ میں فصل بہار آرہی ہے  
یہ ہستی ہے اک حجبہ متوج آفہ  
مگر کون طب جس کا ماخذ ہے یوناں  
نہ وہ طب کہ جس سے ذرا آنکھ چو کی

جس طرح ماتمی کے کھانے کے دہنت اور ہوتے ہیں اور دکھانے کے اور۔ اسی طرح یہ کلج ہوئے سکول  
ہوئے ان کی بھی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی۔ اندرونی حالت کو پروفیسر اور پرنسپل کے سوا  
کوئی جان نہیں سکتا۔ خصوصاً اس مدرسے کی اندرونی حالت کہ اُسکے سب سے بہترین صرف عبد المجید خاں صاحب ہیں  
اور بس۔ کیونکہ یہ بانی اور پروفیسر اور سکریٹری یعنی مدرسے کے ہمہ اوست اور ہمہ ازوست ہیں مع خود کوڑہ  
خود کوڑہ گر و خود گل کوڑہ + سوعبد المجید خاں صاحب نے اپنے ذہن میں ایک آئیڈیل (خیالی) مدرسہ بنا رکھا ہے  
اور چاہتے ہیں کہ ویسا ہی مدرسہ خارج میں بھی موجود ہو جائے۔ ویدکی اور یونانی اور انگریزی طبابتوں کا جامع  
علم طبابتہ اور عمل طبابتہ دونوں پر حاوی کہیں اس لڑائی کی تقریب میں جبران دونوں ہو رہی ہے ان کو چین اور  
جاپان کے علاجوں کی خبر نہ لگ گئی ہو کہ ان کو بھی اپنے مدرسے کے کورس میں شامل کر لیں اور بچاؤ

خیزا زہ بھگت دیا تو آگے کو کان ایٹھا فلکما افاق قال سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین غرض انسان کی  
 کی درماندگی کا یہ حال اور منزل دور کچھ تو اپنے اپنا سے جس کے حال پر رحم کرنا چاہیے۔ اپنی چھا چھ کو اپنے  
 سونہ میٹھا کہنے سے چھا چھ میٹھی نہیں ہو جانے کی۔ ہکوتیرہ سو برس سے اسی ایک بات کی مشق کرائی جا رہی  
 اور نجد اچھی چاہیے آج تک رواں نہیں ہوئی تو دوسروں میں ایسا کہاں کا سرخاب کا پر لگا ہے کہ سنتے کے  
 ساتھ اور سنا بھی اس طرح کا سنا کہ غل غیاٹے میں کان پڑی آواز نہ سنائی دے کیونکہ توقع کیجا سکتی ہو کہ دوسرے  
 لوگ جلو بھر کانے میں ہمیں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا سنتے کے ساتھ باون تھے پاؤ رتی کے ٹھالی مسلمان  
 ٹھالی موجد ہو جائیں میرے حکم عقیدہ ہے کہ مسلمان جتنی رعایت اپنی قوم کے ساتھ کرتے ہیں زیادہ نہیں دیتی ہی  
 رعایت دوسروں کے حق میں جائز رکھیں تو اس کا من بردہ کو جبکا قائم کرنا بانی اسلام کا اصلی مقصود تھا کسی  
 کچھ ترقی ہو۔ لیکن جو روش مسلمانوں نے اختیار کی ہے وہ تو یقیناً کا من بردہ کو توڑ پھوڑ کر ایک نہ ایک معنی  
 کر کے ہر کسی سے ترسم نہی بچھا لے اعرابی کیس رہ کہ تو میری بہتر کرستان ست۔  
 ابھی تو میں تمہاری سہار ٹوٹتا ہوں جب ان باتوں سے تمہارے کان آہشنا ہو جائیں گے تو مجھ کو تم سے  
 بہت کچھ کہنا ہے۔

۱۰ سر کی ہوش آتا تو لگے کہنے اے خدا تیری ذات پاک ہے اور میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور تجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا ۱۲ مسند

ترقی ہوتی جاتی ہے ہوتا ہوتا کچھ بھی نہیں۔ میں ایک انگریزی اخبار کا مدتوں سے سبسکرائب ہوں۔ اس میں جہاں اور مضامین ہوتے ہیں ایک کالم برٹھنس یہ جبرائیل ڈوٹھ (پیدائش شاہی بیاہ اور موت) کا بھی ہوتا ہے تو میں اوبد اگر اموات کو اکثر دیکھا کرتا ہوں اس خیال سے کہ انگریزوں نے فن طبابت میں بڑی ترقی کی ہے دیکھیں ان لوگوں کی زندگی کتنی دراز ہوتی ہے میں سچ کہتا ہوں میں نے تو آج تک ان لوگوں میں کوئی غیر معمولی بات پائی نہیں یہی ساٹھ ستر برس گھسیٹ کر علی الاکثر ہم بھی مرتے ہیں یہ بھی مرتے ہیں۔ ہاں جس نزاکت سے یہ لوگ مرتے ہیں وہ البتہ عجیب ہے۔

شاید لارڈز کی گورنری کی بی بی کا مذکور ہے کہ وہ ہیضہ کر کے مریں۔ ان کے مرے پیچھے اس کی تحقیقات ہونے لگی کہ انھوں نے کیوں ہیضہ کیا۔ ان لوگوں میں یہی تو بڑی صفت ہے کہ ہر ایک واقعے کے سبب کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ بے شک یہ تحقیقات اُن مرنے والی کے حق میں تو کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر بعد الوقوع بہت سے اسباب دریافت ہوئے ہیں انسداد پذیر اور اُن سے باقی ماندگان نے بڑے فائدہ اٹھائے ہیں ہزاروں جانیں بے ہنگام سے محفوظ ہیں۔ ہماری طرح نہیں کہ روئے دھوئے تقدیر پر صبر کر کے بیٹھ رہے۔ بغرض لیڈی صاحبہ کے مرے پیچھے تحقیقات ہونے لگی کہ انھوں نے کیوں ہیضہ کیا۔ آخر معلوم ہوا کہ گورنمنٹ ہوس میں جس گھوسی نے یہاں سے چائے کے لئے دو دو آٹا تھا اس کی بھینسیں کسی گانوکے تالاب میں پانی پینے جایا کرتی تھیں اور ان لیڈی صاحبہ کے مرنے سے کوئی دُ یاتین مینے پہلے اس گلہ میں چند آدمی ہیضے سے مرے تھے۔ اول تو سرے سے ہیضے کے متعلق ہی ہونے ہی میں ڈاکٹر والک اختلاف ہے۔ اور کوازٹا میں کے بائے میں اسپر بڑی بحث ہو چکی ہے۔ مگر خیر ہم ہیضے کو کنیڈ جس (متعلی) مانے لیتے ہیں تو اب ذرا اس سلسل کو دیکھیے کہ ایک گانویں چند آدمیوں نے ہیضہ کیا۔ مہینوں پیچھے اُن کے ہیضے کا اثر تالاب میں آیا۔ پھر تالاب سے پانی میں۔ پھر پانی سے بھینسوں میں پھر بھینسوں دو دھ میں۔ پھر دو دھ لیڈی صاحبہ میں۔ خیر لیڈی صاحبہ تو بڑی آدمی تھیں۔ ان کو ہیضے کی لاش دو دنیاں پہلے سے معلوم ہوتیں تو وہ شاید اس کا انسداد کر بھی سکتی تھیں مگر یہ تو فرمایا کہ ہم جیسے غریب آدمیوں سے بھی ایسا تحرز ممکن ہے۔ ہرگز نہیں۔ لیکن جیسے تحرز ممکن نہیں ویسے ہی خدا کے فضل سے ہم چھوٹی موٹی بھی نہیں۔ مجھ کو اگر ان بھینسوں کا دو دھ پینے کو ملا ہوتا تو مرنے کی جگہ پی پی کر ایسا موٹا ہوا ہوتا کہ سچاں بھی نہ پڑتا۔ اب تو یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ یہی پانی جس کو پیتے اور یہی ہوا جس کو تنفس کرتے



طالب العلوم کی جان پر مصیبت پڑے۔ ع چارست در سراپاں مردم محال ندیش + تھیوڑیکلی (خیال کرنے کے لیے) تو یوں تیل بخول نہایت عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر پیکلی (عملاً) بہت لوگ اسکو شیخ چلی کا منصوبہ ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن دنیا میں جتنے بڑے نام و نمود کے کام ہوئے ہیں۔ ابتدا میں شیخ چلی کے منصوبے ہی سمجھے گئے ہیں اور بہت دالے لوگوں نے اُن کو اپنے استقلال سے واقعات کر دکھایا ہے کیا عجیب ہے کہ یہ سب بھی فی علم اللہ ایسے ہی بڑے کاموں میں سے ہوئے تاہم بڑا فرق ہے امکان وقوع اور وقوع میں۔ ہم لوگ توقعات سننے کے لیے نہیں آئے واقعات دیکھنے کے لیے آئے ہیں۔ سو توقعات کے مقابلے میں واقعات ہماری ہی نظر میں نہیں جھپٹتے تو عبد المجید خاں صاحب کی نظر میں کیا جھپٹتے ہوں گے۔ ہم نے سید احمد خاں کو دیکھا ہے کہ علی گڑھ محمدن کالج میں سحر کر دکھایا۔ مگر اُن سے پوچھو تو ابھی آٹے میں نمک بھی نہیں۔ عبد المجید خاں بھی سید احمد خاں ہی کے ٹائپ کے آدمی ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی چند قدم آگے بڑھے ہوئے کیونکہ سید احمد خاں نے ولایت جاکر کالجوں اور یونیورسٹیوں کو دکھا اور ان ہی کے نمونے پر علی گڑھ محمدن کالج جاری کیا۔ عبد المجید خاں نے یہیں بیٹھے بیٹھے اپنے ذہن سے ایک بات ایجاد کی جو کسی کو بھی نہیں سوجھی کہ مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں کی طبابت کو ملا کر ایک معجون طبابت بنائی جائے۔ تو سید احمد خاں پھر بھی تقلد ہیں اور عبد المجید خاں موجودہ وشتان بیتہما۔ ماں ایک فریتہ عبد المجید خاں کو اور بھی ہے کہ انھوں نے اپنی وضع نہیں بدلی۔ مگر ان کے افتاد مزاج سے ڈر تو لگتا ہے جب سید احمد خاں کے سر میں اس طرح کے خیالات کو بننے شروع ہوئے تو وہ بھی ہماری ہی وضع رکھتے غرض سید احمد خاں ہوئے عبد المجید خاں ہوئے ہیں دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے۔ تو جب سید احمد خاں نے باوجود اسے کہ علی گڑھ محمدن کالج میں دنڈرز (عجائبات) کر دکھائے اور اُن کو آٹے میں نمک بھی نہ سمجھا کیونکہ طہینان ہو سکتا ہے کہ عبد المجید خاں سے ہکودر سے کی اندرونی حالت تھیک تھیک معلوم ہوگی لیکن ٹروٹھ ہول ٹروٹھ نھنگ برٹ ٹروٹھ (سچ بالکل سچ اور سچ کے سوا کچھ نہیں) بات یہ ہو کہ یہ زمانہ نالوٹی (جباۃ) کا زمانہ ہے۔ ہزاروں نئی نئی چیزیں دریافت اور ایجاد ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی طرح نئی نئی بیماریاں چل پڑی ہیں۔ ساٹھ برس کی عمر تو میری ہونے آئی۔ جننے تو انفلوئنزا کا کبھی نام بھی نہیں سنا تھا یا اب یہ حال ہو کہ نام روس زمین پر انفلوئنزا کا تھکے مچا ہوا ہے۔ زندگی اور تندرستی کا مسئلہ کچھ ہے ہی حقیق کہ آج تک کوئی اسکو اچھی طرح حل نہیں کر سکا۔ جتنا چھانڈ کر کرا جس قدر فکر کر وگدلا۔ کاوش و تفتیش سے وہم کو

مدرسے کی قدر نہ بھی کریں اپنی زندگی اور تندرستی کی تو سب سے زیادہ قدر کرتے ہیں اور آدمی میں تو ماٹل (خانی) بھی ہیں اور ماٹل میں تو کبھی نہ کبھی حکیم صاحب کے قابو میں آئیں گے ضرور بشرطے کہ مجھ جیسے گراں جاں نہ ہوں مگر نہ کوئی میری طرح وقت اور عادی کو ضبط کرے گا اور نہ اس عمر میں اتنا کراہوگا جتنا کہ ماشاء اللہ خدایم دوہ میں ہوں۔ ہمارے ماں روگی ہونا تمغاے امارۃ ہے۔ موجبات ترغیب جو خدا نے امیروں کو دے رکھے ہیں وہ ان کو زرسٹ (مدافعت) کر نہیں سکتے اور ان کا بیمار ہونا بلکہ بیمار رہنا تعجب کی بات نہیں بلکہ ان کا تندرست رہنا بلکہ مطلق جینا تعجب کی بات ہے۔ غرض فنڈز کے جمع ہونے میں دیر ہو تو وہ بھی اس کے عبد المجید خاں صاحب اس رسی کو ڈھیلا چھوڑے رہیں مگر فنڈز تو جمع ہوں گے اور ضرور جمع ہوں گے اور خاطر خواہ جمع ہوں گے۔ فنڈز کا جمع کر لینا کچھ مشکل نہیں فنڈز کا ہینڈل (ضبط و نظام) کرنا البتہ مشکل ہے اور وہ عبد المجید خاں صاحب کا کام ہے۔ بیشک سب سے زیادہ ان ہی کو رحمت ہے مگر جیسی رحمت ہے ویسی ہی ناسوری ہے ویسا ہی اجر عاقبت ہے بشرطے کہ نیتہ بخیر ہو۔ اور خشم بد دوران کے استغنا سے ظاہر ہے کہ نیتہ کے بخیر ہونے میں تو ہر شک و کا فر گردد۔ فنڈز کے بارے میں عبد المجید خاں صاحب کی سلسلہ خدا کے علاوہ حکام کی توجہ بھی ٹھہرنا کا بڑا فریضہ ہے۔ آنا کہ خاک را بنظر کیسیا کنند یا بود کہ گوشہ پیشے باشند تمام تر کوششیں ایک طرف اور ان کا برسویں دن تھوڑی دیر کے لئے شریک ہونا ایک طرف اگرچہ سمجھنے والوں کو اتنا اشارہ بھی بس کرتا تھا کہ یہ مدرسہ نافع اور مفید اور ضروری نہ ہوتا تو یہ بڑے بڑے حاکم شریک جلسہ ہونا کیسا اور کون بھی تو نہ کرتے مگر سب گھوٹے ایک طرح کے نہیں ہوتے۔ بعض نے تو دیکھا کہ گاڑی بچھا کھولی گئی اور سمجھ گئے کہ چلنا ہے اور بے عذر چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ بعض زمین کے کٹے سے پہچان جاتے ہیں۔ بعض رکاب میں پانور کھنے سے۔ بعض باگ کے اشائے کے منتظر ہوتے ہیں۔ بعض ٹنگاری کے بعض ایڑ کے۔ بعض ایڑ اور ٹنگاری دونوں کے۔ بعض چابک کے اور بعض شاید اوگھی کے۔ مقصود تو یہ ہے کہ ٹوچلے مگر کنیو کچھ چلے یہ مانجنے والے کے امتیاز پر موقوف ہے۔ سرکار کو کام ہی ایسی رعایا سے پڑا ہے جن اپنے نفع نقصان کی تمیز نہیں۔ اگر واقع میں کار کو ہم لوگوں کی حالت درست کرنی ہے تو لاوا دہنے لداوے لادنے والا ساتھ دے بیٹے آپ ہی سوچے کہ ہم کو کیا درکار ہے۔ اور آپ ہی اس کا سامان بھی مہیا کرے۔ رہے ہم ہماری یہی بڑی کارگزاری ہے کہ ہمیں اڑنگے نہ لگائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ بھلا بے سرکار کے کیے تسی کی رسم اس ملک موقوف ہوتی۔ ہرگز نہیں۔ بے سرکار کے کیے دفتر کشی کا انسداد ہوتا۔ ہرگز نہیں۔

اور جن پر ہر ایک نئی حیا کی زندگی کا مدار ہے۔ ان میں بھی نہر گھلا ہے۔ پیا اور مرے سانس لیا اور میں ہوئے  
ڈاکٹروں سے لڑے کون۔ بیشک جو یہ فرماتے ہیں بجا اور جو یہ تجویز کرتے ہیں درست۔ مگر زمین و آسمان کے درمیان  
سے کہ ضرر کل جائیں کہاں جا کر نہیں غرض ڈاکٹروں نے بات بات میں بال کی کمال کمال نخال کر زندگی کو دور  
لونگ (جینے کے قابل) نہیں رکھا۔ تو جہاں آؤ نئی نئی بیماریاں چل پڑی ہیں اسی طرح سنا تھا کہ ڈراپسی (استسقاء)  
ایک بیماری ہوتی ہے۔ جتنا پانی پئے جاؤ اور پیاس لگتی چلی آتی ہے۔ پھر اُس کی قسمیں سنی تھیں کہ رقی ہوتا ہو کھمی  
ہوتا ہے اور شاید اور بھی قسمیں ہوں۔ مگر ان دنوں ایک نئی قسم کا استسقاء چلا ہے استسقاء درمی کہ آدمی اپنے  
یئے نہیں دوسروں کے یئے روپیہ جمع کرتا ہے اور جس قدر روپیہ جمع کرتا جاتا ہے اُس کی حرص بڑھتی جاتی ہے اس  
مرض کا اگر اسکو مرض سے تعبیر کیا جائے نشو و نما اس طرح ہوتا ہے کہ خداے تعالیٰ اپنے کسی خاص بندے  
پر اپنی رحمت عامہ کا پر تو ڈالتا ہے ع خاص کند بندہ مصلحت عام راہ۔ وہ سب سے پہلے اپنی قوم کی حالت پر نظر کرتا پھر  
دوسری قوموں کی حالت سے اُس کا مقابلہ کرتا اور اپنی قوم کو پاتا منسل بے ہنر بے وقفہ کا ہل جاہل انسانیت  
سے دور حیوانیت سے نزدیک اور وہ قوم کی مصیبت کو دیکھ کر بے قرار ہوتا اور اُس کے دفع کرنے کی تدبیر کر چلتا ہے  
قوم کی حالت کو قوم ہی کی کوشش درست کر سکتی ہے وہ قوم کو ملامت کرتا اور قوم کے یئے قوم سے لڑتا اس مرض  
کا اصلی نام تو ہے رفاہ اور استسقاء درمی جس کا میں نے تذکرہ کیا اسکے لوازم میں سے ہے۔ ہکمو خدا نے  
نہ تو رفاہروں کے سے دل دیئے نہ اُن کا سادہ نہ اُن کی سی ہمت نہ اُن کا سا استقلال۔ ہم کسی رفاہر کے  
کام کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اور کیا کر رہا ہے۔ پس میں اس مدرسے کے ریل و تھ (اصلی  
اندازہ) کے بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ اس واسطے کہ میں پروفیشنل مین (طبا بہ پیشہ) نہیں مجھو  
اس مدرسہ کی ریل و تھ کے جانچنے کی لیاقت نہیں۔ ہاں ظاہر کی اوپری چند موٹی موٹی باتیں ہیں جن کی نسبت  
میں کچھ رنگ و مار کس (بیان سب سے) کر سکتا ہوں۔ مدرسوں کی کامیابی خاص چند باتوں سے جانچی جاتی  
ہے سب سے پہلے مالی حالت کیونکہ تمام کامیابیاں متفرع ہیں ابھیں منقوش پر۔ فنڈز نہ ہوں تو کسی کی حکمت بھی  
پیش نہیں جاتی۔ سو خدا فضل ہے کہ مدرسے کی مالی حالت اگرچہ عبد الجبید خاں کے آئیڈیل سکول پر نظر کرتے تو پیاس  
کے یئے اُوں ہے مگر قوم کی حالت کے اعتبار سے غنیمت ہے۔ اسی سچی بات تو یہ ہے کہ مجھ کو اس مدرسے کے فنڈز  
کی طرف سے کبھی بھی تر و نہیز نہیں ہوا۔ ہمارے حکیم صاحب کو عمل تقناطیسی ہی ایسا یاد ہے کہ ذرا دبا کر اُس سے کام  
لیں تو روپیہ آپ آپ گھسٹا ہوا چلا آئے۔ چندہ بھی تو آدمی ہی دینگے اور آدمی بھی بامقدور۔ اور گویو لوگ

تو پھر بھی اختیاری بات ہے۔ مگر پیکش کا جانا لوگوں کے دلوں میں اپنی عقیدہ کا بٹھانا محض سخت و آفات پر موقوف ہے مگر یہ کہ خوش نصیبی سے وہ شخص طبیب زادہ ہو لیکن طبیب زادہ ہو کر اس شہر میں سب سے پہلے کی تکلیف بھی ناحق ہی کی وہ نہ پڑھتا تو بھی طبیب مانا جاتا۔ اور یہ جو بیٹو ڈاکٹر بلاڈ پلوں پر تیس سانی سے اسٹبلش قائم کر لیتے ہیں۔ اور تمام شہروں میں یونانیو مان کی کثرت ہوتی چلی جاتی ہے۔ ہمیں کچھ ان کمال نہیں یہ دواؤں کے انگریزی ناموں کا شرف ہے۔ طبابت کی بھی کیا ہی ٹی خوار ہے۔ ہزار ہا آدمی ابھی تک گندے تعویذ ٹونے ٹونے جھاڑ پھونک چڑھائے اُتائے پھونکے کے طبی خواص کے معتقد ہیں۔ ان کو پانی کی جگہ اگر اور بوند کی جگہ ڈراپ کہہ کر چھسلا لینا کیا بڑی بات ہو۔ ماں پانی کو پانی اور بوند کو بوند کہیں اور پھر بیمار کو ہم سے توڑے جائیں تو جانیں۔

فنز کے بعد سکول کی کامیابی کا ٹسٹ (معیار) ہے طالب العلموں کی تعداد ان کا اوسط حاضری ان کا نتیجہ امتحان۔ سو اگر یہاں کے طالب العلم عہدہ طبیب ہو کر نکلتے ہیں تو ان کا شمار کم اور بہت کم ہے۔ اور اگر نیم حکیم بن کر نکلتے ہیں تو ان کا شمار زیادہ اور بہت زیادہ ہے۔ اور اسکے فیصلے کو مائیس چاہئیں +

بے سرکار کے کئے چھپک کا ٹیکہ رواج پاتا۔ ہرگز نہیں۔ ان ہی چن باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ اپنی زندگی اور تندرستی کی کہاں تک حفاظت کرنے پر آمادہ ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ سرکار نے طب جیسی ضروری چیز کو جو زندگی کا مدار اور تندرستی کا موقوف علیہ ہے کیوں ایسی خراب حالت میں چھوڑ رکھا ہے۔ واٹر ورکس کے اہتمام ہوتے ہیں جب لوگ کسی مرض وبائی سے مرنے لگتے ہیں تو حلال خوروں کی فوج لگی کوچوں میں صبح و شام اپنی ڈل (قواعد) کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ سرکار نے مینل کوڈ کے جاری کرنے سے جسم و جان کی پوری پوری حفاظت کر دی ہے مگر کچھ خبر بھی ہے کہ طب کی بدانتظامیوں سے کتنی جانیں ضائع اور کتنے خون ہدر ہوتے ہیں جس طرح لوگوں کے مزاجوں میں خفیت سے ہرج مچ کا پیدا ہونا کچھ بڑی بات نہیں۔ اور مرض کے اشتداد پکڑے پیچھے مریض کا ہلاک ہو جانا کچھ بڑی بات نہیں۔ یہی تو کام ہے جس کا بیڑا عبدالجید خاں نے اٹھایا ہے تو ان کو کافی مدد کیوں نہ دی جائے۔ اسے وہ عبدالجید خاں آئیٹیل سکول نہ سی۔ نری طب یونانی ہی ایسی کہاں کی گئی گزری ہے۔ اب تک تو طب انگریزی اُس کو شیکی (منٹرنل) کر نہیں سکی اور شیکی کرتی ہوئی معلوم ہوتی بھی نہیں۔ اب بھی سو میں شاید ننانوے آدمی اُس کے گرویدہ ہیں۔ اور نئے نئے گرویدہ نہیں بلکہ سیکڑوں برس کے متواتر تجربے کے بعد گرویدہ ہوتے ہیں۔ تو جب طب یونانی کی جڑ ایسی مضبوط ہے کہ وہ کسی کے اکھاڑے اکھڑ نہیں سکتی! بروہ جیسی مفید ہے ویسی ہی اصلاح طلب بھی ہے۔ تو اسکی اصلاح گورنمنٹ کا عین فرض ہے۔ کیونکہ گورنمنٹ نے رعایا کی ہر طرح کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے۔ ازاں جملہ رعایا کی ہمتہ (تندرستی) کی بھی حفاظت اپنے ذمے لی ہو تو کچھ مفت نہیں لی اسکے بدلے ہم خراج بھرتے ہیں ٹیکس دیتے ہیں اور باوجود اس کے سرکار ہماری ہموطن نہیں ہتھوم نہیں ہم مذہب نہیں ہزاروں کوس دور بیٹھے ہم اُسکی بجے مناتے ہیں۔ کم سے کم اتنا تو چاہیے کہ گورنمنٹ اس سکول کو رگنناز (تسلیم) کرے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ٹی اکرٹریٹوز ہوں یا یورپینز امتحان دے ڈیپلوم حاصل کرتے پھر ان کو کلری نوکری مل جاتی اور کام پر مسلط ہوتے ہی لوگ بے تامل اُن سے علاج کرانے لگتے ہیں۔ ہمارے ان طالب العلموں کو مثیل درپیش ہے کہ پڑھا بھی اور طب بھی کیا امتحان بھی دیا پاس بھی ہوئے اور شاید تھے اور انعام بھی پائے اور آخر میں سند بھی ملی مگر چونکہ وہ سند سرکاری سند نہیں اُس میں اُن کے پُشن کرنے (آگے بڑھانے) کی قوت نہیں۔ ان چکاروں کو دوسری مصیبت ہے۔ امتحان کا پاس کرنا ایک مصیبت اور امتحان کے پاس کیے پیچھے پرکٹس (مطب) کا جانا دوسری مصیبت۔ امتحان کا پاس کرنا

۱۷۰۴  
اس طرح خفیت سے ہرج مچ کا علاج کی بے تندی سے اشتداد پکڑنا کچھ بڑی بات نہیں ۱۷



# مختصر فہرست کتب و کان محمد زید حسین تاجر کتب دہلی دریا بہ کلان ۱۲۵۱ھ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تفسیر عزیزی پارہ نمونہ تفسیر	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	تفسیر عزیزی پارہ نمونہ تفسیر	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
سورۃ فاتحہ	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سورۃ فاتحہ	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
تفسیر مرادید پارہ نمونہ	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	تفسیر مرادید پارہ نمونہ	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
تفسیر سورۃ فاتحہ	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	تفسیر سورۃ فاتحہ	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
تفسیر قادری۔ اردو کشوری	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	تفسیر قادری۔ اردو کشوری	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
تفسیر سورۃ یوسف سہری	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	تفسیر سورۃ یوسف سہری	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
تفسیر سورۃ بروج اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	تفسیر سورۃ بروج اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
گلشن رحمت تفسیر سورۃ فاتحہ	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	گلشن رحمت تفسیر سورۃ فاتحہ	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
نظم اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	نظم اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
جل حدیث مترجم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	جل حدیث مترجم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
تفسیر الانبیاء۔ تفسیر شارق الملوک	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	تفسیر الانبیاء۔ تفسیر شارق الملوک	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
تفسیر سورۃ نوح	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	تفسیر سورۃ نوح	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
ترجمہ وفاء اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	ترجمہ وفاء اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
جمع کاستارہ اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	جمع کاستارہ اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
رسالہ تجوید تفسیر	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	رسالہ تجوید تفسیر	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
چترۃ الفقہ اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	چترۃ الفقہ اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
رفاعہ المسلمین اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	رفاعہ المسلمین اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
تائیدوں کی تادی	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	تائیدوں کی تادی	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
شرح صحیح بخاری اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	شرح صحیح بخاری اردو	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
نقحاح انجمنہ	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	نقحاح انجمنہ	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
تفسیر المسلمین	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	تفسیر المسلمین	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
غنیۃ الطالبین مترجم کشوری	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	غنیۃ الطالبین مترجم کشوری	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
عورتوں کی زبان میں عتاب	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	عورتوں کی زبان میں عتاب	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
منظوم خوشیہ احوال حضرت محبوب	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	منظوم خوشیہ احوال حضرت محبوب	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
سجانی زمانہ اللہ	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سجانی زمانہ اللہ	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
نزول رحمت نظم حالات بروج	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	نزول رحمت نظم حالات بروج	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
انہما حصہ دوم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	انہما حصہ دوم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
ذکر شہادۃ انبیاء	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	ذکر شہادۃ انبیاء	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
مجموعہ تجوید الضیاء	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	مجموعہ تجوید الضیاء	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
ناطق نظم و شعر قابل تحسین	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	ناطق نظم و شعر قابل تحسین	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
نظم فارسیہ حالات جناب پیران	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	نظم فارسیہ حالات جناب پیران	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
آئینہ مختصر معرفت بہ جامع کوثر	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	آئینہ مختصر معرفت بہ جامع کوثر	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
تاج رسول م	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	تاج رسول م	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
آئینہ مشافعت	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	آئینہ مشافعت	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
سولہ لطیف	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ لطیف	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰
سولہ رحمت الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰	سولہ رحمت الرحیم	۱۰	سولہ روضۃ الرحیم	۱۰









# اعلان

تصنیفات

فاضل اجل خیا جلیف

مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی ترمیم شدہ  
حاشیہ بدیع غنکی عمدگی چھاپہ کی صفائی و خریداروں کے دلوں کو از سر نو  
شوق دلایا ہی جن کے نام مع قیمت و ج ذیل میں محصول فرم خریداری ہو

مرآۃ العروس کاغذ ولایتی صفحہ ۲۴ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) مستورات کی خانہ داری کے بیان  
میں قیمت فی جلد ۸ روپے بنات النعش ترمیم شدہ کاغذ ولایتی مطبوعہ مطبع انصاری دہلی قیمت فی جلد ۷ روپے ایضاً کاغذ  
رسمی فی جلد ۴ روپے توبۃ التوبۃ کاغذ ولایتی صفحہ ۲۴ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) تعلیم خدا پرستی میں قیمت  
فی جلد ۷ روپے محسنات یعنی فائزہ بیلا کاغذ ولایتی صفحہ ۲۴ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) لغز و ازواج کے نقصان  
میں قیمت فی جلد ۱۲ روپے ابن الوقت مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) انگریزی وضع اور لاندی کے نقصان میں قیمت  
فی جلد ۱۲ روپے موعظہ حسنہ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) تعلیم مفید نصیحت فریاد نامہ و پیام قیمت فی جلد ۱۲ روپے  
فتح باب الحکایات مطبوعہ مطبع افتخار دہلی (مضمون) حکایات دل چسپ مع حاصل مطلب قیمت فی جلد ۴ روپے چند نیر  
مطبوعہ مطبع افتخار دہلی (مضمون) مبتدی بچوں کے پڑھنے کی اردو کتاب جس میں ان کے لئے مفید مضامین جمع کیے گئے ہیں قیمت فی جلد  
۴ روپے صرف صغیر یعنی قواعد فارسی قیمت فی جلد ۲ روپے انصاف حشر و یہ کتاب انصاف میں ہے قیمت فی جلد ۴ روپے  
اتمام حجت یہ رسالہ نظم اصلاح قوم کے بارے میں ہے قیمت فی جلد ۱ روپے مبادی الحکمۃ بزبان اردو مطبوعہ افتخار دہلی  
(مضمون) علم منطق میں بہت عمدہ کتاب ہے جس کے حصے میں صنف صاحب کو سرکار انگلشیہ سے انعام حرمت ہو قیمت  
فی جلد ۸ روپے ایامی یہ مولوی ٹی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی جدید تصنیف کیا ہوا دل ایخی فرضی قصہ ہے اس میں  
بیوہ عورتوں کے نکاح نہ کرنے کی دینی و فنی خرابیاں دکھائی گئی ہیں قیمت فی جلد ۱۰ روپے رسم الخط  
(مضمون) قواعد علامہ دلائل مبتدی بچوں کے لیے نہایت عمدہ فائدہ پہنچانے والی  
اور بہت بکارت کتاب ہے قیمت فی جلد ۲ روپے مایعنیک فی الصرف  
عربی اردو زبان میں یہ کتاب مبتدیوں کے

نہایت بکارت، جی کاغذ

ولایتی قیمت

فی جلد ۸ روپے کاغذ

رسمی ہر زیر طبع ہو

لش

محمد نذیر احمد خاں صاحب کی ترمیم شدہ

بازار دہلی